لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

ان تتقوا اللّٰہ یجعل لکم فرقانا

جلد 12 ماہ دسمبر 1946ء
نمبر 11

قادیان

فرقان

سالنامہ

مجلس انصار احمدیہ کا ماہنامہ

مدیر:- عبدالمنان عمر ایم۔اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فرقان قادیان

بابت ماہ فتح ۱۳۲۵ ہش
دسمبر ۱۹۴۶ء

جلد ۵	ترتیب عنوانات	نمبر ۱۱-۱۲

دعوت الی الحق

(مکرمہ محترمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ بی اے۔ بی ٹی)

قادیان سے قطع تعلقی

۱۵ مارچ ۱۹۱۴ء کو جب حضرت مرزا بشیرالدین محمود صاحب کو وصایا مندرجہ الوصیت میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جانشین اور خلیفہ دوم منتخب کیا گیا تو جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ اور ان کے چند ہمنوا دوست اس مقام سے الگ ہو گئے جس مقام کو خدا نے برکت دی ہے (الوصیت ۱۵) اور جو اس کے "رسول کا تخت گاہ" ہے اور جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا تھا کہ ضروری ہو گا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے (الوصیت) اور لاہور جا کر ایک انجمن کی بنیاد رکھ دی۔

مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک حضرت امیر المومنین کی پوزیشن

شروع میں اختلاف چند معمولی باتوں پر تھا۔ ۱۴ مارچ کو خلیفۃ المسیح الثانی کا انتخاب ہوا۔ اور ۲۲ مارچ کو مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں نے اپنی ایک میٹنگ میں یہ ریزولیشن پاس کیا کہ "صاحبزادہ کے انتخاب کو اس حد تک ہم جائز سمجھتے ہیں کہ وہ غیر احمدیوں سے احمدؑ کے نام پر بیعت لیں یعنی اپنے سلسلہ احمدیہ میں ان کو داخل کریں لیکن احمدیوں سے دوبارہ بیعت لینے کی ہم ضرورت نہیں سمجھتے۔ اس حیثیت سے ہم انہیں امیر تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں ......" (پیغام صلح ۲۲ مارچ ۱۹۱۴ء)

پھر اس ریزولیشن کا ذکر مولوی محمد علی صاحب نے ان الفاظ میں کیا۔

"بالخصوص دوسری تجویز ایک نہایت ہی سیدھی تجویز تھی اور وہ یہ تھی کہ صاحبزادہ صاحب کو بحیثیت میر مجلس صدر انجمن احمدیہ بدیں شرط امیر تسلیم کیا جائے کہ پرانے احمدیوں کے لئے بیعت کی ضرورت نہ ہو گی ......" (پیغام صلح ۱۰ اپریل ۱۹۱۴ء)

اور حالت یہ تھی کہ اپنے تمام تر اختلافات کے باوجود مولوی محمد علی صاحب نے لکھا۔

"میں بار بار کہتا ہوں کہ میں صاحبزادہ صاحب کی عزت کرتا ہوں وہ میرے آقا کے

صاحبزادے ہیں۔ اگر میں انکی عزت و احترام کو ملحوظ رکھوں تو بڑی نمک حرامی ہوگی۔"

(پیغام صلح ۲۴ مارچ ۱۹۱۴ء)

لیکن بڑھتے بڑھتے یہ حالت ہوگئی کہ مولوی صاحب نے اس عزت و احترام کے سارے تقاضوں کو فراموش کر دیا۔ اور انہیں صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی عزت و احترام ملحوظ نہ رہا۔ اور پیغام صلح میں ایسی تحریریں شائع ہونے لگ گئیں جن کے پڑھنے سے شرم و حیا کی پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خلاف گندے اور غلط الزامات کی تشہیر میں اخلاقی اور رقوم بلا تفصیل کے نام سے انکی انجمن کی طرف سے مالی امداد دی جانے لگی۔

میں جانتی ہوں کہ یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ دو خط جب زاویہ پیدا کر لیتے ہیں تو ان کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کا باہمی افتراق اور فاصلہ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ گذشتہ ربع صدی سے زیادہ کی جدوجہد نے ہمیں ایک دوسرے سے بہت دور کر دیا ہے۔ اے کاش یہ افتراق ایسی شکل اختیار نہ کرتا۔ اور پیارے مسیح کے ہاتھوں لگایا ہوا باغ جسے اس نے زبردست جدوجہد اور شب و روز کی دعاؤں سے سینچا تھا۔ یوں پامال نہ ہوتا۔ اور جماعت میں تفرقہ و شقاق کی بنیاد نہ پڑتی۔

اختلاف کی بنیاد

شروع میں اختلاف کا محور جیسا کہ بیان ہوا یہ نکتہ تھا کہ ہمارے لاہور کے دوست چھ سال تک خلیفہ اول کو واجب الاطاعت خلیفہ ماننے کے باوجود خلیفہ دوئم کو واجب الاطاعت ماننے کے لئے تیار نہ تھے لیکن بڑھتے بڑھتے اختلاف نے یہ صورت اختیار کر لی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے مسئلہ کو سب سے اہم قرار دیا جانے لگا۔ اور مولوی محمد علی صاحب نے صاف صاف لکھ دیا۔

"میں تم کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آؤ سب سے پہلے ایک بات کا فیصلہ کر لو۔ اور جب تک وہ فیصلہ نہ ہو جائے۔ دوسرے معاملات کو ملتوی رکھو۔ اصل جڑ سارے اختلاف کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا مسئلہ ہے ..... جس قدر مسائل اختلافی ہم دو فریق میں ہیں۔ وہ اس اختلاف مسئلہ نبوت سے پیدا ہوتے ہیں۔"

(ٹریکٹ نبوت کاملہ تامہ اور جزئی نبوت میں فرق)

پھر لکھتے ہیں "ہمارے درمیان جو اختلاف مسائل ہے اسکی اصل جڑ مسئلہ نبوت ہے۔

(ٹریکٹ ۳ مئی ۱۹۱۵ء)

اور یہ صرف مولوی محمد علی صاحب ہی کا خیال نہیں بلکہ دوسرے غیر مبائع دوستوں نے بھی بسا اوقات اسی خیال کا اظہار کیا ہے:۔

"ہمارا اور اہل قادیان کا بنیادی اختلاف مسئلہ نبوت ہے۔" (پیغام صلح ۱۹ر دسمبر ۱۹۲۹ء)

اور مسئلہ نبوت میں سے بھی تبدیلی تعریف نبوت کے مسئلہ کو ضروری قرار دیا گیا۔ اور غیر مبائعین کے اخبار پیغام اسلام نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے صاف صاف لکھا:۔

"جب تک آپ صاحبان اس تبدیلی کی بات کو طے نہیں کر لیتے۔ آپ کی ساری بحثیں بیکار و بے سود ہیں ..... یہ ایسا سوال ہے کہ جس سے تمام بحثوں کا حل ہو جاتا ہے۔"

آج میں اس تبدیلی کے مسئلہ کو لیتا ہوں

تبدیلئے تعریف نبوت

جس حد تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف دعویٰ نبوت کو منسوب کرنے کا تعلق ہے یہ بات صاف ہے کہ کئی ایک جگہوں میں آپ نے دعویٰ نبوت سے انکار کیا اور لکھا ہے:

"اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر (دہلی) کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی۔ ملائک کا منکر۔ بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے لہٰذا میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔"

(دین الحق صفحہ ۲۔ از اشتہار ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء صفحہ ۱)

اور بہت سی جگہوں میں اقرار نبوت کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔" (اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

یہ دونوں حوالے بظاہر بالکل متضاد ہیں۔ لیکن خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تضاد کا جواب دیا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر

ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اُسی کا نام پاکر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کرکے پکارا ہے"

(ایک غلطی کا ازالہ)

یہ حوالہ مسئلہ نبوت میں کلید کا کام دیتا ہے۔ اس حوالہ کے ہوتے ہوئے کوئی دیانتدار انسان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف یہ منسوب نہیں کر سکتا۔ کہ دعویٰ نبوت کے بارہ میں آپ کے کلام میں کوئی حقیقی تضاد ہے۔ کیونکہ آپ نے ایک جہت سے اقرار نبوت کیا ہے۔ اور ایک جہت سے انکار نبوت۔ جب جہت تبدیل ہو گئی۔ تو حقیقی طور پر کوئی تضاد بھی نہ رہا۔ اگر نبی کی یہ تعریف کی جائے۔ کہ:-

"وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے۔ اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔"

تو آپ ہرگز ہرگز نبی نہیں۔ اور اگر نبی کی یہ تعریف کی جائے کہ:-

"خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے۔ کہ وہ کسی صاحب شریعت نبی کا متبع نہ ہو۔" . . . . تو آپ یقیناً نبی تھے

نبوت کے متعلق دو سوال

اس موقعہ پر کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ میں یہ تو مان لیتا ہوں کہ اس تشریح کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں تناقض نہیں رہتا۔ اور نبوت کی ایک تعریف کی رو سے آپ نبی ہیں۔ اور دوسری تعریف کی رو سے نبی نہیں لیکن اس پر دو سوال پیدا ہوتے ہیں اوّل یہ کہ آپ نے کس وجہ سے کبھی نبوت کا اقرار کیا۔ اور کبھی نبوت کا انکار۔ یا یوں کہہ لو۔ کہ کیوں آپ نے کبھی نبوت کی ایک تعریف کو مدنظر رکھا اور کبھی دوسری تعریف کو۔ اور اس طرح آپ نے کیوں نبوت کی دو تعریفیں پیش فرمائیں۔

دوم۔ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نبوت کی ایک تعریف کی رو سے اقرار نبوت اور

ایک تعریف کی رو سے انکار نبوت آپکی تمام تحریرات میں پہلو بہ پہلو چلتا چلا گیا ہے۔ اور آپ کبھی نبوت کی ایک تعریف کے پیش نظر دعویٰ نبوت فرماتے رہے ہیں۔ اور کبھی دوسری تعریف کی رُو سے دعویٰ نبوت سے انکار کرتے رہے ہیں۔ یا کوئی خاص دو دَور ہیں۔ جن میں سے ایک میں پہلے آپ نے اقرار کیا ہے اور دوسرے میں انکار۔

یہ دو سوال ہیں۔ جو طبعاً اس حوالہ کے نتیجہ میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو مَیں نے اوپر درج کیا۔ کہ "جس جس جگہ مَیں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔۔۔۔۔"

ظاہر ہے کہ ان دونوں سوالات کے جواب کا بار جیسے ہمارے کندھوں پر ہے ویسے ہی غیر مبائعین کے کندھوں پر بھی ہے۔ لیکن جہاں تک میرا خیال ہے۔ غیر مبائعین نے کبھی سنجیدگی سے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ اور ان کے لٹریچر میں کسی کے متعلق کوئی معقول بات میری نظر سے نہیں گزری۔

پہلے سوال کا جواب

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام براہین احمدیہ کے زمانہ میں مسلمانوں کے عام عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح ناصری کو زندہ تسلیم کرتے تھے اور آپ نے اپنے اس خیال کو براہین احمدیہ میں درج بھی فرما دیا۔ لیکن آخر خدا تعالیٰ کی وحی نے آپ کو اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور بتا دیا کہ مسیح ناصری بجسدہ العنصری زندہ نہیں ہیں۔ بلکہ وفات پا چکے ہیں۔ اور محلہ خانیار کشمیر میں ان کی قبر ہے۔ اس طرح پہلے آپ مسلمانوں کے عام عقیدہ کے مطابق نبی اسے سمجھتے تھے جو براہ راست ہو۔ اور اسکو نئی جدید شریعت نہ دی جائے۔

لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ کی وحی نے آپ کو اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور آپنے لکھا کہ:۔

"کہ آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں۔ میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں" (تتمہ حقیقۃ الوحی ۶۸)

"نبی کا شارع ہونا شرط نہیں (ایک غلطی کا ازالہ)

گویا جس طرح پہلے آپنے براہین احمدیہ میں سادگی سے حیات مسیح کا عقیدہ بیان فرمایا کیونکہ عام مسلمانوں کا اس بارہ میں یہی اعتقاد تھا۔ لیکن پھر اعلام الٰہی سے بڑے شد و مد کے ساتھ وفات مسیح کو پیش فرمانے لگ گئے۔ اس طرح پہلے مسلمانوں کے عام عقیدہ کے پیش نظر نبوت کی یہ تعریف فرماتے تھے۔ کہ نبی اسے کہتے ہیں جو کوئی جدید شریعت لائے اور اپنے سے پہلے نبی کا

متبع نہ ہو لیکن پھر اسے بدل کر یہ بنایا۔

"کہ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ اور شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸)

خلاصہ کلام یہ کہ نبوت کی تعریف کے بارہ میں اختلاف کی یہ وجہ ہے کہ نبوت کی ایک تعریف آپ نے مسلمانوں کے عام عقیدہ کو مدنظر رکھ کر کی ہے۔ اور دوسری تعریف نبوت وہ کی ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ اور جو آپ نے خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق کی۔

سوال دوم کا جواب

سوال دوم کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نبوت کی ایک تعریف کی رُو سے اقرار نبوت اور ایک تعریف کی رو سے انکار نبوت آپ کی تمام تحریرات میں عموماً پہلو بہ پہلو نہیں ہے بلکہ اس کے دو دَور ہیں۔ پہلے دَور میں آپ نے نبوت کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ نبی کے لئے صاحب شریعت جدیدہ ہونا ضروری ہے۔ اور ضروری ہے کہ وہ اپنے سے پہلے نبی کا متبع نہ ہو۔ اور اس دَور میں اپنی نبوت سے انکار فرمایا ہے۔ دوسرے دور میں آپ نے ہمیشہ نبوت کی دوسری تعریف کو اختیار فرمایا ہے۔ اور کبھی اس کے خلاف نہیں لکھا۔ زیادہ تر اسی دَور میں اقرار نبوت ہے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے بعض خطبات سے معلوم ہوتا ہے کہ تعریف نبوت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقیدہ میں یہ تبدیلی قریباً سنہ ۱۹۰۰ء میں ہو چکی تھی۔ اور حضرت اقدس کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس عقیدہ میں تبدیلی کا پورا اعلان سنہ ۱۹۰۱ء میں ہؤا۔ اور اس کی تصریح رسالہ ایک غلطی کا ازالہ میں ملتی ہے۔

یہ وہ باتیں تھیں جن کی طرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جماعت کو متوجہ کیا لیکن مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ہمنواؤں نے اصل حقیقت پر غور کرنے کی بجائے ایک طوفان بے تمیزی برپا کر دیا کہ دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف دعویٰ نبوت میں تبدیلی کو منسوب کیا جا رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک زمانہ تک اپنے دعویٰ کو نہیں سمجھے اور حضور کی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کو منسوخ قرار دیا جا رہا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی ایک بات بھی خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے نہیں فرمائی تھی۔ نہ تو حضرت اقدس

کی طرف دعویٰ نبوت میں کسی تبدیلی کو منسوب کیا تھا۔ نہ حضرت کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کو منسوخ قرار دیا تھا۔ اور نہ یہ کہا تھا کہ ۱۹۰۱ء تک حضرت مسیح موعود اپنے دعویٰ کو نہیں سمجھے۔

نبوّت کے متعلق اعتقاد کی بنیاد

اصل بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے متعلق اعتقاد کی بنیاد ان باتوں پر نہیں جو پیغام صلح اور اس کے منسوبین نہیں گوناگوں مصلحتوں کی بنا پر ہماری طرف منسوب کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ مندرجہ ذیل امور پر ہے۔

اوّل۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ نبوت فرمایا ہے۔ اور آپ اس زمانہ کے نبی اور رسول اور نجات دہندہ ہیں۔

دوئم۔ نبوت کی یہ نعمت آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانی سے ملی ہے۔ اور آپ کے اعمال پر اتباع نبی کی مُہر تھی۔ اور ایسی نبوت ہرگز بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منقطع نہیں جو نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو۔ کیونکہ آپکی توجہ رُوحانی نبی تراش ہے۔ ہاں۔ شریعت والا نبی نہیں آسکتا۔

سوئم۔ آپ کی نبوت غیر نبوت سے تعبیر نہیں ہوسکتی۔ اور اسے ولایت وجددیت تک نہیں محدود قرار دیا جاسکتا۔ اور آپ نے اپنے متعلق نبی اور رسول کے جو الفاظ استعمال کئے ہیں ان کا کوئی ایسا مفہوم نہیں تجویز کیا جاسکتا۔ جس سے آپ زمرہ انبیاء میں نہ رہیں۔ تمام وہ خصوصیات جو صرف انبیاء میں پائی جاتی ہیں۔ اور جن کے پائے جانے کی وجہ سے کسی نبی کو نبی کہا جاتا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں کامل طور پر پائی جاتی ہیں۔ اگر حضرت ابراہیم نبی تھے۔ اور اگر حضرت موسیٰ اور عیسیٰ نبی تھے۔ تو یقیناً حضرت مسیح موعود بھی ایک نبی ہیں۔ اور آپ اس پاک گروہ میں سے ایک عظیم الشان فرد ہیں۔ جو انبیاء کے نام سے ممتاز ہے۔

چہارم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ تھا کہ آپ دنیا کی اصلاح کے لئے اس زمانہ میں مامور کئے گئے ہیں۔ آپ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ آپ اس زمانہ کے نجات دہندہ ہیں۔ خدا آپ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور کثرت سے اہم امور پر مشتمل خبروں پر آپ کو قبل از وقوع خبردار کردیتا ہے۔ اور خود خدا نے آپ کا نام نبی رکھا ہے اور نبی اور رسول کہہ کر پکارا ہے۔ جو آپ سے الگ ہے گا وہ روحانیت سے محروم ہو جائے گا۔ اور یہ مقام آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا ہے۔ حضرت اقدس ابتدائے دعویٰ سے

آخر تک اس پر قائم رہے اور اس کے سمجھنے میں آپ کو کسی قسم کا التباس اور غلط فہمی نہیں ہوئی
پہلے اس مقام کا نام مسلمانوں میں جو تعریف مروجہ تھی اس کے مطابق نبوت نہیں رکھتے تھے
کیونکہ عام مسلمانوں کے عقیدہ کی رو سے پہلے آپ نبی اسے سمجھتے تھے جو شریعت جدیدہ لائے اور
اپنے سے پہلے کسی نبی کا متبع نہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ باتیں آپ میں پائی نہ جاتی تھیں نہ آپ صاحب
شریعت جدیدہ تھے اور نہ ہی اپنے مقتدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے باہر۔
اس لئے ایسے مقام کا نام نبی رکھنے سے آپ انکار فرماتے تھے۔ لیکن پھر آپ پر نبوت کی اصل
تعریف منکشف ہو گئی۔ اور آپ نے اس بارہ میں اس تعریف کو اختیار کر لیا جو نبوت کی حقیقی
تعریف تھی۔ اور اس اصطلاح کو زیر استعمال لے آئے جو تمام مسلمانوں کی نہیں بلکہ خدا کی
اصطلاح تھی۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق تھا۔ اور جسے آپ نے بموجب حکم الٰہی اختیار کیا تھا۔ اس
طرح پہلے جس مقام کا نام مروجہ تعریف کے مطابق غیر نبوت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے بتلانے
سے اس کا نام نبوت قرار دیا۔

نبی کی تعریف

بات یہ ہے کہ "نبی اسے کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ
کی خبریں دے" (چشمہ معرفت ص ۱۸۰) "اور خدا کی یہ اصطلاح
ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے یعنی ایسے مکالمات جن میں
اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہوں" (چشمہ معرفت ص ۳۲۵) "اور جبکہ وہ مکالمہ و مخاطبہ اپنی
کیفیت و کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو
اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے
جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے" (الوصیت ص ۱۲) "اور جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ
ظاہر ہونگے بالضرور اس پر مطابق آیت فلا یظہر علی غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق
آئے گا۔ (ایک غلطی کا ازالہ) "اور آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں۔ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتے ہیں۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸)
اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک نبی اس کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی اور قطعی بکثرت
نازل ہو۔ اور جو غیب پر مشتمل ہو (تجلیات الٰہیہ ص ۲۶) اور نبی کا شارع ہونا شرط نہیں
(ایک غلطی کا ازالہ) "بنی اسرائیل میں کئی نبی ایسے ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں
ہوئی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء) غرض نبی کے

معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔
(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸)

اس لئے اب اگر ہم سے کوئی پوچھے کہ حضرت مرزا صاحب نبی ہیں یا نہیں تو ہمارا جواب یہی ہوگا۔ اور یہی ہونا چاہئیے کہ ہاں۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ نبوت کی وجہ سے نبی ہیں کیونکہ آپ خدا تعالیٰ سے بذریعہ وحی خبریں پانیوالے تھے اور شرف مکالمہ ومخاطبہ الٰہی سے مشرف تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اُن کو کثرت سے اہم امور غیبیہ پر مطلع فرماتا تھا۔ خدا نے آپ کا نام نبی رکھا تھا اور نبی اسے کہتے ہیں جسے یہ چیزیں حاصل ہوں۔ بیشک آپ صاحب شریعت جدیدہ نہ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع تھے۔ لیکن نبی کے لئے بھی صاحب شریعت جدیدہ ہونا ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے سے پہلے نبی کا متبع نہ ہو۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ مخاطب ہمارے جواب سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور ہم تو حضرت مرزا صاحب کو نبوت کی حقیقی تعریف کی وجہ سے نبی کہہ رہے ہونگے۔ لیکن مخاطب کسی وجہ سے نبوت کی یہ تعریف نہیں سمجھتا۔ بلکہ وہ نبی اسے قرار دیتا ہے جو کوئی جدید شریعت لائے یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرے۔ یا نبی سابق کی امت نہ کہلائے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہو۔ تو پھر ہم اسے اس کی اصطلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے یہی جواب دیں گے کہ نبی کی اس تعریف کی رُو سے حضرت مرزا صاحب نبی نہ تھے اور یہی وہ طریق ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اختیار فرمایا۔ جب تک آپ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی سمجھتے رہے کہ:- "وہ کامل شریعت لاتے ہیں بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے۔ اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔"

(الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

آپ نے ہمیشہ یہ فرمایا کہ میں نبی نہیں۔ اور مدعی نبوت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں۔ کیونکہ اس وقت اپنے متعلق لفظ نبوت کے اختیار کرنے کے یہ معنے تھے گویا آپ اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتے ہیں جسے شریعت جدیدہ دی گئی ہے اور اس کا کوئی تعلق ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ ہو۔ اور یہ بات آپ میں موجود نہ تھی۔ بلکہ اس زمانہ میں جب کبھی آپ نے اس وجہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح کا نام نبی رکھا۔ اور خود اس وحی میں

جو آپ کی طرف نازل ہوئی ہے۔ آپ کے لئے نبی و رسول کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اپنے لئے نبی اور رسول کا لفظ استعمال کیا۔ تو اس کی تاویل کر دی بلکہ یہاں تک لکھ دیا۔ کہ ایسے الفاظ کو ترمیم شدہ سمجھا جائے لیکن حسب اعلام الٰہی سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ نبی کے لئے صاحب شریعت جدیدہ ہونا ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے سے پہلے نبی کا متبع نہ ہو۔ بلکہ نبی تو صرف اسے کہتے ہیں۔ "جو خدا کے الہام سے بکثرت آیندہ کی خبریں دے۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰) تو آپ نے انکار نبوت کو چھوڑ دیا۔ اور صریح طور پر بغیر کسی تاویل کے اپنے لئے لفظ نبی اور رسول کو اختیار کر لیا۔ اور صاف صاف کہا۔ کہ :-

"ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔" (اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

نبی کی حقیقی تعریف

جس حد تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف دعویٰ نبوت کے منسوب ہونے کا تعلق ہے یہ بحث یہاں ختم ہو جاتی ہے لیکن علمی رنگ میں ایک جدید سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ نبی کی حقیقی تعریف ہے کیا۔ کیا نبی اسے کہتے ہیں۔ جو کوئی جدید شریعت لائے۔ یا شریعت سابقہ میں ترمیم و تنسیخ کرے۔ اور عبادت کے نئے طریق بتاوے۔ ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ بناوے۔ اس کا اپنا کلمہ ہو اور وہ دوسرے کسی نبی کا متبع نہ ہو۔ یا نبی کی یہ تعریف ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع ہو۔ اور ان دونوں تعریفوں میں سے اب ہمیں کونسی تعریف اور اصطلاح کو اختیار کرنا چاہیئے۔ اس کے لئے میں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تحریرات کی طرف متوجہ کرتی ہوں۔ جو چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰، ۳۲۵۔ الوصیت صفحہ ۱۲ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۶ ایک غلطی کا ازالہ۔ بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸ میں درج ہیں اور جن کا حوالہ میں اپنے اسی مضمون کے صفحہ پر درج کر چکی ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تصریحات پر ایک نظر ڈالئے اور پھر غور کیجئے۔ کہ کیا نبی کی حقیقی تعریف یہ نہیں کہ نبی اسے کہتے ہیں۔ جو خدا کے الہام سے بکثرت آیندہ کی خبریں دے۔ اور وہ خبریں اہم امور پر مشتمل ہوں۔ اور خدا اس کا نام نبی رکھے۔ اور کیا ہمیں اس اصطلاح کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔ جو خدا تعالیٰ کی اصطلاح ہے جسے خدا تعالیٰ کے حکم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نے قائم کیا ہے۔ اور جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔

تعریف نبوت کے متعلق ایک شک کا ازالہ

میں اس سے انکار نہیں کرتی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ:۔ "اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں۔ کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں" لیکن اس کے صرف یہ معنے ہیں۔ کہ اس وقت سے مسلمانوں کا نبی کی تعریف کے بارہ میں یہی خیال تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اسی خیال کے تھے۔ لیکن پھر آپ نے انہی مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:۔ کہ:۔

"آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں۔ اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوۃ رکھتا ہوں۔" (چشمۂ معرفت ص۱۸۱)

اور پھر آپ نے لکھا:۔

"میرے نزدیک نبی اس کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی اور قطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو۔" (تجلیات الٰہیہ ص۲۶)

اور لکھا۔ "نبی کا شارع ہونا شرط نہیں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء کا مندرجہ فوق حوالہ نہ صرف یہ کہ ہمارے مفہوم کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ زبردست مؤید ہے کیونکہ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ حضرت اقدس نے جو ایک زمانہ میں اپنے نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ تو اس وجہ سے کیا ہے۔ کہ اس وقت آپ نبوت کی یہ تعریف فرمایا کرتے تھے۔ کہ نبی کا شارع اور غیر متبوع ہونا شرط ہے۔ اور الحکم کا یہ حوالہ ہمارے اس دعویٰ کی دلیل ہے اور اس میں حضرت اقدسؑ نے صاف لفظوں میں نبی کی یہی تعریف فرمائی ہے۔

اگر کہو۔ کہ اس میں تو حضرت اقدس نے جو بیان فرمایا ہے کہ یہ اسلام کی اصطلاح ہے تو اس کے مقابلہ میں حضرت اقدس کا دوسرا حوالہ پیش کرتی ہوں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کلام پا کر جو غیب پر مشتمل ہو۔ زبردست پیشگوئیاں ہوں مخلوق کو پہنچانے والا اسلامی اصطلاح کی رو سے نبی کہلاتا ہے۔" (حجۃ اللہ ص۲)

دیکھو اس جگہ بھی حضور نے "اسلامی اصطلاح" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو الحکم والے حوالے میں اصطلاح کے یہ معنی کر لو۔ کہ مسلمانوں کی مروجہ اصطلاح اور یہ طرز کلام

مستشرقین اور مفکرین کی تحریروں میں عام ہے۔ اور یا یہ تسلیم کرلو کہ پہلے نبوت کے متعلق اسلام کی اصطلاح اُسے قرار دیتے تھے کہ نبی وہ ہوتا ہے جو صاحب شریعت جدیدہ ہو اور اپنے سے پہلے نبی کا متبع نہ ہو۔ لیکن پھر اعلام اور الہام الٰہی سے اسلامی اصطلاح اسے قرار دیا۔ کہ نبی اسے کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت اہم امور پر مشتمل آئندہ کی خبریں دے۔

دردمندانہ اپیل

میرے بھائیو! قوم کا بھلا باہمی اختلافات کو اُلجھا کر پیش کرنے میں نہیں۔ بلکہ اس میں ہے کہ ایک دوسرے کی بات کو دیانتداری کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ میں امید کرتی ہوں کہ ہمارے غیر مبایع بھائی میری ان گذارشات پر غور فرمائیں گے۔ اور پھر سے اپنا رابطہ اس بستی سے جوڑ لینگے۔ جہاں اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے الہام کی تجدید اور جملہ ادیان پر اُسے کامل غلبہ دینے کی بنیاد رکھی ہے۔ اور جو اسلام کا مضبوط قلعہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بناہ گزین ہوئے قلعہ ہند میں" اور جو خدا کی نظر میں دارالامان ہے۔ اور جو اس زمانہ میں خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے۔

غیر مبایع اصحاب سے درخواست

بھائیو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام لیوا ہونے میں آپ ہمارے شریک ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ باہمی غلط فہمیوں کو دوستانہ طریق پر دور کرنے کی پوری کوشش کریں۔ بیشک بعض لوگوں کا اختلاف ذاتی عداوت کا رنگ اختیار کر چکا ہے لیکن سب ایسے نہیں۔ پس میں حق جُو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت میں اتحاد کے حامی غیر مبایع اصحاب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے شکوک اور شبہات اور اعتراضات تحریر فرما کر ارسال فرمائیں۔ انشاء اللہ وہ اعتراضات اور ان کے مفصل اور تسلی بخش جوابات رسالہ فرقان میں شائع ہوتے رہیں گے۔ (نائب مدیر)

ضروری اعلان

جلسہ سالانہ کے ایام میں فرقان کا دفتر جو بک ڈپو کے ساتھ ہی اوپر کی عمارت کے حصہ میں ہے۔ کھلا رہے گا۔ خریداران وہاں تشریف لا کر حساب وغیرہ دیکھ سکتے ہیں۔

شذرات

ابوالمنیر نورالحق نائب مدیر

جناب سیٹھ الہ دین صاحب کا امیر غیر مبائعین سے مطالبہ حلف

جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے امیر غیر مبائعین سے سنہ ۴۲ء میں یہ مطالبہ
کیا تھا کہ وہ اپنے عقائد پر حلف اُٹھائیں۔ اور حلف اُٹھانے کے بعد اگر وہ ایک سال
تک عذاب سے محفوظ رہیں تو انعامی رقم (جو اب پچپن ہزار روپے کر دی گئی ہے) وصول
کریں۔ جناب سیٹھ صاحب نے جن الفاظ میں مولوی محمد علی صاحب سے یہ مطالبہ حلف کیا
ہے۔ وہ درج ذیل ہیں یہ الفاظ قبل ازیں فرقان اپریل سنہ ۴۲ء میں شائع ہو چکے ہیں۔
"میں محمد علی پریذیڈنٹ انجمن اشاعت اسلام لاہور خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر
اس بات پر حلف اُٹھاتا ہوں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ
کو چودھویں صدی کا ربانی مجدد مسیح موعود مانتا ہوں۔ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
خاتم النبیین ہیں۔ اس لئے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا
شخص جو خواہ اپنے آپ کو کوئی نئی شریعت والا یا مستقل نبی نہ کہتا ہو۔ اور اپنے آپ کو رسول اللہ صلعم
کا غلام کہتا ہو۔ شریعت اسلام کا کامل طور سے پابند ہو۔ دن رات جان و مال سے اشاعتِ
اسلام کرنے والا ہو۔ پھر بھی وہ اگر اپنے آپ کو خدا کی طرف سے وحی یا الہام پاکر نبی یا رسول
کہتا ہو۔ وہ بھی میرے نزدیک یقیناً جھوٹا کافر اور دجال ہے۔ دوسرا میرا یہ بھی عقیدہ
ہے کہ مسیح موعود کا منکر یا مکذب اگر کلمہ گو ہے تو وہ ہرگز کافر نہیں ہو سکتا۔ یہی عقائد مسیح موعود
کے تھے۔ اور میں بھی ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کی حیثیت سے یہی عقائد حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کی زندگی تک اپنے رسالوں میں شائع کرتا رہا اور آپکی وفات کے بعد بھی چھ سال
تک حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کے زمانہ تک یہی عقیدہ رکھتا تھا جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

اپنے آپ کو قرآن شریف کی آیت استخلاف کی رو سے خلیفۃ المسیح ثانی قرار دیتے ہیں اور حضرت مسیح موعود کو نبی اور رسول سمجھتے ہیں۔ اور آپ کے منکرین و مکذبین کو منکر و کافر قرار دیتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ عقائد سراسر غلط اور جھوٹے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے خلاف ہیں۔ اس لئے وہ ہرگز سلسلہ عالیہ احمدیہ کے واجب الاطاعت امام نہیں ہوسکتے۔ بلکہ میرے ہی عقائد صحیح ہیں۔ اور اگر میرے مذکورہ بالا عقائد خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف ہیں اور میں ان عقائد کی اشاعت کرنے میں صحیح راہنمائی نہیں کرتا۔ بلکہ گمراہی پھیلاتا ہوں تو میں دُعا کرتا ہوں کہ اے قادر ذوالجلال خدا جو تمام زمین و آسمان کا واحد مالک ہے اور ہر چیز کے ظاہر و باطن کا تجھے علم ہے تمام قدرتیں تجھ ہی کو حاصل ہیں تو ہی قہار غالب اور منتقم حقیقی ہے اور تو ہی علیم و خبیر اور سمیع و بصیر ہے۔ اگر تیرے نزدیک میرے مذکورہ بالا عقائد غلط اور مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے عقائد صحیح ہوں تو تو مجھ پر ایک سال کے اندر موت وارد کر۔ یا کسی ایسے غضب ناک و عبرتناک عذاب میں مبتلا کر جس میں انسانی ہاتھوں کا دخل نہ ہو تا لوگوں پر صاف ظاہر ہو جائے کہ میں حق پر نہ تھا۔ اور دُنیا میں گمراہی پھیلایا کرتا تھا جس کی پاداش میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا مجھے ملی۔ آمین ثم آمین"

یہ وہ حلف کے الفاظ ہیں جو سیٹھ صاحب موصوف کی طرف سے شائع کئے جاچکے ہیں لیکن اب تک مولوی محمد علی صاحب اس حلف کو موت سمجھ کر اس سے پہلو تہی کرتے رہے ہیں جب مبائعین نے مولوی صاحب کے اتباع کو دق کیا۔ تو انہوں نے اپنے امام سے مطالبہ کیا۔ کہ وہ مُہر سکوت کو اب توڑ دیں۔ اس پر امیر غیر مبائعین نے نہایت ہوشیاری سے ایک راستہ نکال لیا جس سے لوگوں کو دھوکا بھی دیا جاسکے اور ان کی جان بھی بچ جائے یعنی انہوں نے ایک اپنا مسودہ بنا کر اخبار پیغام صلح میں شائع کرایا۔ اور شور ڈال دیا کہ وہ اس پر حلف اُٹھانے کو تیار ہیں۔ حالانکہ انکے پیشکردہ مسودہ کی بنا پر امیر غیر مبائعین پر عذاب آنا ضروری نہیں۔ کیونکہ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نبی نہیں اور نہ کوئی کلمہ گو کافر ہے۔ اور چھوٹی سے چھوٹی عقل رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ ان کا یہ بیان خلاف واقعہ نہیں۔ کیونکہ امیر مبائعین کا یہی عقیدہ ہے اور اس پر ہزار حلف

اُٹھائیں ان کا حلف اُٹھانا ان پر عذاب نہیں لا سکتا۔ پس انہوں نے جو طریق شروع کیا ہے وہ محض دھوکہ دینے کے لئے ہے۔ اگر واقعی وہ کوئی فیصلہ کن بات کرنا چاہتے ہوں تو انہیں چاہیئے کہ وہ سیٹھ صاحب کا پیشکردہ حلف اُٹھائیں لیکن اگر وہ اس حلف کو نہیں اُٹھاتے تو وہ ہزار حلف اُٹھائیں اس سے سیٹھ صاحب کا مطالبہ پورا نہیں ہوتا۔ اور وہ مطالبہ اس وقت تک قائم ہے جب تک کہ وہ سیٹھ صاحب کا شائع کردہ حلف نہ اُٹھائیں۔

مولوی محمد علی صاحب کا مطالبہ حلف

امیر غیر مبائعین نے سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کے حلف کے مقابل پر جو بزدلی دکھائی ہے۔ اور جس کا اثر ان کے اتباع پر پڑا ہے۔ اس پر پردہ پوشی کے لئے کئی طریقے تجویز کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ تو وہ ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ ایک خود ساختہ حلف کا مسودہ بنا کر شور ڈالدیا ہے۔ کہ سیٹھ صاحب کا مطالبہ پورا کیا جا رہا ہے حالانکہ اس سے سیٹھ صاحب کا مطالبہ پورا نہیں ہوتا۔

دوسرا طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے۔ کہ امیر غیر مبائعین نے ایک حلف کا مسودہ تیار کر کے پیغام صلح ۱۱ر دسمبر میں شائع کیا ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ اما منا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود جلسہ سالانہ پر اس مسودہ کا حلف اٹھائیں۔ حالانکہ اس میں وہ باتیں درج کی گئی ہیں جن کو نہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ مانتے ہیں اور نہ ہم مبائعین تسلیم کرتے ہیں پس جب اس مسودہ میں درج شدہ امور ہی غیر مسلّم ہیں۔ تو حلف کس بات پر اُٹھایا جائے ہاں جن باتوں کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ مانتے ہیں۔ اُس کا آج نہیں بلکہ برسوں سے حلفاً اعلان کر چکے ہیں۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

”میں قسم کھاتا ہوں کہ وہ خدا جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ وہ خدا جو عذاب کی طاقت رکھتا ہے۔ وہ خدا جس نے میری جان کو قبض کرنا ہے۔ وہ خدا جو زندہ قادر اور سزا و جزا دینے والا ہے۔ وہ خدا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں حضرت مرزا صاحب کو اس وقت بھی جبکہ حضرت مسیح موعود زندہ تھے۔ اسی طرح کا نبی مانتا تھا جس طرح کا اب مانتا ہوں۔ میں اس بات کے لئے قسم کھاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے رؤیا میں مجھے مُنہ در مُنہ کھڑے ہو کر کہا ہے کہ مسیح موعود نبی تھے۔

پھر فرماتے ہیں :۔

"میں قسم کھاتا ہوں کہ جن عقائد پر ہم ہیں وہ سچے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس بات کا گواہ ہے کہ اس کی طرف سے حضرت مسیح موعود نبی ہو کر آئے۔ ہم نے اس کو زبان سے اور اپنے کانوں سے سنا۔ اور اس کی تحریروں میں پڑھا اس سے ہمیں ہرگز ہرگز انکار نہیں"

پھر فرمایا۔

"یہ میں کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کے متعلق ہمارا عقیدہ حق ہے حضرت صاحب نبی تھے۔ اور ایسے نبی تھے جیسے پہلے ہوئے ہیں۔ ہاں آپ براہ راست نبی نہیں اور آپ کوئی جدید شریعت نہیں لائے۔ آپ اُمتی نبی ہیں یعنی نبی تو ہیں لیکن آپ کو نبوت ایک نبی کی اتباع میں ملی ہے۔ اس نبوت سے ہم کسی وقت بھی مُنکر نہیں نہ پہلے تھے اور نہ اب ہیں"

(خطبہ جمعہ الفضل ۲۳ ستمبر ۱۹۱۵ء)

پس جب حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز غیر مبائعین کے امیر کے مطالبہ سے قبل ہی اپنے عقائد کا اعلان حلفاً کر چکے ہیں۔ تو اب آپ سے بار بار حلف کا مطالبہ کرنا محض اپنی بُزدلی پر پردہ ڈالنے کے لئے ہے۔ اب حلف اٹھانے کی باری امیر غیر مبائعین کی ہے پس اب وہ جراءت کر کے وہ سیٹھ صاحب کا مطلوبہ حلف اُٹھائیں تا حق و باطل میں امتیاز ہو سکے۔ لیکن ہمیں علم ہے کہ وہ اس حلف کو ہرگز اُٹھانے کے لئے تیار نہ ہونگے کیونکہ وہ موت کا پیالہ ہے۔ اور اصدق الصادقین خدا ان کے حق میں سورہ جمعہ میں فرما چکا ہے "وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ"۔

جہنّم کی آگ

ہمیں غیر مبائعین سے اور انکے آرگن پیغام صلح سے شکوہ ہے کہ وہ کبھی اپنی جماعت کے متعلق صحیح اطلاعات شائع نہیں کرتے۔ اور ہمیشہ ہوا کا رُخ دیکھ کر باتیں کرتے ہیں۔ اگر اپنی تعداد پانچہزار بتانے میں فائدہ ہو تو پانچہزار کے راگ الاپیں گے۔ اگر دس ہزار بتا کر دھوکہ دیا جا سکتا ہو۔ تو دس ہزار کہنے میں انکو کوئی دریغ نہ ہوگا۔ اگر اپنی آمدنی کم دکھلانے میں فائدہ ہو تو اس کو اس طرح کم دکھائیں گے کہ دوسرے پر اثر پڑے بغیر نہ رہ سکے۔ اور اگر کبھی آمد زیادہ دکھانی مقصود ہو۔ تو پھر کچھ ایسی آمد دکھائیں گے کہ گویا آسمان سے انکے ہاں روپوں کی بارش ہوتی ہے

چند ماہ ہوئے مولوی محمد علی صاحب نے اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا۔ کہ "ہماری انجمن کا چندہ تین چار سال پیشتر قریب بیس ہزار روپیہ سالانہ تھا۔" (پیغام ۸ مئی ۱۹۴۶ء) پھر سال رواں کے چندے کا جو حساب انہوں نے پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کا سارا چندہ بینتالیس ہزار ہے (پیغام صلح ۸ مئی ۱۹۴۶ء صفحہ ۵ کالم ۱-۲) لیکن اس اعلان کے پانچ ماہ بعد لکھتے ہیں "ہم نے سات ہزار کی آمد سے کام شروع کیا تھا آج پانچ لاکھ کی آمد سے کام کر رہے ہیں اور خدا نے چاہا تو آئندہ سات لاکھ تک ہوگی" (پیغام ۴ دسمبر ۱۹۴۶ء)

پیغام صلح کی مذکورہ عبارتوں پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان میں تضاد پایا جاتا ہے۔ غیر مبائعین کی اگر شروع اختلاف میں سات ہزار آمد تھی تو ان کے قول کے مطابق اختلاف سے لے کر ۱۹۴۲ء تک چھبیس سالوں میں صرف تیرہ ہزار کی آمد بڑھی۔ اس کے بعد تین سالوں میں یہ آمد اڑھائی گنے بڑھی ہم حیران ہیں کہ یہ آمد کہاں سے آ گئی کیونکہ بظاہر حالات جو ان کے نظر آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ان کے افراد ترقی معکوس کر کے کم ہو رہے ہیں۔ خیر ہم ان باتوں میں نہیں الجھتے۔ لیکن یہ بات قابل غور ضرور ہے کہ اسی سال مئی میں امیر غیر مبائعین اپنی کل آمد ۰۰۰،۴۷ ہزار بتاتے ہیں لیکن معاً دسمبر میں اسی سال کی آمد پانچ لاکھ بتاتے ہیں۔ یہ دو تضاد ایسے ہیں جو عقل میں نہیں آ سکتے۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ وہ محض پروپیگنڈا اصول پر کام کرتے ہیں اور جس طرف کی ہوا دیکھتے ہیں اور جس بات کا اثر لوگوں پر کارگر ہوتا ہوا دیکھتے ہیں اس کو اختیار کر لیتے ہیں لیکن یہ طریق جہنم تک پہنچانے والا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الکذب یھدی الی الفجور والفجور یھدی الی النّار۔

نقل را عقل باید

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم انکی باتیں اور ان کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کو دیکھ کر کفار کہہ اٹھتے ہیں لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْن کاش کہ ان کے ہاں بھی مسلمانوں کا طریقہ ہوتا۔ یہی حال ہمارے غیر مبائعین کا ہے۔ جب خدا کا پیارا خلیفہ امام مطاع اپنے فدائیوں میں کوئی تحریک کرتا ہے۔ تو پہلے اسپر پھبتیاں کستے ہیں۔ اور شور ڈالتے ہیں لیکن کچھ عرصہ بعد انکے مونہوں میں پانی بھر آتا ہے۔ اور اس تحریک کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ کاش ہمارے ہاں بھی ایسی ہی بات ہو۔

یہ بات واضح ہے۔ کہ ہم خلافت کو برحق سمجھتے ہیں۔ اور خلیفۃ المسیح الثانی کو سچا خلیفہ

اور شبیل عمر - اور اسی واسطے حضور کو "امیر المومنین" لکھتے ہیں۔ جب شروع شروع میں اس لفظ کا رواج ہوا۔ تو غیر مبائعین نے بہت مُنہ بسورا لیکن کچھ دنوں بعد ان کے مُنہ بھی پانی بھر آیا۔ اور اپنے پریذیڈنٹ کو "امیر ایدہ اللہ" اور "امیر المومنین" کہنے پر آ گئے۔ حالانکہ کجا خلیفہ مطاع اور امام با اختیار۔ اور کجا پریذیڈنٹ بے اختیار۔ اسی طرح سے اور بھی کئی باتیں ہیں جن میں غیر مبائعین اور ان کے امیر نے مبائعین کی باتوں پر پہلے تو مُنہ بسورا لیکن آہستہ آہستہ وہی تحریکیں اور باتیں اپنی جماعت میں پیدا کرنے کی تحریک کی۔

کچھ عرصہ سے ہمارے آقا "مغرب کی نماز کے بعد اپنے فدائیوں میں تشریف فرما ہوتے ہیں ۔ اور حاضرین کا تزکیہ نفوس فرماتے ہیں۔ اسکی روئداد اخبار میں "مجلس علم و عرفان" کے عنوان سے شائع ہوتی ہے۔ اس کی نقالی کرتے ہوئے پیغام صلح ۲۷ نومبر میں بھی ایک ایسا ہی عنوان بنا کر کچھ لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

حقیقت کا اظہار

غیر مبائعین نے مبائعین کے مقابل پر تبلیغی جدوجہد کے میدان میں جو شکست کھائی ہے وہ ہر عقلمند کے لئے حق و باطل میں تمیز کرنے کے لئے ممد ہو سکتی ہے۔ جنگ کے بعد اس بات کی ضرورت تھی کہ سمندر پار ممالک میں کثرت کے ساتھ احمدی مبلغین اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے پہنچ جائیں۔ چنانچہ مبائعین کے محبوب راہنما اور منصور جرنیل نے اپنی سپاہ کے چیدہ چیدہ بہادروں کو میدانِ جہاد میں جانے کا حکم دے دیا۔ اور اب تک پچاس سے زائد سرفروش مجاہد مختلف ممالک میں پہنچ چکے ہیں۔ اور اتنے ہی اور تیار بیٹھے ہیں۔ اس سے قبل بیس پچیس مبلغ پہلے ہی بیرونی ممالک میں موجود تھے۔ ہماری اس جدوجہد کو دیکھ کر امیر غیر مبائعین نے اعتراضات سے بچنے کے لئے یہ اعلان کیا کہ وہ بھی دس مشن غیر ممالک میں کھولیں گے اور اس کا ایک سال تک اخبار پیغام صلح میں خوب ڈھنڈورا پیٹا گیا۔ اور تبلیغ کے نام پر چندہ بھی بٹورا گیا۔ لیکن اب آخر سال پر آ کر اعلان کیا گیا ہے کہ ان دس مجوزہ مشنوں میں سے پانچ ہی بیرونی ممالک میں کھل سکیں گے۔ (پیغام ۱۸ دسمبر)

اس تخفیف کی اصل وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ غیر مبائعین کے پاس نہ تو کام کرنے کے لئے موزوں آدمی ہیں اور نہ ہی ان کے پاس کافی روپیہ ہے۔ اگرچہ وہ لوگوں کو تسلی دینے کے لئے بار بار کہتے ہیں کہ "مجھے لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آدمی کافی نہیں مگر

میں کہتا کہ آدمی ہمارے پاس بہت ہیں۔" (پیغام ۸ر مئی) خواہ غیر مبائعین لوگوں کو کتنی ہی طفل تسلیاں دیں حقیقت طشت از بام ہو کر رہے گی۔ اور لوگوں کو علم ہو جائے گا کہ غیر مبائعین کو دس مشن غیر ممالک میں کھولنے کے لئے بھی موزون کارکن نہیں مل سکے یا پھر یہ بات ہے کہ محض جلب زر کا ڈھونگ رچایا جاتا ہے اور تبلیغ کا نام اسے دے دیا جاتا ہے۔ جب روپیہ جمع ہو جاتا ہے تو اپنے ذاتی اخراجات چلتے ہیں اور کام ختم ہو جاتا ہے۔

امیر غیر مبائعین نے جو اعلان کیا ہے کہ غیر ممالک میں پانچ مشن کھولے جائیں گے اس کے متعلق بھی ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ان کا یہ اعلان کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے اخبار پیغام صلح ۱۷ر دسمبر میں بعض اس قسم کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ امیر غیر مبائعین ان مجوزہ پانچ بیرونی ممالک کے متعلق بھی کسی نہ کسی وقت معذرت پیش کریں گے۔

قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ و تفسیر

۲۷ر نومبر کے اخبار پیغام صلح میں آخری صفحہ پر ایک چھوٹا سا نوٹ شائع ہوا ہے اسمیں مضمون نگار صاحب نے دو باتیں لکھی ہیں (۱) "پچھلے دنوں خلیفہ صاحب قادیان کا ایک لمبا چوڑا خواب شائع ہوا ہے جسمیں اپر ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور بددیانت آدمی ہیں کیونکہ قادیان سے علیحدگی کے وقت قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ لے گئے ہم اس بحث سے اجتناب کرتے ہوئے کہ آیا حضرت مولوی محمد علی صاحب قرآن مجید کو لے آنے میں حق بجانب تھے یا نہیں۔ صرف ایک بات قادیانیوں کے گوش گذار کرنا چاہتے ہیں" (۲) دوسری بات یہ لکھی ہے۔ کہ اگر میاں صاحب واقعی مصلح موعود ہیں تو ابھی تک انگریزی ترجمہ قرآن کیوں شائع نہیں ہوا پہلے امر کے متعلق ہم اخبار پیغام کے مدیر اور مضمون نگار سے یہ استفسار کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ امیر غیر مبائعین کے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ لیجانے کو کیوں زیر بحث نہ لایا جائے؟ آخر انکو کس نے حق دیا تھا۔ کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے لکھوائے ہوئے نوٹوں کو اور پھر صدر انجمن کے خرچ پر انکا انگریزی میں ترجمہ کیا ہوا جاتے ہوئے لاہور لیجائیں اور پھر اپنے نام پر شائع کر کے اسکی آمدنی سے فائدہ اٹھائیں۔

دوسری بات جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ اس کے متعلق انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ صرف انگریزی قرآن مجید کی تفسیر کا ہو جانا کوئی مفید چیز نہیں جبتک آیت قرآنیہ "یاایہا الذین آمنوا ..." کے مطابق مختلف ممالک میں انکو پاک لوگ بیرونی ممالک میں شائع نہ کر لیں۔ چنانچہ غیر مبائعین نے انگریزی میں تفسیر شائع کی لیکن اس کا کچھ انہیں فائدہ نہ ہوا کیونکہ بیرونی ممالک میں انکے مشن نہیں۔ خدا کے فضل سے مصلح موعود کے سینکڑوں

[illegible] مختلف بیرونی ممالک میں پہنچ چکے ہیں۔ اور انکے پہنچنے کے بعد قرآن مجید کا سات زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ اور انگریزی تفسیر بھی دس پارے طبع ہو چکی ہے۔ انشاء اللہ بقیہ حصے بھی جلد طبع ہو جائیں گے۔

امیر غیر مبائعین کی صریح غلط بیانی

غلط بات منسوب کرنیکے بعد اسپر مباہلہ کا چیلنج

(ابو المنیر نور الحق نائب مدیر)

مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین ۲۱ر اگست کے پیغام صلح میں لکھتے ہیں:۔

"ہم اور جماعت قادیان دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے جب ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو نبی ہونے سے انکار کیا۔ اور اپنا دعویٰ محدثیت قرار دیا۔ اور نبوت کو آنحضرت صلعم پر ختم قرار دیا۔ اور آپ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے کو مفتری اور کذاب قرار دیا۔ اختلاف ہم میں اور جماعت قادیان کے پیشوا میں صرف یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں حضرت مسیح موعود ۱۸۹۱ء سے لے کر اپنی وفات تک اسی عقیدہ پر قائم رہے۔ اور جماعت قادیان کا پیشوا لکھتا ہے کہ آپ نے ۱۹۰۱ء میں اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا تھا۔ خود نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا قرار دیا"

پھر اس بات کے بیان کرنے کے بعد مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ وہ اس بات پر مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۱ء میں عقیدہ نبوت تبدیل کر لیا تھا۔ پھر اسی مضمون کو ۱۱ر دسمبر کے اخبار پیغام صلح میں بھی دہرایا ہے۔

بد دیانت یا معذور

ہم حیران ہیں۔ کہ جو کچھ مولوی محمد علی صاحب نے اوپر لکھا ہے اس میں ہم انہیں بد دیانت قرار دیں یا معذور۔ کیونکہ اختلاف جماعت پر آج ۳۲ سال کا عرصہ گذر چکا ہے اور انہیں اس بات کا بخوبی علم ہے کہ غیر مبائعین سے مبائعین کو کن باتوں میں اختلاف ہے۔ کیونکہ اس کے متعلق کثرت سے لٹریچر لکھا جا چکا

ہے لیکن اس کے باوجود وہ بات مبائعین اور ان کے امام کی طرف منسوب کی گئی ہے جو بالکل خلاف واقعہ ہے اور بنائے فاسد علی الفاسد کے مطابق ایک غلط بات پر بنیاد رکھتے ہوئے مبائعین کو اور ان کے امام و راہنما کو مباہلہ کا چیلنج بھی دے دیا گیا ہے۔ اگر تو مولوی صاحب نے یہ سب کچھ دیدہ دانستہ کیا ہے تو ہمیں یہ کہنے میں ہچکچاہٹ نہیں کہ انہوں دیانتداری سے کام نہیں لیا۔ لیکن اگر انہوں نے یہ سب کچھ مبائعین کے عقائد سے لاعلمی کے باعث کیا ہے۔ تو ہم انہیں اختلاف رکھنے پر معذور خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ہمارے عقائد کو ابھی تک سمجھنے۔ اور ان پر غور کرنے کی طرف توجہ ہی نہیں کی۔

جو کچھ مولوی محمد علی صاحب نے ۲۱ راگست اور ۱۱ ردسمبر کے اخبار پیغام صلح میں لکھا ہے اور اس کے ساتھ مبائعین کو متفق قرار دیا ہے یہ درست نہیں۔ یہ عقائد جو انہوں نے بیان کئے ہیں۔ خواہ ان کے ہوں تو ہوں لیکن مبائعین ہرگز ان کے بیان کردہ عقائد سے متفق نہیں۔ اور چونکہ مبائعین کے یہ عقائد ہی نہیں۔ اس لئے ان کو ان عقائد پر مباہلہ کا چیلنج دینا درست نہیں۔ کیونکہ مباہلہ ہمیشہ مسلمات کی بناء پر ہوتا ہے۔

ہمارے عقائد

شروع اختلاف سے لیکر اب تک مبائعین اور ان کے امام جن عقائد کا اعلان کر رہے ہیں وہ یہ ہیں کہ جب ۱۸۹۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو اس وقت آپ عام مروجہ عقیدہ کے مطابق نبی اسکو سمجھتے تھے۔ جو جدید شریعت لائے۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرے یا نبی سابق کی امت نہ کہلائے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھے اور چونکہ حضور کوئی شریعت جدیدہ نہیں لائے تھے اور آنحضرت کی امت میں سے تھے اور آپ کے واسطہ سے استفادہ کیا تھا۔ اس بات کے پیش نظر حضور نے اپنے نبی ہونے سے انکار کیا اور اس وجہ سے کہ آپ کے الہامات میں "نبی" کا لفظ آپ کے متعلق بولا گیا تھا آپ نے اس سے مراد محدث یا جزوی نبوت لی لیکن ۱۹۰۱ء کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر منکشف ہوا کہ نبی کی حقیقی تعریف وہ نہیں جو عام طور پر مروج ہے۔ اور جس کے مطابق حضور نبوت سے انکار کرتے ہیں۔ بلکہ اصل صحیح تعریف نبوت کی یہ ہے۔ کہ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے بکثرت مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف ہو۔ اور اس کے لئے شریعت جدیدہ لانا۔ یا سابق نبی کی امت سے نہ ہونا شرط نہیں۔ چنانچہ حضور نے اس انکشاف کی بناء پر تحریر فرمایا۔

"کہ میں جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانیوالا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قول کہ ع "من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب"۔ اس کے معنے صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

الغرض ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اوائل دعویٰ میں نبوت سے انکار کیا تو عام مروّج تعریف کی رُو سے کیا لیکن سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد حضور نے عام مروّج تعریف کو با علام الٰہی تبدیل فرمایا اور اعلان کیا کہ قرآن مجید کی روشنی میں جو نبی کی اصل تعریف ہے اس کی رُو سے آپ ابتدائے دعویٰ سے نبی ہیں۔

چیلنج مباہلہ کا جواب

مولوی محمد علی صاحب کا ۲۱ اگست کا مضمون جس کا اوپر ذکر آ چکا ہے اسکے ایک مبلغ نے برائے جواب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ارسال کیا۔ اور جیسا کہ میں اوپر بتا آیا ہوں۔ اس میں وہ باتیں درج تھیں جو ہمارے عقائد کے خلاف تھیں۔ اس لئے حضور نے اسی بنا پر فرمایا "کہ آپکے امام (یعنی مولوی محمد علی صاحب) نے جھوٹ بولا ہے ہمارے وہ ہرگز عقائد نہیں جو انہوں نے اپنے مضمون میں منسوب کئے ہیں۔ اور چونکہ مباہلہ مسلمات پر ہوتا ہے اور مضمون میں بیان شدہ سب غیر مسلم باتیں ہیں اس لئے مباہلہ کا چیلنج ان باتوں پر دینا بیہودہ ہے"۔

ہٹ دھرمی

حضور کے اس جواب پر بجائے اسکے کہ دیانتدارانہ رویہ اختیار کیا جاتا اور خاموشی اختیار کی جاتی۔ یا پھر مولوی محمد علی صاحب سے یہ مطالبہ کیا جاتا کہ آپ مبائعین کے معلّمات پر مباہلہ کریں۔ اخبار پیغام صلح ۳۰ ستمبر میں یہ رویہ اختیار کیا گیا کہ حقیقۃ النبوۃ کے دو حوالے اور القول الفصل کے دو حوالے کتر و بیونت کر کے اس طرح پیش کرتے ہوئے اپنی بات کو ثابت کرنیکی کوشش کی گئی جس طرح قرآن مجید سے کوئی مخالف لا تقربوا الصلوٰۃ کا فقرہ لے کر یہ استدلال کرے کہ قرآن مجید میں نماز کے نہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس فقرہ کی اگلی عبارت اور قرآن مجید میں نماز کے متعلق دوسری آیات سے چشم پوشی کرے۔

اصل حقیقت

مولوی محمد علی صاحب نے اپنے مضمون میں ہماری طرف دو باتیں منسوب کی تھیں (۱) یہ کہ ہم مانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود شروع دعویٰ سے نبی نہ تھے (۲) کہ آپ نے سنہ ۱۹۰۱ء میں اپنا عقیدہ تبدیل

کیا یعنی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور یہ دونوں باتیں غلط تھیں۔ کیونکہ ہم یہ مانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شروع دعویٰ سے ہی نبی تھے۔ اور یہ کہ آپ نے نبوت کے متعلق اپنا عقیدہ تبدیل نہیں کیا۔ ہاں ۱۹۰۱ء سے پہلے نبوت کی تعریف اور کرتے تھے اور ۱۹۰۱ء کے بعد اور۔ اور پہلی تعریف کی رو سے اپنی نبوۃ کا انکار کرتے تھے لیکن دوسری تعریف کی رو سے کبھی اپنی نبوت کا انکار نہ کیا۔ بلکہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اپنے دعویٰ کی بیان کردہ کیفیت کو اس تعریف کے ماتحت نبوت ہی قرار دیا۔ چنانچہ اس مضمون سے حقیقۃ النبوۃ بھری پڑی ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین فرماتے ہیں:۔

"آپ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) شروع دعویٰ سے ہی نبی تھے" (ص۵۳) پھر فرماتے ہیں "آپ جیسے نبی پہلے تھے۔ ویسے ہی بعد میں رہے نبوت میں کوئی تغیر نہیں آیا" (ص۵۴) پھر لکھتے ہیں "جس دن سے آپ مسیح موعود ہوئے اس دن سے ہی آپ نبی تھے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو نبی قرار دیا تھا" (ص۳۵) پھر فرماتے ہیں "آپ کا دعویٰ شروع دن سے ہی ایک تھا" (ص۵۱) پھر تعریف نبوت کی تبدیلی کے متعلق فرماتے ہیں

"آپ جیسے پہلے نبی تھے ویسے ہی بعد میں رہے نبوت میں کوئی تغیر نہیں آیا۔ ہاں آپکے اپنے خیال میں تبدیلی پیدا ہوئی" (ص۳۶) پھر لکھتے ہیں "سارا اختلاف نبوت کی تعریف کے اختلاف سے پیدا ہوا ہے" پھر تحریر فرماتے ہیں "۱۹۰۱ء سے پہلے آپ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نبی کی اور تعریف فرماتے تھے اور ۱۹۰۱ء اور اس کے بعد اور تعریف کرتے رہے۔ اور یہ تغیر اپنی رائے اور قیاس سے نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا" (ص۱۲۷ ص۱۲۸)

پس جب حقیقۃ النبوۃ ہمارے بیان کردہ عقائد سے واضح واضح عبارتوں کے ساتھ بھری پڑی ہے تو اس میں سے کسی مجمل عبارت کو کتر بیونت کر کے خلاف منشاء مصنف پیش کرنا درست نہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ عبارت مجمل ہے ہاں واضح عبارتوں کے خلاف اس سے مطلب نکالنا صحیح طریقہ نہیں۔

حوالہ کا صحیح مطلب

حقیقۃ النبوۃ کے جو دو حوالے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے پیش کئے گئے ہیں کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ یہ مانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے ۱۹۰۱ء میں عقیدہ نبوت تبدیل کیا تھا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضور لکھتے ہیں "آپ نے (حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے) تریاق القلوب کے بعد نبوت کے متعلق عقیدہ میں تبدیلی کی۔" حضور کا اس عبارت سے وہ مفہوم نہیں جو غیر مبائعین لے رہے ہیں بلکہ

حضور کا اس سے صرف یہ مطلب ہے۔ کہ حضور نے جو تعریف نبوت میں تبدیلی کی وہ تریاق القلوب کے بعد کی۔ چنانچہ اس کی تائید حقیقۃ النبوۃ کی واضح عبارت سے ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں

"تریاق القلوب کی تحریر کے بعد آپ کے اجتہاد اور عقیدہ کو بدلا گیا۔ نہ کہ امر واقعہ اور آپ کے درجہ کو۔ اور جس دن سے آپ مسیح موعود ہوئے اسی دن سے ہی آپ نبی تھے۔ اور خدا تعالیٰ نے آپ کو نبی قرار دیا تھا۔" (ص ۳۵)

پس اس حوالہ کے ساتھ غیر مبائعین کے پیش کردہ حوالہ کو رکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو مطلب وہ نکالنا چاہتے ہیں۔ وہ خلاف منشار مصنف ہے۔ اسی طرح دوسرے حوالہ کا وہ مطلب نہیں جو غیر مبائعین نکالنا چاہتے ہیں۔ اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو تعریف نبوت سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کیا کرتے تھے اس کو بعد میں تبدیل کر دیا۔ چنانچہ حضور کی یہ تشریح ۱۴ر اگست سنہ ۴۱ء کے الفضل میں واضح الفاظ میں موجود ہے۔

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایسے ہی لوگوں کے لئے جو مجمل عبارتوں کو لیکر اور ان سے غلط مفہوم نکالکر دھوکہ دیتے ہیں۔ ایک ٹریکٹ بعنوان "غلط فہمیوں کا ازالہ" ۱۱ر مارچ سنہ ۱۵ء کو لکھا۔ اور فرمایا۔ کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ تعریف نبوت میں حضرت مسیح موعود نے تبدیلی کی نہ کہ اصل دعویٰ میں۔ پھر سنہ ۴۱ء میں ۱۴ر اگست کے الفضل میں حضور نے اسی امر کو واضح طور پر لکھا۔ اور حقیقۃ النبوۃ کی بعض عبارتوں سے غلط فہمی پھیلانے والوں کو دندان شکن جواب دیئے۔ پس ان حالات میں جب کہ حقیقۃ النبوۃ کی پیش کردہ عبارتوں کا مفہوم وہ نہیں جو مخالف لے رہا ہے۔ تو غیر مبائعین کا ہٹ دھرمی کرنا غیر دیانتدارانہ فعل ہے۔

دیانتدارانہ طریقہ

الغرض مولوی محمد علی صاحب نے وہ باتیں ہماری طرف منسوب کی ہیں۔ جو ہمارے عقائد کے سراسر خلاف ہیں۔ اور پھر جو حوالے اپنی تائید میں حقیقۃ النبوۃ کے پیش کئے ہیں۔ وہ بھی خلاف منشار مصنف ہیں۔

پس ان غلط باتوں پر بنیاد رکھتے ہوئے مباہلہ کا چیلنج دینا بنائے فاسد علی الفاسد ہے۔ اگر مولوی صاحب ہمیں مباہلہ کا چیلنج دینا چاہتے ہوں۔ تو ہمارے مسلمات کی بنا پر دیں۔ جیسا کہ حضور انہیں متعدد مرتبہ توجہ دلا چکے ہیں۔ لیکن وہ صحیح طریقہ اختیار کرنے کی بجائے غیر دیانتدارانہ طریق اختیار کر رہے ہیں جس سے ان کا منشا محض لوگوں کو دھوکہ دینا ہے۔

منصور کون ہے؟

الشیخ المنصور اور منصور الشیخ

(مکرم خان صاحب قاضی محمد رشید صاحب سی۔جی۔او سکندر آباد)

اس مضمون میں میں یہ ثابت کروں گا۔ کہ شواہد بینہ۔ دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ کی رو سے درحقیقت منصور کون ہے۔ الشیخ المنصور یا منصور الشیخ۔ میں اس جگہ وضاحت کر دیتا ہوں کہ الشیخ المنصور سے میری مراد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عزت کے ساتھ "الشیخ المسیح" کہہ کر پکارا ہے (تذکرہ ص۵۸۸) اس لئے میں نے بھی حسن و احسان میں اس کے نظیر کو محبتاً و کراماً "الشیخ المنصور" لکھا ہے۔ اور "منصور الشیخ" سے میری مراد مولوی محمد علی صاحب ہیں۔ یعنی وہ منصور جنہیں شیخ عبد الرحمٰن صاحب نے بنایا ہے۔

منصور کی ذات میں نصرت الٰہی کی علامات کا پایا جانا اشد ضروری ہے

یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب وہ کسی کو کوئی نام دیتا ہے تو اس میں وہ تمام صفات بھی رکھ دیتا ہے جو اس نام کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ ابتدائے آفرینش سے آجتک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو کسی نام کے ساتھ موسوم کیا ہو لیکن اس میں اس نام کی صفات نہ رکھی ہوں۔ خدا تعالیٰ جس کا نام نبی رکھے اس میں کثرت مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور اظہار علی الغیب کی صفات ضرور ہونگی یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ کسی کا نام تو منصور رکھا جاوے اور اس میں علامات مجدد و لوث الحد یا نہ پائی جائیں الملک الحق کی بادشاہت میں ہر قانون۔ ہر دعویٰ۔ ہر روایت۔ ہر نام اور ہر خطاب حق پر مبنی ہوتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام "خدا تعالیٰ کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں" (تذکرہ ص۵۹۷) بھی اس بیان کی صداقت پر شاہد

ناطق ہے۔ پس اسی سنّت اللہ کے ماتحت یہ ضروری ہے کہ جس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام نے "منصور" کے نام سے روشناس کرایا ہے اُس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مسلم الثبوت اور بدیہی الظہور تائیدات متواترہ ہوں۔ اور اس کے منصور ہونے کے متعلق جس قدر علامات اللہ تعالےٰ نے اپنے الہام و کلام کے ذریعہ سے ظاہر فرمائی ہیں وہ اس میں خاصۃً اور بدرجہ اتم موجود ہوں۔ اور اُن علامات میں کوئی شخص اس کا عدیل و شریک نہ ہو۔ تاکہ تشخیص و تعیین میں خلل واقع نہ ہو سکے۔ اب میں "منصور" کی اُن علامات کا ذکر کرونگا جنکی رُو سے منصور حقیقی کی تائید اور منصور خود ساختہ کی تردید ہوتی ہے اور حق و باطل میں تمیز ہو جاتی ہے لیکن اس سے پہلے میں نصیحۃً للّٰہ یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ نہایت رشید اور سعید وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ علامات کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور کمال ادب سے انہیں حاکم اور قاضی قرار دیتے ہوئے خود خادمانہ چال سے اُن کے سایہ میں پیچھے پیچھے چلتا ہے اور اور جہاں بھی اُسے خدا تعالےٰ کی بتائی ہوئی علامات پوری ہوتی ہوئی نظر آجائیں وہ اسی جگہ ھٰذا مَا کُنَّا نَبْغِ کہتے ہوئے اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہہ دیتا ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔ اور بہت ہی غوی و شقی وہ شخص ہے جو اپنی خواہشات و آمانی سے خود کچھ بنتا ہے یا کسی کو بناتا ہے لیکن دعوٰی کی سچائی کو ثابت کرنے اور عوام کو دھوکا دینے کے لئے علامات بیان شدہ کو توڑ مروڑ کر اپنے حسب حال بنانے کی سعی ناکام کرتا ہے۔ ربنا لا تجعلنا منھم۔ ذیل میں نصرت الٰہی کی جو جو علامات لکھی جائینگی وہ جہاں حقیقی منصور کی شناخت کروائینگی اور حق کو حقدار تک پہنچائینگی۔ وہاں وہ سب کی سب خود ساختہ منصور کو "وامتازوا الیوم ایھا المجرمون" کی ڈانٹ سنائینگی اور شہاب ثاقب بنکر ہر دزد و سارق کو فراز شہود سے ڈرا کر لحد کتمان کی طرف بھگا دینگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

نصرت الٰہی کی پہلی علامت

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَانْتَھٰی اَمْرُ الزَّمَانِ اِلَیْنَا وَتَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ اَلَیْسَ ھٰذَا بِالْحَقِّ (تذکرہ ۵۷۳)

اس کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یوں فرماتے ہیں۔ "جب خدا کی مدد آئے گی۔ اور زمانہ ہماری طرف رجوع کرے گا۔ تب کہا جائے گا کہ کیا یہ شخص جو بھیجا گیا حق پر نہ تھا۔" قارئیں اچھی طرح نوٹ فرمالیں کہ اس الہام میں اللہ تعالےٰ نے زمانہ کے رجوع کو اپنی نصرت کی علامت قرار دیا ہے اب ہر ایک معقول پسند اور غیر متعصب شخص جو سلسلہ احمدیہ کے دونوں فریق کے

حالات سے بخوبی واقف ہو خواہ وہ خود کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اس بات کو تسلیم کرنے سے ہرگز انکار نہیں کرے گا کہ زمانہ کا رجوع قادیان کی طرف ہے اور غیر مبائعین کا مرکز لاہور اس نعمت سے بالکل بے بہرہ ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ زمانے کا رجوع رب غفور نے بلدہ طیبہ قادیان۔ اور حضرت مصلح موعود اطال اللہ بقاءہ و اطلع شموس طالعہ کی ذات بابرکات کے لئے ہی مقدر کیا ہُوا ہے۔ اوّل الذکر (یعنی قادیان) کی طرف رجوع خلق کے ہونے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مندرجہ ذیل کلام ملاحظہ ہو:۔

(۱) خدا کا ہم پہ بس لطف و کرم ہے
وہ نعمت کونسی باقی جو کم ہے

زمینِ قادیاں اب محترم ہے
ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے

ظہورِ عون و نصرت دم بدم ہے
حسد سے دشمنوں کی پشت خم ہے

سنو اب وقتِ توحیدِ اتم ہے
ستم اب مائلِ ملکِ عدم ہے

خدا نے روک ظلمت کی اُٹھا دی

فسبحان الذی اخزی الاعادی

(۲) اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہُوا
اک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہُوا

جو شخص اس کلام کو پڑھے گا۔ اور جلی حروف سے لکھے گئے الفاظ کو ذہن میں رکھے گا وہ نہ صرف قادیان کی طرف رجوع خلق کا قائل ہوگا۔ بلکہ عش عش کر اُٹھے گا کہ مامور من اللہ کا کلام کس طرح حرف بحرف پورا ہُوا۔ اور ہو رہا ہے۔ یہاں یہ نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب دعوت کے لئے مامور ہوئے تو حضور تنہا تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی نصرت نے یہ کرشمہ دکھایا کہ آپ کو لاکھوں جاں نثار مل گئے۔ گویا کہ صحیح معنوں میں حضور قطرہ سے دریا بن گئے۔ اور جیسا کہ سنت اللہ ہے کہ جب نبی تخم ریزی کر کے چلا جاتا ہے تو خلفاء کے وقت میں ترقیاں ہُوا کرتی ہیں حضور علیہ السلام کے سلسلہ کو بھی دونوں خلافتوں میں اور علی الخصوص دوسری خلافت میں غیر متوقع ترقی ہوئی۔ اور مخلصین کی تعداد ۱۹۰۸ء کی نسبت تین گنا ہو گئی۔ گویا بالفاظ دیگر دریا نے سمندر کی شکل اختیار کرنی شروع کر دی۔ برخلاف اس کے مولوی محمد علی صاحب کے ساتھی

لاکھوں سے گر کر ہزاروں پر آ گئے۔ ایسی صورت میں مولوی محمد علی صاحب کو ”منصور“ بتانا کس قدر ظلم ہے۔ شاید شیخ منصور گروہ یا سے کوزہ بنجانے کو ہی ”دریا کو کوزے میں بند کرنے“ کے مترادف سمجھتے ہوں۔ اور ثانی الذکر (یعنے حضرت مصلح موعود) کی طرف لوگوں کے رجوع کی دلیل یہ ہے کہ ان کے متعلق اللہ تعالےٰ کا الہام ہے ”قومیں اس سے برکت پائینگی“ اور قوموں کا اُن سے برکت پانا قوموں کے رجوع کی دلیل ہے۔

اب مصری صاحب اور اُن کے ہم خیال اُس تحریر کی طرف نظر کریں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے الہام ”چو دورِ خسروی آغاز کردند مسلماں را مسلماں باز کردند۔ (تاریخ الہام ۱۱ مارچ ۱۹۰۶ء) کی تشریح کے طور پر ارقام فرمائی ہے اور جو یہ ہے ”جب دورِ خسروی یعنی دورِ مسیحی .... شروع ہوا .... تو اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ جو صرف ظاہری مسلمان تھے حقیقی مسلمان بننے لگے جیسا کہ اب تک چار لاکھ کے قریب بن چکے ہیں“ (تذکرہ صفحہ ۵۴۳) اور پھر بتلائیں کہ کیا وہ شخص بھی منصور کہلا سکتا ہے جس نے ۱۹۰۶ء سے لے کر ۱۹۴۶ء تک چالیس سال کے دوران میں چار لاکھ حقیقی مسلمانوں کو پانچ ہزار بنا دیا ہو۔ اور کیا یہی وہ منصور ہے جو خوشحال کہلا سکتا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک ساہوکار جو اسی ہزار روپیہ میں سے ۷۹ ہزار ضائع کر دے تو وہ دیوالیہ کہلائے مگر جو شخص چار لاکھ میں سے تین لاکھ پچانوے ہزار کھو بیٹھے وہ خوشحال کا لقب پائے۔ حالانکہ شرح نقصان ایک ہی ہے مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ۔ میں مصری صاحب سے پھر پوچھتا ہوں کہ کیا یہی اُنکے خوشحال منصور ہیں جن کی خبر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے دی تھی اور جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام انتظار فرما رہے تھے۔ اگر خدانخواستہ امت محمدیہ کو ایسے ہی تین چار اور خوشحال منصور میسر آ جائیں تو دشمنان اسلام کے گھروں میں گھی کے چراغ جلنے لگیں۔ مصری صاحب یہ سُنکر خوش ہوں گے کہ ان کے منصور کی ترقی معکوس کا پیمانہ علم ریاضی کے قواعد کی رُو سے یہ بنتا ہے ”$\frac{\text{اصل} \div (\text{مدت} \times ۲)}{\text{مدت} \times ۲}$“ مثلاً ۱۹۰۶ء میں بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقی مسلمانوں کی تعداد چار لاکھ تھی۔ اور اُس وقت سے آجتک چالیس سال مدت گذری ہے تو غیر مبائعین کی تعداد قاعدہ مندرجہ بالا کی رُو سے $\frac{۴۰۰۰۰۰ \text{ اصل}}{۲ \times ۴۰ \text{ مدت}} = ۵۰۰۰$ بنتی ہے اور یہی غیر مبائعین کا وہ منصب پنج ہزاری ہے جس پر وہ پھولے نہیں سماتے۔ مصری صاحب اور اُن کے منصور اگر مزید چالیس برس زندہ رہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی نصرت حسب سابقہ انکے ساتھ

رہتے یعنی پیمانہ نصرت وہی رہے جو کہ موجودہ ہے (یعنی $\frac{\text{اصل}}{\text{مدت} \times ۲}$) تو آج سے چالیس برس بعد ۱۹۸۶ء میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی دربارہ مصلح موعود پر پورے سو برس گذر چکے ہونگے وہ بڑھتے بڑھتے $\frac{۵۰۰۰}{۴۰ \times ۲} = ۶۲\frac{۱}{۲}$ رہ جائینگے۔ کیا مصری صاحب اپنے فرضی منصور کے اس مفروضہ چالیس سالہ دور کی یہ ترقی دیکھ کر خوش ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً ہونا بھی نہیں چاہیئے تو ان کی گذشتہ چالیس سالہ کارکردگی پر یعنی جماعت کو $\frac{۱}{۲}$ بنانے کے صلہ میں "منصور کا میڈل عطا کرنے کی انہیں کیوں سوجھی۔ اے بھائیو آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ رجوع خلق جو نصرت الٰہی کا نشان ہو وہ قادیان اور اس کے رُوحانی بادشاہ کی طرف ہے سو اسی کی طرف تم بھی رجوع کرو۔ اور اپنے وجود میں نصرت الٰہی کے کرشمے دیکھو ؎

جلدی کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا۔

نصرت الٰہی کی دوسری علامت

ینصرک رجالٌ نوحی الیھم من السّماء (تذکرہ ص ۵۶)
یاتیک رجال نوحی الیھم من السّماء (تذکرہ ص ۵۳)

پہلے الہام کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یوں فرماتے ہیں:۔ "تیری مدد وہ لوگ کریںگے جن کے دلوں میں ہم الہام کرینگے" (تذکرہ ص ۶۸) یہ الہام خفیف سے لفظی اختلاف کے ساتھ بار بار ہوا ہے اور اس کا اتنی دفعہ نزول اس کی اہمیت اور شان پر دلالت کرتا ہے۔ غیر مبائعین باوجود اپنی تمام تر آرزوؤں کے نصرت الٰہی کی اس شق سے کلیتہً بے نصیب ہیں۔ کیونکہ جو فریق چار لاکھ سے کم ہوتے ہوتے پانچ ہزار پر آ گیا ہو اس پر یاتیک رجالٌ کی نسبت اخرج منھا ..... (تذکرہ ص ۱۷۹) والا الہام زیادہ عمدگی سے چسپاں ہوتا ہے۔ یاتیک والا الہام تو مبائعین کے ہی حسب حال ہے جہاں خدا تعالےٰ کی نصرت کے طفیل غیر مبائعین کی جملہ تعداد سے زیادہ صرف ایسے لوگ داخل سلسلہ ہوئے ہیں جنکی راہنمائی اللہ تعالےٰ نے رویائے صالحہ کے ساتھ کی اور جنھوں نے محض اُن بشارتوں کی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی بیعت کی۔ پھر ان رویائے صالحہ کی نعمت سے مالا مال لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے امام بھی ایسا عطا فرمایا جس سے خدا تعالیٰ نے اس قدر کلام فرمایا ہے اور جس پر اخبار غیب اس قدر کھولے ہیں کہ سینکڑوں محدثین کے ساتھ مجموعی طور پر بھی اتنا کلام نہیں ہوا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں اللہ تعالےٰ الہام کرتا ہے۔ امام بھی ایسا ہی چاہیئے تھا۔ اس کے بالمقابل غیر مبائعین

کو دیکھئے کہ وہ نہ صرف اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہی ہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے رؤیا و مکاشفات کو دیکھ کر ان سے استہزاء بھی کرتے ہیں اور انکی خوابوں کو جو نوحی الیھم من السماء کی سند سے مستند ہیں۔ وہ ذہنی اور شیطانی کہتے ہیں۔ اور انہیں استخفاف کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی کیسا نکتہ نواز ہے کہ ان لوگوں کو اُس نے سردار بھی وہ بخشا جسے اسکی بتیس سالہ قیادت کے عرصہ میں شائد ایک دفعہ بھی کشف و رؤیا سے حصہ نہیں ملا۔ حالانکہ ایک آدھ سچی خواب چوہڑوں، چماروں اور فاحشہ عورتوں کو بھی آجاتی ہے۔ یہ سب اس لئے ہوا۔ تاکہ غیر مبائعین ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء میں اپنے تئیں شامل کر کے جھوٹی خوشی بھی حاصل نہ کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ کے منصور حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ نے سنہ ۱۹۳۴ء میں جب اپنی جماعت سے نئی مالی قربانیوں کا مطالبہ فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے جماعت کے مخلصین کے دلوں میں لبیک کہنے کا آسمان سے الہام کیا۔ چنانچہ نصرت دین کے لئے پانچ ہزار سپاہی آگے بڑھے اور اپنی قربانیاں پیش کیں جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ کشف پورا ہوا۔ جو ازالہ اوہام کے صفحہ ۹۷۔۹۸ اور تذکرہ کے صفحہ ۱۸۵ پر درج ہے جس میں اس شخص نے جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا کہا تھا۔ "ایک لاکھ (فوج) نہیں ملیگی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا" پھر اسی مرد منصور نے جب ایسے جان فروش کفن بردوش نوجوانوں کا مطالبہ کیا جو خدا کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ اور اشاعت دین قویم کے لئے اطراف عالم میں پھیل جائیں۔ تو مخلص نوجوانوں نے لبیک یا خلیفۃ اللہ کہتے ہوئے اپنے آپ کو اس طرح پیش کر دیا جیسے پروانہ شمع کے آگے اپنی زندگی نذر کر دیتا ہے۔ ان خوش بخت نوجوانوں میں سے درجنوں اطراف واکناف عالم میں بھیجے جا چکے ہیں۔ اور باقی اپنے پیارے امام کے ہونٹوں کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ کب وہ ہلیں اور کب وہ "من ینتظر" کی فہرست سے خارج ہو کر ان لوگوں کے زمرہ میں شامل ہو جائیں۔ جنکی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے مِنْهُمْ مَنْ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ

اس کے بالمقابل جناب مولوی محمد علی صاحب کو دیکھئے کہ انہوں نے بھی اپنی جماعت کو زندگی وقف کرنے کے لئے کہا۔ لیکن وقف زندگی کے لئے کسی ایک نے بھی تو اپنے آپکو پیش نہیں کیا۔ حتیٰ کہ آپ کے صاحبزادہ نے بھی اپنے باپ کی تحریک کو صدا بصحرا ثابت

ہونے سے بچانے کی کوشش نہ کی پس واقعات ثابت کرتے ہیں کہ "منصور" حضرت محمود ہی ہو سکتے ہیں۔ جنکی آواز پر لبیک کہنے کے لئے اللہ تعالےٰ مخلصین کے دلوں میں الہام کرتا ہے نہ کہ وہ شخص جسے اپنی تحریکوں کو آئے دن ناکام ہوتے دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ مالی قربانی کی جو روح خدا کے منصور کی فوج میں ہے اس کا عشر عشیر بھی "منصور الشیخ" کے لوگوں میں نہیں۔ اس جگہ تحدیث بالنعمت کے طور پر نہ کہ کسی فخر سے یہ خاکسار نابکار جو "الشیخ المنصود" کے خدام کی صف نعال میں بھی کھڑا ہونے کی حیثیت نہیں رکھتا اپنے آپ کو پیش کرتا ہے کہ امیر غیر مبائعین نے اپنی جماعت کے جن چار چوٹی کے اکابر کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان چاروں کا چندہ سات ہزار روپیہ سالانہ بنتا ہے (اور جو جماعت غیر مبائعین کے مجموعی چندہ کا لے بنتا ہے) اُنکی جملہ رقم (یعنی مبلغ سات ہزار) کے ثلث سے زیادہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے صرف اس عاجز کو ادا کرنے کی توفیق عطا کر دیتا ہے حالانکہ مجھے غیر مبائعین کے اُن عمائد اربعہ میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی مالی وسعت کے لحاظ سے دُور کی نسبت نہیں۔ اور اپنی جماعت میں میرا یہ حال ہے کہ جب میں اپنے بھائیوں کی قربانیاں دیکھتا ہوں تو میری نگاہیں شرم سے نیچے ہو جاتی ہیں۔ پس ایسی ہی جماعت کے سردار کو منصور کا خطاب سزاوار ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بارہا حضرت منصور کے مالی مطالبات پر میں نے آسمانی تحریک کا اثر اپنے دل پر دیکھا ہے کہ بغیر کسی خارجی اسباب کے چندہ کی وہ رقم جو دینے کے لئے دل نے سوچی تھی اُسے زبان نے ادا کرتے کرتے بڑھا دیا۔ اور کسی غیبی تحریک نے زبان سے کہی ہوئی رقم کو لکھواتے لکھواتے ترمیم کروا دیا۔ الغرض جس زبان میں خدا تعالےٰ نے کشش و انجذاب رکھا ہو اور جس وجود کو اُس نے اپنے دیوانوں کا محبوب اور اپنے پروانوں کے لئے شمع بنایا ہو وہی منصور ہو سکتا ہے نہ کہ وہ شخص جس پر "رونقش ہمیں حالش مپرس" والی مثال صادق آتی ہو۔

نصرت الٰہی کی تیسری علامت

اَلَا اِنَّ نصر اللہ قریب۔ یاتیک من کل فج عمیق۔ یاتون من کل فج عمیق

ان الہامات کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یوں فرماتے ہیں:۔ "خبردار ہو۔ کہ خدا کی مدد قریب ہے وہ مدد ہر ایک دُور کی راہ سے تجھے پہنچے گی اور ایسے راہوں سے پہنچے گی کہ وہ راہ لوگوں کے بہت چلنے سے جو تیری طرف آئینگے گہرے ہو جائینگے۔ اس کثرت سے لوگ تیری

طرف آئینگے کہ جن راہوں پر وہ چلینگے وہ عمیق ہو جائینگے" (تذکرہ ص ۵۷۳) چونکہ پہلی علامت میں قادیان کی طرف لوگوں کے کثرتِ رجوع کا ذکر ہو چکا ہے اس لئے زیادہ تفصیل اس نشان کی بیان نہیں کی جاتی۔ البتہ اپنے حکیم خدا کی ایک حکمت کا بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ وامتازوا الیوم ایھا المجرمون کا کرشمہ دکھانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایسا مقدر فرمادیا کہ قادیان لوگ اس کثرت سے آئیں کہ وہ راہیں جن پہ چل کر وہ آتے ہیں گہری ہو جائیں۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۸ء سے پہلے بٹالہ سے قادیان کو آنے والی سڑک پر سواروں اور پیادہ پا چلنے والوں کو قدم قدم پر ہچکولے اور ٹھوکریں" یاتون من کل فج عمیق" پڑھ پڑھ کر سناتے رہے۔ اُن ہچکولوں اور ٹھوکروں سے عارفوں کے بدن اگر تکلیف محسوس کرتے تھے تو انکی روح لذت بھی حاصل کرتی تھی۔ کیونکہ راستہ کا ہر گڑھا انہیں اللہ تعالےٰ کے الہام کے لمبے سلسلہ کی کڑی نظر آتا تھا۔ اب جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک کشف کے مطابق قادیان میں ریل آگئی ہے وہ رستہ جو سٹیشن سے شہر کو آتا ہے باوجود خدام الاحمدیہ کے بار بار کے وقارِ عمل کے چلنے والوں کی کثرت سے گہرا ہوتا ہی رہتا ہے۔ اور خدام و انصار کی فوج کا ہر سپاہی جو اپنے سر پر مٹی کی ٹوکری اٹھا کر سڑک پر ڈال کر اُسے برابر یا اونچا کرتا ہے وہ اِس الہام کی تصدیق کرتا ہے اور اُسے پورا ہوتے دیکھ کر خوشی سے اچھلتا ہے اور اچھی طرح سے جانتا ہے کہ میں اس سڑک کو اس لئے اونچا کرتا ہوں۔ تاکہ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے لوگوں کے چلنے کی وجہ سے یہ پھر نیچی اور گہری ہو اور میں پھر اسکی مرمت کروں اور خدا کی تقدیر اور انسان کی تدبیر اپنی اپنی جگہ پہ مصروفِ عمل ہی رہے۔ اب اس کے بالمقابل غیر مبائعین کے مرکز کی کیفیت ملاحظہ ہو۔ خدا تعالیٰ نے یوم موعود میں یعنے شاہدِ مشہود کے ایام مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام

"گڑھے میں تُو نے سب دشمن اُتارے"

کو پورا کرتے ہوئے غیر مبائعین کو لاہور میں ایک گہری جگہ پر ڈیرے ڈالنے پر مجبور کیا تاکہ اس زمانہ کے اصحٰب الاخدود پہچانے جا سکیں۔ ان کے مرکز کو جانے کے لئے جو ایک ہی سڑک ہے جس کا نام برانڈرتھ روڈ ہے۔ یہ سڑک غیر مبائعین کے ہیڈ کوارٹرز سے اتنی اونچی ہے کہ پیغام بلڈنگس کے بلند ترین شخص کے سر سے سڑک پر چلنے والے شخص کی کفش پا قریباً گز بھر اوپر رہتی ہے۔ صاحبان! ذرا سوچئے کہ قادیان

ہے رکھتے تو جانے والے لوگوں کی کثرت کی وجہ سے گھرے ہو جائیں۔ اور اسکے بالمقابل غیر مبائعین کا مرکز خود تو نہایت گہری جگہ پر ہو لیکن اسکی طرف آنے والا ایک ہی بازار اس قدر اونچا ہو کہ ان کی چھتوں سے اسکی سطح برابر ہو۔ یہ خدائے حکیم نے کیوں کیا۔ اسکا جواب خدا کا یہ الہام ہے لتستبین سبیل المجرمین۔ معمہ کھل گیا روشن ہوئی بات۔

نصرت الٰہی کی چوتھی علامت

لَا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس

ترجمہ از حضرت مسیح موعود علیہ السلام "اور چاہیئے کہ مخلوق الٰہی کے ملنے کے وقت چیں بہ جبیں نہ ہو اور چاہیئے کہ تو لوگوں کی کثرت ملاقات سے تھک نہ جائے" (تذکرہ صفحہ ۴۷۳) اس الہام پر عمل تو وہیں ہو سکتا ہے جہاں خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے لوگ کثرت سے جائیں۔ غیر مبائعین بے چارے اس الہام کی تفصیل کیا جانیں جن کے مرکز میں گو عکہ کی نسبت تو زیادہ رونق ہے مگر ظلّ تک (قادیان) سے اسے کیا نسبت۔ غیر مبائعین بھائیو! آپ میں سے جن لوگوں کو جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ۱۹۴۵ء خدا نے دیکھنا نصیب کیا تھا وہ خدا کو حاضر و ناظر جان کر بتلائیں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے (جو دسمبر ۱۹۴۵ء سے کئی ماہ قبل سے درد نقرس کے شدید حملہ کی وجہ سے صاحب فراش تھے اور بوجہ لمبی علالت کے بہت کمزور اور بباعث شدت درد بے قرار ولاچار تھے) جس قدر انتہائی بدنی قربانی کرتے ہوئے اپنے آپ کو اٹھوا کر جلسہ گاہ کی سٹیج پر لائے جانے کا اہتمام فرمایا تھا (تا کہ طول وعرض ملک سے آئے ہوئے مشتاقین کو دیدار مسرت آثار سے سرفراز فرمائیں اور خود اپنی روحانی اولاد کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں) اور پھر جس قدر مشقت سے حضور نے چارپائی پر اٹھتے لیٹتے اور درد سے کروٹیں بدلتے بدلتے جلسہ پر آنے والی تمام جماعتوں کو بار فیض یابی بخشا تھا (فداہ ابی وامی ونفسی) کیا آج اس سے بڑھ کر کوئی شکر گزار بندہ اپنے خدا کے ناصر کی نصرت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے الہام لا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس پر اس عاشقانہ رنگ میں عمل کر سکتا ہے جس رنگ میں میرے آقا نے کیا۔

اے ہمارے جلسہ سالانہ ۱۹۴۵ء پر جانے والے غیر مبائعین دوستو! خدا کے لئے سچی گواہی دو۔ اور پھر اپنے گھر پر نظر ڈالو۔ اور دیکھو کہ اول تو خدا تعالیٰ نے تعمیل الہام کے لئے آپ کے ہاں حالات ہی پیدا نہیں کئے۔ دوسرے آپ کو صرف یہی وہ ملا ہے جو آپ کی

مرکزی انجمن کے قرب میں صرف اُتنا ہی عرصہ گذار سکا۔ جب تک اُن کا اپنا رہائشی مکان کوئی
نہ تھا لیکن جونہی کہ اپنا مکان بنانے کی توفیق ہوئی وہ انجمن اور مسجد کے پڑوس کو ہمیشہ کے
لئے خیر باد کہہ گئے۔ اور اچھرہ میں جا مقیم ہوئے۔ سو ایسے شخص سے جس نے ملاقات کے
دروازہ کو ہی بند کر دیا ہو۔ اُس سے الہام کے بتائے ہوئے آداب (یعنی لاتصعر و لاتسئم)
پر عمل پیرا ہونے کی توقع "ایں خیال است و محال است و جنوں" والی بات ہے۔ میں یہاں
ایک ذوقی نکتہ عرض کئے دیتا ہوں کہ سخن دانوں کے نزدیک لفظ حرم کی ضد ڈیرہ ہوتا ہے۔ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان میں نیک لوگوں کے اکٹھا ہونے کی مناسبت سے اسے
ارضِ حرم فرمایا ہے (جیسا کہ حضور فرماتے ہیں۔ ہجوم خلق سے ارضِ حرم ہے) ۱۹۱۴ء
میں اسی ظلِ حرم کو جناب مولوی محمد علی صاحب نے چھوڑ دیا اور لاہور چلے گئے۔ ہر چند کہ پہلے
آپ احمدیہ بلڈنگز میں رہے لیکن ایک خاص مناسبت نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اپنا مکان
اچھرہ میں جا کر تعمیر کریں اور وہیں رہائش اختیار کر لیں۔ وہ خاص مناسبت یہ تھی کہ حرم نے
تو اُس ذاتِ گرامی کا مسکن رہنا تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف "بامراد"
کا حقیقی مظہر تھا۔ اور انسب یہی تھا کہ "بامراد" ہی "حرم" میں رہے۔ کیونکہ ان کا آپس
میں جوڑ بھی ہے اور ویسے بھی یہ دونو ہم عدد ہیں۔ (بامراد اور حرم کے ۲۴۸ عدد
ہوتے ہیں) لیکن جو شخص حرم کو چھوڑ گیا۔ اور "بامراد" کی ضد نامراد ہو گیا۔
(ھو انجام ان کا نامرادی) تو اس کے لئے یہی مناسب تھا کہ اس کا مسکن بھی حرم کی ضد
یعنی ڈیرہ میں ہو۔ سو جناب مولوی محمد علی صاحب نے اچھرہ میں مکان بنوا کر اپنے ہاتھوں سے یہ
مناسبت پوری کر دی۔ میرے خیال میں یہ نقل مکانی آیت شریفہ وسیعلم الذین ظلموا
ای منقلب ینقلبون کا کرشمہ تھی۔ ڈیرہ اور اچھرہ بھی ہم عدد ہیں (دونو کے ۲۱۴
عدد ہوتے ہیں) حاصل کلام یہ کہ خدا تعالےٰ نے جس کو جہان کا اہل سمجھا وہیں اُس کا رہنا مقدر
کر دیا۔ اور چونکہ حرم کو جانے والے خدا کو پیارے تھے۔ اس لئے اس نے صاحبِ حرم کو لاتسئم
کی ہدایت کر دی۔ جو آج اپنی جان تک کو قربان کر کے اُس ہدایت کو پورا کر رہا ہے (اطال اللہ
بقاءہٗ و اطلع شموس طالعہ)

نصرتِ الٰہی کی پانچویں علامت

"وسع مکانک" ۔ ترجمہ از حضرت مسیح موعود علیہ السلام "اور تجھے لازم ہے کہ تو اپنے

مکانوں کو وسیع کرے تا لوگ جو کثرت سے آئیں گے ان کو اترنے کے لئے کافی گنجائش ہو۔ (تذکرہ صفحہ ۵۷۳) چونکہ کثرت سے لوگوں کا قادیان جانا نصرت الٰہی کی علامت ہے جس پر پہلے لکھا جا چکا ہے۔ لہٰذا اس کا تکرار یہاں نہیں کیا جاتا۔ اس جگہ وسّع مکانک کے دیگر مختلف پہلوؤں پر کچھ عرض کیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اس الہام پر عمل کیا اور اپنے مکانات کو وسیع کیا۔ کئی بے گھروں کو اپنی چار دیواری میں بسائے رکھا جن کے ٹھہرنے کے لئے اور کوئی جگہ نہ تھی۔ اور خدا تعالےٰ کی نصرت کے شکریہ میں خود سمٹ کر مکانوں کے ایک حصہ میں گذارہ کر لیا۔ اور باقی حصہ خدا کے درویشوں کے سپرد کر دیا۔ حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ایام خلافت میں اپنے کچے مکانوں میں خادمانِ مسیح کو رہنے کے لئے جگہ دیئے رکھی۔ اور آج تک اس میں مہمان کثرت سے اُترتے ہیں۔ خلافت ثانیہ میں وسّع مکانک کی تعمیل جس رنگ میں ہوئی وہ تمام پہلے ایام سے بڑھ گئی۔ اور محیّر العقول طریق سے بڑھی۔ قادیان میں محلوں پر محلے آباد ہونے لگے۔ ایک محلہ آباد ہوتا تو سمجھا جاتا کہ اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کو اُترنے کے لئے کافی گنجائش ہو گئی ہے۔ مگر خدا کی بڑھتی ہوئی نصرت کو دیکھ کر ہر آباد ہونے والا محلہ اپنی تنگی کو پیش کر کے بزبانِ حال کہتا رہا وسّع مکانک یہاں تک کہ آبادی بڑھی۔ پہلے ٹاؤن کمیٹی بنی۔ جو آج میونسپل کمیٹی بن گئی ہے۔ مساجد کی تعمیر سے بھی وسّع مکانک کی تعمیل ہوئی۔ مسجد اقصیٰ چار دفعہ اور مسجد مبارک دو دفعہ توسیع کی گواہی دے سکتی ہے۔ ہر سال جلسہ گاہ پہلے سال کی نسبت بڑی بنائی جاتی ہے مگر باوجود اس توسیع کے وہ پھر دُہائی دیتی ہے وسّع مکانک یہی حال دینی درسگاہوں کا ہے۔ اگر اس جگہ کوئی یہ اعتراض کرے کہ چونکہ احمدی لوگ قادیان میں مکان اپنے بنواتے ہیں۔ لہٰذا ان کا کام وسّع مکانک کی ذیل میں نہیں آسکتا۔ تو اسکی خدمت میں میرا جواب یہ ہوگا کہ سچے خادم کا گھر اس کے آقا کا گھر ہی ہوتا ہے اور جن لوگوں کو "وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے" کے درجہ کا عرفان حاصل ہو جائے وہ ایسا اعتراض نہیں کر سکتے۔ مگر یہاں پر تو اللہ تعالےٰ نے اپنے منصور سے یہ تحریک کروا دی کہ مخلصین اپنے املاک سلسلہ کے لئے وقف کر دیں۔ جسپر کئی خوش بختوں نے ع۔ جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا

ہم ہوئے دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا

پڑھتے ہوئے سب کچھ وقف کر کے ایک طرف تو متاعِ فانی کو جاودانی بنا لیا۔ اور دوسری طرف اپنے مکانوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سپرد کر کے خود "ضیفِ مسیح" بن گئے جو حضور علیہ السلام کا ایک الہام ہے۔ غیر مبائعین ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کیا انہیں ۳۲ سال میں آجتک اپنی واحد مرکزی مسجد کی توسیع کی ضرورت کبھی لاحق ہوئی ہے۔ یا مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے انہیں کبھی جائز تنگی بھی محسوس ہوئی ہے۔ اگر نہیں تو انہیں قادیان کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ جہاں خدا تعالیٰ کی تائیدات متواترہ نازل ہو رہی ہیں۔ اور نصرت الٰہی کی علامات خور نصف النہار کی طرح چمک رہی ہیں۔ اور ثابت کر رہی ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ واقعی اللہ تعالےٰ کے پیارے بندے اور منصور ہیں۔

نصرتِ الٰہی کی چھٹی علامت

"خوشحال ہے خوشحال ہے۔" (تذکرہ صہ ۱۸۲) خدا کے منصور کی ایک علامت ہے جسکی رُو سے حضرت امیر المومنین ہی منصور ٹھہرتے ہیں کیونکہ وہ احسن کما احسن اللہ الیک کے مطابق انفاق فی سبیل اللہ کر کے اپنی خوشحالی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ جماعت کے بڑے بڑے منفق اور مخیر حضور کی دلیا دلی کو دیکھ کر حیران ہیں۔ اور باوجود جہد بلیغ کے حضور کی گرد پا کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ تحریک جدید ہیں۔ غربا کے لئے غلہ فنڈ ہیں۔ ترجمۃ القرآن ہیں۔ کالج فنڈ ہیں۔ اور کئی اور مدات ہیں حضور کی سخاوت بے نظیر ہے۔ حضور نے قوم کے پچاس بچوں کو مکمل دینی تعلیم دلوانے کے لئے آٹھ سال تک ان کے جملہ اخراجات کی کفالت اپنے ذمہ لے کر بتا دیا ہے۔ وہ منصور جس نے کشف میں پانچ ہزار سپاہی دینے کا وعدہ کیا تھا وہ حضور ہی ہیں۔ اگر مصری صاحب نے اپنے امیر کے متعلق خوشحال ہونے کا اندازہ ان کے خوانِ یغما کی شان سے یا کسی مہذب گداگر کی "للارض من کاس الکرام نصیب" کی سی دل ہلا دینے والی صدا پر اُنکی پُر مصلحت غریب پروری کی وجہ سے کیا ہو تو ہمیں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ ورنہ دینی چندوں اور صدقات وخیرات کے لحاظ سے تو "پلائے مار وچشم مور و نان ملا کس ندید" والا معاملہ ہے۔ اگر در خانہ کس است ہمیں قدر بس است۔

نصرتِ الٰہی کی ساتویں علامت

ولینصرن اللہ من ینصرہ ۔ اس آیت مبارکہ کی رُو سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص خدا تعالےٰ کے دین کی مدد کرے گا۔ خدا تعالیٰ اسکی مدد فرمائیگا اس آیت کو آپ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں اور

پھر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے متعلق مندرجہ ذیل حوالے پڑھیں۔

(۱) "سو چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالیگا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کریگا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اُس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کی جنکی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے۔ دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے" (تذکرہ ص۳۷)

(۲) "اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اسکی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کریگا جو اس کا جانشین ہوگا۔ اور دین اسلام کی حمایت کرے گا۔ (حقیقۃ الوحی ص۳۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا دونوں تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا کرتے ہوئے حضور کو سیدۃ النساء حضرت ام المومنین نصرت جہان بیگم کے بطن مبارک سے ایک ایسا بچہ دیگا جو اسلام کی حمایت کریگا اور حضور کا جانشین ہوگا۔ اب یاد رہے کہ جانشین کرنا چونکہ خدا کا کام تھا۔ وہ تو اس نے خود کر دیا۔ اور سیدنا محمود مسیح پاک کے دوسرے خلیفہ ہو گئے۔ اب رہی حمایت اسلام سو چونکہ اس کا اندازہ انسان بھی کر سکتے ہیں۔ لہذا اس کے متعلق میں جناب مولوی محمد علی صاحب کی رائے لکھ دیتا ہوں[۱] تا غیر مبائعین پر حجت ٹھہرے مولوی صاحب رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ مارچ ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۱۱۸ پر لکھتے ہیں۔

(۳) "اس وقت صاحبزادہ صاحب کی عمر اٹھارہ انیس سال کی ہے اور تمام دنیا جانتی ہے کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور اُمنگیں کیا ہوتی ہیں زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی کا خیال ان کے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے ایک خارق عادت بات ہے۔ ...... ایک اٹھارہ برس کے نوجوان کے دل میں اس جوش اور امنگوں کا بھر جانا معمولی امر نہیں" (حوالہ بقدر حاجت)

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دونوں حوالوں کی رو سے حضور کو ایک ایسا بیٹا ملنے کا وعدہ تھا جو اسلام کی حمایت کریگا۔ اور جناب مولوی محمد علی صاحب نے ۱۹۰۶ء میں اس بچے کو بھانپ لیا۔ اور اس میں اسلام کی حمایت کے خارق عادت جوش کو نوٹ کر لیا اور

[۱] مگر یہ بات ہے تب کی کہ جب عناد نہ تھا۔ ارادے نیک تھے صالح تھے کچھ فساد نہ تھا۔

تحریر بھی الحمد وہی تاکہ سند ہے۔ پس مولوی صاحب کے ۱۹۱۰ء کے تحریری بیان کے موجب چونکہ سیدنا محمود
اسلام کی حمایت کا سچا اور خارق عادت جوش رکھتے ہیں۔ لہذا نصرت دین کرنے کی وجہ سے وہی
حقدار ہیں کہ خدا انکی خارق عادت نصرت فرمائے۔ پھر جس مبارک وجود نے اپنی تمام عمر بھر خدائے
ناصر سے مدد چاہتے ہوئے اپنی ہر تحریر کی پیشانی کو "ھو الناصر" سے مزین کیا ہو جس کو خدا نے
پیشگوئیوں کے مطابق حمایت اسلام کے لئے پیدا کیا ہو۔ جس نے عملاً خارق عادت طور پر نصرت
دین کی ہو۔ جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنے الہام میں "ناصر الدین" نام دیا ہو۔ اور جس کو
۱۴ر مارچ ۱۹۱۴ء کے دن ایک بہت بڑے فتنہ کے رُونما ہونے پر اپنی خاص تائید سے نواز
کر ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ کی تیسری بار شان دکھائی۔ ہو۔ وہی اور وہی اس
بات کا مستحق ہے کہ خدا کا منصور کہلائے۔ مولوی محمد علی صاحب کا اس اعلیٰ و ارفع خطاب
کے لئے نام لینا حقیقت کا منہ چڑانا ہے۔

مصلح موعود کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے مظہر الحق و العلاء کان اللہ نزل
من السماء اب چونکہ سیدنا امیر المومنین نے باعلام الٰہی دعویٰ فرمایا ہے کہ میں ہی مصلح موعود ہوں اور اس امر پہ
خدا تعالیٰ کی غلیظ قسمیں کھائی ہیں تو گویا حضور نے بھی یہ دعویٰ فرمایا ہو۔ کہ انا مظہر الحق (والعلاء
کان اللہ نزل من السماء) اور چونکہ حضور کا دعویٰ منصور حلاج کے دعویٰ انا الحق سے کمال
طور پر ملتا جلتا ہے۔ میں تو اپنے ذوق سے اپنے مرشد کو اس مشابہت کی بنا پر بھی منصور سمجھتا ہوں۔
محتسب معذور دارد مست را۔

پھر غیر مبائعین یہ بھی یاد رکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے۔ اذا نصر اللہ
المومن جعل لہ الحاسدین فی الارض۔ اسکے مطابق برادران حسود نے سیدنا محمود کو محسود
بنا کر حسد کی نار ذات الوقود کو مشتعل کر کے خود کو اصحب الاخدود اور اُس وجود باجود یعنی اپنے
محسود کو "منصور" رب ودود ثابت کر دیا ہے۔

آخر میں میں اپنے غیر مبائعین دوستوں سے دردمندانہ گزارش کرتا ہوں کہ وہ تذکرہ کے صفحات
۳۴۳-۳۴۷ کو غور سے پڑھیں اور نصرت الٰہی کے متعلق جتنے الہامات وہاں یکجائی طور پر مرقوم ہیں
انپر غور کریں۔ پھر خدا سے دُعا کریں کہ وہ انپر حقیقت آشکار کر دے۔ وہ اس امر کو بھی یاد رکھیں کہ مسیح موعود
کی اولاد میں سے انکے ایک بیٹے کے متعلق مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء امت کا خبر دینا کہ وہ
اپنے باپ (مسیح موعود) کا سچا جانشین ہوگا۔ اور اسلام کی ترقیات اس کے ذریعہ سے ہونگی ہم پر ذمہ واری
عائد کرتا ہے کہ ہم سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کے دعویٰ کو حرمت سے سنیں اور قبول کریں ورنہ
یاد رکھیں کہ جس منصور کے ساتھ اسلام کی ترقیاں وابستہ ہیں اس سے رُوگردانی کرنا اور اس کی
مخالفت کرنا اسلام سے دشمنی کرنے کے مترادف ہے۔ اور اس آڑے وقت میں خدا کے منصور کی مخالفت
غداری ہو فتنہ ہے اور بدترین دشمنی ہے۔ فاحذروا ھداکم اللہ تعالیٰ الی سبیل الرشاد۔

کیا اب غیر مبائعین نے حکم عدل مولوی عمرالدین صاحب شملوی کو بنالیا ہے؟

(مکرم سید احمد علی صاحب مولوی فاضل)

اہل پیغام چند پراگندہ خیالات رکھنے والے اس گروہ کا نام ہے جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف ابھی تک کسی مصلحت سے منسوب کرتے ہیں مگر ان کا شیوہ محض رنگارنگ سے حضرت محمود ایدہ اللہ الودود سے عداوت و بغض کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ لیکن جب بھی وہ کوئی پراگندہ خیال پیش کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اس کا جواب احمدیہ لٹریچر میں پہلے سے ہی موجود ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی تائید میں الٰہی تصرف کا اعتراف

چنانچہ شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کرکے ۱۹۲۲ء میں اسی امر کو زبردست طور پر پیش کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:-

"قربان جاؤں اس مولیٰ کریم کے جس نے باوجود کسی اہم ضرورت کے پیش نہ آنے کے محض اپنے ایک پیارے کی جسے اس نے اپنے ہاتھ سے خلیفہ بنایا عزت رکھنے کے لئے اور اس کے مقابلہ میں اٹھے دشمن کو اس کے خلاف اصول حملہ میں بھی ناکامی و نامرادی کا مُنہ دکھانے کے لئے احمدی لٹریچر میں پہلے سے ہی سامان رکھ دیا ہے۔"

(اخبار "الفضل" ۲۷ فروری - ۲ مارچ ۱۹۲۲ء)

سیدنا حضرت المصلح الموعود سے اہل پیغام کی عداوت اور احمدی لٹریچر میں پہلے سے موجود جوابی مواد کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں مگر ذیل میں صرف ایک تازہ مثال پیش کی جاتی ہے۔ مولوی عمرالدین صاحب شملوی نے لکھا ہے کہ:-

۱- "یہ بالکل غلط ہے کہ کوئی سچا نبی کبھی قتل ہوا ہو۔ تورات شریف اور قرآن مجید دونوں اس پر گواہ ہیں۔"

۲- "المصلح الموعود غلطی سے یہ کہہ رہے ہیں کہ نبی قتل ہوئے ہیں۔"

(اخبار "پیغام صلح" ۲۸ اگست ۱۹۶۶ء ص۳)

معتقدات کے ساتھ نادان دوست کا پارٹ

پیشتر اسکے کہ میں شملوی صاحب کے

اس نکتہ کا جواب ان کو دوں جو کہ جماعت احمدیہ سے خارج کئے جانے والوں کی طرح غالباً انہیں بھی اخراج کے بعد ہی اشاعت کے لئے سوجھا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ ان معترضین کو نکتے بھی ایسے ہی سوجھتے ہیں کہ جن میں حضرت خلیفۃ المسیح سے عداوت کی آڑ میں در اصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت ہوتی ہے۔ سچ ہے "وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِھِمْ لِیُجَادِلُوْکُمْ" یعنے شیاطین اپنے ساتھیوں کو ایسی ہی باتوں کی تلقین کیا کرتے ہیں جن کے نتیجہ میں وہ اے مومنو تم سے جھگڑا کریں۔ (انعام ع ۱۴) غرضیکہ جواب سے قبل میں شیخ مصری صاحب کے الفاظ میں ہی مولوی عمر الدین صاحب شملوی کو یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ :۔

"مولوی صاحب! اگر کسی انسان کو کسی سے بغض ہو تو اسے ایک حد کے اندر رکھنا چاہئیے یہ نہ ہو کہ اسکی وجہ سے اس پر ایسے الزامات لگانے شروع کر دے جن سے اپنے مقتدا پر حملہ ہوتا ہو۔ کیونکہ اس صورت میں وہ اپنے مقتدا کے ساتھ نادان دوست کا پارٹ ادا کر رہا ہوگا۔" (الفضل ۲۶ جنوری ۱۹۲۳ء)

اس کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کیا بعض نبیوں کے قتل ہونے کا عقیدہ رکھنا واقعی غلطی ہے؟ اور اگر یہ بقول شملوی صاحب "غلطی" ہے۔ تو اسکی زد کس پر پڑتی ہے؟ تاکہ غیر مبائعین میں سے اگر کسی کو دین و ایمان سے کچھ بھی تعلق ہو تو وہ شملوی صاحب سے باز پرس کر سکیں۔

۱۔ حکم عدل مسیح موعود علیہ السلام کا اعتقاد

بانئ اسلام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مسیح موعود علیہ السلام کو حکم عدل قرار دیا ہے وہ یہ فرماتے ہیں کہ :۔

"جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۲۷)

لہذا ایک احمدی کہلانیوالے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس "تنازع" کا بھی "فیصلہ" حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کرائے۔ سو حضور اسی تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱ پر فرماتے ہیں کہ :۔

"محض قتل ہونے سے نبی کی شان میں کچھ فرق نہیں آتا . . . . کیا یحییٰ نبی بھی قتل نہیں ہوا؟" ایسا ہی ایک اور جگہ فرمایا کہ :۔

اگرچہ قتل ہونا مومن کے لئے شہادت ہے لیکن عادت اللہ اسی طرح ہے کہ دو قسم کے مرسل من اللہ قتل نہیں ہوا کرتے۔ (۱) ایک وہ نبی جو سلسلہ کے اول پر آتے ہیں جیسا کہ سلسلہ موسویہ

ہیں حضرت موسیٰ اور سلسلہ محمدیہ میں ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۲) دوسرے وہ نبی اور مامور من اللہ جو سلسلہ کے آخر میں آتے ہیں جیسے کہ سلسلہ موسویہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سلسلہ محمدیہ میں یہ عاجز" (تذکرۃ الشہادتین ص۶۷-۶۸)

۲۔ اخبار "پیغام صلح" کا اعتقاد

اخبار "پیغام صلح" لاہور ۱۱ نومبر ۱۹۱۷ء میں (اخبار الحکم ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء سے نقل کرتے ہوئے) "قتل انبیاء" کے زیر عنوان مندرجہ ذیل "ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام" شائع کئے جا چکے ہیں کہ:-

"قتل انبیاء پر سوال ہونے پر فرمایا:-

"توریت میں لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا۔ اس کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر قرآن کریم کی نص صریح سے پایا جائے یا حدیث کے تواتر سے ثابت ہو کہ نبی قتل ہوتے رہے ہیں تو پھر ہم کو اس سے انکار نہیں کرنا پڑے گا۔ بہرحال یہ کچھ ایسی بات نہیں کہ نبی کی شان میں خلل انداز ہو کیونکہ قتل بھی شہادت ہوتی ہے مگر ہاں ناکام قتل ہو جانا انبیاء کی علامت میں سے نہیں یہ مصالح پر موقوف ہے کہ ایک شخص کے قتل سے فتنہ برپا ہوتا ہے تو مصلحت الٰہی نہیں چاہتی کہ اس کو قتل کرا کر فتنہ برپا کیا جائے جس کے قتل سے ایسا اندیشہ نہ ہو تو اس میں حرج نہیں"

(از "پیغام صلح" لاہور ۔ ۱۱ نومبر ۱۹۱۷ء)

اگرچہ حوالے تو کئی ہیں مگر میں نے بطور نمونہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صرف تین حوالے جن میں سے ایک "پیغام صلح" کا مسلمہ ہے۔ یہاں پیش کر کے حضرت کا "فیصلہ" بتا دیا ہے اور حضرت صاحب نے تحفہ گولڑویہ (ص۲۵ حاشیہ) میں یہ بھی فرما دیا ہے کہ:-

"حکم کا فیصلہ ناطق ہوتا ہے اس کے بعد کوئی اپیل نہیں"

لیکن اگر اس قدر وضاحت کے باوجود شملوی صاحب عقیدۂ قتل انبیاء کو "غلطی" ہی قرار دیں۔ تو پیغامی حضرات بتائیں کہ پھر یہ "غلطی" کس کی ہے؟ اور اس تنازع کے "فیصلہ" کے لئے آپ لوگ "حکم عدل" مسیح موعود کو مانتے ہیں۔ یا کہ شملوی صاحب کو؟ بہرحال اس سوال کا جواب دینا اب غیر مبایعین اور ان کے امیر صاحب کے ذمہ ہے۔

۳۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد

میں تبرکاً حدیث سے بھی دو فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر دیتا ہوں۔ حضرت امام احمد ب

حنبلؒ نے ابن مسعودؓ سے اور امام بیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ :-

(الف) "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَنْ قَتَلَ نَبِیًّا اَوْ قَتَلَہٗ نَبِیٌّ" (نیز مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۳۸) یعنی حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس شخص کو ہوگا کہ جس نے کسی نبی کو قتل کیا ہو یا جس کو کسی نبی نے قتل کیا ہو۔

(ب) ایسا ہی بخاری ومسلم شریف میں یہ حدیث آئی ہے :-

والذی نفسی بیدہ لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیٰ ثُمَّ اقتل ثم اُحیٰ ثم اُقتل ثم اُحیٰ ثم اُقتل" (مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۹) اس حدیث کی تصدیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بالفاظ ذیل فرمائی ہے کہ :-

محض قتل ہونے سے نبی کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا میں یہ بات داخل ہے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں۔ تو پھر یہ بات قبول کے لائق ہے کہ قتل ہونے میں کوئی ہتک عزت نہیں" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۷)

الغرض احادیث سے بھی ثابت ہے کہ نبی کا قتل ہونا ممکن ہے لیکن کیا پیغامی حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہ "غلطی" قرار دیں گے؟ اگر نہیں تو کیوں؟

۴۵ قرآن کریم سے امیر غیر مبائعین کا استدلال

اس کے بعد قرآن کریم سے قتل انبیاء کا ثبوت دینے کے لئے مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین کی تفسیر و اعتقاد پیش کرتا ہوں لکھتے ہیں :-

۱۔ "پس یقتلون النبیّین میں یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ نبیوں کے قتل کے درپے ہوتے تھے اور یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ نبیوں کو قتل کردیتے تھے۔" (بیان القرآن صفحہ ۶۷)

۲۔ زیر آیت واذ قتلتم نفسًا لکھا ہے کہ :-

"خود قرآن کریم نے قوموں کو انبیاء کے قتل کے لئے ملزم کیا ہے پس یہ قرائن بتاتے ہیں کہ کسی نبی کے قتل کا ذکر ہے۔" (بیان القرآن صفحہ ۸۷)

۳۔ قد خلت من قبلہ الرسل سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم سے پہلے رسول بذریعہ موت یا قتل گذر چکے" (بیان القرآن صفحہ ۳۹۸)

۶۔ آئمہ سلف کا اعتقاد

۱۔ جناب مولوی محمد علی صاحب امام بیضاوی کی تفسیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ کہ آیت قرآنیہ قد خلت من قبلہ الرسل کے رو سے :-

"سارے پہلے انبیاء کا موت یا قتل سے گزر جانا ثابت ہے۔" (بیان القرآن صـ۳۹۹)

۲۔ تفسیر جلالین میں "یقتلون النبیین (بقرہ ع۷) کے ماتحت حضرت زکریا و یحییٰ کا قتل ہونا۔ اور ابن جریر میں بیک وقت ۴۳ نبیوں کا قتل ہونا بیان کیا گیا ہے۔

۷۔ بائیبل کا فیصلہ

گو مولوی عمرالدین صاحب شملوی نے تو عداوت حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ میں یہاں تک لکھ دیا ہے کہ :-

"یہ بالکل غلط ہے کہ کوئی سچا نبی کبھی قتل ہوا ہو۔ توریت شریف اور قرآن مجید دونوں اس پر گواہ ہیں۔" (پیغام صلح ۲۸ اگست ۱۹۴۶ء صـ۵)

مگر شملوی صاحب کے حضرت امیر نے جہاں از روئے "قرآن مجید" شملوی صاحب کے خیال خام کی سو فی صدی تردید کر رکھی ہے وہاں "تورات شریف" کا جواب یوں دیا ہوا ہے:

"بائیبل کے بعض حوالجات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے فی الواقعہ بھی بعض نبیوں کو قتل کیا۔ مگر قتل کے معنے ابطال دعوت بھی آئے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان دونو معنوں کے لحاظ سے بھی الفاظ قرآنی کی تفسیر ہو سکتی ہے۔" (بیان القرآن صـ۳۲)

شملوی صاحب کی "نخوت۔ خود پسندی اور خود اختیاری"

مندرجہ بالا حقائق کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ حکم عدل مسیح موعود علیہ السلام مفسرین سلف۔ جناب مولوی محمد علی صاحب اور اخبار "پیغام صلح" کے اقرار و اعتراف کے علاوہ بائیبل سے بھی یہی ثابت ہے کہ بلا شبہ بعض نبی مثل حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام قتل ہوئے ہیں۔ اور ان حقائق کے انکار کا صاف مطلب یہ ہے کہ دراصل جناب شملوی صاحب حضرت المصلح الموعود کی عداوت میں اسلام اور احمدیت کو بھی خیرباد کہہ چکے ہیں۔ انا للہ۔

کیونکہ ایسے تنازعات کا "فیصلہ" کرانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مسیح موعود کو حکم عدل ٹھہرایا ہے نہ کہ شملوی صاحب کو۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فرماتے ہیں کہ جو آپ کے فیصلہ کو قبول نہیں کرتا۔ اس میں نخوت۔ خود پسندی اور خود اختیاری پائی

جاتی ہے۔ اور اس کا مسیح موعود علیہ السلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ کیونکہ :۔

۱۔ " وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں عزت سے نہیں دیکھتا۔ اس لئے آسمان پر اس کی عزت نہیں " (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۷ حاشیہ)

۲۔ ایسا ہی حقیقۃ الوحی (ص۳۴) میں تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

" وہ مسیح موعود جو اس امت میں سے ہوگا۔ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا۔ یعنی جس قدر اختلافات داخلی اور خارجی موجود ہیں ان کو دور کرنے کے لئے خدا اسے بھیجے گا۔ اور وہی عقیدہ سچا ہوگا جس پر وہ قائم کیا جائے گا کیونکہ خدا اسے راستی پر قائم کریگا۔ اور وہ جو کچھ کہے گا بصیرت سے کہے گا "

اے غیر مبائع بھائیو! خدارا غور کرو۔ کہ قتل انبیاء کے بارہ میں اگر قرآن کریم۔ آنحضرت صلعم مفسرین سلف " پیغام صلح " مولوی محمد علی صاحب اور بائبل کے بیانات آپ کے لئے کافی نہیں تو کیا حکم عدل مسیح موعود علیہ السلام کا " فیصلہ " بھی آپ کے لئے اس زمانہ میں کچھ چیز ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ بھی کچھ چیز نہیں تو پھر آپ لوگ ہی بتائیں کہ شملوی ایسے ملاں کا بیان ہمارے لئے کس طور سے حجت شرعی ہو سکتا ہے؟ جس کو ۱۹۳۲ء میں بعض انتظامی امور میں کوتاہی کی وجہ سے جماعت احمدیہ سے خارج کیا گیا تو وہ اس غم میں بقول خود (پیغام ۵ جون ۴۶ء) پگھلا جا رہا تھا کہ اب " میں کدھر جاؤں؟ کیا کروں؟ " کہ اس حالت میں پیغام بلڈنگ نے اُسے دُنیا کے سبز باغ دکھائے اور وہ " خدمت اسلام " کے بہانے سے جماعت احمدیہ قادیان کی مخالفت کے لئے " مسجد ضرار " لاہور میں جا بیٹھا۔ بہرحال غیر مبائعین بتائیں کہ کیا احمدیہ بلڈنگس میں اب مسیح موعود علیہ السلام کے اوپر شملوی صاحب کو حکم عدل قرار دے لیا گیا ہے؟ اور کیا شملوی صاحب کا فوخوا بما عندھم من العلم (المومن ع۹) کا کفریہ اور ممنوع رویہ عداوت سیدنا محمود ایدہ اللہ میں بقول مصری صاحب دراصل مسیح موعود علیہ السلام میں " اپنے مقتدار کے ساتھ نادان دوست کا پارٹ ادا " کرنے والا متصور ہوگا کہ نہیں؟

مصری صاحب سے خطاب

بالآخر میں ازراہ ہمدردی و خیر خواہی مصری صاحب سے انہی کے الفاظ میں انکو یہ توجہ دلانا ضروری خیال کرتا ہوں کہ وہ بھی " خدارا غور کریں کہ نادان مخالفین مسیح موعود کے ہم نوا ہو کر انہوں نے کس سے قطع کیا اور کس سے تعلق کا تھا " (الفضل ۲۶ جنوری ۱۹۲۲ء) اے غیر مبائع بھائیو۔ سوچو اور خوب غور کرو۔ الیس منکم رجل رشید۔

مغرب میں حقیقی طریق تبلیغ
اور
اہل پیغام کی نظر کوتاہ

(مکرم و محترم جناب ملک عطاء الرحمٰن صاحب مجاہد فرانس)

۲۲ جون کو ہمیں پیرس آئے ابھی ایک ماہ اور پانچ دن ہی ہوئے تھے۔ ملک نیا۔ لوگ اجنبی زبان مختلف۔ تمدن غیر۔ غرضیکہ ایک اور ہی دنیا تھی جسکی زمین اور آسمان اور اسکی ہر فضا اور ماحول ہمارے لئے اجنبی اور غیر تھا۔ سب سے قبل رہائش اور زبان سیکھنے کے لئے کوئی مناسب انتظام کرنا ضروری تھا۔ ان ابتدائی ایام میں زیادہ تر انہی امور کے لئے بھاگ دوڑ کر رہا تھا۔ اس دوران میں بعض لوگوں سے ملنے اور تبلیغی گفتگو کرنے کا موقع ملتا رہا۔ اس دن شام کے وقت ایک خاتون کے ہاں ہماری دعوت تھی۔ خاتون مذکورہ فرانسیسی زبان کی بہت بڑی ادیبہ ہیں۔ ایک اور صاحب کے ذریعہ انہیں معلوم ہوا کہ ہم فرانس میں اسلام کی تبلیغ کے لئے آئے ہیں۔ اسپر انہیں اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی خواہش ہوئی۔ ملاقات کے بعد جب ہم واپس آرہے تھے۔ تو راستہ میں خیال آیا کہ اس تبلیغی گفتگو کا ایک حصہ کبھی اہل پیغام حضرات کی خدمت میں پیش کروں۔ مگر بعد کی غیر معمولی مصروفیات کی وجہ سے یہ ارادہ ملتوی رہا۔

خدائی کام اور انسانی پالیسی

اس گفتگو کے دوران میں خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کے ہم خیال ساتھی یاد آئے تھے جو مغربی ممالک میں تبلیغ کے اس خیال کے حامی تھے۔ یا اب تک ہیں۔ کہ ان ممالک میں تبلیغ کے وقت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہ کیا جائے۔ مغرب میں تبلیغی پالیسی کی بھی غالباً وہی وجوہ تھیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت سے انکار کے بواعث تھے۔

پالیسی انسان کا ذاتی طریقِ کار کہلاتا ہے جسے خدائی ارادوں اور کاموں میں دخل نہیں ہوا کرتا

لیکن سیاست پسند دماغوں نے دین کی اشاعت ایسے مقدس الہٰی کام میں بھی خدائی سنّت اور طریق کے مقابل ذاتی خود اختراع پالیسی کا اختیار کرنا زیادہ مفید جانا۔

خدا سے جنگ

خدا تعالیٰ کا عام طریق اور سنّت یہی ہے کہ جب کبھی وہ اپنے انبیاء کو کھڑا کرتا ہے۔ تو ہمیشہ انکی زبان سے ایسی باتیں کہلوایا کرتا ہے جن کا فی الحقیقت مقصد یہی ہوتا ہے کہ دُنیا میں حقیقی امن قائم ہو جائے۔ لیکن انکی باتیں چونکہ عوام کے خیالات اور رجحانات کے خلاف ہوتی ہیں۔ اس لئے ابتدا میں انہیں مخالفت کے شدید سیلاب کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ ایسا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کا مقصد ایسے مواقع پر بھی ہوتا ہے کہ ایک غلط رَو جو شدّت تلاطم سے ایک طرف جاری ہو چکی ہوتی ہے۔ اسے اسکے مخالف اس کی صحیح سمت کی طرف جاری کیا جائے۔ چنانچہ انبیاء علیہم السّلام کا طریق بھی ہمیشہ یہی رہا ہے کہ وہ کسی ذاتی کامیابی کی خاطر اس خدائی کام کے لئے کسی ذاتی پالیسی پر صلح کا طریق اختیار نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے برخلاف انکی ہمیشہ یہی سنّت رہی ہے کہ ساری دُنیا کی مخالفت اپنے سر پر لیتے ہوئے گھبراتے نہیں۔ ان کے اس استقلال پر پھر خدا تعالیٰ انہیں ہر مخالفت کے باوجود کامیاب کیا کرتا ہے۔ وگرنہ جو ذاتی پالیسی کو مقدّم کیا کرتے ہیں۔ ان کا انجام آج بھی ہمارے سامنے ہے۔ ہر دیکھنے والے کی آنکھ کے لئے۔ انھوں نے اس خدائی طریق کو اختیار نہ کیا۔ اور بظاہر صلح کا طریق اختیار کیا۔ ایسی بات کہنے اور کرنے سے اجتناب کیا جس سے انہیں مخالفت کا خوف تھا۔ چنانچہ اس پالیسی کا انجام آج اس پالیسی پر نوحہ کر رہا ہے۔ جو خدائی منشاء کے خلاف لوگوں سے صلح کا طریق اختیار کرتے ہیں۔ پھر وہ خدا سے جنگ چھیڑ لیا کرتے ہیں۔ اور وہ جو خدائی منشاء کے خلاف خدا سے جنگ کیا کرتا ہے۔ اس کا عبرتناک انجام ہمارے سامنے ہے۔

اہلِ مغرب کا امتیازی رجحان

لنڈن میں چار ماہ کے قیام کے دوران میں مغربی رجحانات کا زیادہ قریب سے مطالعہ کا موقعہ ملا۔ آجکی مغربی دُنیا کے رجحانات کا ایک امتیاز ان کی جدّت پسندی ہے۔ یہ لوگ ہر کام۔ ہر بات۔ ہر خیال میں جدّت چاہتے ہیں۔ اس لئے آج مادی رنگ میں انھوں نے غیر معمولی ترقی کی ہے۔ مثال کے طور پر اخباری میدان میں دیکھا جائے۔ یہ لوگ ایسی خبروں کے شائع کرنے اور پڑھنے میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں جن میں کوئی نہ کوئی جدّت۔ ہنگامہ اور استعجاب ہو۔ پھر خبریں اس قدر ([illegible]) علی الآن شائع کرتے ہیں۔ کہ بعض اوقات لوگ ابھی کسی چیز کے موقع اور جائے وقوع پر ہی ہوتے

ہیں کہ وہ خبر اخباروں میں طبع ہو کر بمع تصاویر انکے ہاتھوں میں پہنچ جاتی ہے۔ غرضیکہ ان کا یہ رجحان ہی ان کے ہر کردار اور افکار میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ کہ یہ لوگ زیادہ تر فرسودہ روایات کے قائل نہیں۔ ان کے لئے کسی بات کی دلچسپی اسکی روایاتی حیثیت میں اس قدر نہیں جس قدر اس کی جدت میں۔ چنانچہ ان کی موجودہ لا مذہبیت کی بہت سی وجوہ میں سے ایک وجہ یہی ہے کہ عیسائیت اول تو ان تک کبھی بھی اپنی واقعی حیثیت میں نہیں پہنچی۔ اور جس رنگ میں پہنچی وہ بھی متعدد تراجم اور تبدیلیوں کے ساتھ۔ اس وقت غلط سلط روایات کا ایک مجموعہ ہے جسے زندہ مذہب تو کیا۔ مذہب کا نام دینا بھی گناہ ہے۔

زمین بعثت کی تیاری

خدا تعالےٰ کا ہمیشہ سے یہ طریق ہے کہ وہ اپنے انبیاءؑ کی بعثت سے پہلے انکی زمین بعثت کو تیار کیا کرتا ہے

اسلام کی دوسری بعثت کے وقت خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ اسلام کا سورج مغرب سے طلوع ہوگا چنانچہ اس نے مغربی دنیا کے رجحانات میں یہ بات خاص طور پر رکھ دی۔ کہ وہ کسی چیز کی روایاتی قدردانی کی بجائے اسکی واقعی۔ حقیقی اور عملی حیثیت سے قدر کریں۔ چنانچہ مذہب بھی آج وہی ان کے لئے جذب رکھ سکتا ہے جس میں محض روایات کو دخل نہ ہو محض گذشتہ انبیاء علیہم السلام کا ہی ذکر نہ کیا جائے۔ بلکہ ایسا زندہ مذہب ان کے سامنے پیش کیا جائے کہ جس کے ماتحت ہمیشہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے کلام کرتا ہو۔ اور حسب ضرورت اب بھی نبی مبعوث فرماتا ہو۔ لنڈن کے ایام میں پہلی مرتبہ اس امر کا عملی مشاہدہ کرنے کا موقعہ ملا کہ جب بھی اسلام احمدیت کی حقیقی شکل میں ان کے سامنے پیش کیا جاتا۔ اور اس بات کا ذکر کیا جاتا کہ آج بھی دنیا کی فلاح کے لئے خدا تعالیٰ نے نبی مبعوث فرمایا ہے۔ تو لوگ غیر معمولی توجہ اور دلچسپی سے بات سننے کے لئے تیار ہو جاتے۔ کہ واقعی آج بھی خدا تعالےٰ نے اپنا ایک نبی دنیا کی فلاح کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ گو غیر معمولی توجہ غیر معمولی مخالفت کا باعث بھی ہوا کرتی ہے لیکن مومن مخالفت سے تو نہیں گھبرایا کرتا۔ اس کے برخلاف اسکی تو یہ کوشش ہوتی ہے۔ کہ لوگ الٰہی پیغام کی طرف متوجہ ہوں۔ خواہ پھر وہ مخالفت کیجئے گند ہتھیار لو نے اُسے ذبح کرنے کے لئے ہی کیوں نہ دوڑیں۔

کوتاہ شعور

آجکی اس دُنیا بالخصوص مغربی دُنیا میں رہنے والا انسان حکایات کی لکیر پیٹنے کی بجائے ہر بات واقعات کے آئینہ میں دیکھنے کا عادی ہے

اس کے لئے عیسائیت اگر ۲۰ صدی قبل کا مذہب تھا۔ تو اسلام ۱۴ صدی قبل کا۔ آجکی جدت پسند دُنیا کے لئے اسلام کا ذکر بھی ایک گذری ہوئی بات ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کا حقیقی اور زندہ حسن پیش کیا جائے۔ جس سے دیکھنے والا اسے باقی مذاہب کی طرح ایک رفتہ و گذشتہ بات سمجھ کر یونہی گذر نہ جائے۔ اُسے یہ معلوم ہو کہ وہ چودہ صدی قبل کا پُرانا مذہب نہیں۔ بلکہ جس طرح وہ آج سے ۱۴ صدی قبل زندہ تھا۔ بعینہٖ آج بھی اور ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ اسلام کا خدا آج بھی زندہ ہے۔ جو اپنے بندوں سے ہمیشہ کلام کرتا ہے۔ اور جس نے آج بھی اپنی مخلوق کی فلاح کے لئے نبی مبعوث فرمایا ہے۔

افسوس کہ خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کے ہمنواوں کا کوتاہ شعور مخالفت کے خوف سے اس بات پر قناعت کر گیا۔ انہوں نے خدا کی سنت کے برخلاف سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر مبارک حذف کر کے اسلام کو احمدیت کی زندہ حیثیت میں پیش کرنا مناسب نہ جانا۔ جس کا انجام آج ووکنگ مشن کے انجام میں متجسم ہو چکا ہے جس نے پیغامیت سے قطع تعلق کا اعلان کر دیا ہے۔ اور امیر پیغام کو جسکی عام رکنیت کی قسم کا ہی شرف حاصل ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ الاعتبار لاولی الابصار۔

تبلیغی گفتگو

پیرس پہنچنے پر بھی اس امر کا مشاہدہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ کہ مغربی دنیا کے یہ رجحانات صرف انگلستان سے ہی خاص نہیں گو فرانسیسی قوم میں وہی عظمت۔ وسعت خیال۔ جرأت اظہار رائے۔ بلند حوصلگی تو اب باقی نہیں۔ لیکن جدت پسندی بہرحال ہے۔ در اصل جدت پسندی انسانی فطرت کا ایک ایسا خاصہ ہے کہ جس کے ماتحت انسان غیر معمولی ترقی کر سکتا ہے۔ خواہ وہ مادی ہو یا روحانی۔ وگرنہ مذہبی دنیا میں غیر جدت پسند لوگ اس بات پر قانع ہو جایا کرتے ہیں۔ کہ یہ ہمارے آبا کا مذہب ہے ہم اسے کیونکر چھوڑ سکتے ہیں۔ پیرس پہنچنے پر متعدد ایسے تبلیغی مواقع آئے۔ جبکہ اسلام، احمدیت کی زندہ شکل میں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے ذکر مبارک کے ساتھ پیش کرنے پر ہی مخاطب کے لئے جذب کا باعث ہوا۔ اس وقت مجھے صرف خاتون مذکورہ سے تبلیغی گفتگو کا یہاں ذکر کرنا ہے۔ بالخصوص اہل پیغام کے لئے۔ خدائی کاموں میں انسانی پالیسی پر تکیہ کرنے والوں کے لئے۔

احرارِ یورپ کا مزاج

دورانِ گفتگو میں سب سے پہلے اس خاتون نے اس بات کا اقرار کیا کہ :-

"دُنیا کچھ ایسی مادی ترقی حاصل کر چکی ہے کہ اس کا حقیقی چین، قلب و رُوح کا اطمینان اور حُسن باقی نہیں رہا۔ بیشک مادی ترقی نے زندگی کے لئے ہر آرام مہیا کرنے کی سعی تو کی ہے لیکن اس دُنیا میں واقعی امن چین نایاب ہو چکا ہے۔ اور ہمیں بالآخر اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ مادی اسباب اس بے چینی اور پریشانی کا حل پیش نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہر گھڑی اس بے چینی میں اضافہ کا باعث ہو رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مذہب اس کا کوئی حل پیش کر سکے۔ مذہب ہی اب ایک ایسی باقی راہ ہے۔ کہ جس پر کسی امید کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔ مگر سب پرانے مذاہب موجودہ قسم کی ترقی یافتہ دُنیا کے لئے پوری راہنمائی کے قابل نہ ہونگے۔ لیکن بہر حال بے چینی کی ان مایوس گھڑیوں میں ہمیں اعتراف کرنا ہوگا کہ ہمیں ضرور کسی مذہب کی ضرورت ہے۔

اہلِ پیغام! مغرب آج کسی مذہب کے لئے ہاتھ پھیلا رہا ہے۔ لیکن آجکی ترقی یافتہ دُنیا محض کسی روایاتی مذہب کی خواہاں نہیں ہو سکتی۔ بلکہ کسی زندہ مذہب کی جسکی زندگی کا عملی ثبوت آج بھی خدا تعالیٰ نے نازل فرمایا ہو۔

زندہ مذہب کی ضرورت

مذکورہ بالا امر کے سلسلہ میں اس نے دوسری بات ایک سوال کے طور پر پیش کی کہ

"آپ کونسا مذہب پیش کرتے ہیں۔ کوئی پُرانا مذہب یا نیا۔ اگر کوئی نیا مذہب ہے تو وہ کیا ہے؟"

اس خاتون کے اس سوال پر مجھے ایک قلبی خوشی اور اطمینان محسوس ہوُا۔ میں نے خاموشی سے اپنے خدا کی تسبیح اور تحمید کی کہ الحمد للہ خدا تعالیٰ نے ایسے زمانہ میں اسلام کی تبلیغ کی توفیق بخشی ہے۔ جبکہ باقی مذاہب کی طرح اسلام کسی روایاتی شکل میں پیش کرنے کی بجائے ہمیشہ زندہ مذہب کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ کہ جس کا زندہ عملی ثبوت ہمارے خدا نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود مقدس میں آج نازل فرمایا ہے۔ شکر و حمد کے ان جذبات کی کیفیت کچھ اور بھی زیادہ ہوگئی۔ جبکہ معاً دوسرے لمحہ میں اہلِ پیغام کے وہ بُزدل اکابر یاد آئے کہ جنہیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے

پیش کرنے کی جراٴت نہ ہوتی تھی۔ جن میں سے اکثر اس مُردہ پالیسی کو اپنے ساتھ لے کر زیر زمین دفن ہو چکے ہیں۔ اور جس مردہ پالیسی کے فرسودہ کفن میں اب بھی انکے بعض جانشین اپنی ناکامی اور نامرادی کا مُنہ چھپائے بیٹھے ہیں۔ مومن جری ہوتا ہے۔ مومن کی جراٴت، بھلا منافق کو کیونکر حاصل ہو۔ افسوس کہ یہ لوگ اس جری اللہ فی حلل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک اسوہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی ڈر کے مارے منافقت کے اندھیروں میں ہمیشہ کے لئے چھپ گئے۔ کاش کہ وہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اسوہ ہی ملحوظ رکھتے۔ خدا کا وہ جری اس پر ہزاروں ہزار درود وسلام ہوں۔ جبکہ بالکل تن تنہا تھا۔ اس نے اپنی نبوت و بعثت کو ہر میدان میں کس انتہائی جراٴت کے ساتھ پیش کیا لیکن وہ جو پھر اک سے ہزار ہؤا۔ اور لاکھوں کی تعداد میں اپنے متبعین اپنے بعد چھوڑ کر اس جہان سے رخصت ہؤا۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام ۔۔ یہ لوگ ۔۔ کے بعد اس جمعیت کے باوجود۔ خدا تعالیٰ کی اس نصرت و تائید کے باوجود منافقت کی آڑ میں پناہ گزیں ہونے پر قانع ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اس قسم کے خیالات کے ہجوم نے میرے جذبات پر کچھ ایسا دباؤ ڈالا کہ میری رُوح شکر و امتنان کے احساسات کے ساتھ اپنے خدا کے حضور جُھک گئی۔ اور اپنے محبوب مقدس آقا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اس زمانہ کے نبی پر ہزار ہزار درود کہنے لگی۔ کہ آج صرف حضور علیہ السلام کی بعثت کی وجہ سے ہی ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اسلام ان فرسودہ مذاہب کی طرح مذہب نہیں۔ بلکہ اسلام کے لانے والے نبی رحمۃ للعالمین کی طفیل و وساطت سے اسلام میں آج بھی نبی آسکتے ہیں۔

اہل مغرب جب ہم سے اسلام کی زندگی کا ثبوت چاہتے ہیں تو ہماری گردنیں مایوسی اور شرم سے جھک نہیں جاتیں۔ بلکہ جراٴت کے ساتھ اٹھتی ہیں۔ اور ہم انتہائی وثوق کے ساتھ خدا کے فرستادہ اس زمانہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ان کے سامنے پیش کرتے ہیں الحمد للہ علیٰ ذٰلک

اہل پیغام! کچھ تو فکر فرمائیں۔ اگر آج اسلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بغیر پیش کیا جانا ہی مناسب تھا تو پھر سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت جو ایک خدائی فعل ہے۔ خدانخواستہ عبث نہ ٹھہرے گا۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

کامیاب ذریعہ تبلیغ اس خاتون کے مذکورہ سوال پر جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مفصل ذکر کیا۔ تو اس نے بے اختیار ہو کر کہا کہ :-

"اگر آپ کے مذہب میں آج بھی نبی آسکتا ہے۔ تو پھر آپ لوگ یورپ میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ کیونکہ جہاں آج ہمیں مذہب کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ وہاں یورپ ایسے ملک میں کسی فرسودہ مذہب کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ایسا مذہب جس کا سرمایہ صرف حکایات و روایات ہوں۔ وہ آج کسی حقیقی اطمینان اور جذب کا باعث نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسا زندہ مذہب ہی آج یہاں مقبول ہو سکتا ہے۔ جس کی زندگی کا آج بھی کوئی عملی ثبوت ہو۔"

اہل پیغام! صرف ایک لمحہ فکریہ! اسلام کی کامیاب اشاعت کا ذریعہ آج خدا تعالیٰ کے اسی فعل سے عیاں ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک بعثت کے مؤثر ذکر میں۔ مگر خدائی طریق و سنت کے خلاف انسانی صنعت و اختراع اور پالیسی کا حشر اہل فکر کے لئے واضح عبرت سے کم نہیں۔

جاء المسیح جاء المسیح

کاش کہ صنادید پیغام کا فکر اس بات کو سمجھ سکتا۔ کہ ان کا خود فہمیدہ طریق خدائی سنت کے کس قدر مخالف ہے کاشکہ وہ اس زمانہ کے مقدس نبی کا یہ ارشاد سمجھ سکتے۔ کہ آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج کہ اس مادی ترقی کے بعد جب بے چینی انتہائی طور پر بڑھ جائے گی۔ تو لوگ مذہب کی راہ پر حقیقی اطمینان کا انتظار کرنے لگیں گے۔ بالخصوص اہل مغرب۔ کاشکہ وہ خدائی ہاتھ کی حرکت کو دیکھ سکتے۔ یا اکٹھے ہو کے سمجھ سکتے۔ کہ جب خدا خود ایک نبی کو مبعوث فرما رہا ہے۔ تو پھر کوئی انسانی پالیسی اس بعثت کو چھپا کر کیونکر کامیاب ہو سکتی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ آج اسلام اگر ان ممالک میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ تو صرف اور صرف احمدیت کی زندہ شکل میں۔

اہل پیغام کو معلوم ہو کہ

اسلام ایک حقیقت ہے — اور — احمدیت اس حقیقت کا زندہ ثبوت ہے

اور انہیں پھر یہ بھی معلوم ہو کہ خدا کے مسیح۔ اس زمانہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپاہی جو آج اپنے اولوالعزم مقدس سالار ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اطال اللہ بقائہ واطلع شموس طالعہ کی سیادت میں مغرب کے ان میدانوں میں عیسائیت سے برسر پیکار ہیں۔ ہر محاذ پر وہ اپنے حملہ کی ابتدا خدا کے نبی کی آمد آمد کے مبارک ذکر سے کرتے ہیں

اے اہل مغرب! اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح

دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دے گا

مولوی عبداللہ صاحب بہائی کے جھوٹے ہونے کا بیّن ثبوت

حلف کے مطالبہ پر خاموشی

مولوی عبداللہ صاحب بہائی نے دو خطوط حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں اس مضمون کے تحریر کئے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب رازِ حقیقت کے صفحہ ۹ پر جو کچھ مولوی صاحب کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے وہ ان کے اس اصل خط میں موجود نہیں جو انہوں نے حضرت اقدس کو تحریر کیا۔ اور جسے حضور نے رازِ حقیقت کے آخر میں من وعن شائع کر دیا۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جو جوابات مولوی عبداللہ صاحب کے خطوط کے دیئے وہ فرقان ماہ جولائی اور ماہ اکتوبر میں شائع ہو چکے ہیں۔ حضور نے اپنے جوابات میں ایک بات یہ بھی لکھی تھی کہ مولوی عبداللہ صاحب کا رازِ حقیقت کی اشاعت سے لے کر ۱۹۴۳ء تک خاموش رہنا ثابت کرتا ہے کہ جو کچھ حضرت اقدس نے ان کی طرف منسوب کر کے لکھا تھا وہ درست تھا کیونکہ اگر وہ بات غلط طور پر منسوب کی گئی ہوتی۔ تو یقیناً مولوی عبداللہ صاحب اسکی تردید میں خاموش نہ رہتے۔ ہاں اگر مولوی صاحب کا یہ عذر ہو کہ ان کو کتاب رازِ حقیقت کے مضمون کا علم نہ تھا اس لئے وہ اب تک خاموش رہے ہیں تو حضور نے اس کے متعلق مولوی صاحب سے مطالبہ کیا۔

”کہ آپ بہائی مقررہ طریق پر قسم کھا کر اعلان کریں کہ ۱۹۴۳ء یا اس کے قریب جس سن میں بھی آپ نے حضرت اقدس کے اس بیان کا انکار کیا تھا۔ اس سے پہلے اس کتاب کے مضمون کا آپ کو علم نہ تھا۔ اور ساتھ یہ بھی قسم کھائیں کہ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بات لکھی ہے وہاں گو راوی کا نام نہیں مگر مراد آپ ہیں۔ اگر ان دونوں امور کی آپ قسم نہ کھا سکیں تو آپ کا جھوٹ ظاہر ہے۔“

اس حلف کے مطالبہ کے جواب میں مولوی عبداللہ صاحب بہائی اب تک خاموش ہیں اور ان کی یہ خاموشی ان کے جھوٹے اور کذاب ہونے پر بیّن دلیل ہے۔

تفسیر کبیر جلد ششم حصّہ چہارم جزو دوم

اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود کے دنیا میں بھیجنے کی جو وجوہات بتائیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھی۔ کہ "تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو" پھر اس مصلح موعود کے متعلق فرمایا کہ وہ "علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔" اللہ تعالیٰ کی ان پیشگوئیوں کو ہم اپنی آنکھوں سے بدرجہ اتم پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔

وہ خدا جس نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو مصلح موعود کا عہدہ عطا فرمایا۔ اس نے آپ کو علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا۔ اور پھر حضور کو یہ توفیق دی کہ آپ کے ذریعہ کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہُوا۔ چنانچہ آپ کے ذریعہ قرآن مجید کی وہ تفسیر و تشریح دنیا کے سامنے پیش ہوئی جس کو پڑھ کر قرآن مجید کی حقانیت واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے۔ حضور کی بیان کردہ پانچ پاروں کی تفسیر ۱۹۴۰ء میں ایک ہزار صفحات پر مشتمل شائع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد پچھلے سال تیسویں پارے میں سے سورۃ النبا سے سورۃ البلد تک چھ سو صفحات کی تفسیر شائع کی گئی تھی۔ اب خدا کے فضل سے سورۃ الشمس سے سورۃ الزلزال تک کی تفسیر پانچ سو صفحات پر مشتمل شائع ہو رہی ہے۔ تیسویں پارہ کے آخری حصہ کی ایک جلد انشاء اللہ اس کے بعد جلد ہی شائع ہو گی۔ پہلے پارہ کی تفسیر بھی تیار ہو رہی ہے اور ساڑھے پانچسو صفحات اس کے طبع ہو چکے ہیں لیکن ابھی پہلے پارہ کے دس رکوع ختم ہوئے ہیں۔ گویا سب حصص کو ملا کر اگر دیکھیں تو یہ صرف چھ پاروں کی تفسیر شائع ہوئی ہے اور ان کا حجم اڑھائی ہزار صفحات بنتا ہے۔

چھ پاروں کی اس قدر ضخیم تفسیر یہ بات ثابت کرتی ہے کہ مصلح موعود ظاہری و باطنی علوم سے پُر کیا گیا ہے اور جو اس تفسیر میں بیان ہُوا ہے اس کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ واقعی مصلح موعود کے ذریعہ کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر کیا گیا ہے۔ پس اے بھائیو! حضرت مصلح موعود کی بیان کردہ تفسیر قرآن کو پڑھیئے۔ اور اس بات کو جانچیئے۔ کہ کیا خدا کی باتیں پوری ہوئی ہیں یا نہیں۔

رہے وفا و صداقت پہ میرا پاؤں مدام

(الہام مصلح)

(مکرم محترم قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

اگر نہ پست ہو ہمت بہ پیروئی امام
تو مؤمنوں کو ملے جلد ہی بلند مقام

ستارہ صبح کا نکلا بوقت مطلع فجر
صدائے غیب بہر سو ہے کلّ امر سلام

اندھیرے کونے میں کیوں منہ چھپائے بیٹھے ہو
اٹھو فضا میں ہے انوار ریز ماہ تمام

جبھی قبول بدرگاہ ایزدی ہو گے
تمہارے نیک عمل ہوں بہ التزام دوام

جو چاہتے ہو کہ پاؤ سعادت کبریٰ
تو صدق دل سے کرو اتباع شاہ انام

وہ کون خاتم فصل رسالت عظمیٰ
کہ جس کے زیر نگیں ہے مرا مسیح امام

ہمارا مقصد واحد ہے دین و دنیا میں
عجیب شان سے اسلام کا ہو پختہ نظام

یہ رام رام تو کرتے ہیں رام کر لو انہیں
ہنود پائیں گے یوں دو جہاں میں آرام

جو عزم بھی ہے اولو العزم کا وہ پورا ہو
دعا ہے اکمل مشتاق کی یہ صبح و شام

قیمت سالانہ تین روپے

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا

مجلس رفقاء احمد قادیان کا ماہنامہ

فرقان

بابت ماہ جنوری ۱۹۴۶ء

جلد ۵ — مدیر: عبد المنان عمر ایم اے — نمبر ۱

ترتیب عنوانات

سیدنا

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

کا

تازہ کلام

مجھ کو بھی ان سے عشق تھا ان کو بھی مجھ سے پیار تھا

۲۸ دسمبر ۴۵ء کو جلسہ سالانہ کے عظیم الشان اجتماع میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی حسب ذیل تازہ نظم جناب ثاقب صاحب نے حضور کی تقریر سے قبل خوش الحانی سے پڑھی

معصیت وگناہ سے دل مرا داغدار تھا
پھر بھی کسی کے وصل کے شوق میں بیقرار تھا

بے عمل و خطا شعار بےکس و بے وقار تھا
پر میری جان یہ تو سوچ کن میں مرا شمار تھا

ہجر میں وصل کا مزا پالیا مَیں نے ہمنشیں
لب پہ تو تھا "نہیں" مگر آنکھ میں انکی پیار تھا

سوؤں تو تجھ کو دیکھ کر جاگوں تو تجھ پہ ہو نظر
موت سے تھا کسے دریغ اس کا ہی انتظار تھا

آہِ غریب کم نہیں غیظِ شہ جہاں سے کچھ
جس سے ہوا جہاں تباہ دل کا مرے غبار تھا

شکوہ کا کیا سوال ہے اُن کا عتاب بھی ہے مہر
منہ سے مَیں داد خواہ تھا دل میں مَیں شرمسار تھا

دیر کے بعد وہ ملے۔ اُٹھ کے ملے کسے سکت
دل میں خوشی کی لہر تھی آنکھ سے اشکبار تھا

شکر خدا گزر گئی ناز و نیاز میں ہی عمر
مجھ کو بھی اُن سے عشق تھا ان کو بھی مجھ سے پیار تھا

ہماری فتح ــــ ہمارا غلبہ

زمین قادیاں اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارضِ حرم ہے

(نور الحق مولوی فاضل) (نائب مدیر)

ماضی کی ایک جھلک

مارچ ۱۹۱۴ء میں مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کار خلافت سے منکر ہو کر قادیان سے لاہور چلے گئے۔ اور وہاں جاکر انہوں نے اعلان کیا۔ کہ جماعت احمدیہ کے کل پانچ لاکھ افراد میں سے صرف بیسواں حصہ جماعت خلافت کے ساتھ وابستہ ہے (پیغام ۲۸ اپریل ۱۹۱۴ء) گویا خلافت کے ساتھ وابستگان کی کل تعداد ۲۵ ہزار۔ اور خلافت کی بیعت نہ کرنے والوں کی کل تعداد پونے پانچ لاکھ تھی لیکن وہ خدا جس نے اپنے زور آور ہاتھ سے خلافت کو قائم کیا اور جس نے ہمارے موعود خلیفہ کو اس کے مسند آرائے خلافت ہونے سے قبل یہ خوشخبری دی کہ ان الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ۔ یعنی یہ کہ اس موعود خلیفہ کو ماننے والوں کا پلہ ہمیشہ بھاری رہے گا۔ اور اس کے متبعین ہمیشہ اس کے منکرین پر غالب رہیں گے ہمارے اس خدا نے وعدہ ایفائی کرتے ہوئے سب پروانوں کو خلافت کی شمع کے گرد اکٹھا کر دیا۔ اور اپنی قدرت کا زندہ ثبوت دے دیا۔ چنانچہ غیر مبائعین خدا کی اس نصرت کے خود اقراری ہیں۔ اور وہ جو ۱۹۱۴ء میں بابانگ دہل اپنی تعداد پونے پانچ لاکھ بیان کرتے تھے آج دبی آوازوں سے اپنی تعداد پانچ ہزار بیان کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کی اصل تعداد اس سے بھی بہت کم ہے۔

ہماری ترقی کا بیّن ثبوت

خدا تعالےٰ کی خوشخبری اور پیشگوئی کے مطابق ہمارے موعود خلیفہ کو ملی ہوئی ترقی کا بیّن اور واضح ثبوت ہمارا جلسہ سالانہ ہے۔ اس دفعہ جلسہ سالانہ ۱۹۴۵ء میں شامل ہونے والوں کی تعداد ۳۴۳۵ ۳۳ نفوس پر مشتمل تھی جن میں سے ۲۵۴۳۵ مرد۔ اور ۸۰۰۰ عورتیں تھیں۔ سبحان اللہ! کیسا ایمان افروز نظارہ ہے کہ مبائعین کی وہ تعداد جس کا اعلان غیر مبائعین نے لاہور جا کر کیا۔ اُس سے آٹھ ہزار نفوس زیادہ جلسہ سالانہ میں ہی شامل ہوئے جلسہ کے آخری دن ۲۹۹۵۰ نفوس کے لئے کھانا بیک وقت تقسیم کیا گیا۔ قادیان

کی بڑی بڑی عمارتیں ٹی آئی کالج - بورڈنگ ہائی سکول - ہائی سکول - جامعہ احمدیہ - مدرسہ احمدیہ - بورڈنگ مدرسہ احمدیہ نصرت گرلز سکول - مہمان خانہ اور دفاتر سب مہمانوں سے بھرپور تھیں۔ علاوہ ازیں قادیان کا ہر گھر ایک مہمان خانہ بنا ہؤا تھا۔ ان سب مہمانوں کی منظم طور پر خدمت کرنے والوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اور مختلف محلوں میں مختلف لوگوں کے گھروں پر اُترنے والوں مہمانوں کے میزبان اس کے علاوہ تھے۔

رفتار ترقی

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ہمارا قدم ترقی کی طرف جا رہا ہے اور ہر وہ دن جو ہم پر طلوع کرتا ہے ہمیں اپنے مقصود کے قریب کر دیتا ہے اور ہر روز خدا کے فضل کی نئی بارش ہم پر برستی ہے۔ اس سال گذشتہ جلسہ سالانہ سے لے کر ۲۴ دسمبر ۱۹۴۵ء تک حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہونے والے افراد کی تعداد ۲۷۲۳ ہے۔ علاوہ ازیں اس جلسہ سالانہ پر ۹۴۲ افراد حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس کے مقابل پر غیر مبائعین کی جلسہ سالانہ کی بیعت جو ان کے اخبار نے شائع کی ہے ۳۷ ہے۔

ہمارا روشن مستقبل

اللہ کے فضل و کرم سے ہمارا مستقبل بہت ہی روشن ہے۔ اور جلد تر وہ دن آنے والا ہے۔ جب کہ ہم "یدخلون فی دین اللہ افواجاً" کا نظارہ دیکھیں گے۔ اور وہ وعدے جو ہمارے خدا نے ہمارے محبوب راہنما مصلح موعود کی ذات بابرکات کے ساتھ وابستہ کئے ہیں بچشم خود مشاہدہ کریں گے۔ ہمارے آقا سے قومیں برکت پائیں گی۔ اسیر اس کے ذریعہ سے رستگار ہونگے کیونکہ ہمارے خدا نے ہمارے مقتدا کو وہ تجاویز بتا دی ہیں جس سے دنیا جلد ہی منور ہو جائے گی۔ ہماری تبلیغی کوششیں پہلے سے کئی گنا بڑھ چکی ہیں غیر ممالک میں ہمارے مبلغین کی تعداد پندرہ سے پچاس ہو چکی ہے اور ابھی اَور سرفروش مجاہدین غیر ممالک کو پابرکاب ہیں۔ ہندوستان کے لئے ۷ مبلغین کی زیادتی ہو چکی ہے پچیس مبلغین پہلے ہندوستان میں کام کر رہے ہیں۔ اور ابھی ان مبلغین پر اکتفا نہیں کیا جا رہا۔ بلکہ ہمارا راہبر خدا کا منصور اس فوج کو پانچہزار تک بڑھانا چاہتا ہے۔

قوم میں بیداری

خدا کے منصور کو یہ فوج جلد ہی دستیاب ہو جائے گی۔ کیونکہ قوم میں بیداری ہے۔ اسکی آواز پر نوجوانانِ احمدیت لبیک کہہ رہے ہیں اور ابراہیم وقت کے اشارہ پر اپنی جانیں وقف کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس وقت تک واقفین کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ چکی ہے جس میں سے دو سو منتخب ہو کر کام پر متعین ہو چکے ہیں۔ پانچہزاری فوج کے

اخراجات ہمیں متفکر نہیں کر سکتے۔ کیونکہ عشاق محمود ایدہ اللہ الودود نے ڈیڑھ کروڑ کی جائیدادیں اس کے لئے وقف کر دی ہیں۔ اور تحریک جدید میں ہر سال بڑھ چڑھ کر قوم قربانیاں پیش کر رہی ہے اور جب تک ہمارا خدا چاہے گا۔ قوم قربانیاں کرتی چلی جاوے گی۔ ہمارے سپہ سالار نے اس رقم سے آڑے وقت کے لئے ریزرو فنڈ قائم کر لیا ہے۔

ہمارے ہتھیار

ہماری فتح یقینی ہے کیونکہ ہمارے مبلغین۔ قوم کے سر فروش مجاہد۔ ہمارے منصور کی فوج کے جانباز سپاہی غیر مسلح نہیں۔ بلکہ خدا کے فضل سے ان کے لئے اسلحہ اور بارود بھی تیار ہو چکا ہے۔ قرآن مجید کے تراجم مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ اور عنقریب شائع ہو جائیں گے۔ کیونکہ قوم اپنے مقتدا کی آواز پر اس کام کے لئے روپیہ نچھاور کر چکی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مختلف کتب کا بھی غیر زبانوں میں ترجمہ ہو رہا ہے۔ اور وہ انشاء اللہ جلد تر تیار ہو جاوے گا۔ انگریزی تفسیر قرآن کے دس پارے طبع ہو چکے ہیں۔ اور خدا سے علم پانے والے نے اور ظاہری و باطنی علوم سے پُر ہونے والے نے ہمارے لئے آسمانی دودھ کو بھی جمع کر دیا ہے تا ہم سیر ہو کر پی سکیں۔ ہمارے لئے قرآنی معارف کے دریا بہا دیئے ہیں۔ اور جلد تر اس میں اضافہ ہو گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

فتح کا جھنڈا

ہم اپنے فاتح جرنیل کی قیادت میں عنقریب فتح کا جھنڈا دشمن کی سرزمین میں گاڑ دیں گے۔ کیونکہ ہماری قوم کا ہر فرد دوش بدوش قربانی کر رہا ہے۔ ہماری عورتیں ہمارے مردوں کے پہلو بہ پہلو بڑھ رہی ہیں۔ ہمارے نوجوان ہمارے آقا کی تربیت کے مطابق اکابر کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اور ہمارے سامنے ایک ہی مقصود ہے کہ ہم نے فتح کا جھنڈا دشمن کے مقام پر کامیابی کے ساتھ گاڑنا ہے۔ ہماری ہمتیں پست نہیں۔ ہمارے حوصلے بلند ہیں۔ اور ہم اپنے محبوب راہنما کے ادنیٰ اشارے پر قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ تا ہم جلد اپنے مقصود کو پا لیں۔ اور دنیا ہمارے غلبہ اور فتح کو بیّن طور پر دیکھ لے۔

"فتح الدین" کی فوجوں کے حملہ کا آغاز

جلسہ سالانہ ۱۹۴۵ء کے عظیم الشان اجتماع میں ۲۷ دسمبر کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تقریر سے قبل حضور کا حسب ذیل تازہ کلام جناب ثاقب صاحب نے خوش الحانی سے پڑھا۔ جس سے سامعین پر وجد کا عالم طاری تھا

آغاز تو مَیں کر دُوں انجام خدا جانے

تعریف کے قابل ہیں یا رب تیرے دیوانے ۔ آباد ہوئے جن سے دنیا کے ہیں ویرانے

کب پیٹ کے دھندوں سے مسلم کو بھلا فرصت ۔ ہے دین کی کیا حالت یہ اس کی بلا جانے

جو جاننے کی باتیں تھیں ان کو بھلایا ہے ۔ جب پوچھیں سبب کیا ہے کہتے ہیں خدا جانے

سر مستی سے خالی ہے دل عشق سے عاری ہے ۔ بیکار گئے ان کے سب ساغر و پیمانے

خاموشی سی طاری ہے مجلس کی فضاؤں پر ۔ فانوس ہی اندھا ہے یا اندھے ہیں پروانے

فرزانوں نے دُنیا کے شہروں کو اُجاڑا ہے ۔ آباد کرینگے اب دیوانے یہ ویرانے

ہوتی نہ اگر روشن وہ شمعِ رُخِ انور ۔ کیوں جمع یہاں ہوتے سب دنیا کے پروانے

ہے ساعتِ سعد آئی اسلام کی جنگوں کی
آغاز تو مَیں کر دُوں انجام خُدا جانے

مصری صاحب کا "خوشحال منصور"

(جناب مبارک احمد صاحب بی اے آنرز واقفِ زندگی)

"منصور" کے متعلق اصل روایت

حدیث ابو داؤد میں ایک روایت حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجل من وراء النہر یقال لہ حارث حرّاث علی مقدمتہ رجل یقال لہ منصور یوطن او یمکن لآل محمد کما مکّنت قریش لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجب علی کل مومن نصرتہ او قال اجابتہ۔ کہ ایک شخص ماوراء النہر سے نکلے گا۔ یعنی اس کا پُرانا وطن بخارا یا سمرقند ہوگا اور وہ زمیندارہ کے ممیّز خاندان میں سے اور کھیتی کرنے والا ہوگا۔ اور اسکی جماعت کا سردار و سرگروہ ایک توفیق یافتہ شخص ہوگا جس کو منصور کے نام سے پکارا جائیگا۔ اس پیشگوئی کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی ذات پر چسپان کیا ہے اور ازالہ اوہام صفحہ ۹۵ سے لیکر صفحہ ۹۹ تک اس کو مفصل بیان فرمایا ہے اور اس تشریح کے آخر میں بیان فرمایا ہے "کہ وہ منصور (جس کا حدیث میں ذکر ہے) مجھے کشف کی حالت میں دکھایا گیا۔ اور کہا گیا کہ **خوشحال ہے خوشحال ہے**"۔

کشف کا غلط انطباق

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے پیغام صلح ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں حضرت مسیح موعودؑ کا کشف والا منصور مولوی محمد علی صاحب کو بنانے کی کوشش کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ منصور جو حضرت مسیح موعودؑ کو کشف میں دکھایا گیا اور بتایا گیا تھا کہ وہ "خوشحال ہے خوشحال ہے" مولوی محمد علی صاحب ہی ہیں۔ اور منصور کی خوشحالی کی علامت کو مولوی محمد علی صاحب پر اس طرح چسپان کیا۔ کہ مولوی صاحب مکھن کھاتے ہیں۔ مرغیاں اور انڈے استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے بھینس رکھی ہوئی ہے اور رہائش کے لئے کوٹھی بنا رکھی ہے۔

قطع نظر اسکے کہ مصری صاحب کا مکھن۔ مرغیاں اور انڈے وغیرہ کے استعمال کرنیوالے کو خوشحال کا لقب دینا درست ہے یا کہ نہیں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ خدا تعالیٰ کا حضرت مسیح موعودؑ کو کشف میں "**خوشحال ہے خوشحال ہے**"۔ فرمانا کیا ایسی معمولی سی بات کے لئے ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ لے لیا جاوے کہ وہ منصور انڈے کھانے والا ہوگا۔ مرغیوں کا استعمال کریگا۔ اور اپنے ہاں بھینس رکھے گا۔ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کا ان الفاظ کا کشف میں ذکر کرنا اور دُہرانا اپنے اندر حکمت رکھتا ہے اور یقیناً کسی خاص معنوں پر دلالت کرتا ہے کیونکہ مصری صاحب کا یہ معیار تو ہر ایک اوسط درجہ کے شخص کو منصور بنانے سے نہیں رُکے گا۔ اور اگر اس سے ایسی ہی خوشحالی مراد لی جاوے تو خدا تعالیٰ کے کلام میں ایسی عمومیت کا پایا جانا اسکی شان کو گھٹانے والا ہو جائے گا۔ اس لئے لازماً ہمیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ اس سے مراد خاص خوشحالی ہے نہ کہ مصری صاحب کی بیان کردہ خوشحالی

خوشحالی کی اصل تعریف

پس ضروری ہے کہ خوشحالی کی ایسی تعریف کی جاوے جو مستند ہو اور پھر اس کے

ماتحت دیکھا جاوے کہ مولوی محمد علی صاحب "خوشحال ہے" کے مصداق بنتے ہیں یا نہیں۔ سو اس کے لئے ہم قرآن کریم پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ (طلاق) یعنی کوئی شخص خوشحال تبھی کہلا سکتا ہے جب وہ اپنی خوشحالی کے مطابق خرچ کر کے دکھائے۔ اب اس خرچ کرنے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) یہ کہ خوشحال اپنی ذات پر فراخی سے خرچ کرے۔ (۲) خوشحال خدا تعالیٰ کی راہ میں فراخی سے خرچ کرے۔ پہلی صورت میں خدا تعالیٰ کو کسی کو خوشحال کہنے کی اس لئے ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ یہ بات فطرت کے مطابق ہے اور ہر شخص فطرۃً اپنے ذاتی مفاد پر خرچ کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اور اس میں کسی کو تحریک و تحریص کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی اور نہ ہی ذاتی مفاد پر خرچ کرنے کو کمال سمجھا جا سکتا ہے۔ اور نہ ہی یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ ایسی خوشحالی کی خدا تعالیٰ کو قبل از وقت اطلاع دینے کی ضرورت تھی۔ ہاں مگر دوسری صورت میں ایک شخص کو ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس نے دین کی راہ میں فراخی سے خرچ کر کے اپنی خوشحالی کا ثبوت دے دیا ہے اور یقیناً خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی شخص خوشحال کہلا سکتا ہے جو دین کے لئے انتہائی مالی قربانی کرنے والا ہو۔

مولوی محمد علی صاحب کی خوشحالی

الغرض اس معیار کے مطابق جب ہم مولوی محمد علی صاحب کو دیکھتے ہیں تو حقیقت آشکارا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ مصری صاحب نے لکھنے کو تو لکھ دیا کہ مولوی صاحب خوشحال ہیں۔ مگر انہیں شائد یہ بھول گیا ہے کہ انکی خوشحالی کی حقیقت آج سے تین سال قبل خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کے ایک بیان سے کھل چکی ہے۔ اسپر چونکہ تین سال کا عرصہ گذر چکا ہے اس لئے مصری صاحب شائد یہ سمجھتے ہوں کہ وہ دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو چکی ہے لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے اس لئے کہ خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کی وہ کھلی چٹھی اب بھی ہمارے سامنے ہے اور اس بات کی منتظر ہے کہ مولوی صاحب ان امور کا جواب دیں جو اس میں درج ہیں۔ اسپر تین سال کا ایک خاصہ لمبا عرصہ گذر چکا ہے لیکن مولوی صاحب ابھی تک اس کا جواب نہیں دے سکے۔ اور امید ہے آئندہ بھی مولوی صاحب ان کا جواب نہ دے سکیں گے۔ اور وہ چٹھی کبھی بھی شرمندہ جواب نہ ہو گی۔

مولوی محمد علی صاحب کا دین کی راہ میں بخل

خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کی کھلی چٹھی مطبوعہ فرقان مئی ۱۹۴۲ء ص ۳۱ جلد ۱ ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کی ماہوار آمدنی ۳۵۰ روپے ہے اور فراخی کی یہ انتہا ہے کہ مہمانداری الاؤنس مبلغ ۵۰ روپے بھی انجمن دیتی ہے اس سے تو یہ ضرور ہوا ہے کہ آپکے انڈے۔ مرغی۔ اور مچھلی میں کمی واقع نہیں ہوئی۔ مگر آپکے چندہ میں زیادتی نہ ہوئی جو کہ تین روپے سے سات رپے تک ہے۔ اور یہ چندہ حق تصنیف میں سے شرح کے لحاظ سے دیا جاتا ہے۔ وگرنہ ماہوار آمدنی میں سے موازی ہر سے کبھی زائد نہیں ہوتا۔ اگر مولوی صاحب مصری صاحب کے بیان کے مطابق خوشحال ہی تھے تو کم از کم اپنی فراخی کا اظہار کرنے کے لئے ہی مہمان نوازی خود ہی کرتے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مہمان نوازی کرنے کیلئے بھی انہیں انجمن کی طرف ہی دیکھنا پڑتا ہے۔ اور دین کی راہ میں خرچ کرتے وقت خان بہادر صاحب

کی چھٹی کے مطابق طرح طرح کے حیلے تراشے جاتے ہیں۔ اور انڈوں کو دین پر مقدم کیا جاتا ہے اور چندہ نہ دینے کی نیت سے اپنے آپ کو مقروض ظاہر کیا جاتا ہے۔ یہ کیوں؟ شائد اس لئے کہ یہ خوشحالی کی نشانی ہے۔

پس قرآن مجید کے اصول کے مطابق مولوی صاحب تبھی خوشحال ہو سکتے تھے جب وہ دین کیلئے دل کھولکر اور اپنی آمدنی سے بڑھ چڑھ کر خدا کی راہ میں خرچ کرتے۔ لیکن اس معیار پر مولوی صاحب سو فیصدی فیل نظر آتے ہیں۔

خوشحال بنانے کی تجویز

مصری صاحب خود بھی مولوی صاحب کی خوشحالی کو سمجھتے ہیں اور ان کو پتہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کے پاس نہ تو دنیا کی خوشحالی ہے اور نہ ہی دین کے لحاظ سے ہے لیکن اب اپنی بات کو قائم رکھنے کے لئے وہ غیر مبائعین کو تحریک کرتے ہیں۔ کہ میں نے مولوی صاحب کو خوشحال کہہ دیا ہے لیکن انکے پاس روپیہ نہیں اس لئے سب لوگوں کو چاہیے کہ مولوی صاحب کو روپیہ جمع کرکے دیدیں تا وہ خوشحال کہلاسکیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"ہماری روح تو اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان نشان کو پورا ہوتا دیکھ کر سجدہ میں گر جاتی ہے اور لذت و سرور سے بھر جاتی ہے۔ اہل دل اس نکتہ کو سمجھ سکتے ہیں کہ اس قسم کی خدائی پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے ایسے شخص کے قدموں پر اگر کروڑوں روپے بھی نچھاور کرنا پڑے تو اس حظ اور سعادت کا مقابلہ ہیں جو ان پیشگوئیوں کو پورا کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ روپیہ کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا" اس سے ظاہر ہے کہ مصری صاحب سمجھتے ہیں کہ ایک غریب کو کروڑپتی کہنا مذاق بن جاتا ہے لیکن وہ قوم سے اپیل کرتے ہیں کہ انکے کہنے کے بعد اب قوم انکو (مولوی صاحب کو) رقم دیکر انکی بات کو پورا کرسکتی ہے۔ لیکن مصری صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ خوشحالی کو زبردستی کھینچ تان کر کسی پر وارد نہیں کیا جاسکتا وہ خدا کی دین ہے اور اسی کی طرف سے ملتی ہے۔ اگر اب بھی مصری صاحب اپنی بات پر مصر ہوں اور ان کا دل مولوی صاحب کی خوشحالی کا نعرہ ہی لگا رہا ہو تو پھر انہیں تسلیم کرنا ہوگا کہ جناب مولوی صاحب دین کی محبت سے عاری ہیں۔ انہیں دین کی نسبت انڈے زیادہ پیارے ہیں اور انہیں اسلام کی اشاعت اور خدمت سے دور کا واسطہ بھی نہیں تبھی تو انکے چندوں کا خانہ خالی ہے۔ اور وہ زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ "خوشحال منصور" جو بھی ہوگا۔ خود دین کی فکر کرے گا۔ انہیں کیا ضرورت ہے کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ ایک شخص خوشحال اور دین کی محبت میں سرشار ہو اور وہ دین کی اشاعت میں پانی کی طرح روپیہ خرچ نہ کرے۔ الغرض مصری صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کو اس طرح خوشحال کہہ کر انہیں ایسے مقام پر کھڑا کر دیا ہے جو قابل تضحیک بنجاتا ہے۔

اصل خوشحال کون ہے

اب میں بتاتا ہوں کہ وہ "خوشحال منصور" جس کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے وہ کون ہے اور کس طرح وہ معیار قرآنی پر پورا اترتا ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ وہ خوشحال حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا وجود با برکت ہے۔ آپ ہی کی ذات بابرکات ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے دعا کی کہ ع

لخت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا　　دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا

اور جس کے متعلق خدا تعالےٰ نے بشارت دی۔

"اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔"

الغرض یہ ہے وہ منصور جسکو انجمن سے تنخواہ کی ضرورت نہیں۔ یہ ہے وہ منصور جسکو مہمان نوازی الاؤنس کے لئے انجمن کی طرف نہیں دیکھنا پڑتا۔ یہ ہے وہ منصور جس نے انجمن کی مالی حالت کو سُدھارا اسوقت جبکہ مولوی محمد علی صاحب سب خزانہ لیکر لاہور چلے گئے اور بیت المال میں صرف چند آنوں کے پیسے بچے اور یہ ہے وہ منصور جس نے لوگوں کو خدا کی راہ میں دل کھولکر خرچ کرنیکی تحریک کی۔ اور پھر اپنا قابلِ تقلید اور قابلِ رشک نمونہ ہمارے سامنے پیش کیا۔ خدا تعالیٰ نے آپکو اتنی خوشحالی دی کہ حق تصنیف قرآن کریم خود حاصل کرنیکی بجائے انجمن کو دیدیا۔ نہ صرف یہ بلکہ آپنے اس کے لئے ایک مستقل رقم صدقہ جاریہ کے طور پر دی اور پھر آپنے جو بھی تحریک کی اس میں سب سے پہلے خود حصہ لیا۔ اور خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعت کے تمام افراد سے بڑھ کر حصہ لیا۔ اور کوئی شخص ایسا نہیں جو یہ کہہ سکے کہ اس نے فلاں کام میں آپسے خدا کی راہ میں زیادہ خرچ کیا۔ یہ ہے وہ خوشحال منصور جسکی اطلاع خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے اسکے ظہور پذیر ہونے سے قبل ہی دی تھی۔ اس کا وجود با برکت اس کشف کی تعبیر ہے جو آجسے کئی سال قبل حضرت مسیح موعودؑ کو دکھایا گیا۔ اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ خوشحال منصور سب سے سبقت لے جائیگا دینی معاملات میں۔ وہ سب سے زیادہ قربانیاں کرنیوالا ہوگا۔ اسلام کی اشاعت کے لئے اور اسکی خوشحالی اسلام کی ترقی کا باعث بنے گی۔

کاش مصری صاحب نے ذرا سے تدبر سے کام لیا ہوتا۔ اور لوگوں کو مغالطہ میں نہ ڈالتے۔ اور کاش مصری صاحب خدا ترسی سے کام لیتے ہوئے اور تعصب کی عینک کو اتار کر اس موعود خوشحال منصور کو پہچاننے کی کوشش کرتے کیونکہ اسکے نفس نے خوشحال منصور کے ظہور کے وقت انکو حضرت مسیح موعودؑ کے کشف کی طرف توجہ دلائی ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ جو موعود خوشحال کو وقت پر پہچاننے میں کامیاب ہوگئے۔ اور بد قسمت ہیں وہ جنہوں نے بروقت اس کو نہ پہچانا۔

دین کی راہ میں انتہائی قربانی کرنے والا شخص

مصری صاحب! آئیے۔ آپکو بتادیں کہ اس خوشحال منصور کی خوشحالی کا راز کن باتوں میں مضمر ہے۔ اور اسکی خوشحالی کا کیا ثبوت ہے۔ اور قرآنی اصول کے مطابق دین کیلئے کس طرح ہر قربانی کرنیکے لئے وہ تیار رہتا ہے۔ جب ہم اس خوشحال کے وجود کو دیکھتے ہیں تو باوجود اسکے کہ "الوصیت" کے مطابق اسکے لئے چندہ وصیت ادا کرنا لازمی نہیں مگر وہ سینکڑوں روپیہ چندہ عام دیتا ہے۔ جلسہ سالانہ کی مد میں آپکا چندہ ایکہزار روپیہ آتا ہے۔ وظائف مدرسہ احمدیہ و جامعہ احمدیہ کیلئے آٹھ سال تک بارہ سو روپیہ سالانہ عنایت فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔ قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں ترجمہ کرانے کیلئے آپنے چھ ہزار روپیہ دیا ہے۔ تفسیر کبیر میں مستقل فنڈ کیلئے دس ہزار روپیہ کی رقم دی (یہ واضح رہے کہ تفسیر کبیر کی آمد وغیرہ انجمن میں جاتی ہے۔ حضور نے اس میں سے کبھی بھی ایک پیسہ تک نہیں لیا۔ بلکہ تفسیر کبیر کی جلد بھی قیمتاً خریدی) منارۃ المسیح ہال کی تعمیر کیلئے دسہزار روپیہ دیا۔ اسکے علاوہ اسلام کی اشاعت کی غرض سے جو جائیداد خریدی جارہی ہے۔ اس میں بھی آپنے لگاتار گیارہ سال تک حصہ لیا۔ اور اب کی دفعہ بھی دس ہزار دو روپے عنایت فرمائے۔ اسکے علاوہ اور بھی مدات ہیں جن میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نہ صرف فراخدلی سے بلکہ تمام احباب جماعت سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں مثلاً غرباء کیلئے ہر سال غلہ فنڈ ہیں اور دوسرے محتاجوں اور ضرورتمندوں کی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں؟ مصری صاحب! کیا آپ بھی اپنے منصور کی خوشحالی کی ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں؟ اگر کر سکتے ہوں تو آئیں میدان میں اور اس کا ثبوت پیش کریں۔ اور اگر آپ ایسا کرنے سے اپنے آپکو معذور پاویں تو آپکا اخلاقی فرض ہوگا کہ خواہ مخواہ حضرت مسیح موعودؑ کے کشف کو ایک عام شخص پر چسپاں کر کے حضور کے کشف سے استہزا نہ کریں کیونکہ وہ خدا جس نے

عقلمندوں کا کام نہیں +

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کی پیشکردہ موضوع روایت کی حقیقت

(از قلم ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی۔پلیڈر گجرات)

"مکرم ملک عبدالرحمن صاحب خادم کا یہ مضمون "الفضل" مورخہ ۲۷و ۳۰ نومبر ۱۹۴۵ء میں شائع ہو چکا ہے جس کا جواب شیخ عبدالرحمن صاحب کی طرف سے پیغام صلح میں دو اقساط میں دیا گیا ہے لیکن شیخ صاحب اس مضمون کی تردید میں ناکام رہے ہیں اب ہم غیر مبائع بھائیوں کے لئے اسے پھر فرقان میں شائع کر رہے ہیں تا پیغام کے قارئین کرام شیخصاحب کے جواب کو اصل مضمون کے ساتھ ملا کر انکی سراسیمگی ملاحظہ کریں۔" "ادارہ"

تحریفوں کا پلندہ

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے ایک طویل مضمون اخبار "پیغام صلح" میں بعنوان مولوی محمد علی صاحب کا مقام احادیث خیر الانام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور ارشادات کی روشنی میں ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کے پرچہ سے شروع کر رکھا ہے۔ مضمون کیا ہے۔ سراسر بے معنی مضحکہ خیز اور بیہودہ تاویلات کا مجموعہ اور خیانتوں اور تحریفوں کا پلندہ۔ مصری صاحب نے مضمون کی پہلی قسط کو تین مزعومہ "احادیث نبوی" سے مزین کر کے ان سے اپنے باطل خیالات کی تائید نکالنی چاہی ہے۔ انہوں نے پہلی قابل اعتراض حرکت تو یہ کی ہے کہ تینوں محولہ حدیثوں میں سے کسی ایک کے بھی اصل الفاظ نقل نہیں کئے۔ بلکہ حجج الکرامہ کے ص ۴۴۲ و ص ۴۴۳ کا حوالہ دے کر پھر حجج الکرامہ کی فارسی عبارت بھی نقل نہیں کی۔ بلکہ ان کا مفہوم اپنے الفاظ میں درج کر کے اپنی تاویلات رکیکہ کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ گویا مصری صاحب کو اتنی جرأت بھی نہیں ہوئی کہ حجج الکرامہ کے ہی اصل الفاظ نقل کر دیتے۔

اصل عبارت کیوں نقل نہیں کی؟

مصری صاحب کا اصل عبارت نقل نہ کرنا قلت گنجائش کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ ان کا یہ مضمون غیر معقول طور پر بے حد طول طویل ہے اور پیغام صلح کی کئی اشاعتوں پر مشتمل یہاں تک کہ اس ناقابل برداشت اطناب کا شکوہ ہم نے بعض سرکردہ اہل پیغام کی زبانی بھی سنا ہے۔ علاوہ ازیں یہ امر بھی مدنظر رکھنے کے لائق ہے کہ یہی تین احادیث مصری صاحب کے سارے مضمون کے لئے بنیادی پتھر کے طور پر ہیں۔ اور انہی کی تاویل اور تحریف میں انہوں نے پیغام صلح کے کالم کے کالم سیاہ کر ڈالے ہیں پھر یہ کیونکر ممکن تھا۔ کہ اگر حجج الکرامہ کی عبارت اپنی اصل شکل میں ان کے مفید مطلب ہوتی تو وہ اسے نقل نہ کرتے خصوصاً جبکہ اس مضمون میں انہوں نے بعض نہایت طول طویل عبارتیں نقل بھی کی ہیں۔ پس یہ حقیقت ہے کہ اس مضمون میں حدیث کی اصل عبارت دیدہ دانستہ نقل نہیں کی گئی۔ اور اپنے ادعا کے لئے مضر سمجھ کر نقل نہیں کی گئی۔

انتہائی چالاکی مصری صاحب نے سوچا کہ اگر میں نے حجج الکرامہ کی اصل عبارت نقل کر دی تو اس کے پیش نظر جو غلط استنباط میں اس سے کرنا چاہتا ہوں وہ نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے انہوں نے بجائے حجج الکرامہ کی عبارت یا اس کا ترجمہ درج کرنے کے نہایت چالاکی سے یہ لکھ دیا کہ "دوسری اور تیسری حدیث کا مضمون یہ ہے۔" اور یہ کہہ کر حجج الکرامہ کی عبارت کا ایک خود ساختہ اور گمراہ کُن مفید مطلب خلاصہ درج کر کے اپنی تاویلات کی عمارت اس پر استوار کرنی شروع کر دی۔ کیا یہ امر حد درجہ تعجب خیز نہیں ہے کہ مصری صاحب کے مضمون کا عنوان تو یہ ہے کہ "مولوی محمد علی صاحب کا مقام احادیث خیر الانام کی روشنی میں" مگر سارے مضمون میں انہوں نے ایک حدیث بھی اپنے اصل الفاظ میں پیش نہیں کی۔

اس مضمون کے سلسلہ میں مصری صاحب کی خیانتوں اور تحریفوں کو قبل ازیں جناب مولوی نور الحق صاحب مولوی فاضل اور جناب مولوی ظفر محمد صاحب مولوی فاضل اپنے مضامین میں بے نقاب کر چکے ہیں۔ بلکہ بار بار انعامی چیلنج بھی دے چکے ہیں۔ لہذا جو کچھ اس ضمن میں کہا جا چکا ہے اسکے تکرار کی ضرورت نہیں بلکہ اس مضمون میں صرف مصری صاحب کی پیشکردہ دوسری حدیث پر بحث کرنا مقصود ہے۔

دوسری اور تیسری حدیث کا مضمون مصری صاحب نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

"مہدی اپنی طبعی موت سے فوت ہو گا۔ لوگ فتنہ میں پڑ جائینگے۔ اسکے بعد لوگ اسکے اہل بیت میں سے ایک آدمی کو اپنا والی بنائینگے۔ اس میں خیر اور شر دونوں ہونگے۔ لیکن اس کا شر خیر سے زیادہ ہو گا۔ وہ لوگوں پر خشمگین رہے گا۔ بعد اسکے کہ لوگ ایک جماعت کی شکل میں ہونگے وہ انہیں افتراق کی طرف لے جائیگا اسکے خلاف ایک شخص خروج کرے گا۔ جس کا لقب منصور ہو گا۔ اور وہ پہلے خلیفہ کی سیرت پر ہو گا۔" (پیغام صلح ۱۹ ستمبر ۴۶ء کالم ۴)

یہ ہے اصل عبارت مصری صاحب کی جس پر ان کے سارے مضمون کی بنیاد ہے۔ اس میں سے جلی حصہ تو حجج الکرامہ کی کسی مندرجہ حدیث کا نہیں ہے بلکہ مصری صاحب کی خیانت کا نتیجہ ہے۔ اور اسکے متعلق مولوی نور الحق صاحب اور مولوی ظفر محمد صاحب کا ناقابلِ تردید چیلنج مصری صاحب کو خاموش کرنے کے لئے کافی ہے لیکن اس عبارت کا باقی حصہ جو مصری صاحب کے نزدیک "دوسری حدیث" کا مضمون ہے۔ اس میں بھی انہوں نے افسوسناک خیانتوں سے کام لیا ہے۔

حجج الکرامہ کی اصل عبارت مصری صاحب کی خیانت ثابت کرنے کے لئے حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۲ کی اصل عبارت درج ذیل کی جاتی ہے:۔

"و از کعب مروی است کہ مہدی بمیرد۔ و مردم بعد از وے مردے را از اہل بیت او والی کنند در وے خیر و شر

ہردو ہلاک شود وشر او بیشتر از خیر او ست خشم گیرد۔ بر مردم و بخواند ایشاں را بسوئے فرقت بعد جماعت بقاء او قلیل است بجوشد بوے مردے از اہل بیت او و بکشد او را۔ اخرجہ نعیم بن حماد۔"

یعنی کعب سے مروی ہے کہ مہدی فوت ہو جائے گا اور لوگ اس کے مرنے کے بعد اسکے اہلبیت میں سے ایک شخص کو والی بنائینگے۔ اس میں خیر اور شر دونوں ہونگے اور اس کا شر اس کے خیر سے زیادہ ہو گا۔ وہ لوگوں پر غضبناک ہو گا اور جماعت کے بعد وہ جدائی کی طرف لوگوں کو بلائے گا۔ وہ تھوڑا عرصہ زندہ رہیگا اور اس کے اہلبیت میں سے ہی ایک شخص اس کے مقابل پر کھڑا ہو گا۔ اور اسے قتل کر دے گا۔ یہ روایت نعیم بن حماد نے درج کی ہے۔

اب حجج الکرامہ کی اصل عبارت کا مصری صاحب کی درج کردہ عبارت کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے اس عبارت کے درج کرنے میں سب سے بڑی خیانت یہ کی ہے۔ کہ حجج الکرامہ کی عبارت کے الفاظ "بقاء او قلیل است بجوشد بوے مردے از اہلبیت او و بکشد او را" کو حذف کر دیا ہے۔ کیونکہ یہ ان کے غلط استدلال کے سارے تار و پود کو بکھیرنے والے تھے۔

اگر مصری صاحب یہ الفاظ بھی اپنے مضمون میں درج کر دیتے تو بیوقوف سے بیوقوف پیغامی بھی پکار اٹھتا۔ کہ مصری صاحب کی پیشکردہ جعلی روایت کا اطلاق سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ پر نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ خلیفہ ہونے کے بعد تھوڑا عرصہ زندہ نہیں رہے۔ بلکہ اس جعلی روائت کے بالکل برعکس اللہ تعالیٰ نے حضور کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ ماموریت کے برابر عرصہ عطا فرمایا۔

کیا یہی طریق تحقیق ہے؟

مصری صاحب کے سارے استدلال کی بنیاد حدیث پر ہے لیکن انہوں نے سارے مضمون میں حدیث کے عربی الفاظ نقل نہیں کئے۔ بلکہ ایک ایسی کتاب کا حوالہ دیا۔ جو اصل حدیث کی کتاب نہیں۔ اور نہ اس میں محولہ حدیث کے اصل عربی الفاظ درج ہیں بلکہ مصنف حجج الکرامہ نے کسی اور حدیث کی کتاب کا حوالہ دیکر اصل روایت کا مطلب فارسی زبان میں بیان کیا ہے۔ پھر مصری صاحب حجج الکرامہ کی فارسی عبارت بھی نقل نہیں کرتے۔ بلکہ اس کا بھی خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ اور اس خلاصہ میں بھی جو الفاظ انکے مقصود باطل کے خلاف تھے ان کو حذف کر دیتے ہیں۔

"کوشش کروں گا"

جب مصری صاحب سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ آپ اصل حدیث مع اسناد پیش کریں تو عجب شان بے نیازی سے فرماتے ہیں "اصل بات یہ ہے کہ حدیث موجود ہے۔ یہ لوگ محض مغالطہ دہی کیلئے ایک غیر معقول بہانے کی پناہ لے رہے ہیں۔ اگر یہ اعلان کر دینگے کہ انہیں اصل کتابوں میں حوالہ نہیں ملتا۔ تو انشاء اللہ میں وہ بھی نکال کر دکھانے کی کوشش کرونگا۔" (پیغام صلح ۲ر اکتوبر)

یہ "کوشش کرونگا" کے الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں۔ اگر ان کو اس فقرہ کے ابتدائی الفاظ کہ "اصل بات یہ ہے کہ حدیث موجود ہے" کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔ تو مصری صاحب کا احساس بے مائیگی بالکل نمایاں ہو جاتا ہے بھلا اگر "حدیث موجود ہے" تو پھر آپ یہ کیوں فرماتے ہیں کہ "دکھانے کی کوشش کرونگا"۔ یہ کیوں ارشاد نہیں ہوتا کہ دکھادونگا۔ لیکن دراصل ایسی کوئی حدیث ہے ہی نہیں جس کو مصری صاحب "تیسری حدیث" کہتے ہیں۔ اس لئے مصری صاحب اسے دکھانے کا حتمی وعدہ نہیں کرتے۔ بلکہ "کوشش کرنے کا" کہتے ہیں کیا مصری صاحب کا یہی "طریق تحقیق ہے" جس پر انہیں ناز ہے؟ ؎

گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلّا　　　　کارِ طفلاں تمام خواہد شد

مغالطہ دہی کا اُلٹا الزام

ان حالات میں مصری صاحب کو ہم پر "مغالطہ دہی" کا الزام لگاتے ہوئے شرم آنی چاہیئے تھی کیونکہ اس قول کے حدیث نبوی ہونے کے مدعی وہ تھے۔ اور بار ثبوت بھی بہر حال ان پر تھا پس جب تک وہ اصل حدیث اصل کتاب میں مع اسناد نہ دکھا دیتے۔ اس وقت تک ہم سے کسی جواب کی انہیں توقع نہیں رکھنی چاہیئے تھی۔ مگر ہم نے جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانے کے لئے اصل حدیث کا مطالبہ کیا۔ جس سے وہ اب تک عہدہ برآ نہیں ہو سکے اور نہ قیامت تک عہدہ برآ ہو سکیں گے۔

مصری صاحب کی پیشکردہ "دوسری حدیث"

اب ہم مصری صاحب کی پیشکردہ اس روایت کو لیتے ہیں جس میں مہدی کے بعد اسکے اہلبیت میں سے ایک والی کا ذکر ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے حجج الکرامہ میں نواب صدیق حسن خان صاحب نے یہ روایت نعیم بن حماد کے حوالہ سے درج کی ہے۔ مگر نہ نعیم بن حماد کی اصل روایت نقل کی ہے اور نہ اس کا سلسلہ اسناد ہی درج کیا ہے اور نہ اسے "حدیث نبوی" ہی قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں انکی درج کردہ عبارت سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ روایت امام مہدی کے متعلق ہے کیونکہ روایت کے الفاظ میں صرف "مہدی" کا لفظ ہے۔ "امام مہدی" کا لفظ نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ محض مہدی کے نام والے کئی معروف اشخاص گذر چکے ہیں۔ اور جب تک اصل روایت مع اسناد سامنے نہ ہو۔ اس کو حدیث خیرالانام قرار دینے کی جرأت مصری صاحب جیسے "اہل علم" ہی کو ہو سکتی ہے۔ پس قبل اسکے کہ ہم اس روایت کا جعلی اور وضعی ہونا ثابت کریں۔ مصری صاحب سے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ وہ اس روایت کو "حدیث خیرالانام" ثابت کریں۔ اور اس روایت کے اصل عربی الفاظ مع اسکی سند کے نقل کریں۔ لیکن اگر مصری صاحب اس مطالبہ سے عہدہ برآ نہ ہوں تو ان کے حاشیہ نشینوں کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ من کذب علیّ متعمداً فلیتبوّأ مقعدہ من النار کے وعید کے مصداق بن چکے ہیں۔

مضحکہ خیز دلیل

مصری صاحب کو جب ہمارے مطالبہ سے عہدہ برآ ہو سکنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو

انہوں نے بجائے اسکے کہ اپنی خیانتوں کے الم نشرح ہوجانے پر نادم ہوتے۔ اُلٹا جماعت احمدیہ کو کوسنا شروع کردیا حتیٰ کہ لکھا کہ اگر یہ احادیث موجود ہی نہیں تو پھر نواب صدیق حسن خان صاحب مؤلف حجج الکرامہ کو عالم الغیب تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ انہوں نے اتنے سال قبل اتنے عظیم الشان غیب پر مشتمل ایسی بات لکھ دی جس نے وقوع میں آکر اپنا سچا ہونا ثابت کردیا ہے“ (پیغام صلح ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء)

اس عبارت میں مصری صاحب نے اس روایت کے غیر جعلی ہونے کے ثبوت میں صرف ایک ہی دلیل دی ہے اور وہ یہ کہ جو کچھ اس روایت میں لکھا ہے وہ چونکہ پورا ہوچکا ہے اس لئے یہ روایت سچی ہے ورنہ نواب صدیق حسن خان صاحب کو عالم الغیب ماننا پڑتا ہے لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ روایت جماعت احمدیہ کے حالات پر عرض کرنے کی صورت میں صریح طور پر جھوٹی ثابت ہوتی ہے تو مصری صاحب کی ساری دلیل باطل ہو جاتی ہے۔

مصری صاحب کے اس ادعائے باطل کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کہ جو کچھ اس روایت میں لکھا ہے وہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے وجود میں پورا ہو چکا ہے۔ ذرا حجج الکرامہ کی مندرجہ بالا اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں مندرجہ ذیل امور کا ذکر ہے:۔

(۱) مہدیؑ کی وفات پر جو شخص والی بنایا جائے گا۔ وہ مہدیؑ کے اہلبیت میں سے ہوگا۔

(۲) بقائے او قلیل است یعنی وہ والی بہت تھوڑا عرصہ زندہ رہے گا۔

(۳) اس کے بالمقابل کھڑا ہونے والے اس کے اپنے اہلبیت ہی ہونگے اور وہ انکے ہی ذریعہ قتل ہوگا۔

(۴) اس کا شر اس کے خیر سے زیادہ ہوگا۔ (۵) وہ لوگوں پر خشمگین رہے گا (۶) اسکے ذریعہ تفرقہ پیدا ہوگا۔

پہلی علامت یہ وہ چھ علامات ہیں جو اس روایت میں بیان کی گئی ہیں لیکن ظاہر ہے کہ ان میں سے ایک علامت بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد پیش آنے والے واقعات پر چسپاں نہیں ہوسکتی کیونکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جو خلیفہ ہوا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہلبیت میں سے نہ تھا یعنی حضرت خلیفۃ المسیح اوّل حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان بیت میں سے نہ تھے لیکن اسکے برعکس روایت متنازعہ میں یہ لکھا ہے کہ ”مہدی بمیرد و مردم بعد از وے مردے را از اہل بیت او والی کنند“ کہ مہدی فوت ہوگا تو لوگ اس کے اہلبیت میں سے ایک شخص کو والی بنائینگے۔ اگر یہ روایت سچی اور درحقیقت جماعت احمدیہ کے متعلق ہوتی تو اس میں یہ درج ہونا چاہیئے تھا کہ مہدی کی وفات کے بعد ایک ایسا شخص خلیفہ بنایا جائے گا جو مہدی کے اہل بیت میں سے نہیں ہوگا۔ لیکن اسکے برعکس اس روایت میں مہدی کے بعد ہونے والے والی کو اہلبیت مہدی میں سے قرار دیا گیا ہے جو سراسر غلط اور خلاف واقعہ

ہے۔ظاہر ہے کہ جس قدر علامات اس روایت میں بیان کی گئی ہیں وہ سب کی سب مہدی کے "خلیفہ اوّل" کی ہیں۔مگر ان میں سے کوئی علامت حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ میں پائی نہیں جاتی۔پس جہاں تک واقعات کا تعلق ہے یہ روایت جھوٹی اور جعلی ثابت ہوتی ہے۔

دوسری علامت دوسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس والی کا زمانہ خلافت بہت تھوڑا ہوگا۔یہ وہ علامت ہے جو موجودہ نزاع میں فیصلہ کن ہے لیکن مصری صاحب نے اسے ازراہ خیانت حذف کر دیا ہے۔روایت کے الفاظ یہ ہیں۔"بقائے او قلیل است"

مصری صاحب نے ان الفاظ کو کیوں حذف کیا؟ اسی لئے کہ ان کو بھی اس امر کا احساس تھا کہ ان الفاظ کی وہ کوئی تاویل نہیں کر سکتے اور ان کا اطلاق سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتا۔کیونکہ حضور مارچ ۱۹۱۴ء میں خلیفہ ہوئے اور اب نومبر ۱۹۴۵ء تک گویا ۳۲ سال سے مسند خلافت پر متمکن ہیں۔اور یہ زمانہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانۂ ماموریت کے برابر ہے بلکہ اگر براہین احمدیہ کی اشاعت سے شمار کیا جائے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ۲۸ سال ہوتا ہے۔بہر حال سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ۳۲ سالہ زمانۂ خلافت کو کوئی شخص "بقاء قلیل" نہیں کہہ سکتا۔اور اگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے مشرف بالہام الٰہی ہونے کا زمانہ لیا جائے تو حضور کے الہام اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (۱۹۰۶ء) سے شمار کر کے قریب ۴۰ سال کا زمانہ ہوتا ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ ماموریت سے بھی زیادہ ہے۔اللہ تعالیٰ حضور کی عمر میں برکت دے اور حضور کا سایہ ہمارے سروں پر تا دیر سلامت رکھے آمین۔پس اس روایت کی یہ اندرونی شہادت فیصلہ کن ہے۔اور صاف طور پر ثابت کر رہی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اس روایت کے قطعاً مصداق نہیں۔

تیسری علامت تیسری علامت اس روایت میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا اپنا خاندان ہی اس کا مخالف ہوگا۔اور انہی میں سے کسی کے ہاتھ سے وہ قتل ہوگا۔ظاہر ہے۔کہ یہ علامت بھی یہاں موجود نہیں بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی مخالفت کرنے والے معاندین میں سے کوئی ایک بھی خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے نہیں۔بلکہ خاندان نبوت کے جملہ افراد و متعلقین حضور کے حقیقی جان نثار ہیں حتیٰ کہ اس خاندان میں سے جو چند افراد خلافت ثانیہ سے قبل احمدیت سے باہر تھے حضور کے زمانہ "خلافت" میں وہ بھی حضور کے حلقۂ غلامی میں داخل ہو گئے۔مثلاً حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم و مغفور مرزا گل محمد صاحب مرحوم وغیرہ۔علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو "عبد القادر"

قرار دیا ہے۔ اس لئے مصری جیسے معاندوں کا باقی خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز
اندریں حالات مصری صاحب کا اس روایت کے متعلق یہ لکھنا کہ "بہ حرف بحرف" پوری ہو چکی ہے صریح غلط بیانی نہیں تو اور کیا ہے؟

چوتھی علامت چوتھی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا شر اس کے خیر سے زیادہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ علامت بھی سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز میں پائی نہیں جاتی۔ کیونکہ حضور کا مقدس وجود ہر ایک شر سے پاک ہے۔ یہ مَیں نہیں کہتا بلکہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السّماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

پھر خود حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں:۔

"لخت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا ۔ دے اس کو عمر و دولت کر دُور ہر اندھیرا
دن ہوں مُرادوں والے پُر نور ہو سویرا ۔ یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

پھر فرماتے ہیں:۔

"یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیّدہ ہے ۔ یہی ہیں پنجتن جن پر بناء ہے
میری اولاد سب تیری عطا ہے ۔ ہر اک تیری بشارت سے ہُوا ہے"

فرماتے ہیں۔ ان اللہ لا یبشر الانبیاء والاولیاء الا اذا قدّر تولید الصالحین۔ کہ خدا تعالےٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کو صرف اسی اولاد کی بشارت دیا کرتا ہے جس کا صالح اور نیک ہونا مقدر ہو۔ (آئینہ کمالات اسلام ۵۷۸ حاشیہ) پس وحی الٰہی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور واقعات کی گواہی اور اس کے ساتھ ہم اپنے مشاہدہ کے خلاف مصری جیسے تیرہ باطن اور بد دیانت دشمن کی بات کو کیونکر وقعت دے سکتے ہیں۔

پانچویں علامت پانچویں علامت یہ ہے کہ "وہ لوگوں پر خشمگین رہے گا" یہ علامت بھی سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز میں پائی نہیں جاتی۔ تو اللہ تعالیٰ کی شہادت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تائید میں موجود ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ "وہ دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) علاوہ ازیں ہم اپنے مشاہدہ اور تجربہ کے رو سے علی وجہ البصیرت شہادت دیتے ہیں کہ حضور کا سلوک اپنے خدام کے ساتھ ابتداء ہی سے بے حد رحیمانہ و مشفقانہ ہے بلکہ

حضور کی محبت اور شفقت اپنے خدام سے ماں اور باپ کی محبت و شفقت سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ اس کے بالمقابل مصری صاحب کا خود اپنا یا منشریوں جیسے دوسرے فتنہ پرداز منافقوں یا ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ "بائیکاٹ" کو بطور مثال پیش کرنا بے معنی ہے کیونکہ اول تو یہ الزام بجائے خود قابل تحقیق ہے۔ دوسرے اگر فتنہ پردازوں کی سرکوبی کا نام "خشمگین ہونا" رکھا جا سکتا ہے۔ تو پھر قرآن مجید کی بیان فرمودہ علامت محمد رسول اللہ والذین معہٗ اشداء علی الکفار کے لحاظ سے تو نعوذ باللہ خود نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام صحابہ کرامؓ پر بھی "خشمگین" ہونے کا الزام آئے گا۔ نیز خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثلاثۃ الذین خلفوا کے ساتھ مقاطعہ کرنا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بعض فتنہ پرداز احمدی کہلانے والے اصحاب کو قادیان سے نکالنا بھی گویا مصری صاحب کے نزدیک قابل اعتراض ہوگا۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مندرجہ ذیل ارشاد مدنظر رکھنا ضروری ہے:۔

"میں نے چند ایسے آدمیوں کی شکایت سُنی تھی کہ وہ پنجوقت نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ اور بعض ایسے تھے کہ انکی مجلسوں میں ٹھٹھے اور ہنسی اور حقہ نوشی اور فضول گوئی کا شغل رہتا تھا۔ اور بعض کی نسبت شک کیا گیا تھا کہ وہ پرہیزگاری کے پاک اصول پر قائم نہیں ہیں اس لئے میں نے بلا توقف ان سب کو یہاں سے نکال دیا ہے کہ تا دوسروں کے ٹھوکر کھانے کا موجب نہ ہوں۔ اگرچہ شرعی طور پر ان پر کچھ ثابت نہ ہوا۔ لیکن انکا روائی کے لئے اسی قدر کافی تھا کہ شکی طور پر ان کی نسبت شکایت ہوئی...... اصل بات یہ ہے کہ ایک کھیت جو محنت سے تیار کیا جاتا اور پکایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ خراب بوٹیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں جو کاٹنے اور جلانے کے لائق ہوتی ہیں۔ ایسا ہی قانونِ قدرت چلا آیا ہے۔ جس سے ہماری جماعت باہر نہیں ہو سکتی۔"

(اشتہار ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۴۲)

قرآن مجید کی شہادت اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظًا غلیظ القلب لانفضوا من حولک (آل عمران رکوع ۱۷) کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں پر مہربان ہے۔ ورنہ اگر تو سخت دل اور تند مزاج ہوتا۔ تو تمام مومن تیرے ارد گرد سے بھاگ جاتے۔ اس ارشاد خداوندی سے ثابت ہوا کہ مومنوں پر خشمگین ہونے والے انسان کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس "آتش بجان" کے قریب کوئی بھی ٹھہرنے نہیں پاتا۔ مگر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے وجود اقدس کی مقناطیسی کشش تو اکناف عالم سے اہل ایمان کو کھینچ کھینچ کر دارالامان لارہی ہے اور ابراہیمی طیور اس ابن ابراہیمؑ کے چاروں طرف جمع ہوتے جارہے ہیں۔ چنانچہ حضور کے زمانہ خلافت میں قادیان کی حیرت انگیز ترقی اس پر شاہد ناطق ہے۔ پس قرآن مجید کی مندرجہ بالا شہادت مصری صاحب کے بیہودہ اعتراض

کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک رہی ہے۔ اندریں حالات کوئی ازلی اندھا ہی ہو سکتا ہے جو یہ کہے کہ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اپنے خدام پر خشمگین رہا کرتے ہیں۔

چھٹی علامت روایت متنازعہ کے مصداق کی چھٹی علامت یہ ہے کہ وہ تفرقہ کا موجب ہو گا۔ سو یہ علامت بھی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز میں پائی نہیں جاتی۔ کیونکہ تفرقہ حضور کے کسی فعل سے نہیں ہوا بلکہ مولوی محمد علی صاحب کے ایک "ضروری اعلان" سے شروع ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی پوزیشن تو یہ تھی کہ سلسلۂ خلافت بدستور جاری رہے یعنی جس طریق پر جماعت کا پہلے عمل تھا۔ اسی پر آیندہ بھی عمل رہے۔ یہاں تک کہ حضور تو مولوی محمد علی صاحب کے ہاتھ پر بھی بیعت کرنے کے لئے تیار تھے۔ لیکن اسکے بالمقابل مولوی محمد علی صاحب کا خیال یہ تھا کہ جماعت کے سابقہ طریق کار سے علیحدگی اختیار کر کے سلسلۂ خلافت کو منقطع کر دیا جائے چنانچہ جماعت کے "اکثر حصہ" سے علیحدگی اختیار کر کے مولوی محمد علی صاحب نے لاہور جا کر ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا لی۔ اندریں حالات کون انصاف پسند انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ اختلاف کی ذمہ واری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر ہے؟

مصادرہ علی المطلوب مصری صاحب اپنے اس دعوٰی کی تائید میں کہ تفرقہ کی ذمہ واری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پر ہے۔ دلیل یہ دیتے ہیں:-

"اب اگر جناب میاں صاحب قسمیں کھا کھا کر بھی کہیں کہ اس فتنہ میں ان کا دخل نہیں جماعت میں افتراق پیدا کرنے میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ فیصلہ نبوی کے سامنے انکی قسموں کی اب کوئی حقیقت نہیں ہو سکتی۔ فیصلہ نبوی کیا ہے۔ خدا کا بنایا ہوا فیصلہ ہے۔ جس کا اعلان دنیا میں ایک امر کے وقوع سے ۱۳۰۰ برس قبل کیا جا چکا ہے میں سمجھتا ہوں کہ خدا اور رسول کے فیصلہ کے بعد اب جماعت احمدیہ میں یہ امر فیصلہ شدہ قرار پانا چاہیئے کہ جماعت میں تفرقہ ڈلوانے کی ذمہ واری جناب میاں صاحب پر ہے نہ کہ حضرت مولوی صاحب پر" (پیغام صلح ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء)

گویا مصری صاحب کے نزدیک اب اس بحث میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں کہ فی الواقعہ افتراق کی ذمہ واری کس پر ہے؟ کیوں؟ اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "فیصلہ" دے دیا ہے۔ لیکن جب مصری صاحب سے یہ پوچھا جاتا ہے۔ کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ جس روایت کا آپ حوالہ دے رہے ہیں وہ فی الواقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ ہے جعلی روایت نہیں؟ تو مصری صاحب جھٹ پہلو بدل کر جواب دیتے ہیں:-

"اگر یہ احادیث موجود ہی نہیں۔ تو پھر نواب صدیق حسن خان صاحب مؤلف حجج الکرامہ کو عالم الغیب تسلیم کرنا پڑے گا کہ انہوں نے اتنے سال قبل اتنے عظیم الشان غیب پر مشتمل ایسی بات لکھ دی جس نے وقوع میں آ کر اپنا سچا ہونا ثابت کر دیا۔" (پیغام صلح ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء)

گویا جب ان سے روایت متنازعہ کے "حدیث خیرالانام" ہونے کا ثبوت مانگا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ اس کی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ چونکہ یہ پوری ہو چکی ہے۔ اس لئے ثابت ہؤا کہ یہ حدیث نبوی ہے۔ لیکن جب یہ پوچھا جائے کہ آپ کے اس دعویٰ کا ثبوت کیا ہے کہ یہ روایت پوری ہو گئی ہے؟ تو جواب دیتے ہیں کہ اس کے پورا ہو جانے کا ثبوت مانگنے یا واقعات کی چھان بین کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ حدیث نبوی ہے۔ اس مضحکہ خیز طریق سے مصری صاحب "مصادرہ علی المطلوب" کر کے عوام کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو وہ اپنی پیش کردہ جعلی روایت کو "حدیث خیرالانام" ثابت کر سکتے ہیں۔ اور نہ واقعات کی شہادت سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اختلاف کی ذمہ داری سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر ہے۔ بلکہ اسکے برعکس ہم نے مندرجہ بالا سطور میں واقعات اور شواہد کی روشنی میں ثابت کر دیا ہے کہ روایت متنازعہ کی علامات ستہ میں سے ایک علامت بھی سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز میں پائی نہیں جاتی۔ پس اس روایت کے وضعی ہونے کا سب سے زبردست ثبوت یہ ہے کہ یہ پوری نہیں ہوئی۔

ایک قابل غور امر پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ روایت متنازعہ کی چھ علامات میں سے صرف آخری تین علامات کو مصری صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر چسپاں کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ یہ تین علامات تو مصری صاحب اور ہمارے درمیان متنازعہ فیہ ہو سکتی ہیں مگر پہلی تین علامات کے متعلق تو مصری صاحب کو بھی یہ کہنے کی جرأت نہیں ہو سکتی کہ ان میں سے ایک علامت بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز میں پائی جاتی ہے۔ مصری صاحب کبھی بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر حضرت خلیفہ ثانی خلیفہ مقرر ہوئے۔ یا یہ کہ آپ کا زمانہ خلافت "قلیل" ہے۔ یا یہ کہ حضور کے اہلبیت حضور کے دشمن ہیں پھر کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندہ موجود ہیں۔ پس وہ روایت جس کا پچاس فیصدی حصہ بدباطن سے بدباطن دشمن کے نزدیک بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر چسپاں نہیں کیا جا سکتا۔ اسکی نسبت مصری صاحب کا یہ لکھنا کہ یہ روایت حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ کے وجود میں "حرف بحرف" پوری ہو چکی ہے۔ صرف کذب بیانی نہیں تو اور کیا ہے۔

خدا کا فیصلہ مصری صاحب نے اپنے مضمون میں "خدا کے فیصلہ" کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس لئے اب ہم دیکھتے ہیں کہ "خدا کا فیصلہ" کیا ہے۔ جماعت احمدیہ میں جو اختلاف ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو سیدنا حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کے بعد رونما ہؤا۔ اسکی خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس وحی میں ۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء کو مندرجہ ذیل الفاظ میں دی گئی تھی:-

(نوٹ) یہ الہامات بھی ۱۳ر مارچ ہی کے ہیں۔ اور سیدنا حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات بھی ۱۳ر مارچ ہی کے دن ہوئی)

"لاہور میں ایک بے شرم ہے۔ وَیۡلٌ لَّکَ وَلِاِفۡکِکَ اِنِّیۡ نَعِیۡتُ اِنِّیۡ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ۔ ایک امتحان ہے۔ بعض اس میں پکڑے جائیں گے اور بعض چھوڑ دیئے جائینگے اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا" (الحکم جلد ۱۰ء تذکرہ ص۶۵۱) ترجمہ۔ لاہور میں ایک بے شرم ہے۔ اے بے شرم تجھ پر اور تیرے جھوٹ پر لعنت۔ میں نے ایک شخص کی وفات کی خبر دی ہے۔ بیشک میں خدا ہوں میرے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ خدا سچوں کے ساتھ ہوگا۔ ایک امتحان ہے بعض اس میں پکڑے جائینگے اور بعض چھوڑ دیئے جائینگے۔ اے اہلبیت خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تمہارے رجس کو دُور کرے اور تمہیں پاک کرے جیسا کہ حق ہے پاک کرنے کا۔

ان الہامات میں مندرجہ ذیل امور کی خبر دی گئی ہے۔

(۱) کوئی شخص فوت ہوگا (اِنِّیۡ نَعِیۡتُ) (۲) اس دن ایک بہت بڑا فتنہ ہوگا "ایک امتحان ہے"

(۳) اس دن دو فریق ہو جائینگے (ایک فریق پکڑا جائے گا۔ اور دوسرا چھوڑا جائے گا۔ اور دونوں اپنے اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کی کوشش کریں گے۔)

(۴) جو فریق اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا وہ سچا ہوگا (اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ)

(۵) کوئی شخص جس کا تعلق "لاہور" سے ہوگا۔ وہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرے گا۔ جس میں کذب بیانی اور دھوکے سے کام لیا گیا ہوگا۔

(۶) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہلبیت کے خلاف بھی فتنہ اٹھایا جائے گا لیکن خدا تعالیٰ ان کو ان حملوں سے محفوظ رکھے گا۔

اب دیکھ لو یہ سب پیشگوئیاں کس عظیم الشان طور پر پوری ہوئیں؟ ۱۳ر مارچ کے دن یہ الہام ہُوا تھا اور عین ۱۳ر مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ اور اِنِّیۡ نَعِیۡتُ کا الہام پورا ہُوا آپ کی وفات سے قبل خفیہ طور پر "لاہوری" پارٹی کے امیر مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے ایک ٹریکٹ (ضروری اعلان) "لکھ کر اور "لاہور" سے طبع کرا کر اس انتظار میں رکھا ہوا تھا کہ جس وقت حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ فوت ہوں۔ اس وقت اسے تقسیم کیا جائے۔ اس ٹریکٹ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور حضور کی وصیت کے متعلق انتہائی کذب آفرینی اور مغالطہ دہی سے کام لیا گیا تھا۔ وہ ٹریکٹ ۱۳ر مارچ کو (حضرت خلیفہ اوّل کی وفات کے دن) تقسیم کیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ ایک خطرناک "امتحان"

میں پڑ گئی۔ دو فریق ہو گئے۔ مولوی محمد علی صاحب اور ان کا "لاہوری" فریق خلافت کو مٹانا چاہتے تھے اور اس کوشش میں تھے۔ کہ حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ کے بعد کوئی خلیفہ منتخب نہ کیا جائے۔ مگر ان کے بالمقابل دوسرا فریق وہ تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق انتخابِ خلافت کو لابدی قرار دیتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہلبیت اسی دوسرے گروہ کے ہم خیال تھے نتیجہ یہ ہوُا کہ دوسرا گروہ کامیاب ہو گیا۔ اور "لاہوری فریق" ناکام ہوُا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی خلیفہ منتخب ہوئے۔ حسب وعدہ صادقین کو حمایت الٰہی حاصل ہوئی۔ اور اہل بیت پر جو الزامات لگائے جاتے تھے۔ ان سے انکی تطہیر کا وعدہ پورا ہوُا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

مصری صاحب! یہ ہے "خدا کا وہ فیصلہ" جس کو اگر پیش نظر رکھا جائے۔ تو صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ اس تفرقہ کی ذمہ واری بہر حال "لاہور" ہی کے ایک شخص پر ہے۔ نہ کہ اہلبیت کے کسی فرد پر جنکی تطہیر کا وعدہ اس "خدائی فیصلہ" میں موجود ہے۔ پس شیخ عبدالرحمٰن صاحب "لاہوری" اگر آج "لاہور" میں بیٹھ کر تفرقہ کا موجب اہل بیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرار دیتے ہیں۔ تو ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کا یہ فعل بھی اللہ تعالےٰ کی اس عظیم الشان پیشگوئی کو پورا کرنے والا ہے۔ اور آج اس پیشگوئی کا اس رنگ میں پُورا ہونا خدام حضرت مصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے لئے حد درجہ ازدیادِ ایمان کا موجب ہے۔ امید ہے کہ اس "خدائی فیصلہ" سے مصری صاحب کو اپنا اور اپنے ممدوح مولوی محمد علی صاحب "لاہوری" کا صحیح مقام "امام عصر حاضر کے الہامات کی روشنی میں" معلوم ہو گیا ہوگا۔

پیشکردہ روایت کی حقیقت

یہ ثابت کر دینے کے بعد کہ مصری صاحب کی پیشکردہ روایت کا اطلاق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پر کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتا یہ بتانا باقی رہ جاتا ہے۔ کہ اس روایت کی اصل حقیقت کیا ہے۔ سو اس کے لئے مندرجہ ذیل حقائق کا علم ہونا ضروری ہے:۔

(۱) یہ روایت نعیم بن حمّاد کی طرف منسوب کی گئی ہے اور نعیم بن حمّاد کوئی بلند پایہ محدث نہ تھا۔ بلکہ اس کو امام نسائی نے "ضعیف" اور "غیر ثقہ" قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے لا یحتج بہ یعنی اس کا قول حجت نہیں ہے اسکے متعلق یہاں تک کہا گیا ہے کہ کان یضع الحدیث۔ یہ خود ہی حدیثیں گھڑ لیتا تھا (دیکھو تہذیب التہذیب مصنفہ حافظ ابن حجر العسقلانی جلد ۱۰ ص۴۶۱ و میزان الاعتدال علامہ ذہبی جلد ۲ ص۵۲۵) شاہ عبدالعزیز صاحب محدث اسکی نسبت لکھتے ہیں۔ نعیم بن حماد کتاب الفتن بسیار بطول و عرض نوشتہ و رطب و یابس دراں آلودہ۔ (عجالہ نافعہ ص۱۵) یعنی نعیم بن حمّاد نے ایک لمبی چوڑی کتاب بنام کتاب الفتن لکھی اور اس میں تمام رطب و یابس بھر دیا ہے

(۲) نعیم بن حماد خلفائے بنی عباس کے زمانہ میں ہوًا۔ ستر اسی سال کی عمر میں ۲۲۸ھ میں خلیفہ معتصم باللہ عباسی کے عہد میں فوت ہوًا۔ (تہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۴۶۲)

(۳) روایت زیر بحث میں "امام مہدی" یا "مہدی موعود" کا ذکر نہیں بلکہ صرف "مہدی" کا ذکر ہے۔ اور خلفائے بنو عباس میں سے ایک مشہور خلیفہ "مہدی" بھی ہوًا ہے جس کا نام محمد اور اس کے باپ کا نام عبداللہ المنصور تھا۔ اس خلیفہ نے مہدی کا لقب اختیار کیا تھا۔ اسکے اور اس کے بعد اسکی اولاد کی حکومت کے زمانہ میں "مہدی" کے متعلق بیشمار حدیثیں وضع کی گئیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) "میرا یہ دعویٰ نہیں کہ میں وہ مہدی ہوں۔ جو مصداق من ولد فاطمہ و من عترتی وغیرہ ہے ۔۔۔ ہاں ساتھ اس کے جیسا کہ تمام محدثین کہتے ہیں۔ میں بھی کہتا ہوں کہ مہدی موعود کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں تمام مجروح اور مخدوش ہیں۔ اور ایک بھی ان میں سے صحیح نہیں۔ اور جس قدر افتراء ان حدیثوں میں ہوا ہے کسی اور حدیث میں ایسا افتراء نہیں ہوا۔ خلفائے عباسی وغیرہ کے عہد میں خلیفوں کو اس بات کا بہت شوق تھا کہ اپنے تئیں مہدی موعود قرار دیں۔ پس اس وجہ سے بعض حدیثوں میں مہدی کو بنی عباس میں سے قرار دیا۔ اور بعض میں بنی فاطمہ میں سے۔ اور بعض حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ رجلٌ من امتی کہ وہ ایک آدمی میری امت میں سے ہوگا۔ مگر در اصل یہ تمام حدیثیں کسی اعتبار کے لائق نہیں۔ یہ صرف میرا ہی قول نہیں بلکہ بڑے بڑے علماء اہل سنت یہی کہتے چلے آئے ہیں اور ان حدیثوں کے مقابل پر یہ حدیث بہت صحیح ہے۔ جو ابن ماجہ نے لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ لا مہدی الا عیسیٰ"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۳ و ۱۸۴)

(ب) پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہمیں اس بات کا اقرار ہے کہ پہلے بھی کئی مہدی آئے ہوں۔ اور ممکن ہے کہ آئندہ بھی آویں۔" (ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۵۱۹)

(ج) امام سیوطی نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں ابوداؤد اور ترمذی کی وہ مشہور حدیث جس میں مہدی کے متعلق اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی کہ مہدی کا نام میرا نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا اسی مہدی عباسی پر چسپاں کی ہے۔ کیونکہ اس کا نام محمد اور اس کے باپ کا نام عبداللہ اور لقب مہدی تھا۔

(تاریخ الخلفاء مترجم اردو صفحہ ۲۶۳ مطبع پبلک پرنٹنگ پریس لاہور)

(د) غور حج الکرامہ میں ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ بعض روایات جن میں "مہدی" کا ذکر ہے ان کا مصداق خلیفہ مہدی عباسی بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔ "در اشاعۃ گفتہ روایات مختلف است در آنکہ مہدی در اولاد فاطمہ از حسن باشد یا حسین و وجہ جمع آنست کہ ولادت عظمیٰ حسین را باشد یا حسن را و دیگر را

نیز در وے ولادت باشد از طرف بعض امہات۔ وہمچنین عباس را نیز ولادت بود در وے بآنکہ در اولادِ عباس کسے باشد که موسوم بود به مہدی و آمد اور انشانہائے سیاہ از طرف خراسان چنانکہ برائے مہدی بیاید و بود پیش از وے منصور چنانکہ باشد پیش از مہدی منصور۔ انتہیٰ۔ گویم و بود اوّل از ہمہ سفاح پس حمل ایں روایات بر خلیفہ عباسی مہدی نام انسب بمقام است و یحتمل که وصفِ او یا اوصافِ مہدی موعود از قبیل ادراج باشد" (حجج الکرامہ ص۳۵۶)

(۴) شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اپنے مشہور رسالہ "عجالۂ نافعہ" میں تحریر فرماتے ہیں:۔ "فرقۂ دیگر مصاحبین خلفاء و ملوک و امراء که برائے استمالتِ خاطرِ آنہا وضع حدیث نمودند و دینِ خود را بدنیا فروختند۔"

(عجالۂ نافعہ ص۳۲) کہ جھوٹی حدیثیں وضع کرنے والوں کا ایک گروہ وہ تھا جو خلفاء اور بادشاہوں اور حاکموں کے مصاحبین پر مشتمل تھا۔ ان لوگوں نے محض ان بادشاہوں اور اُمراء کو خوش کرنے کے لئے جھوٹی حدیثیں وضع کر کے اپنے دین کو دُنیا کے بدلے فروخت کیا۔

(ب) علامہ شوکانی لکھتے ہیں منهم من قصد التقرّب الى السلطان (فوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ ص۴۲۵) یعنی جھوٹے راویوں کی ایک قسم وہ ہے کہ جنھوں نے بادشاہِ وقت کا قُرب حاصل کرنے کے لئے جھوٹی حدیثیں وضع کیں۔

(۵) جھوٹی اور وضعی حدیث کے معلوم کرنے کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ یہ دیکھا جائے۔ وہ روایت کس زمانہ میں معرضِ وجود میں آئی۔ اور یہ کہ اس میں حالات زمانہ کا کس قدر انعکاس پایا جاتا ہے چنانچہ عجالۂ نافعہ میں لکھا ہے:۔

"وضع چہارم آنکہ وقت و حال قرینہ باشد بر کذب او۔ چنانچہ غیاث بن میمون را اتفاق افتد که در مجلس مہدی عباسی حاضر شد۔ و او مشغول بود به پرانیدنِ کبوتراں۔ پس حدیث روایت کرد که لا سبق الا فی خفٍّ او فضل او حافرٍ او جناحٍ لفظ "جناح" را از طرفِ خود افزود برائے خوشامد مہدی" (عجالۂ نافعہ ص۳۰)

کہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ کسی حدیث کے وضعی ہونے اور اس کے راوی کے جھوٹے ہونے کا چوتھا قرینہ اس روایت کے معرضِ وجود میں آنے کا وقت اور اس زمانہ کے حالات ہوتے ہیں چنانچہ غیاث بن میمون ایک دفعہ خلیفہ مہدی عباسی کی مجلس میں حاضر تھا۔ اور خلیفہ کبوتر اُڑانے میں مشغول تھا۔ پس غیاث نے حدیث روایت کی "لا سبق الا فی خف او نصل او حافرٍ او جناح" گویا مہدی کی خوشامد کی غرض سے لفظ "جناح" روایت میں اپنے پاس سے زائد کر دیا۔

روایت متنازعہ ہادی ابنِ مہدی کے متعلق ہے

مندرجہ بالا اصولی امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اب مصری صاحب کی پیش کردہ روایت کی حقیقت کا معلوم کرنا بالکل آسان ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بات مسلّم ہے کہ اس روایت کے بیان کرنے والے راوی نعیم بن حماد متوفی ۲۲۸ھ نے خلیفہ ہادی ابن مہدی (۱۶۹ھ تا ۱۷۰ھ) اور اس کے بھائی خلیفہ ہارون رشید (۱۷۰ھ تا ۱۹۳ھ) کا زمانہ پایا پس جب ہم روایت

متنازعہ کے اس پس منظر کے ساتھ ساتھ تاریخی واقعات کی تحقیقات کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ مصری صاحب کی پیشکردہ روایت کی ساری کی ساری علامات مہدی عباسی کے لڑکے خلیفہ ہادی کے وجود میں پائی جاتی ہیں اور یہ انکشاف ہمیں اس امر کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے۔ کہ روایت کسی آئندہ ہونے والے واقعہ کی پیشگوئی نہیں بلکہ درحقیقت ایک واقعہ ماضی کی تمثیل پر مشتمل ہے۔ اور یہ کہ زمانہ کی سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر اس حکایت ماضی کو حدیث کا رنگ دے دیا گیا ہے۔

خلیفہ ہادی عباسی تاریخ سے ثابت ہے کہ خلیفہ مہدی عباسی نے وصیت کی تھی۔ کہ میرے مرنے کے بعد میرا بیٹا ہادی خلیفہ بنے۔ اور ہادی کی وفات کے بعد اس کا چھوٹا بھائی ہارون رشید اس کا جانشین ہو۔ چنانچہ مہدی کی وفات (سنہ ۱۶۹ھ) پر مہدی کا لڑکا ہادی والی ہوا۔ مگر اس نے اپنے باپ کی وصیت کے خلاف ہارون رشید کو خلافت سے محروم کر کے اپنے بیٹے جعفر کو اپنا جانشین مقرر کرنے کی ٹھانی۔ اس غرض کی تکمیل کے لئے اس نے یحییٰ برمکی کو جو اس وقت ہارون رشید کا اتالیق تھا۔ اور بعد میں ہارون رشید کا نہایت کامیاب اور با اختیار وزیر اعظم بنا قید کر دیا۔ اور اپنی والدہ خیزران کی بھی (جو ہارون رشید کی حامی تھی) توہین کی۔ ہارون رشید دار السلطنت سے بھاگ گیا۔ اس طرح دربار میں دو پارٹیاں ہو گئیں لیکن ابھی ہادی کو خلیفہ ہوئے سوا سال ہی ہوا تھا کہ سنہ ۱۷۰ھ میں اسکی والدہ خیزران نے اسے قتل کروا ڈالا۔ اور اس کے بعد ہارون رشید خلیفہ بنا اور یحییٰ برمکی اس کا وزیر اعظم ہوا۔ ہارون رشید نے سنہ ۱۷۰ھ سے ۱۹۳ھ تک ۲۳ سال شاندار حکومت کی۔ اور یحییٰ برمکی اس کا کامیاب ترین وزیر اعظم تھا۔ پس اندریں حالات نعیم بن حمّاد یا اسکے کسی راوی کا ایسی روایت وضع کر لینا جس میں ہارون رشید اور یحییٰ برمکی کے دشمن (خلیفہ ہادی) کی مذمت کی گئی ہو۔ اور جس میں اسے تفرقہ کا موجب اور اس کے قتل کو ایک اچھا فعل قرار دیا گیا ہو عین قرین مصلحت تھا۔ پس یہ وہ سیاسی غرض تھی۔ جس کے لئے ہارون رشید کے زمانہ میں وہ روایت گھڑی گئی۔ جو حجج الکرامہ ص۴۲۱ پر درج ہے اور جسے مصری صاحب نے اپنے استدلال کی بنیاد ٹھیرایا ہے۔

اس امر کا ثبوت کہ روایت زیر بحث کی ساری علامات خلیفہ ہادی میں پائی جاتی ہیں درج ذیل ہے:-

پہلی علامت (۱) مہدی کے بعد اس کا بیٹا ہادی والی مقرر ہوا ملاحظہ ہو۔

A short History of the Saracens.

(اصل عرب کی مختصر تاریخ) مصنفہ امیر علی صفحہ ۲۳۴ میں لکھا ہے:-

"Harun was present at his father's death and in accordance with the deceased Monarch's covenant he immediately proclaimed Musa Alhadi as the Caliph and was the first to take the oath of fealty to him."

یعنی ہارون رشید اپنے باپ مہدی کے پاس اسکی وفات کے وقت موجود تھا۔ اور وفات یافتہ بادشاہ کی وصیت کے مطابق اس نے فوراً اپنے بھائی موسیٰ الہادی کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اور سب سے پہلے اسکی بیعت کی۔ پس حج الکرامہ صفحہ ۴۲۲ کی روایت کے یہ الفاظ "مہدی بمیرد و مردم بعد از وے مردے را از اہل بیت او والی کنند" ہادی پر پوری طرح چسپاں ہوتے ہیں۔

دوسری علامت روایت کی دوسری علامت اس والی کا تھوڑا عرصہ زندہ رہنا بتائی گئی ہے۔ سو یہ علامت بھی ہادی میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ صرف ایک سال اور تین ماہ تک خلیفہ رہا۔ اور عین عنفوانِ شباب میں مارا گیا چنانچہ ملاحظہ ہو:۔ "Hadi was twenty four years of age when he ascended the throne and ruled less than two years."

(تاریخ اسلام امیر علی صفحہ ۲۳۵) یعنی ہادی چوبیس سال کی عمر میں بادشاہ ہوا۔ اور اس نے دو سال سے بھی تھوڑا عرصہ حکومت کی۔

(ب) پھر لکھا ہے:۔ "ابھی ہادی کو تخت نشین ہوئے کل سوا سال ہوا تھا کہ پیامِ اجل آ پہنچا .... مدتِ خلافت ایک سال تین مہینے۔" (تاریخ اسلام مرتبہ شاہ معین الدین احمد ندوی جلد اول حصہ سوم صفحہ ۸۶ و ۸۷)

تیسری علامت تیسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کے اپنے اہلِ خاندان ہی اس کے بالمقابل کھڑے ہونگے اور انہی میں سے ایک کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ سو یہ علامت بھی ہادی عباسی میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ امام سیوطی لکھتے ہیں:۔

"جب اس نے اپنے بھائی ہارون رشید کو ولی عہدی سے معزول کرنا چاہا تھا۔ تو اس کی ماں خیزران نے اسے زہر دلوا دیا..... کہتے ہیں۔ ہادی نے اپنی ماں خیزران کے پاس مسموم کھانا بھیجا۔ وہ خیزران نے کتے کو ڈلوا دیا۔ تو مر گیا۔ اس پر ماں نے بیٹے کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ ایک روز شدت تپ میں ہادی مُنہ ڈھکے لیٹا تھا لوگوں نے خیزران کے اشارہ سے اس کا دم خفا کر کے مار ڈالا۔" (تاریخ الخلفاء سیوطی مترجم اُردو صفحہ ۱۵۲)

(ج) طبری میں ہے۔ کانت وفاته من قبل جوار لامه الخیزران کانت امرتهن بقتله (طبری جلد ۱۱ صفحہ ۵۶۹) کہ اس کی موت اسکی ماں خیزران کی لونڈیوں کے ہاتھوں ہوئی۔ جن کو خیزران نے ہادی کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔

چوتھی علامت چوتھی علامت اس روایت میں یہ لکھی ہے کہ در وے خیر و شر ہر دو باشند و شرّ او بیشتر از خیر او است۔" چنانچہ ہادی ابن مہدی کے متعلق لکھا ہے:۔ "He described as head-strong, obstinate and hardhearted but brave, energetic and devoted to literature."

(تاریخ الاسلام مصنفہ امیر علی صفحہ ۲۳۵) کہ وہ بڑا خودسر۔ اکھڑ۔ اور شقی القلب تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی بہادر۔ پھرتیلا۔ سخی۔ اور علم دوست بھی تھا۔

(ب) امام سیوطی تاریخ الخلفاء میں ہادی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

ذہبی کہتے ہیں کہ ہادی شراب پیتا تھا۔ لہو و لعب میں مشغول رہتا تھا۔ اور امور خلافت کو کما ینبغی انجام نہ دے سکتا تھا۔ گدھے پر سوار ہوتا تھا۔ لیکن باوجود اسکے ادیب۔ فصیح۔ قادر الکلام تھا۔ صاحب رعب و داب تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ سخت ظالم تھا۔" (تاریخ الخلفاء مصنفہ سیوطی اردو ترجمہ مطبوعہ زمیندار پریس لاہور صفحہ ۱۵۲ و مطبوعہ پبلک پرنٹنگ پریس لاہور صفحہ ۳۵۲)

پانچویں اور چھٹی علامت

پانچویں اور چھٹی علامات یہ بتائی گئی ہیں کہ "خشم گیرد بر مردم" و بخواند ایشاں را بسوئے فرقت بعد جماعت" کہ وہ لوگوں پر خشمگین رہے گا۔ اور جماعت میں تفرقہ پیدا کردے گا ہادی میں یہ علامت بھی پائی جاتی ہے جیسا کہ لکھا ہے:۔

"There was also a breach between Hadi and his mother Khaizuran ...... Hadi resented her interference & threatened the coursiers and nobles ..... there were thus two parties at court, one ranged on the side of the young Caliph and his son, the othere on that of Harun and the queen mother."

یعنی ہادی کی اپنی ماں خیزران سے بھی مخالفت ہوگئی ...... ہادی امور مملکت میں اپنی والدہ کی مداخلت کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لئے ہادی اپنے ہاں ان درباریوں اور رئیسوں پر جو اسکی والدہ کے محل میں آتے جاتے تھے سخت خشمگین ہوا۔ اور انہیں دھمکایا۔ اس وجہ سے دربار میں دو پارٹیاں ہوگئیں۔ ایک پارٹی تو خلیفہ (ہادی) اور اس کے لڑکے جعفر کے حق میں اور دوسری ہارون رشید اور اسکی والدہ خیزران کے حق میں تھی۔

(ب) امام سیوطی لکھتے ہیں کہ "وہ سخت ظالم تھا" (تاریخ الخلفاء اردو صفحہ ۳۵۲)

(ج) علامہ فخری اسکے متعلق ابن طقطقی کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ "ہادی سخت گیر تھا۔" (الفخری صفحہ ۱۷۱)

(بحوالہ تاریخ اسلام مرتبہ شاہ معین الدین احمد ندوی مطبع معارف پریس اعظم گڑھ جلد اول حصہ سوم صفحہ ۸۶ و ۸۷)

پس ہادی میں یہ دونوں علامات بھی پائی جاتی ہیں۔ وہ خشمگین ہونے والا بھی تھا۔ اور اس نے تفرقہ بھی پیدا کیا بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ امیر علی کی تاریخ میں اسکے متعلق الفاظ بعینہ وہی استعمال کئے گئے ہیں جو مصری صاحب کی پیشکردہ روایت کے ہیں

مندرجہ بالا تحقیق سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ نعیم بن حماد کی روایت جس کا حوالہ مصری صاحب نے دیا ہے۔ درحقیقت ایک جھوٹی اور جعلی روایت ہے جو ہارون رشید کے زمانہ میں خلیفہ وقت

اور اس کے وزیر کو خوش کرنے کے لئے کسی وضاع نے وضع کی اور اس سے اس کا مقصود صرف اور صرف ہادی ابن مہدی کی مذمت اور اس کے قتل کا جواز تھا۔ اور بس۔ اس قسم کی موضوع روایات کو جو محض سیاسی حالات کی مرہون منت ہیں "حدیث خیرالانام" کے نام سے ملقب کرنا اور "علم غیب" پر مشتمل اور "الٰہی فیصلہ" کی حامل قرار دینا مصری صاحب جیسے "محقق" ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ مصری صاحب کی پیشکردہ روایت ایک بے سند اور موضوع روایت ہے جس کے حدیث نبوی ہونے کا بار ثبوت مصری صاحب پر ہے اور ان سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ اس روایت کو اس کے اصل الفاظ میں مع اسناد کے نقل کر کے اسے سچا ثابت کریں جہاں تک اس روایت کی بیان کردہ علامات کا تعلق ہے وہ مہدی معہود علیہ السلام یا آپ کے کسی خلیفہ میں تو پائی نہیں جاتیں بلکہ خلیفہ مہدی عباسی کے بیٹے ہادی پر کلی طور پر منطبق ہوتی ہیں۔ اور چونکہ اس روایت کے معرض وجود میں آنے کا زمانہ وہی ہے جبکہ خلیفہ ہادی قتل ہو چکا تھا۔ اور اس کا بھائی ہارون رشید اس کے بعد بادشاہ ہوا۔ اس لئے یہ روایت اسی زمانہ کے پیش آمدہ حالات کی آئینہ دار ہے اور محض ہارون رشید اور اس کے وزیر یحییٰ برمکی کو خوش کرنے کے لئے وضع کی گئی تھی۔ پس یہ روایت ہرگز کسی علم غیب پر مشتمل نہیں۔ اور نہ اسے موضوع قرار دینے سے نواب صدیق حسن خان صاحب یا نعیم بن حماد کا "عالم الغیب" ہونا ثابت ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شہادت

اس بات کا ایک اور زبردست ثبوت کہ اس روایت میں جس "مہدی" کا ذکر ہے وہ امام مہدی موعود نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک صحیح حدیث نقل فرمائی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کا بیٹا آپ کی سیرت میں آپ کا نظیر ہوگا۔ چنانچہ حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"قد اخبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان المسیح الموعود یتزوج ویولد لہ ففی ھذا اشارۃ ان اللہ یعطیہ ولدًا یشبہ اباہ ولا یاباہ ویکون من عباد اللہ المکرمین والسر فی ذٰلک ان اللہ لایبشر الانبیاء والاولیاء بذریۃ الا اذا قدر تولید الصالحین۔" (آئینہ کمالات اسلام حاشیہ ص۵۷۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ مسیح موعود شادی کرے گا۔ اور اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ پس اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو ایک بیٹا عطا کرے گا جو اپنے باپ (مسیح موعود) سے مشابہت رکھے گا۔ اور ہرگز اسکی خلاف ورزی نہیں کرے۔ بلکہ خدا کے مکرم بندوں میں سے ہوگا۔ اس

بات میں بھید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو کسی بچے کی بشارت نہیں دیتا جب تک کہ نیک بچے کی پیدائش مقصد نہ ہو۔ پس ایک طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ یہ حدیث خیر الانام ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ امام مہدی موعود علیہ السلام کا بیٹا حسن و احسان میں مسیح موعود کا نظیر ہوگا۔ اور دوسری طرف خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کا مندرجہ ذیل شعر نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں:

"دورِ او چوں شود تمام بکام ۔ پسرش یادگار مے بینم

یعنی اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا۔ اس کے نمونہ پر اس کا لڑکا یادگار رہ جائے گا۔ یعنی مقدر یوں ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو ایک لڑکا پارسا دے گا۔ جو اسی کا نمونہ ہوگا۔ اور اسی کے رنگ میں رنگین ہوگا۔ اور اس کے بعد اس کا یادگار ہوگا۔ یہ در حقیقت اس عاجز کی اس پیشگوئی کے مطابق ہے جو ایک لڑکے کے بارے میں کی گئی ہے۔" (نشان آسمانی ص۱۳)

اس سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جہاں تک امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہلبیت کا تعلق ہے ان کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی یہی ہے کہ ان میں سے مہدی کا خلیفہ ہونے والا فرزند ایک مقدس انسان اور حسن و احسان میں مسیح موعود کا نظیر ہوگا۔ حجج الکرامہ ص۴۴۲ کی روایت میں جس مہدی کا ذکر ہے۔ وہ ہرگز امام مہدی موعود علیہ السلام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یقیناً وہ مہدی عباسی ہے جس کے بیٹے پر تاریخی طور پر بھی یہ روایت چسپاں ہوتی ہے۔

پس خدا تعالیٰ کی وحی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات شاہ نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کی پیشگوئی اور واقعات کی ناقابل تردید شہادت سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی شان ارفع و اعلیٰ کو ثابت کرنے کے لئے ایک طرف صف آرا ہیں۔ اور دوسری طرف مصری صاحب کی پیش کردہ ایک موضوع سیاسی روایت۔ جس کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا بھی ثابت نہیں۔ اور جس کی بیان کردہ علامات مسلمہ طور پر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے وجود میں پائی نہیں جاتیں۔ اور جس روایت کو ایک ایسے شخص نے بیان کیا ہے جو امام نسائی جیسے محدث کے نزدیک غیر ثقہ اور ناقابلِ اعتبار تھا بلکہ بعض محدثین کے نزدیک وہ جھوٹی حدیثیں وضع کرتا تھا۔ اندریں حالات ہمارے لئے ایک ہی راستہ کھلا ہے اور وہ یہ کہ ہم خدا اور اس کے رسول کے فرمودہ کو درست تسلیم کریں اور ۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء کی وحی الٰہی کے مطابق "لاہوری" معترض سے کہیں۔ "ویل لک ولا فکک"

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کی روش کے متعلق - غیر مبایعین کو انتباہ

(مکرم سید احمد علی صاحب سیالکوٹی مولوی فاضل قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبیّنوا ان تصیبوا قوماً بجھالۃ فتصبحوا علیٰ ما فعلتم ندمین ہ (حجرات ع) یعنی اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! اگر کوئی فاسق شخص تمہیں کوئی اہم خبر بتائے تو اسکی تحقیق کر لیا کرو تا ایسا نہ ہو تم کسی قوم سے جہالت اور نادانی کا فعل کر بیٹھو۔ اور پھر اس خبر کی غلطی کا علم ہونے سے اپنے رویہ پر تمہیں نادم و پشیمان ہونا پڑے۔

اس ارشاد باریتعالیٰ کے مطابق غیر مبائعین کا یہ فرض تھا کہ اگر وہ دعویٰ ایمان کرتے ہیں تو شیخ مصری صاحب نے جو سلسلہ مضامین ان کے امیر مولوی محمد علی صاحب کے مقام کو اعلیٰ ثابت کرنے کا شروع کر رکھا ہے اسکی خود تحقیق کرتے یا پھر "فسئلوا اھل الذکران کنتم لا تعلمون" (انبیاء ع) کے حکم کے مطابق اہل علم لوگوں سے ہی دریافت کر لیتے۔ چونکہ انہوں نے اپنا فرض ادا نہیں کیا۔ اس لئے ارشاد خداوندی کے مطابق میں مصری صاحب کی اصل پوزیشن و مذہب نمونتہً پیش کرتا ہوں تا کہ غیر مبائعین مصری صاحب سے چوکس رہنے کی کوشش کر سکیں۔ کیونکہ مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فرمان ہمارے ہی لئے ہے۔ کہ :- ع

وہ اگر پھیلائیں بد بُو تم بنو مُشکِ تاتار

(۱) مصری صاحب اور مسئلہ خلافت

غیر مبائعین صاف صاف اب یہ اعلان کر چکے ہیں کہ :- "ہم لوگ تو سرے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت کے ہی قائل نہیں" (ینگ اسلام ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء صہ)

حالانکہ مصری صاحب خلافت مسیح موعود علیہ السلام کے قائل و معترف ہیں ملاحظہ ہو۔ مصری صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کو خطاب کرکے لکھتے ہیں :-

(۱) "میں خلافت کا قائل ہوں (جو لوگ مجھے خلافت کا منکر قرار دے رہے ہیں۔ وہ میری مندرجہ بالا تحریر کو غور سے پڑھیں۔)" (ٹریکٹ جماعت کو خطاب صہ۳)

(۲) خاکسار بھی تو منکرِ خلافت نہیں۔ بلکہ ایک خلیفہ یعنی آپ سے جھگڑا ہے اور آپسے چند مطالبات ہیں (ٹریکٹ اول)

۲- مصری صاحب کے نزدیک جماعت احمدیہ قادیان صحیح عقائد و تعلیم پر قائم ہے

مصری صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ :-

"دنیا میں کوئی ایسی جماعت نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے صحیح عقائد و تعلیم پر قائم ہو بجز اس جماعت کے جس نے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا ہوا ہے" (ٹریکٹ جماعت کو خطاب ص۲)

اگر اس اعلان کے ہوتے ہوئے بھی غیر مبائعین مصری صاحب کی ملمع سازیوں میں آجائیں تو ان کی عقلوں کا خدا ہی حافظ ہے۔"

۳- تبدیلی عقیدہ نبوت مسیح موعود علیہ السلام۔ اور مصری صاحب

آج کل پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبدیلی عقیدہ در بارہ نبوت کے متعلق مضامین شائع ہو رہے ہیں مگر اس کے لئے مصری صاحب کا دعویٰ قابل توجہ ہے یعنی مصری صاحب جناب مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ :- "حضرت خلیفۃ المسیح (الثانی) کا یہ دعویٰ ہے کہ اس تشریح کو حضرت مسیح موعودؑ نے ایک وقت میں محدثیت بھی کہا۔ مگر بعد میں یہ کہا کہ اس کو محدثیت نہیں کہہ سکتے بلکہ بحکم الٰہی اس کو صرف نبوت کی ہی تشریح قرار دیا ...... اس دعویٰ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ایسے قوی زبردست دلائل سے ثابت کیا ہے جو مضبوطی میں پہاڑ کی مانند ہیں۔ اور ان سے ٹکرانے والا اپنے سر کو پاش پاش کرے گا مگر ان کو اپنی جگہ سے ہلانے میں قطعاً کامیاب نہ ہوگا۔ چنانچہ اس وقت تک باوجود اسکے کہ آپ نے جس قدر ممکن تھا زور لگایا۔ مگر ان کے ایک شعشہ کو بھی غلط ثابت نہ کر سکے۔ اور جہاں تک خدا نے مجھے سمجھ دی ہے اسکی بناء پر میں کہہ سکتا ہوں کہ انشاء اللہ آئندہ بھی آپ کو کامیابی کا مُنہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔"

(الفضل ۲۶ر جنوری ۱۹۲۲ء ص۳)

کیا ان الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی غیر مبائعین مصری صاحب کے خیالات سے متاثر ہونیکی جرأت کرینگے ؟

۴- مصری صاحب ہرگز "پیغامی" نہیں

اگرچہ شیخ عبدالرحمن صاحب مصری جماعت احمدیہ قادیان سے الگ ہو گئے مگر یہ بھی یقینی بات ہے کہ وہ حقیقۃً پیغامی بھی نہیں ہوئے بلکہ کسی خاص مصلحت سے وہ ایسا ظاہر کر رہے ہیں۔ اور اگر اعتبار نہ ہو تو اگرچہ مندرجہ بالا حقائق ہی ہمارے بیان کی صحت کو ثابت کرتے ہیں تاہم میں خود مصری صاحب کا اپنا بیان پیش کر دیتا ہوں یعنی مصری صاحب "احباب کو یقین" دلانے کے لئے لکھتے ہیں کہ :-

"میرے متعلق کہا گیا ہے کہ (۱) یہ خلافت کا منکر ہے (۲) جماعت سے الگ ہو گیا ہے (۳) اس کے عقائد بدل گئے ہیں .... (۸) احرار، پیغامیوں وغیرہ سے ملا ہوا ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں احباب

کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ سب باتیں غلط ہیں۔"

(مصری صاحب کا اعلان موسوم بہ "مظالم کی تحقیق اور جماعت کا اہم فرض۔" مورخہ ۷/۷/۳۷)

کیا غیر مبائعین مصری صاحب کے ان الفاظ سے عقل و ہوش کریں گے؟ کیونکہ اگر مصری صاحب کا یہ بیان درست ہے تو وہ اندر سے پیغامی ہرگز نہیں اور اگر وہ پیغامی ہیں تو ان کا مندرجہ بالا اعلان ان کے کاذب ہونے کا زبردست ثبوت ہے۔

۵۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشین انجمن ہے یا شخص واحد مصری صاحب کا تازہ فیصلہ

میں نے بتایا ہے کہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت کے قائل ہیں۔ اور غیر مبائعین منکر مگر اب میں مصری صاحب کے شخصی خلافت کے قائل ہونے کا ایک تازہ بتازہ ثبوت پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مصری صاحب نے جناب مولوی محمد علی صاحب کا مقام" احادیث خیر الانام" کے عنوان سے جو ثابت کرنے کے روایات درج کی ہیں۔ ان میں مصری صاحب بار بار یہ مضمون و مفہوم تحریر کر چکے ہیں کہ:-

(۱) "لوگ عیسیٰ کے حکم سے بنو تمیم کے ایک آدمی کو خلیفہ بنائیں گے۔"

(۲) "اس کے بعد لوگ اس کے اہل بیت میں سے ایک آدمی کو اپنا والی بنائیں گے۔"

(۳) "اس کے خلاف ایک شخص خروج کرے گا۔ جس کا لقب منصور ہوگا۔" (پیغام صلح ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۶ کالم ۳)

پھر مصری صاحب نے بزعم خود احادیث سے جو پیشگوئیاں گنائی ہیں ان میں لکھا ہے کہ:-

(۴) "آپ کی وفات کے بعد قریش میں سے ایک شخص کا خلیفہ ہوتا۔"

(۵) "مہدی کے اہلبیت میں سے لوگوں میں سے ایک شخص کو والی منتخب کر لیتا۔"

(۶) "مہدی کی جماعت میں سے ایک شخص اس کے خلاف کھڑا ہوگا۔" (پیغام صلح ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۶ کالم ۱)

مجھے اس وقت یہ بحث کرنا مطلوب نہیں کہ مصری صاحب کی پیش کردہ روایات کی اصل حقیقت کیا ہے اور انہوں نے کیا کیا فریب دہی کی چالیں اختیار کی ہیں۔ اس بارہ میں "الفضل" و "فرقان" میں کافی بحث کی جا چکی ہے۔ بلکہ مجھے اس وقت صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ان بطور نمونہ پیش کردہ نصف درجن عبارات میں شیخ مصری صاحب نے واضح طور پر اپنا عقیدہ بتا دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بھی شخصی خلافت ہوگی۔ یعنی ایک وقت میں روئے زمین پر ایک ہی شخص خلیفہ وقت ہوا کریگا نہ کہ متعدد خلفاء۔ اور نہ ہی انجمن جانشین ہوگی۔ حالانکہ یہ امر اب غیر مبائعین کا بنیادی اختلاف ہے۔

ان بطور نمونہ پانچ مثالوں سے ظاہر و باہر ہے کہ غیر مبائعین اگر مصری صاحب کو اپنا ہم عقیدہ و ہم خیال جانتے

ہوں تو یہ ان کی سخت نادانی اور بھول ہے درحقیقت انہوں نے اپنی بغل میں سانپ رکھا ہؤا ہے جو عنقریب ان کو نقصان پہنچائے گا۔ کیونکہ مصری صاحب کے عقائد غیر مبائعین کے عقائد سے سخت مختلف ہیں جنکی چند مثالیں مینے پیش کی ہیں یعنی :۔

(۱) غیر مبائعین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت کے قائل نہیں مگر مصری صاحب خلافت کے قائل ہیں اور "منکر خلافت نہیں"

(۲) غیر مبائعین کے نزدیک خلافت ثانیہ سے وابستہ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دین و مذہب اور عقائد کو بگاڑنے والی ہے۔ مگر مصری صاحب کا اعلان یہ ہے کہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لائے ہوئے صحیح عقائد و تعلیم و عقائد پر قائم .... بجز اس جماعت کے جس نے آپ کو (یعنی خلیفۃ المسیح الثانی کو) خلیفہ تسلیم کیا ہؤا ہے۔ اور کوئی جماعت نہیں ہے۔

(۳) غیر مبائعین نبوت کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقیدہ کی تبدیلی کے قائل نہیں۔ حالانکہ مصری صاحب نہ صرف قائل و معترف ہیں بلکہ یہ دعویٰ کر چکے ہیں کہ تبدیلی عقیدہ کے جو دلائل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دئے ہیں ان کو توڑنے والا خود "اپنے سر کو پاش پاش کرے گا" مگر کامیاب ہرگز نہ ہوگا۔

(۴) مصری صاحب بذریعہ اعلان عام "احباب کو یقین دلا" چکے ہیں کہ وہ پیغامیوں سے ہرگز ملے ہوئے نہیں۔ گویا ان میں اور غیر مبائعین میں بُعد المشرقین ہے۔

(۵) علاوہ ازیں غیر مبائعین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد "انجمن" یا متعدد خلفاء کو بیک وقت جانشین مانتے ہیں۔ برخلاف اسکے شیخ مصری صاحب ستمبر ۱۹۴۵ء تک شخصی خلافت کے قائل ہیں۔ ان حقائق کے بیان کرنے سے میرا مدعا یہ ہے کہ جماعت احمدیہ قادیان تو خلافت کی قائل اور علانیہ اقراری ہے اور غیر مبائعین خلافت کے منکر اور علانیہ انکاری ہیں یہ ایمان و انکار دونوں طرف سے صاف صاف ظاہر ہے۔ مگر مصری صاحب کی روش مذبذبین بین ذٰلک لا الیٰ ھٰؤلاءِ ولا الیٰ ھٰؤلاءِ۔ (نساء ع ۲۱) کی آیت کے مصداق کی ہے۔ اس لئے غیر مبائعین کو چاہیئے کہ وہ ان کی چالوں میں نہ آئیں کہ بعد میں ان کو پچھتانا پڑے۔

جاء الحق و زھق الباطل

(خان صاحب قاضی محمد رشید صاحب سکندرآباد)

محمود بد رجب بنے دشمن بدر ہوئے	صاحب جو پہلے ہوتے تھے جیز بے گر ہوئے
حق آگیا تو بھاگ کر باطل چلا گیا	شیطان کیوں نہ سایہ سے بھاگے عمر ہوئے

بہائیت

شذرات

(نائب مدیر)

(۱) ایڈیٹر صاحب پیامبر کے نام

بہائیوں کے رسالہ کوکب ہند دہلی نے جلد ۶ ۴ میں جرأت کر کے لکھا تھا "نہ تو آیہ مبارکہ میں نبی کا لفظ ہے نہ فرقان کے موعود کو نبی کہا گیا ہے۔ نہ اہل بہاء حضرت بہاء اللہ جل ذکرہ الاعظم کو نبی مانتے ہیں اور کوکب ہند میں بارہا اس کا اعلان کیا جا چکا ہے۔"

کوکب ہند کے اس واضح اعلان کے بعد بہائیوں کے آرگن پیامبر ماہ دسمبر میں حشمت اللہ صاحب بہائی کا ایک چھوٹا سا مضمون شائع ہوا ہے۔ اور اس مضمون کی اشاعت کی یہ غرض ہے۔ کہ تا یہ ثابت کیا جائے کہ جناب بہاء اللہ کے متعلق یہ کہنا درست نہیں۔ کہ انہوں نے اُلوہیت کا دعویٰ کیا تھا۔ پس ہم ایڈیٹر صاحب پیامبر سے پوچھتے ہیں کہ کوکب ہند کے واضح اعلان کے بعد اس قسم کے مضمون کو اپنے رسالہ میں جگہ دینے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ نیز ہم یہ بھی استفسار کرتے ہیں۔ کہ ان کا حشمت اللہ صاحب اور ان کے ہم خیال لوگوں کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔ کیونکہ کوکب ہند کے اعلان کے مطابق اہل بہاء تو جناب بہاء اللہ کو نبی نہیں مانتے۔ لیکن حشمت اللہ صاحب بہائیوں کے متفقہ عقیدہ کے خلاف جناب بہاء اللہ کی نبوت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ اور پھر اپنے آپکو بہائی بھی کہتے ہیں۔

(۲) بہائی کتب سے ناواقفیت۔

ابو الفضل بہائی اپنی کتاب الفرائد صفحہ ۲۷۵ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"اینکہ جناب شیخ گمان فرمودہ اند کہ شاید ادعائے ایشاں ادعائے نبوت باشد محض وہم و گمان خود جناب شیخ است و ہر کس با اہل بہاء معاشر و یا از کتب ایں طائفہ مطلع باشد۔ میداند کہ در الواح مقدسہ ادعائے نبوۃ وارد شدہ و نہ بر السنۂ اہل بہاء لفظ نبی بر آں وجود اقدس اطلاق گشتہ" یعنی یہ خیال کہ باب اور بہاء نے دعویٰ نبوت کیا ہے۔ سراسر وہم و گمان ہے ہر شخص جو بہائیوں سے واقف ہے۔ یا ان کی کتابوں پر اطلاع رکھتا ہے۔ خوب جانتا ہے کہ نہ الواح میں دعویٰ نبوت پایا جاتا ہے۔ اور نہ اہل بہاء نے کبھی باب یا بہاء اللہ کے لئے لفظ نبی کا استعمال کیا ہے۔" ابو الفضل بہائی کے مذکورہ بالا فتویٰ کے مطابق ہم ہر اس بہائی کو جو جناب بہاء اللہ کو نبی مانتا ہے۔ یہ مشورہ دیں گے کہ وہ جناب بہاء اللہ کی کتب کا مطالعہ کریں۔ کیونکہ ان کا ایسا عقیدہ ابو الفضل کی مندرجہ بالا تحریر کے مطابق بہائی تصانیف سے ناواقفیت کی بناء پر ہی ہو سکتا ہے

۳ - یاد دہانی

اگست اور اکتوبر ۱۹۴۵ء کے رسالہ میں اہل بہاء سے چند سوالات دریافت کئے گئے تھے اور ان سوالوں پر اب چھ ماہ گذرنے کو ہیں لیکن تاحال ہمیں کسی بہائی کی طرف سے ان کا جواب موصول نہیں ہوا۔ اب اس تحریر کے ذریعہ پھر یاد دہانی کرائی جاتی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ایڈیٹر صاحب "پیامبر دہلی" یا اور کوئی بہائی دوست مذکورہ سوالوں کے جواب دیکر شکریہ کا موقعہ دیں گے۔

۴ - ایک اور سوال

پہلے سوالات کے سلسلہ میں ہم آج کی اشاعت میں ایک اور سوال اہل بہاء کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

وہ سوال یہ ہے کہ کیا اہل بہاء جناب بہاء اللہ کی سب تصانیف کو ایک ہی رتبہ کا قرار دیتے ہیں یا مختلف مراتب کا۔ یعنی جسطرح مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کی طرف سے معیّن الفاظ میں نازل شدہ وحی کو "خدا کی کتاب" اور "قرآن مجید" کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور آنحضرت کے دیگر اقوال کو احادیث۔ کیا اسی طرح اہل بہاء بھی بہائی کتب کی تقسیم کرتے ہیں یا بہاء اللہ کی جملہ تصانیف کو ایک ہی رتبہ دیتے ہیں۔ اگر وہ سب کو ایک مرتبہ کا قرار دیتے ہیں۔ تو کیا وہ اُن کو وہ مرتبہ دیتے ہیں جو مسلمان احادیث کا قرار دیتے ہیں یا جو قرآن مجید کا مرتبہ ہے۔

غیر مبایعین سے چند سوال

:- نائب مدیر :-

اس دفعہ کے شمارہ میں ہم غیر مبایعین حضرات سے بھی چند سوالات کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اکابر غیر مبایعین ان کے جواب دے کر شکریہ کا موقعہ دیں گے۔

۱ - سنہ ۱۹۱۴ء میں جب غیر مبایعین خلافت سے روگرداں ہو کر لاہور چلے گئے تو ان کی تعداد اس وقت کیا تھی۔

۲ - اب غیر مبایعین کی تعداد کتنی ہے۔ ۳ - سنہ ۱۹۱۴ء سے لیکر اب تک کتنی ترقی ہوئی ہے اور رفتار ترقی کیا ہے۔

۴ - امسال جلسہ سالانہ پر کتنے افراد لاہور سے باہر کی جماعتوں کے ان کے جلسہ میں شامل ہوئے۔

۵ - ان کے لنگر سے آخری تاریخ کو مہمانوں کے لئے کتنے افراد کے لئے کھانا تقسیم ہوا۔

۶ - غیر مبایعین کے کل تنخواہ دار مبلّغین کتنے ہیں اور ان کے کیا کیا نام ہیں اُن میں سے غیر ممالک میں کتنے کام کر رہے ہیں اور ہندوستان میں کتنے۔ ۷ - غیر مبایعین کا چندہ عام ماہوار کتنا آتا ہے اور چندہ وصیّت کتنا۔

۸ اخبار "پیغام صلح" کے کتنے خریدار ہیں۔ اور اخبار "لائٹ" کے کتنے۔

۹ - جناب مولوی محمد علی صاحب کی وقف تحریک پر کتنے نوجوانوں نے اپنی زندگیاں وقف کیں اُن کے نام و کوائف کیا ہیں۔

۱۰ - جناب مولوی محمد علی صاحب کا چندہ عام کتنا ہوتا ہے۔ تلك عشرة كاملة

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۸۸۵

"فاتح الدین" کی فوج کے نو سپاہی سرزمین انگلستان میں

انگریزی پریس میں مجاہدین کے وفد کا شاندار الفاظ میں ذکر

خبر رساں ایجنسیوں کے نمائندوں میں ہلچل

لنڈن ۱۵ جنوری ۔ مکرم جناب مولوی جلال الدین صاحب شمسؔ "امام مسجد احمدیہ لنڈن" بذریعہ تار مطلع فرماتے ہیں:۔

نو مجاہدین کا وفد جو قادیان سے ۱۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو یورپین ممالک میں پیغام احمدیت پہنچانے کے لئے روانہ ہوا تھا ۱۴ جنوری ۱۹۴۶ء کو بخیر و عافیت انگلستان پہنچ گیا ہے۔ لورپول میں تختۂ جہاز پر لنڈن کے ریلوے اسٹیشن پر نمائندگان پریس نے وفد سے ملاقات کی۔ اخبار "ڈیلی سکیچ" نے اپنے نامہ نگار کی رپورٹ آج کے پرچہ میں اس عنوان کے ماتحت شائع کی ہے کہ "اسلام کے نو مجاہد ہمارے ملک میں" اور رپورٹ میں لکھا ہے کہ یہ مجاہد قادیان سے اس لئے یہاں آئے ہیں کہ اسلام کا پیغام انگلستان اور سارے یورپ کو پہنچائیں۔ پہلا تار موصول ہونے کے بعد حسب ذیل دوسرا تار موصول ہوا:۔

لنڈن ۱۵ جنوری ۔ "رائٹر" "پلینٹ پریس ایجنسی" اور "کیسٹون پریس ایجنسی" کے نمائندگان نے مسجد احمدیہ میں آکر نئے مبلغین اور ان کے کام کے متعلق نیز ہمارے مشن کے متعلق سوالات دریافت کئے اور متعدد فوٹو لئے۔ "دی سٹار" "ڈیلی ایوننگ پیپر" نے سارے وفد کا فوٹو شائع کیا اور اس پر حسب ذیل جلی عنوان دیا ہے۔ "یہ لوگ ہمیں مذہب سکھانے کے لئے آئے ہیں"۔ عرب ایجنسی نے بھی بہت سے سوالات دریافت کئے اور ہمارے مبلغین کے کام کے متعلق مفصل معلومات حاصل کیں۔

خریداران رسالہ کو اطلاع جملہ خریداران رسالہ ہذا سے درخواست ہے کہ وہ اس سال کا چندہ مبلغ تین روپے دفتر محاسب میں مد امانت فرقان ۱۰ فروری تک ارسال فرمادیں۔ جو احباب رسالہ کے خریدار نہ رہنا چاہتے ہوں وہ بھی مطلع فرمادیں۔ جو دوست حسب اعلان اطلاع نہ دیں گے اور نہ ہی چندہ مقررہ تاریخ تک ارسال فرمادینگے اُن کے نام فروری کا رسالہ وی۔ پی ہوگا جسکو وصول کرنا ہمارے دوستوں کا اخلاقی فرض ہوگا۔ مینیجر رسالہ فرقان

حکیم عبداللطیف شہید منشی فاضل پرنٹر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور دفتر رسالہ فرقان قادیان سے شائع کیا

فروری

قیمت سالانہ

تین روپے

ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً

مجلس رفقاء احمد قادیان کا ماہنامہ

فرقان

جلد ۵ | مدیر: ——— عبدالمنان عمر ایم اے | نمبر ۲

ترتیب عنوانات

خریداران اور معاونین حضرات سے ضروری التماس

رسالہ "فرقان" جس غرض کے لیئے جاری کیا گیا تھا بفضلہ تعالیٰ وہ غرض بخیر وخوبی پوری ہو رہی ہے۔ پچھلے سال سے غیر مبایعین کے اعتراضات کی تردید کے علاوہ بہائیت کے متعلق بھی مضامین لکھے جا رہے ہیں۔ اسی اضافہ کے پیش نظر اسدفعہ رسالہ کے حجم میں کچھ زیادتی کی گئی ہے اور آئندہ بھی زیادتی کرنے کی تجویز ہے۔ گذشتہ عرصہ میں جن احباب نے ہماری اعانت فرمائی ہے اور کار خیر میں دل کھول کر حصّہ لیا ہے ہم اُن سب احباب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور آئندہ کے ملئے بھی یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ حسب دستور رسالہ کی اعانت فرماتے رہیں گے۔ یہ رسالہ ایک کثیر تعداد میں بہائیوں اور غیر مبایعین کو مفت بھیجا جاتا ہے۔ اسلئے آمد کی نسبت خرچ بہت زیادہ ہوتا ہے اور دوستوں کے سامنے اعانت کی خواہش کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ ہم ان تمام احباب کے اسماء شکریہ کے ساتھ رسالہ میں شائع فرمائیں گے جو کم از کم دس خریداروں کا چندہ ارسال فرمائیں گے۔ اور اُن کی حسب مرضی غیر مبایعین یا بہائیوں کے نام رسالہ مفت جاری کیا جائیگا۔

نیز جملہ خریداران سے التماس ہے کہ وہ بھی اپنے آپ کو معاونین رسالہ میں شمار کریں اور نہ صرف یہ کہ اپنی خریداری جاری رکھیں بلکہ دوسرے دوستوں کو خریداری کیلئے تحریک کریں۔ کیونکہ غیر مبایعین کے اعتراضات اور اُن کے جوابات کو جاننا اور بہائیت کے متعلق معلومات حاصل کرنا ہر احمدی کے لئے ضروری ہے۔ جن احباب نے تاحال اس سال کا چندہ ارسال نہ کیا ہو وہ مبلغ تین روپے اس سال کا چندہ جلد ارسال فرماویں تاکہ رسالہ طبع کرنے میں کسی قسم کی کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ والسلام

"صدر رفقائے احمد"

"پیغام صلح" کا تازہ جھوٹ!

(از مولوی ظفر محمد صاحب فاضل)

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے مولوی محمد علی صاحب کا بلند مقام ثابت کرنے کیلئے ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کے مضمون میں ایک حدیث وضع کی تھی۔ اس کے متعلق انکو انعامی چیلنج پیش کیا گیا تھا۔ اسکے بعد مصری صاحب نے جواباً اپنا مضمون شائع کرایا تھا۔ انکے جواب میں خاکسار گذشتہ ایام میں ایک مضمون "الفضل" میں طبع کرا چکا ہے جسکا جواب تاحال شیخ صاحب نے نہیں دیا۔ لیکن افسوس ہے "پیغام صلح" ۶ جنوری غلط طور پر ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے کہ خاکسار چیلنج دے کر خاموش ہے کاش غیر مبایعین اپنے آرگن کی ناجائز روش کی اصلاح کی طرف توجہ کریں۔

چودھویں کا چاند

(نور الحق نائب مدیر)

روحانی اور مادی دنیا ایک ساتھ چلتی ہیں جس طرح خدا تعالیٰ نے اس مادی دنیا کو منور کرنے کیلئے شمس و قمر کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ اسی طرح روحانی عالم میں مختلف شموس اور اقمار کے ادوار چلائے ہیں۔ شموس تو وہ انبیاء ہیں جن کو شریعت دی جاتی ہے اور اقمار وہ وجود ہوتے ہیں جو شموس کے اظلال ہو کر دنیا کو روشن کرتے ہیں۔ یا ان اقمار کے خلفا ہوتے ہیں وہ مہر کامل اور خاور اعظم جو ساری روئے زمین کو تا قیامت منور کرنے کیلئے طلوع ہؤا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک ہے۔ چونکہ آپ کی بعثت سے تیرہ سو سال بعد دنیا آپ سے مُنہ موڑ کر ظلمت کدہ بننے والی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے چہرہ کو پورے طور پر دکھانے کیلئے ایک "ماہ کامل" آسمانِ روحانی پر ظاہر کئے جانے کی خبر دی۔ چنانچہ یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود مبارک میں پوری ہوئی اور یہ چودھویں کا چاند ایسے طور پر آسمان کے وسط میں چمکا۔ کہ سب دنیا اس کی روشنی سے جگمگا اٹھی۔ زمانہ اس بات کا متقاضی تھا کہ یہ "بدر کامل" ڈیڑھ دو صدی تک قائم رہے تا دنیا اسکی روشنی سے پورے طور پر روشن ہو لیکن قوانینِ قدرت کی رو سے ایک انسان اتنا لمبا عرصہ زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لئے خدائے عزّ و جل نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فرمایا۔ کہ تیرے وجود کا ایک حصہ اور تیری نسل سے ایک شخص اس دنیا میں بھیجا جائیگا۔ جو قمری صفات اپنے اندر رکھتا ہو گا۔ اور تیرے بعد تیری طرح "بدر کامل" بنکر آسمانِ رُوحانی پر چمکے گا۔ اور دنیا اس کی روشنی سے ایک لمبا عرصہ مستفید ہو گی۔

خدا تعالیٰ نے اس وجود کے آنے کو جن الفاظ میں ادا کیا۔ وہ سب اسی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ کہ یہ آنیوالا "قمر" ہے۔ چنانچہ کہا "نور آتا ہے نور" پھر فرمایا "جاءك النور وهو افضل منك" اور ان الفاظ سے اسکے "قمری وجود" ہونے کا اشارہ تھا۔ کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں "جعل القمر فيهن نورًا (نوح)" کہہ کر قمر کا نام نور رکھا ہے۔ پھر واضح الفاظ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فرمایا۔ کہ وہ آنے والا "قمر" و "چراغ دین" ہے۔ اسی لئے حضور اس کو اپنے الفاظ میں بار بار اسی نام سے یاد فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضور لکھتے ہیں

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا | جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مہ سے اندھیرا | دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

الغرض خدا کے وعدہ کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کو وہ "چاند" ملا۔ اور حضور خدا کے اس احسان پر اپنے محسن کے ترانے گانے لگے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

دیئے تُو نے مجھے یہ مہر و مہتاب	یہ سب ہیں مرے پیارے تیرے اسباب
دکھایا تُو نے وہ لے رب ارباب	کہ کم ایسا دکھا سکتا کوئی خواب

پھر اس قمر کے لئے دُعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اے واحد و یگانہ اے خالق زمانہ	میری دُعائیں سُن لے اور عرض چاکرانہ
تیرے سپرد تینوں دین کے قمر بنانا	یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
یہ تینوں تیرے چاکر ہوویں جہاں کے رہبر	یہ ہادیٔ جہاں ہوں یہ ہوویں نور یکسر
یہ مرجع شہاں ہوں یہ ہوویں مہر انور	یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

الغرض خدا نے "آنیوالے" کا نام "قمر" رکھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے مطابق اس کو دین کا "قمر" "دین کا چراغ" "مہر" اور "مہتاب" کے الفاظ سے یاد کیا۔ اور یہ الفاظ اس آنیوالے کے اس مقصد کو پوری طرح واضح کر رہے تھے کہ اس نے تمام دنیا کو منوّر کرنا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ نے مزید وضاحت فرما دی۔ کہ آنے والا وجود قمر ہی نہیں رہے گا بلکہ "بدر" بنے گا۔ تاکمزور نظروں والے بھی اسے دیکھ سکیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا" گویا جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام "بدر" بنکر لوگوں کو دکھائی دیئے۔ اسی طرح اس آنے والے قمر کو بھی آپ کا کامل مثیل اور "چودھویں کا چاند" بننا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بدری استعدادیں بخشیں۔ اور پھر ظاہری طور پر بھی "چودھویں صدی" میں بھیجکر آپ کی مشابہت "بدر" سے ثابت کر دی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے مثیل کو "بدر" کہنے میں اس طرف اشارہ تھا۔ کہ اس کے کامل طور پر ظاہر ہونے کا "چودہ" کے ساتھ تعلق ہے کیونکہ "چاند" چودہ تاریخ کو ہی کامل ہوا کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس مشابہت کو بھی ظاہری طور پر پورا فرمایا۔ اور یہ قمری وجود ۱۴ مارچ اور پھر ۱۹۱۴ء کو سب لوگوں کو نظر آ گیا۔ اگرچہ دُور بین نگاہیں اسکی روشنی کو پہلے سے ہی محسوس کر رہی تھیں۔ لیکن شپرہ چشم اسکی روشنی کی تاب نہ لا سکے۔ اور انہوں نے چاہا۔ کہ اس چاند کی روشنی ماند پڑ جائے لیکن وہ خدا جس نے پہلے سے حضرت مسیح موعود کو خوشخبری دی تھی:۔

کروں گا دُور اس مَہ سے اندھیرا	دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

اس خوشخبری کے مطابق سب مخالفین و حاسدین کی کوششیں رائیگاں گئیں۔ اور یہ چاند وسط آسمان میں چمکنے لگا۔ اور دنیا اس سے منور ہونے لگی خدا نے خود اس سے کہا کہ تو وہی ہے جسکی پہلے سے خبر دی گئی تھی۔ اور آپ نے اس کا اعلان بھی کر دیا۔ پس مبارک ہیں وہ لوگ جو اس چاند کے گرد ہالہ بن گئے اور اسکی روشنی سے مستفید ہونے کے

"پیغامی دنیا"

(نور الحق نائب مدیر)

موضوعات کا کارخانہ

۱۹۱۴ء میں جب جماعت میں افتراق پیدا ہؤا۔ اور مولوی محمد علی صاحب اپنے ہمراہیوں سمیت لاہور چلے گئے۔ تو ان کے بعض حاشیہ نشینوں اور نمک خواروں نے اخبار پیغام صلح میں شائع کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں مولوی محمد علی صاحب کو "مجدد الدین" کہا گیا ہے (پیغام ۱۲ اپریل ۱۹۱۴ء) اس پر "پیغام صلح" سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کا مذکورہ الہام پیش کریں۔ اور اب تک یہ مطالبہ جاری ہے لیکن "پیغامی" اصحاب اس وضعی الہام کو پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ بجائے اسکے کہ مولوی محمد علی صاحب جھوٹا الہام بنانے والوں کو تنبیہ کرتے۔ آپ نے خاموش رہ کر عملاً ان کی پیٹھ ٹھونکی۔ اس بات کو دیکھ کر کہ امیر غیر مبائعین اس طرح جھوٹے اور وضعی الہام اپنی ذات پر چسپاں کئے جانے کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں "موضوعات کا کارخانہ" کھل چکا ہے جس کے کئی نمونے ان کی طرف سے پیش ہو چکے ہیں۔ حال ہی میں ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کے اخبار پیغام میں شیخ عبد الرحمن صاحب نے بالکل جھوٹی حدیث بنا کر مولوی محمد علی صاحب پر چسپاں کر کے ان کو "منصور" بنانے کی کوشش کی۔ چنانچہ اصل حدیث کے پیش کئے جانے کا مطالبہ کیا گیا۔ اور اس کے پیش کرنے پر ان کو انعام کا لالچ بھی دیا گیا لیکن اب تک شیخ صاحب وہ حدیث پیش نہیں کر سکے۔ اب پھر غیر مبائعین کے ایک "مبلغ" نے اپنے کارخانہ کا تازہ مال پیش کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اس امت میں ہر مصلح جو آئے گا وہ صدی کے سر پر آئے گا" (پیغام ۱۰ جنوری ۱۹۴۶ء) اس نئی پیشکش پر "فرقان" پھر غیر مبائعین کو چیلنج کرتا ہے کہ مذکورہ حدیث نکالکر دکھائیں۔ اور اگر ان کو یہ حدیث نہ مل سکے تو پھر اپنے انجاموں کا فکر کریں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں۔ "من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔"

متضاد بیانات

آج سے اکتیس برس پیشتر مولوی محمد علی صاحب اپنے رفقاء سمیت منکر خلافت ہو کر قادیان سے لاہور چلے گئے۔ اور وہاں جاکر انہوں نے اعلان کیا۔ کہ جماعت کے کل پانچ لاکھ افراد میں سے صرف بیسواں حصہ

جماعت نے خلافت کی بیعت کی ہے (پیغام صلح ۲۸ اپریل ۱۹۱۴ء) گویا مبائعین کی تعداد پیغام کے اعلان کے مطابق پچیس ۲۵ ہزار۔ اور غیر مبائعین کی تعداد پونے پانچ لاکھ تھی۔ لیکن اب چونکہ انکے اس اعلان پر نہائی صدی گذر چکی ہے۔ امیر غیر مبائعین نے یہ سمجھ کر کہ ان کے اس مذکورہ اعلان کو دنیا بھول چکی ہوگی اس کے متضاد بیان جاری کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب اپنے خطبہ شائع شدہ ۱۶ جنوری میں کہتے ہیں کہ "اختلاف کے وقت ایک طرف آنکھیں بند کر کے جماعتوں کی جماعتیں چلی جا رہی تھیں۔ اور ایک طرف چند آدمی اس خطرناک رو کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے" ناظرین کرام غور فرماویں کہ مولوی محمد علی صاحب اپنے اس تازہ بیان میں پہلے بیان کے بالکل خلاف یہ کہتے ہیں کہ انکی تعداد اختلاف کے وقت بالکل تھوڑی تھی۔ الغرض ہر دو بیانوں میں سے ایک بیان ضرور جھوٹا اور خلاف واقعہ ہے۔ کیا پیغامی مفتیاں ایسے جھوٹے بیان پر "اذا حدث کذب" کا فتویٰ صادر کیا جانا درست نہ قرار دینگے؟ کیونکہ مولوی صاحب کے ہر دو بیانات میں تطبیق نظر نہیں آتی۔

غیر احمدیوں سے چندہ بٹورنے کی شدید خواہش

غیر مبائعین نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت سے انکار کیا۔ خلافت کو خیرباد کہا اور منکرین مکفرین مسیح موعودؑ کے حقیقی مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ صرف اس لئے کہ تا عوام مسلمان خوش ہو کر ان کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ اور پیغامی اصحاب اپنی "جیبیں" اسلام کے نام پر اچھی طرح گرم کر سکیں لیکن ان کا یہ طریق کارگر نہ ہوا۔ اور عوام مسلمانوں نے اعلان کر دیا کہ "قادیانی امت کے بعض افراد نے اس مضر علمی کا احساس کیا۔ اور انہوں نے تاویل در تاویل اور بعض صورتوں میں انکار تک کر کے امت کے قریب آنے کی سعی کی۔ اور لاہوری قادیانی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ امت کے حصار سے جس شخص کے اثر کے ماتحت وہ نکلے تھے جب تک اس کے اثر کا قاطبۃً وہ انکار نہ کریں امت کے وسیع دائرہ میں آنے کا ان کے لئے امکان نہیں۔" (صدق لکھنؤ)

غیر احمدیوں کے اس زبردست اعلان سے اب پیغامیوں کے قلوب حسرتوں کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ان کے امیر فرماتے ہیں "تراجم کا کام اتنا عظیم الشان کام تھا۔ کہ مسلمانوں کو چاہیئے تھا کہ آنکھیں بند کر کے اس میں حصہ لیتے۔ سمجھ نہیں آتا۔ کہ آخر اس کام میں ان کے لئے کیا رکاوٹیں ہیں۔" (پیغام ۱۶ جنوری ۱۹۴۶ء) غیر احمدیوں کے مایوس کن اعلان اور امیر غیر مبائعین کی ناامیدی کے باوجود اپنے اصل مقصود کو حاصل کرنے کے لئے پیغامی اصحاب کی ہمتیں پست نہیں ہوئیں۔ چنانچہ مرتضیٰ خان صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری مال "پیغام صلح" ۳۰ جنوری ۱۹۴۶ء میں اعلان کرتے ہیں کہ "تبلیغ بلادِ غیر۔

وتراجم قرآن ایسے کام ہیں جن میں شرکت کرنے سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ الا ماشاء اللہ۔ اگر ہمارے سب دوست اس طرف توجہ فرما دیں۔ تو بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔" "فرقان" غیر مبایعین دوستوں کو یہ مشورہ دیتا ہے کہ جب آپ نے حضرت مسیح موعود کی نبوت کا انکار کیا۔ غیر احمدیوں کے پیچھے نمازیں پڑھنے اور ان کے جنازے پڑھنے کو جائز قرار دیا۔ مکفرین مسیح موعود کے حقیقی مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو ماننا اور نہ ماننا برابر قرار دیا۔ تو اب ایک دو باقی باتیں جن پر اپنے آپ کو کاربند سمجھتے ہیں۔ ان کو بھی خیرباد کہیئے اور خالصۃً غیر احمدیوں میں ملکر تراجم قرآن مجید اور تبلیغ کا کام کیجئے سب غیر احمدی بخوشی آپ پر روپے نچھاور کریں گے۔ اور آپ کو آپ کا مقصود حاصل ہو جاویگا۔ وگرنہ "مذبذبین بین ذالک" سے کچھ ملتا نظر نہیں آتا۔

غلط پروپیگنڈا

پیغام صلح ۳۰ر جنوری ۴۶ء میں امیر غیر مبایعین فرماتے ہیں۔ "خواجہ کمال الدین صاحب نے سب دنیوی منافع پر لات مار کر تبلیغ اسلام کے لئے اپنی زندگی کو وقف کیا۔ اور جا کر اسلام کا جھنڈا یورپ میں گاڑا" مولوی محمد علی صاحب کا بیان سو فیصدی خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ نہ خواجہ صاحب نے اپنی زندگی وقف کی اور نہ صرف خدمت دین کے لئے انگلینڈ تشریف لے گئے۔ بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ بمبئی کے ایک احمدی رئیس کو ولایت میں ایک کام درپیش تھا جس کے لئے ان کو ایک معتبر آدمی کی ضرورت تھی۔ انہوں نے خواجہ صاحب کو ایک بھاری رقم کے علاوہ کرایہ وغیرہ دینے کا وعدہ کیا۔ اور اسی واسطے خواجہ صاحب ولایت گئے چنانچہ اس وقت کے اخبار بدر نے اپنے پرچہ ۵ ردسمبر ۱۲ء میں خواجہ صاحب کے انگلستان جانے کا اعلان ان الفاظ میں کیا ہے۔ کہ "اس سفر میں خواجہ صاحب کے لئے خدا تعالیٰ نے کچھ ایسے اسباب مہیا کر دیئے ہیں کہ وہ انگلینڈ تشریف لے جاتے ہیں۔" پھر حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے جو نصائح خواجہ صاحب کو ان کی روانگی کے وقت کیں ان میں بھی ان کی انگلینڈ جانے کی وجہ صاف نظر آتی ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ اولؓ فرماتے ہیں "بقدر طاقت اپنی کے دین کی خدمت وہاں ضرور کرنا۔" (پیغام صلح جلد ۱ نمبر ۱) پس اگر خواجہ صاحب زندگی وقف کر کے خدمت دین کے لئے انگلینڈ جا رہے ہوتے تو حضرت خلیفہ اول رضؓ ان کو یہ کیوں کہتے۔ کہ کچھ خدمت دین بھی کرنا۔ الغرض مولوی محمد علی صاحب کا خواجہ صاحب کے متعلق پروپیگنڈا بالکل غلط ہے۔ اور اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کے مطابق اب ان میں "صالحیت" باقی نہیں رہی۔ کیونکہ اگر ان میں صالحیت کا ایک شائبہ بھی ہوتا۔ تو وہ ایسے خلاف واقعہ پروپیگنڈا سے پرہیز کرتے۔

غیر مبائعین کے جلسہ سالانہ پر حاضری

اخبار پیغام صلح ۱۶ر جنوری کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ غیر مبائعین کے ۱۹۴۵ء کے جلسہ میں ۴۸ عورتیں اور ایک سو مرد شامل ہوئے۔ چنانچہ چندہ کی تحریک کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "حاضرین جلسہ میں سے عورتوں نے اپنی تعداد کے لحاظ سے مردوں سے بھی زیادہ ہمت دکھائی اور چالیس پچاس عورتوں میں سے نو ہزار کے وعدے آگئے۔" پھر مردوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس تحریک کے لئے قریب قریب ایک لاکھ روپے کے وعدے جلسہ سالانہ پر ہو چکے ہیں۔ اور اس کے علاوہ جماعت کے ان اصحاب نے جو یہاں موجود تھے اپنی پندرہ دن کی آمد دینے کا وعدہ کیا ہے۔" اخبار پیغام صلح نے جو اسماء اس تحریک میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر شامل ہونے والوں اور اپنے نومبائعین کے شائع کئے ہیں۔ ان کو گننے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب تعداد ایک سو کے قریب بنتی ہے۔ لیکن اس کے مقابل ہمارے جلسہ میں خواتین کی تعداد آٹھ ہزار۔ اور مردوں کی تعداد پچیس ہزار ۲۵۰۰۰ تھی۔ اور مہمانوں کی تنظیم کے ماتحت خدمت کرنے والوں کی تعداد ایک ہزار۔ غیر مبائعین کے جلسہ سالانہ کی یہ حاضری حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے الہام ان الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ کو واضح طور پر پورا کرنے والی ہے

صدا بصحرا

مولوی محمد علی صاحب نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی نقل کرتے ہوئے وقف کی تحریک کی۔ چنانچہ سب سے پہلا اعلان مولوی صاحب نے ۲۷ر اکتوبر ۱۹۴۴ء کے خطبہ جمعہ میں دس مبلغین کے لئے کیا۔ اور ساتھ ہی پُرزور مطالبہ کیا۔ کہ جلسہ سالانہ ۱۹۴۴ء تک یہ دس آدمی ملجانے چاہئیں۔ آج اس تحریک پر سوا سال گذر چکا ہے لیکن مولوی صاحب کی تحریک صدا بصحرا ثابت ہوئی ہے۔ صرف ایک سکول ماسٹر کو اپنے سکول سے فارغ کرا لیا گیا ہے تا کہ عزت بنی رہے۔ اسی طرح سے ۱۸ر اپریل ۱۹۴۵ء کو مولوی محمد علی صاحب نے یہ اپیل کی۔ کہ ان کی جماعت کے پنشن یافتہ اصحاب وقف کریں۔ لیکن تا حال ایک شخص نے انکی آواز پر لبیک نہیں کہا۔ ان سب باتوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اب امیر غیر مبائعین نے ایک نئی تحریک شروع کر دی ہے۔ کہ ان کی جماعت کے ایسے سو آدمی نام دیں۔ جو روزی کمانے کے علاوہ تبلیغ بھی کریں۔ لیکن یہ تحریک بھی پنپتی نظر نہیں آتی۔ ہمارے خیال میں مولوی صاحب کی یہ تحریکات اس لئے کامیاب نہیں ہوتیں کہ وہ اپنی جماعت کے لئے نمونہ نہیں پیش کرتے۔ کیونکہ ان کے اپنے صاحبزادے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے دنیا کما رہے ہیں۔ اگر مولوی صاحب ان کو فارغ کر کے خدمت دین پر لگا دیں۔ تو شائد ان کے نمونہ کو دیکھ کر کوئی اور بھی زندگی وقف کر دے۔

غیر مبائعین کی تعداد

غیر مبائعین اپنی تعداد پانچ ہزار بتاتے ہیں اور یہ اس لئے کہ تا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک کشف کو اپنے اوپر چسپاں کر سکیں۔ حالانکہ خود ان کے بیانات اس بات کو ثابت کر رہے ہیں۔ کہ ان کی تعداد پانچہزار نہیں۔ چنانچہ اخبار پیغام صلح ۱۶ر جنوری میں غیر مبائعین کے جلسہ سالانہ پر شامل ہونے والی مستورات کی تعداد چالیس پچاس بتائی گئی ہے اور بقیہ جماعت کی خواتین کی تعداد ان سے سوگنا زیادہ اگر ان کا یہ بیان درست ہے تو اس بیان کے مطابق انکی کل مستورات کی تعداد چار پانچہزار بنتی ہے۔ اب قابل استفسار یہ امر ہے کہ غیر مبائعین جو اپنی تعداد پانچ ہزار بیان کرتے ہیں۔ کیا وہ مردوں اور بچوں کو شمار نہیں کرتے۔ اور پھر کیا وہ ان لوگوں کو اپنے سلسلہ میں شمار نہیں کرتے جن کے متعلق اعلان کر چکے ہیں "کہ آج ایک چھوٹی سی قوم کی ہمت سے یورپ میں اسلام کے جھنڈے کئی ملکوں میں گاڑے جا چکے ہیں۔ ہزاروں آدمی داخل اسلام ہو چکے ہیں اور لاکھوں اسلام کے دروازہ تک پہنچ چکے ہیں"

(پیغام ۲۰ر جون ۱۹۴۵ء)

پس غیر مبائعین کے اپنے واضح اعلانات کے مطابق ان کی تعداد پانچ ہزار نہیں بنتی۔ کیونکہ ان کے بیان کے مطابق صرف ان کی مستورات پانچہزار بنتی ہیں۔ پس ان کا اپنی پانچہزار کی تعداد بیان کرنا محض پروپیگنڈا ہے۔ جو صرف اس لئے بتائی جاتی ہے کہ تا غلط طور پر حضرت مسیح موعودؑ کا کشف منطبق کیا جا سکے۔

دو خلاف واقعہ باتیں

امیر غیر مبائعین اپنے خطبہ مطبوعہ پیغام ۲۰ر جون ۱۹۴۵ء میں اپنی جماعت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں "اگر پانچہزار کی جماعت تیرہ مرکز تبلیغ اسلام کے قائم کر سکتی ہے۔ تیرہ زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کر سکتی۔ تو مسلمان جنہیں چالیس یا پچاس کروڑ ہونے کا دعویٰ ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس جماعت کے برابر نہیں۔ اس کا سواں حصہ ہی کام کریں۔ ۔ ۔ ۔ تو آج دس ہزار تبلیغی مرکز دنیا میں قائم کر دینا کچھ مشکل نہیں۔" امیر غیر مبائعین کا یہ بیان سو فیصدی خلاف واقعہ ہے کیونکہ نہ ان کی جماعت کے تیرہ مشن بیرونی ممالک میں قائم ہیں اور نہ تیرہ زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم انکی جماعت نے کرائے ہیں۔ پھر حیرانگی کی بات یہ ہے کہ جناب مولوی محمد علی صاحب نے صرف اتنی خلاف واقعہ بات پر بس نہیں کیا بلکہ ۱۶ر جنوری ۱۹۴۶ء کے اخبار پیغام میں فرماتے ہیں "قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم کرنا یہ ایک ایسی بنیاد ہے جسکی مثال کہیں دوسری جگہ موجود نہیں۔ دوسری بنیاد یہ ہے۔ کہ ان تراجم کو مشنوں کے ذریعہ سے مختلف ملکوں میں

پہنچانا۔ اسکی مثال بھی کسی دوسری جگہ موجود نہیں" یعنی فرضی تیرہ تبلیغی مراکز قرار دینے پر انہوں اکتفا نہیں کیا بلکہ لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کی یہ کوشش کی ہے۔ کہ کسی اور جماعت نے بیرونی ممالک میں تبلیغی مشن قائم نہیں۔ حالانکہ ہندوستان سے باہر غیر ممالک میں مبائعین کے بیس سے زیادہ مشن ہیں۔ اور یوروپین ممالک کے مشنوں کے لئے سات زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ نیز انگریزی تفسیر کے دس پارے جلسہ سالانہ ۱۹۴۵ء پر طبع ہو چکے ہیں۔ پس امیر غیر مبائعین کا ان واقعات سے چشم پوشی کرتے ہوئے یہ کہنا کہ دنیا میں کسی اور جماعت کے تبلیغی مشن قائم نہیں۔ خلاف واقعہ ہے۔ الغرض امیر مبائعین کے ہر دو بیانات صریح جھوٹے ہیں۔ جو شخص ہمارے اس قول سے اختلاف رکھتا ہو۔ وہ غیر مبائعین کے تیرہ مشن اور تیرہ تراجم دکھا دے۔ اور پھر ہمارے مشن اور تراجم کی تصدیق کرلے جس قوم کے امیر کا یہ حال ہو۔ کہ وہ غلط پروپیگنڈا میں گویلز کو مات کردے۔ اسکے افراد سے سچ بولنے کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ بہانگ دہل اعلان کر دیں کہ "ما انا الا کالقرآن وسیظهر علی یدیّ ما ظهر من الفرقان" (تذکرہ ص۶۱۷) یعنی مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دنیا میں ایسا ہی انقلاب ہوگا جیسا کہ قرآن مجید کے ذریعہ دنیا میں ہوا۔ چنانچہ اس انقلاب کی کیفیت بھی حضور کو ایک کشف میں دکھائی گئی کہ آپ کے ہاتھوں نیا نظام اور نئی زمین اور نیا آسمان پیدا ہوگا۔ (تذکرہ ص۱۹۶ و چشمہ مسیحی ص۳۵) گویا حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ جس انقلاب نے رونما ہونا ہے۔ وہ ایسا ہے کہ ساری دنیا ہی بدل جائیگی چنانچہ ہم اس انقلاب کے آثار دیکھ رہے ہیں۔ اور ہمیں یہ ایمان ہے کہ قادر خدا کا یہ وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ لیکن حیرت ہے کہ امیر غیر مبائعین کس جسارت سے حضرت مسیح موعود کے الہامات اور وعدوں کے خلاف کہے جاتے ہیں کہ "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی وہی ہو سکتا ہے جو ایسا ہی بڑا انقلاب دنیا میں پیدا کر کے دکھائے۔ مگر نہ وہ انقلاب پھر پیدا ہو سکتا ہے نہ آپ کے بعد نبی کوئی نبی آ سکتا ہے۔"

پھر فرماتے ہیں "یاد رکھو کہ اتنا بڑا انقلاب اب کوئی شخص پیدا نہیں کر سکتا۔ اور نہ نبوت کا سلسلہ اب دنیا میں چل سکتا ہے" (پیغام ۲۳ر جنوری ۱۹۴۶ء) امیر غیر مبائعین نے حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کے خلاف مذکورہ بالا بیان دیکر اپنے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام کا مصداق کر لیا ہے کہ "قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا" کیونکہ وہ الہامات جو حضرت مسیح موعود پر نازل ہوئے وہ کسی کے کہنے سے رک نہیں سکتے۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں لیکن ان کا پورا ہونا لازمی ہے۔ الغرض اس زمانہ میں ایسا ہی انقلاب رونما ہوگا۔ جیسا کہ ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا۔ اور یہ انقلاب امیر غیر مبائعین کے قول کے مطابق حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے کی بھی بیّن دلیل ہے۔ کیونکہ ایسا انقلاب سوائے نبی کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

معرکۂ حق و باطل میں ہماری فتح

تمام اختلافات کا خاتمہ

مولوی محمد علی صاحب راہِ راست پر

(نائب مدیر)

وہ مسائل جو مبائعین اور غیر مبائعین میں متنازعہ فیہ اور اختلافی ہیں ان میں سے ایک مسئلہ کفر و اسلام ہے مبائعین یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکر کافر ہیں لیکن غیر مبائعین یہ کہتے ہیں کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔ خواہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کا مکفر ہی ہو۔ یہ مسئلہ غیر مبائعین کے نزدیک اتنا اہم ہے کہ انکے امیر مولوی محمد علی صاحب پیغام صلح ۱۶ جنوری ۱۹۴۶ء میں فرماتے ہیں "اس سلسلہ کے اختلاف میں بڑی دو باتیں تھیں نہیں۔ بلکہ پہلی بات ایک ہی تھی یعنی صرف مسئلہ کفر و اسلام سامنے تھا موجودہ قادیانی جماعت کے رہنما اس اختلاف سے کچھ پہلے ہی اپنے خیالات کا اظہار ایسے خطرناک الفاظ میں کر چکے تھے۔ کہ اس اظہارِ خیال کے بعد ہمارے لئے۔ ان لوگوں کے لئے جو حضرت مسیح موعود کی تعلیم کو صحیح طور پر سمجھ چکے تھے ناممکن تھا کہ انکی ہاں میں ہاں ملاتے۔ اور انکے ساتھ ملکر کام کرتے" (ص کالم ۳) گویا امیر غیر مبائعین مسئلہ کفر و اسلام کو سب اختلافی مسائل میں سے اہم اور بنیادی مسئلہ قرار دیتے ہیں۔ اور اگر اس کا فیصلہ ہو جائے تو پھر کوئی اختلافی مسئلہ انکے لئے مبائعین کے ساتھ ملنے میں روک نہیں بن سکتا۔

سو الحمد للہ کہ اس مسئلہ کا فیصلہ جناب مولوی محمد علی صاحب نے خود ہی کر دیا۔ اور اسی مسلک پر آگئے جس پر کہ مبائعین قائم تھے۔ اور اس طرح انہوں نے جو روک مبائعین اور غیر مبائعین کے ملنے میں مانع تھی۔ اس کو دور کر دیا۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب ۱۶ جنوری ۱۹۴۶ء کے اخبار پیغام صلح ص۲ کالم ۴ پر اپنی جماعت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ایک طرف سارا کفر اور اسکی ساری طاقتیں ہیں۔ اور دوسری طرف ایک چھوٹی سی جماعت ہے"

مولوی محمد علی صاحب کے یہ الفاظ بالکل واضح ہیں۔ اور کسی تشریح کے محتاج نہیں۔ مولوی صاحب نے اپنی جماعت کے علاوہ ان سب لوگوں کو جو اس میں شامل نہیں خواہ وہ مسلمان ہیں یا غیر مسلم کافر قرار دیا ہے۔ اور اس طرح وہ اسی مسلک پر آگئے ہیں جس کو مبائعین اختیار کئے ہوئے۔ پس وہ بنیادی پتھر جو غیر مبائعین کو مبائعین کے ساتھ ملانے میں روک بنا ہوا ہے۔ اب اپنی جگہ سے ہٹ چکا ہے۔ اس لئے حق پسند احباب کا فرض ہے۔ کہ وہ امیر غیر مبائعین کے قول کے مطابق ان سب اختلافات کا خاتمہ سمجھ کر مبائعین کی صف میں شامل ہو کر اسلام کے جھنڈے کو کفر کی سرزمین میں گاڑ دیں۔ وگرنہ "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور" کی ضرب المثل کے مطابق ہم سمجھیں گے۔ کہ امیر غیر مبائعین کے نزدیک مسئلہ کفر و اسلام میں مبائعین کا اختیار کردہ مسلک درست ہے۔ لیکن محض عوام مسلمانوں کو مبائعین کے خلاف بھڑکانے کے لئے وہ طریق اختیار کیا جاتا ہے جو عموماً ان کے اخبارات پر آتا رہتا ہے۔

ایڈیٹر صاحب پیغام کو دو صد روپے کا انعامی چیلنج

مصری صاحب اور ایڈیٹر صاحب ملکر حدیث پیش کریں

(نائب مدیر)

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے ۱۹ ستمبر کے پیغام صلح میں ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان تھا۔ "مولوی محمد علی صاحب کا مقام احادیث خیر الانام میں" اس عنوان کے مطابق بجائے اس کے کہ مصری صاحب کوئی ایسی حدیث پیش کرتے جس سے مولوی محمد علی صاحب کا بلند مقام ظاہر ہوتا۔ انہوں نے حجج الکرامہ میں سے نواب صدیق حسن خاں صاحب کا ایک قول لے کر اسے حدیث کا نام دیتے ہوئے مولوی محمد علی صاحب پر چسپاں کر دیا۔ مصری صاحب کی اس جعلسازی کو ظاہر کرنے کے لئے ہماری طرف سے "الفضل" میں یہ مطالبہ کیا گیا۔ کہ انہوں نے جس مزعومہ حدیث کو مولوی محمد علی صاحب پر چسپاں کیا ہے۔ اسے حجج الکرامہ سے نکال کر دکھاویں۔ اس مطالبہ پر انہوں نے ۲۴ اکتوبر ۴۵ء کے اخبار پیغام میں لکھا "اصل بات یہ ہے کہ حدیث موجود ہے یہ لوگ محض مغالطہ دہی کے لئے ایک غیر معقول بہانہ کی پناہ لے رہے ہیں۔ اگر یہ اعلان کر دیں گے کہ انہیں اصل کتابوں میں سے حوالہ نہیں ملتا۔ تو انشاء اللہ میں وہ بھی نکال کر دکھانے کی کوشش کروں گا" شیخ مصری صاحب کے اس بیان کو سو فیصدی جھوٹا ثابت کرنے کے لئے ہماری طرف سے ان کو انعامی چیلنج پیش کیا گیا اور کہا گیا کہ اگر وہ حدیث پیش کر دیں تو ہم سے دو صد نقد انعام لیں۔

ہمارے اس انعامی چیلنج پر مصری صاحب سخت مضطرب اور پریشان ہوئے۔ کیونکہ ان کی پیشکردہ حدیث کے متعلق ہمارا ہی بیان درست تھا کہ وہ حدیث نہیں۔ بلکہ نواب صدیق حسن خان صاحب کا قول ہے۔ اب اگر مصری صاحب ہمارے بیان کی تصدیق کرتے۔ تو انہیں سخت ذلت پہنچنے کا خطرہ تھا۔ اور اگر انعامی چیلنج قبول نہ کرتے تب بھی بدنامی کا خطرہ تھا۔ آخر کافی سوچ بچار کے بعد انہوں نے ایک راہ فرار سوچ لی۔ اور وہ یہ تھی کہ اخبار پیغام صلح ۲۱ نومبر ۴۵ء میں ایک مضمون لکھا۔ اور عوام غیر مبائعین کو یہ مغالطہ دینے کے لئے کہ انہوں نے ہمارا چیلنج منظور کر لیا ہے۔ اس کا عنوان یہ باندھا کہ "انعامی

چیلنج منظور" لیکن اس کے ماتحت بجائے اسکے کہ ہمارے مطالبہ کے مطابق حدیث پیش کرتے مصری صاحب نے گول مول الفاظ میں اپنے جھوٹے ہونے کا اعتراف کرلیا۔ اور کہہ دیا کہ انہوں نے اپنے مضمون ۱۹ ستمبر ۴۵ء میں مولوی محمد علی صاحب پر کوئی حدیث چسپاں نہیں۔ ہاں ایک خود ساختہ مفہوم پیش کیا تھا۔ اس لئے ہمارا حدیث پیش کئے جانے کا مطالبہ درست نہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"میںنے ان روایات کے مجموعہ کو جو حضرت مولوی نورالدین صاحب پر چسپاں ہوتی ہیں ایک حدیث قرار دیدیا۔ اور ان روایات کے مجموعہ کو جو جناب مولوی صاحب پر چسپاں ہوتی ہیں ایک حدیث قرار دے دیا اور ان روایات کے مجموعہ کو جو حضرت امیر ایدہ اللہ پر چسپاں ہوتی ہیں ایک حدیث قرار دے دیا" الغرض مصری صاحب نے اپنے اس بیان سے اپنے جھوٹے ہونے کا خود اقرار کرلیا۔ کیونکہ انکے ۲۴ اکتوبر ۴۵ء کے بیان اور ۲۱ نومبر کے بیان میں واضح تضاد تھا۔ ۲۴ اکتوبر کو انہوں نے لکھا کہ "حدیث موجود ہے" اور ۲۱ نومبر کو لکھا "کہ ان روایات کے مجموعہ کو جو حضرت امیر ایدہ اللہ پر چسپاں ہوتی ہیں ایک حدیث قرار دے دیا" یعنی پہلے تو مولوی محمد علی صاحب پر چسپاں کردہ عبارت کے حدیث ہونے کو تحدی سے پیش کرتے تھے لیکن پھر کہنے لگ پڑے کہ وہ حدیث نہیں۔ ہاں ان کا مختلف روایات سے اخذ کردہ مفہوم ہے جسے انہوں نے حدیث قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ ان کا یہ بیان بھی درست نہ تھا۔ اور اصل بات یہی تھی کہ وہ نواب صدیق حسن خاں صاحب کا قول تھا۔ چنانچہ انکے اس جھوٹ کا فرقان ماہ دسمبر ۴۵ء میں واضح طور پر اعلان کردیا گیا۔ اور ہمیں شیخ صاحب پر رحم بھی آیا کہ محض انہوں نے مولوی محمد علی صاحب کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے بڑھاپے میں اس قسم کی نجاست پر منہ مارا ہے۔ اور یہ خیال کرکے کہ ان کی فطرت اتنی ہی مسخ نہیں ہوچکی — کہ وہ اپنی غلطی پر اصرار کرتے ہی جائیں۔ ہم نے اس معاملہ کو طول دینا مناسب نہ سمجھا لیکن افسوس ہے کہ ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام اپنے اس پیر مغاں کو اپنے ہاتھوں خود ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ۷ فروری ۴۶ء کے اخبار میں پھر یہ ذکر کرنا شروع کردیا ہے کہ مصری صاحب پر وضع حدیث کا الزام درست نہیں۔ اس لئے اب ہم اصل حقیقت کو آشکارا کرنے کے لئے ایڈیٹر صاحب پیغام اور مصری صاحب دونوں کو یہ کھلا چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے اس حدیث کو پیش کردیں جو مصری صاحب نے ۱۹ ستمبر ۴۵ء کے پیغام میں مولوی محمد علی صاحب پر چسپاں کی ہے اور جس کے متعلق ۲۴ اکتوبر ۴۵ء کے پیغام میں شیخ صاحب نے تحریر کیا ہے کہ وہ حدیث موجود ہے۔ اور اگر وہ حدیث پیش کردیں۔ تو ہم سے دوصد نقد انعام لیں لیکن اگر وہ حدیث نہ دکھا سکیں تو آئندہ اس بات کے کہنے سے اجتناب کریں کہ مصری صاحب نے حدیث وضع نہیں کی۔

غیر مبائعین کا حسرتناک انجام

جناب مولوی محمد علی صاحب کی بروقت دیانتدارانہ اطلاع

(نور الحق نائب مدیر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جس تعلیم کو لائے اس کے حاملین کا دنیا پر چھا جانا قطعی اور یقینی ہے۔ حضور کی سچی تعلیم پر قائم ہو کر پھر مایوسی کے خیالات دل میں لانا خدا کی ہستی سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔ چنانچہ مبائعین جن کو دعوٰی ہے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی لائی ہوئی تعلیم پر قائم ہیں۔ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہے ہیں۔ صرف ہندوستان میں نہیں بلکہ سمندر پار ممالک میں احمدیت میں لوگ فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں اور ہمارے محبوب فاتح راہنما نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ آئندہ بیس سال کے اندر ہماری جماعت ایک نمایاں پوزیشن حاصل کرلے گی لیکن غیر مبائعین جو حضرت مسیح موعود کی لائی ہوئی تعلیم کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ جنہوں نے سالہا سال حضرت مسیح موعود کو نبی مانا۔ اور آخر آپ کی نبوت کے منکر ہو گئے۔ خلافت اولیٰ کو تسلیم کیا۔ اور اس کے ساتھ وفاداری کا اعلان کرتے رہے۔ لیکن پھر خلافت سے روگرداں ہو کر لاہور جا کر ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا لی۔ ان کو اسکی پاداش میں ناکامی پر ناکامی دیکھنی پڑی۔ آج جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت پر پچاس سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کو ہے۔ یہ لوگ معکوس ترقی کر کے پانچہزار کی تعداد کو پہنچ چکے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جو طریقہ اختیار کیا وہ کبھی نیک نتائج پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اب غیر مبائعین کے دلوں میں انتہائی مایوسی کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ اور غیر جانبدار لوگوں کو بھی مبائعین کا درخشندہ مستقبل۔ اور غیر مبائعین کا حسرتناک انجام نظر آرہا ہے چنانچہ ایچ اے والٹر ایم اے سیکرٹری آل انڈیا ینگ مین کرسچن ایسوسی ایشن اپنی کتاب احمدیہ موومنٹ میں لکھتے ہیں:

"سلسلہ احمدیہ کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات یقینی طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ اس فرقہ کی لاہوری پارٹی آہستہ آہستہ مسلمانان ہند کی مسلم لیگ پارٹی کے اندر جذب ہو جائیگی۔ ہاں اس قدر ضرور ہوگا کہ وہ اپنے ساتھ ہندوستان کے مسلمانوں میں مسیحیت کے خلاف ایک زیادہ زبردست جذبہ لیتی جاوے

لیکن اس کے مقابل پر قادیان کی پارٹی آخر تک اسلام کی ایک مستقل اور جداگانہ پارٹی رہے گی اور غالباً اسی حالت میں بڑھتی جائے گی۔" یہ نتیجہ تو ایک غیر جانبدار شخص کا ہے جو اس نے مبائعین اور غیر مبائعین کے حالات کو دیکھ کر نکالا۔ اور یہ ہوسکتا تھا کہ غیر مبائعین اس نتیجہ کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوتے۔ لیکن اب تو امیر غیر مبائعین نے دیانتدارانہ طور پر برملا اپنے مایوس کن اور حسرتناک انجام کا ذکر خطبہ جمعہ میں کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ پیغام صلح ۱۶ر جنوری ۴۶ء پر فرماتے ہیں :- مولوی یعقوب خاں نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر لیکچر دیا تھا کہ پچاس سال کے بعد جماعتِ احمدیہ کی حالت کیا ہوگی۔ لوگوں کا اس طرف کثرت سے رجوع ہوگا۔ **اس کے متعلق میں وثوق کے ساتھ تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔** اس کا علم خدا کو ہے کہ کیا حالت ہوگی۔" امیر غیر مبائعین کے آخری الفاظ کس قدر مایوس کن ہیں۔ وہ یقین جو ایک بڑھنے والی قوم میں اپنے درخشندہ مستقبل کے متعلق ہوتا ہے۔ اس کا ان میں فقدان ہے۔ اور وہ اپنی ترقی کو غیر یقینی قرار دیتے ہیں۔ لیکن میں امیر غیر مبائعین کی جرأت کی داد دیتا ہوں کہ انہوں نے اپنی چھوٹی سی جماعت کو بروقت ان کے انجام کے متعلق اطلاع دے دی۔ اے کاش غیر مبائعین اپنے امیر کے اس اعلان پر ہوش میں آئیں اور ان کی آنکھیں کھلیں۔ اور درخشندہ مستقبل والی جماعت میں شامل ہو کر اپنے یقینی مستقبل کو پالیں۔

وہ ــــــ اور ــــــ ہم

نتیجہ فکر چوہدری بدر سلطان صاحب اختر واقف زندگی

یہاں جوشِ عمل حُسنِ عقیدت کی فراوانی — وہاں طغیانِ آزادی و خود بینی و لسّانی
ڈھنڈورا خدمتِ اسلام کا وہ پیٹے جاتے ہیں — اگر اس کی بِنا پوچھو تو ہے تفسیر قرآنی
وہی تفسیر جس میں آہ لکھی ہیں وہ باتیں بھی — کہ جو ہیں بر خلافِ مسلکِ اُمورِ ربّانی
وہی تفسیر جس میں ردّ ہے ارشاداتِ احمدؑ کا — وہی تفسیر جو ہے مُظہرِ آزارِ پنہانی
وہی تفسیر جس میں روکشی ہے جابجا اُن سے — جو حضرت نے کئے تھے معنیٔ آیاتِ قرآنی
وہی جس میں ہے بے والد تھی پیدائش عیسیٰؑ — وہی جس میں ہے اس سے بھی زیادہ گوہر افشانی

وہی جس میں کچھ ایسے بھی خیالاتِ پریشاں ہیں
غلم کے حکم سے انکار کی بھرمار ہے جس میں
معاذ اللہ اسی تفسیر پر نازاں ہیں مولانا
چلی جائے گی صاحب کجروی و خودسری کب تک
غضب ہے سرکشی خاصانِ درگاہِ الٰہی سے
اسی نے بارہا نیچا دکھایا اُونچے اونچوں کو
جسے مامور کہنا اُس کے ارشادوں کو رد کرنا
حَکَم کو مان کر حُکمِ حَکَم سے انحراف اُف اُف
جو کہنا چاہتا تھا وہ مفصّل کہہ نہیں سکتا
بمجبوری حقیقت اختصاراً عرض کرتا ہوں
وہ کہتے ہیں کہ ہم اسلام کے یکتا مبلّغ ہیں
وہ کہتے ہیں پئے تبلیغ ہم پھرتے ہیں دُنیا میں
وہ کہتے ہیں کہ عالم میں ہمارا کون ہمتا ہے
وہ کہتے ہیں ہماری ذات فخرِ دین و ملّت ہے
وہ کہتے ہیں کوئی کیا شے ہے ہم ایسے ہیں ہم ویسے
وہ بیجا ہیں کہیں کوئی انہیں مانع نہیں لیکن
وہ کیس اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں یہ رہنے دیں
مبلغ کون ہیں تبلیغ کن ملکوں میں کرتے ہیں
سنا کرتے تھے ہم گھر جاتی من مانی تو مدت سے
جو ان کے جی میں آئے بے محابا کہہ گزرتے ہیں
کلامِ حضرتِ اقدس کی پروا ہی نہیں توبہ
کمر کس لی اگر ضد پہ تو کیا وقعت دلائل کی
وہ جتنا سنتے ہیں افسوس اتنا ہی بگڑتے ہیں
من انداز قدش را می شناسم چوں نمے گویم
وہ دھوکا دے نہیں سکتے ہیں دھوکا کھا نہیں سکتا

لکھا ہے حضرتِ اقدس نے جن کو جہل و نادانی
بجا ہے جتنی بھی کی جائے اس پر اشک افشانی
تعجب خیز ہے یہ طبعِ مولانا کی جولانی
کچھ اسکی حد بھی ہے آخر کہاں تک جوشِ نفسانی
یہی شے دوسرے الفاظ میں ہے موتِ رُوحانی
یہی وہ چیز ہے جس کا نتیجہ ہے پشیمانی
کوئی نادان ہی سمجھے تو سمجھے اس کو نادانی
قیامت ہے مسلماں ہو کے ایسی نامسلمانی
کروں کیا وقت کم ہے داستانِ ہجر طُولانی
کہ ہر جو یائے حق جس سے حاصل ہو کچھ آسانی
وہ کہتے ہیں کہ ہم نے کی ہے قربانی یہ قربانی
وہ کہتے ہیں کہ تا نازاں ہو گی ہم نسلِ انسانی
وہ کہتے ہیں کہ دُنیا میں ہمیں ہیں آج لاثانی
وہ کہتے ہیں کہ ہم ہیں خادمِ جسمانی و جانی
ہمارے ہی سبب سے آج زندہ ہے مسلمانی
حقیقت ہے حقیقت اور لسانی ہے لسانی
بس اتنا ہی بتا دیں چھوڑ کر اذکارِ طولانی
یہ دونوں مادّی چیزیں ہیں یا اشیائے رُوحانی
مگر اب اپنی آنکھوں دیکھ لی گھر جانی من مانی
نہ فکرِ پردہ پوشی ہے نہ خوف و شرمِ عریانی
معاذ اللہ من ذالک یہ نفسِ دُوں کی طغیانی
جب آنکھیں میچ لیں تو خاک ہے کحلِ صفاہانی
وہ ہنستے ہیں مگر اُن کی ہنسی ہوتی ہے کھسیانی
کہ وہ قامت ہے میری دیکھی بھالی جانی پہچانی
تو لا حاصل ثنائے خود بخود گفتن کی ارزانی

تسخیر خیز ہے تبلیغ عالمگیر کا غوغا
جو آگاہ حقیقت ہے وہ ہے تصویر حیرانی

بحمداللہ یہ اظہار شکر نعمتِ حق ہے
نہ اس میں خود ستائی ہے نہ یہ اپنی ثنا خوانی

ہمارا فرض یہ ہے مذہبی مردے جلائیں ہم
ہمیں سونپی گئی ہے خدمتِ اصلاحِ روحانی

ہمیں اس ملک میں چاروں طرف تبلیغ کرتے ہیں
ہمیں سے اور ملکوں میں بھی پھیلا نورِ فارانی

قدم جو اٹھ گیا راہِ وفا میں رک نہیں سکتا
کہ پیشِ ہمتِ مرداں ہے دشواری بھی آسانی

وہ امریکہ نئی دنیا ہو یا افریقہ و یورپ
جہاں پہنچے ہمیں پہنچے بفضل و لطفِ یزدانی

جدھر جاتے ہیں ہم افضال کے جھرمٹ میں جاتے ہیں
اِدھر بھی فضلِ ربانی اُدھر بھی فضلِ ربانی

ہمیں نے ہر طرف لہرا دیا اسلام کا پرچم
ہمیں پھیلا رہے ہیں جا بجا انوارِ قرآنی

ہمیں وہ ہیں کہ جا پہنچے ہیں دنیا کے کناروں تک
ہمیں وہ ہیں کہ پہنچا کر رہیں گے حکمِ ربانی

ہمارے ہی سروں پر ابر رحمت سایہ افگن ہے
ہمارے ہی دلوں میں رچ گیا ہے شوقِ قربانی

نہ خوفِ این و آں ہم کو، نہ کچھ پروائے جاں ہم کو
جو پیشانی میں ہے وہ ہے بہر تقدیر پیش آنی

مگر با ایں ہمہ اُن کے حسد کا کیا ٹھکانا ہے
جو ہیں بدقسمتی سے بندۂ اغراضِ نفسانی

بٹھا دی ہے کچھ ایسی دھاک ہر سو حق تعالیٰ نے
ہمارے خوف سے اعداء کا ہوتا ہے لہو پانی

وہ کوشاں ہیں کہ بوئے خوش نہ پھیلے مشکِ خالص سے
وہ خواہاں ہیں کہ اب ظاہر نہ ہو سورج کی تابانی

ہمیں اک بات اس موقعہ پر ایسی یاد آئی ہے
کہ جس کو سن کے ہر منصف کو ہو گی سخت حیرانی

خدائے پاک کا یہ حضرت احمدؑ سے وعدہ تھا
کہ اک بیٹا وہ دوں گا تجھ کو جو ہو گا ترا ثانی

کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا "فضل و رحمت سے
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا" بن کے حقانی

اُسی کے خودسری سے دشمنِ جاں بن گئے ایسے
کہ ضد میں چھوڑ بیٹھے آہ سب اوصافِ انسانی

ستم کرنا ستانا منہ چڑانا گالیاں دینا
سمجھ بیٹھے ہیں ناسمجھی سے تمغائے مسلمانی

مگر اس سے تو ان کو کچھ ہوا حاصل نہ اب ہو گا
نہ کام آئی نہ آئے گی کبھی یہ فتنہ سامانی

ترقی حضرتِ فضلِ عمر کی رک نہیں سکتی
دھواں بن بن کے اڑ جائیگی کوشش ہائے شیطانی

کھنچی کیسی چلی آتی ہے خلق اللہ عالم سے
یہ جاوی ہے وہ چینی ہے یہ ایرانی وہ تورانی

یہ خطہ فضلِ حق سے بن گیا مجموعۂ عالم
کہ ہم مجلس ہیں افریقی و برطانی و افغانی

بجا ہے قادیاں کو میرا فردوسِ نظر کہنا
کھلے ہیں کیسے کیسے جا بجا گلہائے بستانی

میں بیٹھا سوچتا رہتا ہوں تنہائی میں اے اخترؔ
مری انکی نبھے کیونکر وہ پیغامی میں فرقانی

فتوائے نفاق

(جناب سید احمد علی صاحب مولوی فاضل)

جب میں مدرسہ احمدیہ قادیان میں تعلیم حاصل کرتا تھا۔ اور شیخ عبدالرحمن صاحب مصری قرآن کریم کی تفسیر پڑھایا کرتے تھے تو آپ نے ۱۰ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء کو سورۃ منافقون کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اسے غیر مبائعین پر چسپاں کیا۔ اس وقت آپ کی تفسیر کے مَیں نے جو نوٹ لئے ان میں ایک ایسی بات لکھی ہوئی ہے جسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح آج مصری صاحب اپنے مولوی صاحب کی شان بلند کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں جنہیں منافق قرار دیا کرتے تھے چنانچہ شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے سورۃ منافقون کی آیت وان یقولوا تسمع لقولھم کانھم خشب مسنّدۃ کی تفسیر میں مدینہ کے منافقین کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ غیر مبائعین کا بھی یہاں بڑا اثر و رسوخ تھا۔ اور اس کی مثال میں کہا کہ ایک دفعہ مولوی محمد علی صاحب نے جماعت کو جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ بھی تھے، چندہ کی تحریک کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ اگر نہ دوگے تو میں جوتے مار کر چندہ لوں گا۔

پھر اسی سلسلہ میں مولوی محمد علی صاحب کا ایک خاص وصف جو شیخ صاحب نے یہ بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے درس میں مولوی محمد علی صاحب نے وہ قرآن کریم جو حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے ان کو دیا تھا کسی بات پر غصہ میں آکر زمین پر دے مارا۔ اور کہا کہ آیندہ مَیں تیرے درس میں کبھی نہیں آؤں گا۔ اور پھر ساتھ ہی شیخ صاحب نے بتایا کہ واقعی پھر کبھی مولوی محمد علی صاحب آپ کے پاس درس میں نہ آئے + مذکورہ بالا بیان جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کا ۱۰ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء کا ہے جو انھوں نے مدرسہ احمدیہ کی کلاس میں دیا۔ اور اس دن مَینے اپنی کاپی میں لکھ لیا گو الفاظ میرے ہیں مگر مفہوم و مضمون ان کا ہے۔ کیا شیخ مصری صاحب جو اب انہی مولوی محمد علی صاحب موصوف کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں۔ اپنے اس بیان پر روشنی ڈالیں گے۔

مصری صاحب کے کاذب و نامراد ہونے کا بیّن ثبوت

کیا مصری صاحب جواب کی تکلیف گوارا کریں گے ؟

(جناب سید احمد علی صاحب مولوی فاضل)

شیخ صاحب کی تعلّی

شیخ عبد الرحمن صاحب مصری نے ۲۹ر جون ۱۹۳۷ء کو ایک اشتہار "دردمندانہ اپیل" کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ اور اس میں یہ دعوی کیا تھا کہ میں :۔

"مسیح موعودؑ کی لائی ہوئی تعلیم اور اسکی بنائی ہوئی مقدس جماعت میں جو بگاڑ پیدا ہوکر اسے تباہی کے گڑھے کی طرف لے جانے والا ہے اسکی اصلاح کے لئے کھڑا ہوا ہوں"

اور پھر ۱۳ر جولائی ۱۹۳۷ء کو اپنے اشتہار "جماعت کو خطاب" میں مصری صاحب نے لکھا تھا کہ:۔

"میری بیعت سے علیحدگی کی بڑی وجہ" ہے کہ میں آزاد ہوکر جماعت کو نئے خلیفہ کے انتخاب کی طرف توجہ دلا سکوں۔"

بلکہ یہاں تک تعلّی کی گئی تھی کہ میری علیحدگی کی وجہ یہ ہے کہ:۔

"میں آزاد ہوکر جماعت کو دوسرے خلیفہ کے انتخاب کی طرف جلد توجہ دلا سکوں"

مبائعین سے علیحدہ ہونے کی وجہ

شیخ عبد الرحمن صاحب مصری کے بالفاظ اپنا مطلب ادا کرنے میں بالکل واضح ہیں کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت سے اس لئے علیحدہ نہیں ہوئے کہ اب وہ (۱) خلافت کے منکر ہوگئے ہیں یا (۲) اب وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے منکر ہو گئے ہیں۔ (۳) یا اب وہ مسیح موعود علیہ السلام کے منکروں کو مومن جاننے لگ گئے ہیں (۴) یا اب مصری صاحب "پیغامی" ہو گئے ہیں نہیں بلکہ ان کی علیحدگی کی وجہ بقول انکے صرف اور صرف یہ ہے کہ تا وہ جماعت احمدیہ کے لئے "نئے خلیفہ کے انتخاب" کا بندوبست کرا سکیں اور وہ بھی "جلد" اور اس اصلاح کے لئے ہی مصری صاحب کھڑے ہوئے تھے۔

نامراد ہونے کی بیّن دلیل

شیخ مصری صاحب! خدارا بتائیں کہ ۲۹ر جون ۱۹۳۷ء سے فروری ۱۹۴۹ء

تک تو ۹ برس گزر چکے۔ اب تک آپ نے اپنے مدعا میں کیا کامیابی حاصل کی ہے؟ اور کس "نئے خلیفہ" کا انتخاب کرانے میں آپ بامراد ہوئے ہیں؟

میں اس مطالبہ کو اس وجہ سے بھی مصری صاحب کے سامنے پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں تا وہ اس کا جواب دیں کیونکہ انکی پارٹی کی طرف سے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ:۔

"ہم بتائیں گے کہ مصلح موعود کون ہے؟ ہم بتائینگے کہ آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ کون ہے؟" (ٹریکٹ مقام عبرت ص۲)

مگر باوجودیکہ اس وعدہ پر بھی ساڑھے آٹھ برس ہو گئے جناب شیخ صاحب نے تا حال معین کر کے یہ نہیں بتایا کہ (اول) "مصلح موعود کون ہے" اور اس کا کیا نام ہے اور وہ کہاں ہے؟ (دوم) آیت استخلاف کے ماتحت "خلیفہ کون" ہے اور اس کا کیا نام ہے؟ اور وہ کہاں ہے؟ (سوم) آپ نے جماعت احمدیہ کے ذریعہ جس "نئے خلیفہ" یا "دوسرے خلیفہ" کا انتخاب کرانا تھا وہ انتخاب کب ہوا؟ اور وہ نیا خلیفہ کون ہے؟ اس کا کیا نام ہے؟ اور وہ کہاں ہے؟

چند وضاحت طلب امور

نیز جناب شیخ صاحب یہ بھی واضح کریں کہ کیا جون ۱۹۳۷ء کے بعد (۱) انکے عقائد بدل گئے ہیں؟ یا اب بھی وہی ہیں جو ۱۹۳۷ء سے پہلے تھے (۲) کیا وہ نبوت مسیح موعود علیہ السلام کے اب بھی قائل ہیں یا منکر ہو گئے ہیں؟ اگر منکر ہو گئے ہیں تو کس تاریخ سے؟ (۳) کیا مصری صاحب اب بھی خلافت کے قائل ہیں یا کہ منکر؟ اگر قائل ہیں تو آپ کا خلیفہ کون ہے؟ (۴) کیا آپ "پیغامیوں" سے ملے ہوئے ہیں یا کہ نہیں؟

ان سوالات کی اس لئے ضرورت پیدا ہوئی ہے کہ آپ نے ۷ رجولائی ۱۹۳۷ء کو یہ تحریر کیا تھا کہ "میرے متعلق کہا گیا ہے کہ (۱) یہ خلافت کا منکر ہے (۲) جماعت سے الگ ہو گیا ہے (۳) اس کے عقائد بدل گئے ہیں ...... (۸) احرار پیغامیوں وغیرہ سے ملا ہوا ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں احباب کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ سب باتیں غلط ہیں۔"

کذب بیانی کا واضح ثبوت

مصری صاحب بتائیں کہ جماعت احمدیہ ۱۹۳۷ء میں جو باتیں آپ کی نسبت کہتی تھی وہ درست تھیں کہ نہیں۔ درانحالیکہ اب واقعات نے بھی آں جناب کا کاذب ہونا روشن کر دیا ہے۔ کیا مصری صاحب ان تمام امور کا جواب دینے کی جرأت کریں گے؟ دیدہ باید۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات

سے

مولوی محمد علی صاحب کا بلند مقام ثابت کرنے کی ناکام کوشش

(جناب مولوی غلام احمد صاحب مولوی فاضل بدوملہوی)

دو ناکام کوششیں

شیخ عبدالرحمٰن صاحب نے ۱۹ ستمبر سے ۱۲ دسمبر ۱۹۴۵ء تک کے اخبار پیغام صلح میں گیارہ اقساط میں ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان تھا "مولوی محمد علی صاحب کا مقام احادیث خیر الانام اور حضرت مسیح موعود کے الہامات اور ارشادات کی روشنی میں" اس مضمون کی پہلی قسط میں انہوں نے حجج الکرامہ کتاب سے نواب صدیق حسن خاں صاحب کا ایک قول لے کر اس کو حدیث نبوی قرار دیتے ہوئے مولوی محمد علی صاحب پر چسپاں کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور اس کے سہارے کے لئے مختلف روایات میں کتر بیونت کرکے دو اور خود ساختہ مفہوم بھی پیش کئے تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک حدیث قرار دیا تھا۔ چنانچہ ان کی یہ جعلسازی "فرقان" اور الفضل کے متعدد پرچوں میں واضح کی جا چکی ہے۔

شیخ صاحب نے اپنی باقی دس اقساط میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض تحریرات سے یہ دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی محمد علی صاحب کو ان کی وفات تک "نیک اندرون والا" "پیروی کے لائق نمونہ والا" اور تعلیم و عقائد میں کامل اعتماد والا" قرار دیا ہے چنانچہ شیخ صاحب نے اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو تحریرات پیش کی ہیں۔ جب ہم ان کے سیاق و سباق پر نظر کرتے اور اسی ضمن میں لکھی ہوئی حضرت مسیح موعود کی دوسری تحریرات کو دیکھتے ہیں تو اصل حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ اور شیخ صاحب نے جو نتائج مذکورہ تحریرات سے اخذ کئے ہیں بالکل غلط ثابت ہوتے ہیں۔

شیخ صاحب کی پیش کردہ پہلی تحریر

شیخ صاحب نے سب سے پہلی تحریر تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۴۷

کی پیش کی ہے جو ۱۹ راگست سنہ ۹۹ء کی ہے جس سے انہوں نے مولوی محمد علی صاحب کو "نیک اندرون ہوالا" اور "قادیان میں خدمت دین کی غرض سے آنے والا" ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن انہوں نے اس تحریر کے مفید مطلب حصہ کو تو لے لیا۔ لیکن اس حصہ کو جو ان کے خلاف پڑتا تھا چھوڑ دیا۔ چنانچہ جس قدر انہوں نے تحریر کا حصہ اپنے مضمون میں درج کیا ہے وہ درج ذیل ہے :۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مولوی محمد علی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"میں اس وقت میں یعنی جب سے کہ وہ میرے پاس ہیں ظاہری نظر سے اور نیز پوشیدہ طور پر ان کے حالات کا اخلاق اور دین اور شرافت کی رو سے تجسس کرتا رہا ہوں۔ سو خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ میں نے ان کو دینداری اور شرافت کے ہر پہلو میں بھی نہایت عمدہ انسان پایا ہے غریب طبع۔ باحیا۔ نیک اندرون پرہیزگار آدمی ہے۔ اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے۔"

شیخ صاحب نے مذکورہ بالا عبارت کو درج کرنے کے بعد اس کے بعد کی عبارت کو درج نہیں کیا جو اصل حقیقت کھول دیتی ہے۔ چنانچہ وہ عبارت یہ ہے :۔

"ان دنوں میں ان کو شادی کی ضرورت ہے۔ عمر تخمیناً چوبیس ۲۴ برس کے قریب ہو گی۔ خاندان کے زمیندار شریف اور موضع مرار علاقہ ریاست کپورتھلہ کے باشندے ہیں پہلے بھی میں نے ان کے لئے اپنی جماعت میں تحریک کی تھی۔"

حقیقت منکشف کرنے والی ایک اور تحریر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مذکورہ بالا عبارت کے آخری الفاظ میں مولوی محمد علی صاحب کے رشتہ کے لئے جس پہلی تحریک کا ارشاد فرمایا ہے۔ جب ہم اس عبارت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو وہاں مولوی صاحب کے متعلق یہ الفاظ لکھے پاتے ہیں :۔

"(ا) جہاں تک میں نے ان کے حالات میں غور کیا ہے۔ میں انہیں ایک جوان صالح اور مہذب اور نیک مزاج اور غریب طبع اور نیک چلن اور دیندار اور پرہیزگار خیال کرتا ہوں۔ واللہ حسیبہ۔" (تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۵۰)

(ب) "مجھے اس جوان ایم اے پر نیک ظن ہے" (صفحہ ۵۱)

مولوی محمد علی صاحب کے قادیان آنے کی اصل غرض

اب ہم مذکورہ بالا ہر دو تحریرات کو اور مصری صاحب کے تسلیم کردہ بعض واقعات کو جو انہوں نے

مولوی محمد علی صاحب کے متعلق ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کے پیغام میں بیان کئے ہیں۔ آمنے سامنے رکھتے ہیں۔ تو حسب ذیل نتائج ہمارے سامنے آجاتے ہیں

(۱) "مولوی محمد علی صاحب ۱۸۹۷ء میں بیعت میں داخل ہو گئے" (پیغام ۱۹ ستمبر ۴۵ء صلہ کالم ۱)

(۲) "پہلی تحریک مولوی محمد علی کے رشتہ کی ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو ہوتی ہے" (تبلیغ رسالت جلد ۷)

(۳) مولوی صاحب کے رشتہ کے لئے دوسری تحریک سے پہلے "جون ۱۸۹۹ء میں انہوں نے گورداسپور میں کوٹھی بھی کرایہ پر لے لی۔ اور فرنیچر وغیرہ بھی سب خرید لیا۔ اور منشی بھی نوکر رکھ لیا اور ان ابتدائی امور سے فارغ ہو کر مولوی صاحب قادیان حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے"

(پیغام ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کالم اول صلہ)

پس جب ہم شیخ صاحب کے تسلیم کردہ حقائق کو تبلیغ رسالت کی عبارات کے سامنے رکھ کر دیکھتے ہیں تو یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب ۱۸۹۹ء میں کسی خدمت دین کی غرض سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ امتحان پاس کرنے کے بعد سیدھے گورداسپور چلے گئے۔ اور کوٹھی کرایہ پر لینے اور اسے سجانے اور نوکر رکھ لینے کے بعد "کوٹھی کی روح رواں" یعنی "کوٹھی والی" کے حصول کی مہم سر کرنے کے لئے قادیان آئے تھے۔ کیونکہ ایک اشتہار ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو اس مہم سے چند ماہ قبل لاہور والی زندگی کے وقت بھی اپنی شادی کے متعلق حضرت مسیح موعود کی قلم سے دلوا چکے تھے۔ گویا اب چند ماہ بعد جولائی ۱۸۹۹ء میں پہلے اشتہار کی یاددہانی کرانے یا بالفاظ دیگر اس مذکورہ اشتہار کے نتیجہ کا علم حاصل کرنے کے لئے مولوی محمد علی صاحب قادیان آئے تھے۔ تبھی تو آتے ہی اپنی شادی کا دوسرا اشتہار حضرت مسیح موعود کی طرف سے دلوایا ہے۔ ورنہ اگر محض وہی سبب ہوتا اور وہی نیت ہوتی جو شیخ صاحب نے تبلیغ رسالت کی پیشکردہ عبارت کے بعد بیان کی ہے۔ تو گورداسپور میں کوٹھی وغیرہ کرایہ پر لینے فرنیچر مہیا کر لینے منشی رکھ لینے سے بہت پہلے مولوی محمد علی صاحب کو حضرت اقدس علیہ السلام کے حضور حاضر ہونا بلکہ اپنے آپ کو وقف کر کے خدمت دین کے لئے پیش کرنا چاہیئے تھا۔ نہ کہ کوٹھی وغیرہ امور کے سرانجام دینے کے بعد۔ چنانچہ اس مذکورہ بالا نتیجہ کی تائید اس طرح بھی ہوتی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ۱۹ اگست ۱۸۹۹ء والے اشتہار میں سابقہ اشتہار مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۸ء کا ذکر فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"بعض وجوہ کے سبب سے اس کام (شادی) کی انجام دہی میں معذوری پیش آئی۔ اور

اب وہ وقت ہے (بلحاظ ظاہری سامانوں کوٹھی نوکر وغیرہ کے۔ ناقل) کہ بخیر و خوبی وہ کام کیا جاوے" (جلد ۸ ص ۴۶)

مولوی محمد علی صاحب کے متعلق حضرت مسیح موعود کے تعریفی کلمات کی حقیقت

پھر یہ بات مسلّم ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نے جون کے آخر میں گورداسپور جا کر کام شروع کیا۔ اور کچھ دن وہاں گزارنے کے بعد قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور یہاں کچھ عرصہ ٹھہرے۔ جو زیادہ سے زیادہ ایک ماہ بنتا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے ظاہری حالات کو دیکھ کر وہ رائے ظاہر فرمائی۔ جو اوپر درج کی جا چکی ہے۔

پھر جب ہم تبلیغ رسالت کی عبارتوں پر غور کرتے ہیں تو ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل الفاظ لکھے پاتے ہیں "کہ ان کے حالات پر غور کیا ہے" "قیاس کرتا ہوں" "واللہ حسیبہ" "نیک ظن ہے" "ظاہری نظر سے" "عمدہ انسان پایا ہے" یہ سب الفاظ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رائے مولوی محمد علی صاحب کے متعلق۔ حالات ظاہری نظر۔ خیال۔ نیک ظن کے لحاظ سے ہے۔ نہ کہ الہام اور بارہا کے امتحان اور تجربہ کے بعد۔

اب ناظرین کرام غور فرمائیں کہ شیخ صاحب کا مولوی محمد علی صاحب کے ان حالات کو جانتے ہوئے کہ وہ کس غرض کے لئے قادیان آئے تھے۔ اور پھر یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارات میں "واللہ حسیبہ" وغیرہ کے الفاظ پڑھتے ہوئے پھر یہ عنوان قائم کرنا "کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مولوی صاحب کو نیک اندرون قرار دیا ہے"۔ اور پھر حضرت مسیح موعود کی اس قسم کی عبارات کو فیصلہ کن قرار دینا اور ان عبارات سے یہ اخذ کرنا کہ وہ خدمت دین کے لئے قادیان آئے تھے کہاں تک صحیح اور دیانت داری کا نتیجہ کہلا سکتا ہے۔

گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وقتی حالات۔ اور ظاہری نظر کی بنا پر "خیال کرتا ہوں" اور "واللہ حسیبہ" کے الفاظ مولوی محمد علی صاحب کے متعلق رائے کا اظہار کرتے ہوئے اپنی تحریرات میں لکھے۔ جن سے کسی کو ہمیشہ کے لئے "نیک اندرون" مانا نہیں جا سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ محتاط الفاظ حضور علیہ السلام بیان نہ بھی کرتے۔ اور یقینی طور پر اپنی رائے ظاہر فرماتے۔ یا کسی الہام کو بھی ان پر چسپاں کر دیتے۔ تب بھی شیخ صاحب ان وقتی حالات کی بنا پر ظاہر کردہ رائے کا مصداق ہمیشہ کے لئے مولوی صاحب کو قرار نہیں دے سکتے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

میر عباس علی صاحب کے وقتی حالات سے ان کی تعریف بھی کی۔ اور ان پر "اصلہ ثابت وفرعہا فی السماء" کا الہام بھی چسپاں کیا لیکن ان کا انجام مرتدین کا انجام ہؤا۔ اور اس بات نے ثابت کر دیا کہ وقتی حالات کے پیش نظر کہی ہوئی بات ہمیشہ کے لئے نہیں ہوتی۔

حدیث کی رو سے کسی کے متعلق دائمی فتویٰ نہیں دیا جاسکتا

حدیث شریف سے بھی پتہ چلتا ہے کہ کسی کے وقتی حالات پر اس کے متعلق ہمیشہ کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔* چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان الرجل لیعمل عمل اہل الجنۃ فیما یبدو للناس وھو من اہل النار وان الرجل لیعمل اہل النار فیما یبدو الناس وھو من اہل الجنۃ (بخاری ومسلم) یعنی ایک آدمی لوگوں کی نظر میں جنتیوں کے اعمال کرنے والا ہوتا ہے لیکن در اصل وہ جہنمی ہوتا ہے اور اس کا انجام بتا دیتا ہے کہ وہ جہنمی ہے۔ اور ایسے ہی ایک جہنمیوں والے اعمال کرنے والا ہوتا ہے۔ اور لوگ اس کے متعلق ایسی ہی رائے رکھتے ہیں۔ مگر وہ انجام کار کسی وقت جنتی ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے۔ "ان احدکم لیعمل بعمل اہل الجنۃ حتّٰی مایکون بینہ وبینھا الا ذراع فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل اہل النار فیدخلھا وان احدکم لیعمل بعمل اہل النار حتّٰی مایکون بینہ وبینھا الا ذراع فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل اہل الجنۃ فیدخلھا۔" (بخاری ومسلم) یعنی ایک انسان جنتیوں والے کام کرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جنت اور اس کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر کوئی جذبہ غالب آجاتا ہے کہ وہ اچانک دوزخیوں کے لوگوں کے کام کرنے لگ جاتا ہے اور اس میں داخل ہو جاتا ہے۔

پس اس بات کے پیش نظر کہ کسی کے فوری اور وقتی وظاہری حالات کو دیکھ کر اس کے متعلق یقینی فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اذا کان احدکم مادحًا صاحبہٗ لامحالۃ فلیقل احسب فلانًا واللہ حسیبہٗ ولا ازکی علی اللہ احدًا احسبہٗ ان کان یعلم ذالک کذا وکذا۔" (مسلم) یعنی جب کسی کی تعریف کرنی چاہو تو تعریف کرتے ہوئے "میں گمان کرتا ہوں" "میں خیال کرتا ہوں" اور "واللہ حسیبہٗ" کے الفاظ ضرور کہہ دیا کرو۔ کیونکہ کسی کی صحیح حالت کو خدا ہی جان سکتا ہے اور اصلی حالت پر انسان مطلع نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی محمد علی صاحب کے متعلق جو پہلا اشتہار دیا ہے۔ اس میں "واللہ حسیبہٗ" اور "خیال کرتا ہوں" کے الفاظ

* سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو، ذریعہ کسی کے قطعی انجام کی خبر دیدے۔

بیان فرمائے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کو مطلقاً نے کر اور کانٹ چھانٹ کر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ مولوی محمد علی صاحب ہمیشہ کے لئے نیک اندرون ہو گئے ہیں کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا۔ ہاں حضور نے مولوی صاحب کے اس وقت کے ظاہری حالات کے متعلق ارشاد فرما دیا۔ اگرچہ بعد میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو مولوی صاحب کے اندرونے کے متعلق بذریعہ الہام اطلاع دے دی۔ پس شیخ صاحب کا نہ یہ کہنا درست ہے کہ مولوی محمد علی صاحب قادیان خدمت دین کی غرض سے آئے تھے۔ اور نہ ان کے متعلق حضرت مسیح موعود کی تحریر سے ہمیشہ نیک اندرونہ والا ہونے کا نتیجہ نکالنا درست ہے۔

مصری صاحب کی پیشکردہ دوسری عبارت

شیخ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری تحریر جو مولوی محمد علی صاحب کے حق میں پیش کی ہے۔ اور جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان کا نمونہ قابل پیروی ہے وہ یہ ہے :-

"مجھے اس سے بہت خوشی ہے کہ ایک اور جوان صالح خدا تعالیٰ کے فضل کو پا کر ہماری جماعت میں داخل ہوا ہے۔ یعنی حبی فی اللہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے پلیڈر۔ میں ان کے آثار بہت عمدہ پاتا ہوں۔ اور وہ ایک مدت سے اپنے دنیاوی کاروبار حرج کر کے خدمت دین کے لئے قادیان میں مقیم ہیں اور حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب سے حقائق و معارف قرآن شریف سن رہے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالےٰ کی راہ میں ترقی کرے گا۔ اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تقویٰ اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھلائے گا جو ہم جنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے۔ اے خدا ایسا ہی کر۔ آمین" (تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۹۵)

تحریر پیشکردہ کی حقیقت

مذکورہ بالا تحریر کی اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع فرمایا۔ جس میں وابستگان دامن کو خدمات اسلام کے لئے چندہ کی تحریک فرمائی۔ اور اس اشتہار میں مولوی محمد علی صاحب کے علاوہ کئی اور خدام کا ذکر کیا۔ (۱) حضرت خلیفہ اول رضؓ (۲) حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم رضؓ۔ حکیم فضل الدین صاحب مرحوم رضؓ (۳) ڈاکٹر بوڑھے خاں صاحب مرحوم رضؓ (۴) ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم رضؓ (۵) مرزا ایوب بیگ صاحب (۶) ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب (۷) ڈاکٹر عبدالحکیم خاں

(۸) ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم رضؓ (۹) خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم رضؓ اور مولوی شیر علی صاحب۔ اب اوپر کی عبارت میں جن ناموں کا ذکر ہے۔ ان میں صرف مولوی محمد علی صاحب ہی نہیں اور بزرگ بھی ہیں۔ جن میں ایک ڈاکٹر عبدالحکیم خاں بھی ہیں۔ اور ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حسب ذیل تعریفی کلمات اپنی کتاب ازالہ اوہام میں فرمائے ہیں:۔

"عبدالحکیم خاں جوان صالح ہے۔ علامات رشد و سعادت اس کے چہرے سے نمایاں ہیں بزرگ اور فہیم ہیں۔ مَیں امید رکھتا ہوں کہ کئی خدمات اسلام ان کے ہاتھ سے پوری کرے"

اب جائے غور ہے کہ اگر وہ تعریفی کلمات جو مصری صاحب نے نقل کئے ہیں۔ اور ان سے ثابت کیا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نمونہ قابل پیروی ہیں۔ اگر وقتی حالات کے ماتحت نہ تھے بلکہ ہمیشہ کے لئے تھے تو پھر مولوی صاحب کے ذکر کے ساتھ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب پٹیالوی کا بھی ذکر ہے اور ان کی تعریف بھی دوسری جگہ موجود ہے۔ اور یہ وہ شخص ہیں جو آخر کار مرتد ہو گئے۔ اور ان کے متعلق تعریفی کلمات کے باوجود مولوی محمد علی صاحب اور شیخ مصری صاحب بھی یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ کے لئے نیک اور جنت کے گارنٹی یافتہ نہیں بن سکے۔ تو ان حالات میں مولوی محمد علی صاحب ہمیشہ کے لئے "قابل نمونہ" کیسے بن سکتے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ اپنے ساتھیوں کے متعلق تحریر فرمایا۔ وہ وقتی حالات کے ماتحت تھا۔ بعض احباب تو حضورؑ کے نیک ظنوں پر پورے اُترے اور ان کا انجام بخیر ہوا۔ اور بعض نے اپنے انجام سے بتا دیا۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نیک ظن کے مصداق نہیں تھے۔ اور انہی میں سے مولوی محمد علی صاحب ہیں جن کے متعلق حضورؑ کو الہام ہوا۔ "کہ آپ بھی صالح تھے نیک ارادے رکھتے تھے" یعنی بعد میں ان کی صلاحیت جاتی رہی۔ اور ان کے نیک ارادے نہ رہے۔ پس شیخ صاحب کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کو پیش کر کے مولوی محمد علی صاحب کو ہمیشہ کے لئے "قابل نمونہ" ثابت کرنا درست نہیں اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کا یہ مقصد تھا۔

مصری صاحب کی پیش کردہ تیسری عبارت

شیخ مصری صاحب نے تیسری عبارت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مولوی محمد علی صاحب کے حق میں پیش کی ہے وہ تبلیغ رسالت جلد دہم صـ۲ کی ہے۔ اس کا ہیڈنگ شیخ صاحب نے یہ تجویز کیا ہے "کہ مولوی محمد علی صاحب کے وجود میں حضرت مسیح موعود کی مرادوں کا پورا ہونا" چنانچہ وہ عبارت جو انہوں نے پیش کی ہے۔ وہ ایک اشتہار بعنوان "ایک ضروری تجویز" کی ہے۔ جو یہ ہے:۔

"یہ امر ہمیشہ میرے لئے موجب غم اور پریشانی کا تھا کہ وہ تمام سچائیاں اور پاک معارف اور دین اسلام کی حمایت میں پختہ دلائل اور انسانی رُوح کو اطمینان دینے والی باتیں جو میرے پر ظاہر ہوئیں اور ہو رہی ہیں اُن تسلی بخش براہین اور مؤثر تقریروں سے ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں اور یورپ کے حق کے طالبوں کو اب تک کچھ بھی فائدہ نہ ہُوا۔"

اس درد بھرے اظہار کے بعد آپ نے اس درد کی تدبیر کا بھی ذکر کیا ہے:۔

کہ "آج چند ایک احباب نے اپنے مخلصانہ مشورے سے اس طرف مجھے توجہ دلائی ہے۔ ایک رسالہ (میگزین) بزبان انگریزی مقاصد مذکورہ بالا کے اظہار کے لئے نکالا جاوے۔ جس میں مقصود بالذات اُن مضامین کا شائع کرنا ہوگا۔ جو تائید اسلام میں میرے ہاتھ سے نکلے ہیں۔ اور جائز ہوگا کہ اَور صاحبوں کے مذہبی یا قولی مضامین بھی بشرطیکہ ہم ان کو پسند کرلیں اس رسالہ میں شائع ہوں۔"

چونکہ ماہوار رسالہ کے لئے ایڈیٹر و نائب ایڈیٹر کا ہونا ضروری ہوتا ہے جو خود بھی مضمون لکھیں اور باہر سے آنے والے مضامین کو مرتب کرکے شائع کریں۔ اور اخراجات بھی ضروری ہوتے ہیں۔ لہذا حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

"سو امر اوّل (نظم و نسق) کے متعلق ہم نے یہ پسند کیا ہے کہ اس اخبار کے ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب ایم اے پلیڈر۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب بی اے پلیڈر مقرر ہوں۔ اور ان ہر دو صاحبان نے اس خدمت کو قبول کرلیا ہے۔"

اس تمام تر مذکورہ بالا عبارت کا نتیجہ مصری صاحب نے یہ نکالا ہے کہ "مولوی صاحب کے وجود میں حضرت مسیح موعود کی مرادوں کا پورا ہونا۔"

ناظرین کرام آپ ہی غور فرماویں کہ مصری صاحب کی کس قدر دیدہ دلیری اور غلو ہے کہ صرف رسالہ ریویو کی ایڈیٹری کے تقرر سے مولوی صاحب اور صرف مولوی محمد علی صاحب کے وجود میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مرادوں کا پورا ہونا نتیجہ نکالا گیا۔ حالانکہ اگر (۱) ریویو انگریزی کی مضمون نگاری کا یہی نتیجہ مان لیا جاوے۔ تو بھی صرف مولوی محمد علی صاحب ہی نہیں بلکہ تمام وہ احباب جو مختلف وقتوں میں مضامین لکھتے آئے ہیں (بالخصوص حضرت مولوی شیر علی صاحب جو مولوی محمد علی کی حاضری و غیر حاضری میں کام کرتے رہے) اور لکھتے جا رہے ہیں۔ اور لکھتے جائیں گے خواہ وہ ایڈیٹر ہوں یا نہ ہوں۔ سبھی مولوی محمد علی صاحب کی طرح بزعم مصری صاحب ایسے ہی وجود قرار پائیں گے جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی "مرادوں کا پورا ہونا"

قرار دیا جاوے گا۔ تو پھر مولوی محمد علی صاحب کی خصوصیت ہی کیا ہوئی؟ اور مصری صاحب کی اس دیدہ دلیری اور غلو کی ضرورت اور اہمیت بھی جاتی رہی۔

(۲) پھر اگر صرف ریویو کی ایڈیٹری کے تقرر سے مولوی محمد علی صاحب کے وجود میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مرادیں پوری ہو سکتی ہیں اور یہ بات ان کو بالا ثابت کرتی ہے تو وہ لوگ جو زندگیاں وقف کرتے ہیں۔ خویش و اقربا سے جدا ہوتے ہیں اور یورپ اور دیگر ممالک میں جا کر سالہاسال قیام کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دین کی اشاعت کرتے رہے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں وہ یقیناً مولوی محمد علی صاحب سے کہیں زیادہ اس امر کے حقدار ہیں کہ کہا جاوے کہ "جماعت احمدیہ قادیان کے تمام مبلغین بلاد یورپ و امریکہ و افریقہ کے وجودوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مرادیں پوری ہو رہی ہیں کیونکہ مولوی محمد علی صاحب نے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلمات کا ترجمہ شائع کیا۔ یا اُن کلمات کی روشنی میں کوئی ایک مضمون ماہوار لکھا۔ یا دوسرے احمدی احباب کے مضامین کو درج رسالہ کر دیا۔ مگر ان مذکورۃ الصدر مبلغین نے تو تقریری۔ تحریری۔ قالی۔ حالی۔ بلکہ وطن سے بے وطن ہو کر خویش و اقارب سے جدا ہو کر مولوی محمد علی صاحب کی ایڈیٹری کے زمانہ سے زیادہ زمانہ دماغی۔ بدنی۔ مالی۔ تکالیف اُٹھا کر یہ کام کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس کشف کو پورا کیا جس میں یہ ذکر ہے کہ "میں لنڈن میں پرندے پکڑ رہا ہوں" (ملخصاً) اور پھر خدا کے اس الہام کو پورا کرنے والے بنے۔ کہ "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"۔ پس مولوی محمد علی صاحب کی ایڈیٹری کوئی ایسی چیز نہیں کہ اسے بطور امتیاز کے پیش کیا جائیگا۔

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی رسالہ ریویو انگریزی و اردو کے فنڈز کے لئے ایک اشتہار جاری فرمایا۔ جو تبلیغ رسالت جلد دہم کے صفحہ ۵۳ تا ۵۸ میں درج ہے۔ اس اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان تمام لوگوں کے لئے جو اس رسالہ کی خریداری کر کے اسکی مالی مدد کرتے ہیں۔ اسی قسم کے الفاظ رقم فرمائے ہیں جس قسم کے الفاظ سے مولوی محمد علی صاحب کا امتیازی اظہار دکھانے کی کوشش کی گئی ہے چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوانمردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس کی اعانت اور مالی امداد میں جہاں تک ان سے ممکن ہے اپنی ہمت دکھلاویں۔ ۔ ۔ ۔ پس جو کوئی میری موجودگی اور میری زندگی میں میری منشاء کے مطابق میری اغراض میں مدد دے گا میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس چاہیئے کہ خدا تعالیٰ

پر توکل کر کے پُورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گذاری ہے

...... یہ ایک ایسا مبارک وقت ہے کہ تم میں خدا کا فرستادہ موجود ہے جس کا صدہا سال سے امتیں انتظار کرہی تھیں۔ اور ہر روز خدا تعالیٰ کی تازہ وحی بشارتوں سے بھری ہوئی نازل ہو رہی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر **وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔**"

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق صرف ریویو کی مینجری یا ایڈیٹری حضرت مسیح موعودؑ کی اغراض پُوری کرنے کا مترادف نہیں بلکہ مالی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ اغراض کی اشاعت میں جو مدد دے گا وہ قیامت کے دن حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔ اور آپ کی اغراض کو پُورا کرنے والا بنے گا۔ چنانچہ اس اشتہار کے پڑھتے ہی جن لوگوں کو سابقون (بلحاظ مالی امداد کے) ہونے کی توفیق ملی وہ مولوی محمد علی صاحب نہ تھے۔ بلکہ حکیم محمد حسین صاحب قریشی۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ مولوی حکیم فضل دین صاحب۔ ڈاکٹر محمد حسین صاحب تھے۔ الغرض مولوی محمد علی صاحب ہی صرف منفرد حیثیت میں حضرت مسیح موعودؑ کی اغراض کو پورا کرنے والے نہ بنے بلکہ اس درجہ میں ان کے ساتھ کئی اور بھی آملے۔ اور ہر وہ شخص جس نے ریویو کی خریداری سے مدد کی وہ حضرت مسیح موعودؑ کی اغراض کو پورا کرنے والا بن گیا۔

(۴) شیخ مصری صاحب نے ریویو رسالہ کے نظم و نسق کا مولوی محمد علی صاحب کے سپرد کئے جانے کو "مولوی محمد علی صاحب کے وجود میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مرادوں کے پورا ہونے" کے مترادف قرار دیا ہے۔ حالانکہ جو عبارت ۲ تبلیغ رسالت جلد دہم ص۱۰۹ سے اس امر کے ثبوت کے لئے پیش کی گئی ہے بجنسہ اسی قسم کی عبارت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مدرسہ تعلیم الاسلام کے حق میں تحریر فرمائی ہے جس کی ڈائرکٹری و مینجری حضرت حجۃ اللہ نواب محمد علی خان صاحب مرحوم و مغفور رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی اور جس کی سپرنٹنڈنٹی حضرت مفتی محمد صادق صاحب زید مجدہٗ کے سپرد تھی۔ اور جس کی ہیڈ ماسٹری حضرت مولانا شیر علی صاحب زید مجدہٗ کے سپرد تھی۔ اور وہ تینوں بزرگ حضرات بفضلہ وعونہ تعالیٰ مبائعین سے ہیں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تعلیم الاسلام سکول کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اب مختصر کلام یہ ہے کہ علاوہ لنگر خانہ اور میگزین کے جو انگریزی اور اردو میں نکلتا ہے جس کے

لئے اکثر دوستوں نے سرگرمی ظاہر کی ہے ایک مدرسہ بھی قادیان میں کھولا گیا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہے کہ نوعمر بچے ایک طرف تو تعلیم پاتے ہیں اور دوسری طرف ہمارے سلسلہ کے اصولوں سے واقفیت حاصل کرتے جاتے ہیں۔ اس طرح بہت آسانی سے ایک جماعت طیار ہوجاتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور باوجودیکہ محبی عزیزی اخویم نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ اپنے پاس سے اسی روپیہ ماہوار دے کر اس مدرسہ کی مدد کرتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ علاوہ اسکے مدرسہ کے متعلق کی عمارتیں ضروری ہیں جو اب تک طیار نہیں ہوسکیں۔ یہ غم علاوہ اور غموں کے میری جان کو کھا رہا ہے۔ اسکی بابت مینے بہت سوچا کہ کیا کروں۔ آخر یہ تدبیر میرے خیال میں آئی کہ میں اس وقت اپنی جماعت کے مخلصوں کو بڑے زور کے ساتھ اس بات کی طرف توجہ دلاؤں کہ وہ اگر اس بات پر قادر ہوں کہ پوری توجہ سے اس مدرسہ کے لئے بھی کوئی ماہانہ چندہ مقرر کریں تو چاہیئے کہ ہر ایک ان میں سے ایک مستحکم عہد کے ساتھ کچھ نہ کچھ مقرر کرے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ میں اپنے نفس سے کچھ نہیں کہتا بلکہ وہی کہتا ہوں جو خدا تعالیٰ میرے دل میں ڈالتا ہے۔ مینے خوب سوچا ہے اور بار بار مطالعہ کیا ہے میری دانست میں اگر مدرسہ قادیان کا قائم رہ جائے تو بڑی برکات کا موجب ہوگا۔ اور اس کے ذریعہ سے ایک فوج نئے تعلیم یافتوں کی ہماری طرف آسکتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ اگر بیس طالب علموں میں سے ایک بھی ایسا نکلے جسکی طبیعت دینی امور کی طرف راغب ہوجائے۔ اور وہ ہمارے سلسلہ اور ہماری تعلیم پر عمل کرنا شروع کرے تب بھی میں خیال کروں گا کہ ہم نے اس مدرسہ کی بنیاد سے اپنے مقصد کو پالیا۔

نوٹ:۔ مدرسہ کے متعلق تمام زرچندہ بنام خان صاحب محمد علی خان صاحب ڈائرکٹر وامین مدرسہ آنی چاہیئے۔ اور تمام طلباء کے متعلق تمام خط وکتابت مفتی محمد صادق صاحب سپرنٹنڈنٹ کالج تعلیم الاسلام سے ہونی چاہیئے۔"

مذکورہ بالا عبارت بعینہٖ ویسی ہے جس قسم کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ریویو کے اجراء کے متعلق تحریر فرمائی ہے۔ اور جس طرح "ریویو" کی متعلقہ عبارت کے آخر میں مولوی محمد علی صاحب کا ذکر ہے اس عبارت کے آخر میں بھی نواب صاحب اور مفتی صاحب کا ذکر ہے۔ پس اگر "ریویو" کے متعلق لکھی ہوئی عبارت سے مولوی محمد علی صاحب کی کوئی خاص شان بن سکتی ہے تو اس شان میں حضرت نواب صاحب

اور مفتی صاحب بھی شامل ہیں۔ الغرض مولوی محمد علی صاحب کی کوئی خاص پوزیشن نہ رہی جس کو منفرد رنگ میں پیش کیا جائے۔ اور جس سے ان کے حق میں کوئی استدلال کیا جا سکے۔

تمام تعریفی عبارات کا ایک آخری جواب

وہ تعریفی کلمات جن کو شیخ صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کا بلند مقام ثابت کرنے کے لئے پیش کیا ہے ان کا ایک واضح جواب میر عباس علی صاحب کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی مختلف تحریرات ہیں:۔

چنانچہ حضور نے میر صاحب لدھیانوی کو اُن کے وقتی حالات کی بناء پر جن الفاظ سے ممتاز فرمایا تھا۔ وہ مولوی محمد علی صاحب کے متعلق کہے گئے الفاظ سے کہیں زیادہ اعزاز والے ہیں لیکن ان الفاظ کے باوجود میر عباس علی صاحب کا جو انجام ہوا۔ وہ ظاہر و باہر ہے۔ اور ان کو ان تحریرات نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو میر عباس علی صاحب کے متعلق مختلف مواقع پر فرمایا وہ حسب ذیل ہے:۔

(الف) "میں آپ کی مساعی پر نظر کر کے آپ کی قبولیت کا بہت امیدوار ہوں بالخصوص ایک عجیب کشف سے جو مجھ کو ۳۰ دسمبر ۱۸۸۲ء بروز شنبہ کو یک دفعہ ہوا۔ آپ کے شہر کی طرف نظر لگی ہوئی تھی۔ اور ایک شخص نامعلوم الاسم کی ارادت صادقہ خدا نے میرے پر ظاہر کی جو باشندہ لدھیانہ ہے۔ اس عالم کشف میں اس کا نام بتہ و نشان و سکونت بتلا دیا۔ جو اب مجھ کو یاد نہیں رہا۔ صرف اتنا یاد رہا کہ سکونت خاص لدھیانہ۔ اور اس کے بعد اسکی صفت میں یہ لکھا ہوا پیش کیا گیا۔ سچا ارادت مند۔ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء یعنی اس کی ارادت ایسی قوی اور کامل ہے۔ کہ جس میں نہ کچھ تزلزل ہے نہ نقصان ہے"

(ب) "اس عاجز کے صادق دوستوں کی تعداد ابھی تین چار سے زیادہ نہیں جن میں سے ایک آپ ہیں"

(ج) "میں آپ کی ذات میں بہت ہی نیک طینتی اور سلامت روشی پاتا ہوں۔ اور میں خداوند کریم کی نعمتوں میں سے اس نعمت کا بھی شکر گذار ہوں کہ آپ جیسے خالص دوست سے رابطہ پیدا ہوا ہے"

(د) خداوند کریم کا کیسا شکر کیا جائے کہ اس نے اپنے تفضلات قدیم سے آپ جیسے دلی دوست بہم پہنچائے۔ اگرچہ آپ کا اخلاص اس درجہ پر ہے کہ اس عاجز کا دل بلا اختیار آپکی دعا کے لئے کھینچا چلا جاتا ہے۔ پر جس ذات قدیم نے آپ کو یہ اخلاص بخشا ہے اُس نے

خود آپ کو چن لیا ہے تب ہی یہ اخلاص بخشا ہے ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء "

(ھ) آپ میں آثار سعادت اور رُشد کے ظاہر ہیں کہ آپ کی حقیقت بینی پر نظر ہے اور صدق اور وفا اور حسن ظن کا خُلق موجود ہے۔ پس یہ وہ چیزیں ہیں جس کو مولیٰ کریم کی طرف سے عطا کی جاتی ہیں اس کے لئے استقامت کا عطا ہونا ساتھ ہی مقدر ہوتا ہے "

(و) " اس عاجز کو خداوند نے ایک خبر دی تھی جس کو حصہ ثالث میں چھاپ دیا تھا یعنی یہ کہ ینصرک رجالٌ نوحی الیہم من السماء یعنی تیری مدد وہ مردانِ دین کرینگے جن کے دل میں ہم آسمان سے آپ ڈالینگے۔ سو الحمد للہ والمنۃ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو سب سے زیادہ اس عاجز کے انصاریں سے بنایا۔ اور اس ناچیز کو آپ کے وجود سے فخر ہے اور اپنے خداوند کریم کی طرف سے آپ کو ایک رحمت مجسم خیال کرتا ہے "

(ز) " جس قدر آپ اس عاجز سے محبت رکھتے ہیں وہی محبت اور تعلق اس عاجز کو آپ سے ہے "

(ح) " آپ کے نفس میں قبولیتِ دُعا کی شرائط پیدا ہیں۔ اور اس عاجز نے دوسروں میں اس قسم کی استقامت کم پائی ہے نیک ظن بننا آسان ہے مگر اس کا نبھانا بہت مشکل سو خدا نے استقامت اور حُسن ظن کی مالیت آپ کے نفس میں رکھی ہے یہ بڑی خوبی ہے . . . . اور تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔ اور الحمد للہ کہ میں آپ کو اُن تھوڑوں کے اوّل درجہ میں دیکھتا ہوں "

(ط) " آپ کا اخلاص اور جوشِ محبت اپنے کمال کو پہنچ گیا ہے۔ ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء "

(ی) چونکہ اس مخدوم کی رُوح کو اس عاجز کی رُوح سے بشدت مناسبت ہے اسی وجہ سے تعلقات روحانی کا غلبہ ہے اور انشاء اللہ تعالےٰ آپ کی حالت کاملہ ابتلاء کے خطرات سے امن میں ہے "

(ک) " جس قدر آں مخدوم نے اشاعت دین اور اعلاء کلمہ اسلام کے لئے رنج اٹھایا ہے خدا تعالےٰ اس کے عوض میں آپ پر اس طور سے راضی ہو کہ جیسا اپنے سچے خادموں اور مقبولوں سے راضی ہُوا کرتا ہے۔ آمین ثم آمین "

(ل) " حبی فی اللہ میر عباس علی لدھیانوی یہ میرے وہ اوّل دوست جن کے دل میں خدا تعالےٰ

نے سب سے پہلے میری محبت ڈالی . . . .

. . . . اور ان کے مرتبہ اخلاق کے ثابت کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ ایک مرتبہ اس عاجز کو ان کے حق میں الہام ہؤا تھا۔ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء"

مذکورہ بالا عبارات پر جب ہم سرسری نظر کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا عشر عشیر بھی مولوی محمد علی صاحب کے حق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر نہیں فرمایا۔ مگر پھر ان کا انجام جو ہؤا وہ سب پر ظاہر ہے اور مولوی محمد علی صاحب کا جو حال ہوتا آیا اور ہوتا جا رہا ہے وہ بھی چشم بصیرت ز اپر ظاہر و باہر ہے۔

پس یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی پیر و مرشد کا اپنے مرید کے وقتی و عارضی جوش اخلاص کے ماتحت تعریف کر دینا اسے ہمیشہ کے لئے بلند مقام نہیں دے دیتا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میر عباس علی صاحب کی تعریف کی۔ اور ان پر ایک الہام بھی چسپاں کیا۔ لیکن پھر جب وہ مرتد ہو گئے۔ اور معترضین نے حضور پر اعتراض کیا۔ تو حضورؑ نے اس کا حسب ذیل جواب دیا۔

"یہ الہام (اصلہا ثابت والا۔ ناقل) اس زمانہ کا ہے کہ جب میر صاحب میں ثابت قدمی موجود تھی۔ زبردست طاقت اخلاص کی پائی جاتی تھی۔ اور اپنے دل میں بھی وہ یہی خیال رکھتے تھے کہ میں ایسا ہی ثابت قدم رہوں گا۔ سو خدا تعالےٰ نے انکی اس وقت کی حالت موجودہ سے خبر دے دی۔ یہ بات خدا تعالیٰ کی وحی میں شائع متعارف ہے کہ وہ موجودہ حالت کے مطابق خبر دیتا ہے کسی کے کافر ہونے کی حالت میں اس کا نام کافر ہی رکھتا ہے اور اس کے مومن اور ثابت قدم ہونے کی حالت میں اس کا نام مومن اور مخلص اور ثابت قدم ہی رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے کلام میں اس کے نمونے بہت ہیں۔"

الغرض مولوی محمد علی صاحب کے متعلق تعریفی کلمات استعمال کئے جانے کے متعلق ہماری طرف سے وہی جواب ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میر عباس علی صاحب لدھیانوی کے متعلق اپنی عبارات بیان کردہ کا دیا ہے۔ پس مولوی محمد علی صاحب کے متعلق حضرت مسیح موعود کی کسی عبارت سے استدلال کرنا درست نہیں۔

بہائیت

رسالہ "معیار رسالت" پر ایک نظر

(نائب مدیر)

کتابی سائز کے ۳۲ صفحات پر مشتمل ایک ٹریکٹ "معیار رسالت" کے نام سے مولوی عبداللہ صاحب بہائی نے سری نگر سے شائع کیا ہے۔ مضمون کے لحاظ سے اس کے تین حصّے ہو سکتے ہیں۔

رسالہ کے تین حصّے

(۱) پہلا حصہ چوبیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں مولوی عبداللہ صاحب نے اپنی وہ خط و کتابت درج کی ہے جو غیر مبایعین کے دو مبلغین سے انہوں نے کی۔ اس خط و کتابت کے شائع کرنے کا یہ مقصد انہوں نے قرار دیا ہے کہ تا احمدی اور غیر احمدی احباب کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے۔ کہ وہ جناب بہاء اللہ کو معیار رسالت پر پرکھیں۔

(۲) دوسرا حصّہ سات صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں اہل بہاء کے بارہ اصول مختصر صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۳) ٹریکٹ کے آخری حصہ میں ایک مختصر بیان ہے جس سے ٹریکٹ لکھنے والے نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب رازِ حقیقت کی ایک عبارت کو غلط دکھانے کی ناکام کوشش کی ہے جو حضور نے اس کتاب کے صـ۹ پر رقم فرمائی ہے کہ :-

"اس نبی کی قبر کو جو سرینگر میں واقع ہے بعض یوز آسف کے نام سے پکارتے ہیں۔ مگر اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی قبر ہے۔ بعض لوگوں نے یوز آسف کا نام سنکر کہا کہ ہم میں وہ قبر عیسٰی صاحب کی مشہور ہے۔ چنانچہ کئی لوگوں نے یہی گواہی دی جو اب تک سری نگر میں زندہ موجود ہیں جس کو شک ہو وہ خود کشمیر میں جاکر کئی لاکھ انسانوں سے دریافت کرے۔"

اس عبارت کے متعلق مولوی عبداللہ صاحب کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں جب وہ احمدی تھے انہوں نے اس قسم کے مضمون کا ایک خط سری نگر سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھا تھا اور حضور نے اُسے ترمیم کے بعد اپنی کتاب رازِ حقیقت میں شائع کر دیا۔ انہوں نے اپنے خط میں یہ بات نہیں لکھی تھی کہ لوگ سرینگر کی قبر کو عیسٰی علیہ السلام کی قبر کہتے ہیں۔ لیکن حضرت

مسیح موعود علیہ السلام نے اُن کے خط میں ترمیم کرکے یہ فقرہ لکھ دیا۔ اور مولوی عبداللہ صاحب بھی اپنے احمدی ہونے تک اسی بات کو مانتے رہے۔ اب جب وہ احمدیت سے خارج ہو کر بہائی ہوئے ہیں تو انہیں تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ تحریر فرمانا درست نہیں کہ سری نگر کی قبر عیسےٰ علیہ السلام کی قبر ہے کیونکہ اہالیان کشمیر میں سے یہ کوئی نہیں کہتا۔

حصہ اوّل کا جواب

رسالہ "معیار رسالت" کے پہلے حصّہ کو پڑھنے اور مولوی عبداللہ صاحب کے اس مطالبہ کو سامنے لانے سے کہ جناب بہاءاللہ کو معیار رسالت پر پرکھا جائے ہم دو نتائج اخذ کرنے پر مجبور ہوئے ہیں (۱) اوّل یہ کہ مولوی عبداللہ صاحب بہائیت کی جھوٹ بولنے کی اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ کیونکہ بہائی آرگن "کوکب ہند" دہلی جلد ۶ نمبر ۴ میں جناب بہاءاللہ کے متعلق بہائیوں کا متفقہ عقیدہ شائع کیا گیا ہے کہ "نہ تو آیہ مبارکہ میں نبی کا لفظ ہے نہ فرقان کے موعود کو نبی کہا گیا ہے نہ اہل بہاء حضرت بہاءاللہ جل ذکرہ الاعظم کو نبی مانتے ہیں اور کوکب ہند میں بارہا اس کا اعلان کیا جا چکا ہے۔" پس جناب بہاءاللہ کے متعلق اس متفقہ عقیدہ کے بعد پھر بہاءاللہ کو نبی بنانا اور ان کو معیار رسالت پر پرکھا جانے کی دعوت دینا جھوٹ بولنا اور لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔

(۲) یا پھر اگر حسن ظنی سے کام لیا جائے تو مولوی عبداللہ صاحب کے مذکورہ مطالبہ کی بنا پر یہ نتیجہ نکالنا پڑیگا کہ وہ بہائی لٹریچر سے بالکل ناواقف ہیں اور اس ناواقفیت کی بنار پر بہاءاللہ کو معیار رسالت پر پرکھا جانے کی دعوت دیتے ہیں کیونکہ بہائی محققین یہ لکھتے ہیں کہ جناب بہاءاللہ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا بہائی کتب سے ناواقفیت ہے۔ چنانچہ ابوالفضل بہائی لکھتے ہیں:۔

"اینکہ جناب شیخ گمان فرمودہ اند کہ شاید ادعائے ایشان ادعائے نبوت باشد محض وہم و گمان خود جناب شیخ است وہرکس با اہل بہاء معاشر و یا از کتب این طائفہ مطلع باشد می داند کہ نہ در الواح مقدسہ ادعائے نبوت وارد شدہ و نہ بر السنۂ اہل بہاء لفظ نبی بر آں وجود اقدس اطلاق گشتہ۔" (الفرائد صفحہ ۲۷۵)

یعنی یہ خیال کہ بہاءاللہ نے دعویٰ نبوت کیا ہے سراسر وہم و گمان ہے۔ ہر شخص جو بہائیوں سے واقف ہے یا اُن کی کتب پر اطلاع رکھتا ہے۔ خوب جانتا ہے کہ نہ الواح میں دعویٰ نبوت پایا جاتا ہے اور نہ اہل بہاء نے کبھی بہاءاللہ کے لئے لفظ نبی استعمال کیا ہے۔ پس جب جناب بہاءاللہ نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور ان کی طرف ایسا دعویٰ منسوب کرنا بہائی کتب سے ناواقفیت ہے،

تو پھر انکو معیار رسالت پر کس طرح پرکھا جاسکتا ہے۔ اُن کو تو اسی معیار پر پرکھا جائیگا جس کا انہوں نے دعویٰ کیا ہے۔ اُن کا دعویٰ الوہیت کا تھا اور اس کے متعلق اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :-
" ومن یقل منھم انی الٰہ من دونہ فذٰلک نجزیہ جھنّم (انبیاء) کہ الوہیت کا دعویٰ کرنے والوں کو جہنم کا منہہ دیکھنا ہوگا۔ پس جناب بہاء اللہ کے اصل مقام کو پیش کیجیئے اور پھر دیکھیئے کہ اُن کی دنیا کی زندگی کس طرح اس آیت کا نمونہ تھی۔ اور اس پر اُن کی آخری زندگی کا قیاس کر لیجیئے۔

اہل بہاء کے بارہ[12] اصول

رسالہ "معیار رسالت" کے دوسرے حصّہ مضمون میں بہائیوں کے مندرجہ ذیل بارہ اصول پیش کئے گئے ہیں۔

(۱) وحدت عالم انسانی (۲) تحری و تحقیق حقیقت بآزادی (۳) وحدت اصول ادیان (۴) دین باید سبب اتحاد و اتفاق باشد نہ موجب تفرقہ وجدائی (۵) باید دین با علم و عقل مطابق باشد (۶) مساوات حقوق مرد و زن (۷) ترک جمیع اصناف تعصبات (۸) صلح عمومی (۹) تعلیم و تربیت اجباری عمومی (۱۰) حل مسئلہ اقتصادی (۱۱) لسان عمومی (۱۲) تاسیس بیت العدل بین الملل (لیگ آف نیشنز)

ایک اعتراض

ان اصولوں کو پیش کرتے ہوئے مولوی عبد اللہ صاحب نے ان بہائی کتب کا حوالہ نہیں دیا جن میں سے یہ اصول اخذ کئے گئے ہیں۔ اگر اسی طرح سے خود ساختہ اصول کسی مذہب کی طرف منسوب کرنے کی عام اجازت ہو تو ہر مذہب کا پیرو ایسے ہی دل لبھانے والے اصول پیش کر سکتا ہے جس طرح کہ مولوی عبد اللہ صاحب نے کئے ہیں۔ پس اصل بات غور کے قابل یہ ہے کہ کیا کسی مذہب کے پیروان کی طرف سے پیش کردہ اصول ان کی مذہبی کتب میں بھی پائے جاتے ہیں یا نہیں اگر مذہبی کتب میں وہ اصول موجود نہیں تو اُن کا پیش کرنا لوگوں کو مغالطہ اور دھوکا دینا ہوگا۔ ہماری رائے میں بہائی جن اصول کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں خود بہائی کتب اُن کا ردّ کرتی ہیں اور بہائیت کا نمونہ بھی انکو مسترد کرتا ہے۔ مثلاً بہائی مذہب کا لوگوں کو یہ کہنا کہ دین اتحاد کا موجب ہونا چاہیئے اور اس کے فرقے نہ ہونے چاہئیں حالانکہ خود بابیت۔ بہائیت مختلف فرقوں میں ہوگئی اور وہ آپس میں لڑنے لگ پڑے۔ اسی طرح بابیت کی امن شکن تعلیم کے ہوتے ہوئے صلح عمومی اور ترک جمیع تعصبات کا ڈھنڈورہ پیٹنا بالکل ناجائز اور نادرست ہے۔ الغرض بہائیوں کے پیشکردہ اصول خود انکا مذہب مسترد کرتا ہے

اصول وضع کرنے میں سرقہ

پھر دوسری بات یہ ہے کہ وہ بارہ اصول جو بہائی پیش کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیم میں موجود ہیں۔ اگر بہائیت یہ چاہتی تھی کہ مسلمان اسکی طرف

توجہ کریں تو اسے ان اصولوں سے بہتر اصول پیش کرنے چاہیئے تھے جو اسلام پیش کرتا ہے۔ موجودہ صورت میں تو ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ بہائیت اسلام کے اصول چُرا کر دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے اور اس طرزِ عمل پر اُسے شرمندہ ہونا چاہیئے۔

وحدت کا اصول

وہ پہلا اصل جو بہائیت پیش کرتی ہے وحدت اور اخوت کا ہے اور یہی اصل قرآن مجید میں ہے چنانچہ ایک طرف قرآن مجید نے انما المؤمنون اخوۃ کہکر سب مسلمانوں کو اتحاد کی زنجیر میں جکڑ دیا تو دوسری طرف اختلاف طبائع اور خیالات کو فطری قرار دیتے ہوئے دنیا کو مشترکہ کاموں میں مل کر کام کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ فرمایا تعالوا الی کلمۃٍ سواءٍ بیننا و بینکم کہ اے لوگو! آؤ اختلاف باہمی کو بحال رکھتے ہوئے بھی مشترک کاموں میں مل جاؤ اور شانہ بشانہ کام کرو۔

تحقیق بآزادی کا اصول

دوسرا اصل جو بہائیت پیش کرتی ہے تحری وتحقیق حقیقت بآزادی ہے۔ یہی اصل قرآن مجید میں موجود ہے چنانچہ فرمایا لا اکراہ فی الدّین کہ دین کے بارہ میں آزادی ہونی چاہیئے۔ پھر قرآن مجید کے متعدد مقامات میں اس بات کی مذمت کی گئی ہے کہ مذہب کے بارے میں اندھی تقلید کی جاوے بلکہ یہی حکم ہے کہ خوب سوچ وبچار سے دین کو مانا جائے۔ وہ لوگ جو باپ دادا کی اندھی تقلید کرتے ہیں ان کو اسلام بہت سختی سے روکتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ او لو کان اٰباءھم لا یعقلون شیئًا ولا یھتدون (البقرہ) پس تحری وتحقیق حقیقت بآزادی کا اصول اسلام میں موجود ہے۔

وحدت اصول ادیان

تیسرا اصول جو بہائیت پیش کرتی ہے وحدت اصول ادیان ہے۔ یہ بھی کوئی نیا اصول نہیں بلکہ قرآن مجید میں یہ اصل موجود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ وہ یہ کہیں لا نفرّق بین احدٍ من رسلہٖ۔ اسی طرح فرمایا انّ ھٰذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیمؑ و موسٰی کہ اسلام کی اصولی تعلیم وہی ہے جو پہلے سے چلی آرہی ہے۔ پس اس اصل میں بھی بہائیت یگانہ ثابت نہ ہوئی۔

دین موجب اتحاد

چوتھا اصل جو بہائیت پیش کرتی ہے کہ دین موجب اتحاد ہونا چاہیئے نہ موجب تفرقہ۔ یہ اصل بھی اسلام میں موجود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ماجاءھم البیّنات کہ اے لوگو! اُن لوگوں کی طرح نہ بنو جو تفرقہ اور اختلاف کرتے ہیں بلکہ دین سبب اتحاد ہونا چاہیئے۔ الغرض اس طرح سے

سب باقی اصول پیشکردہ اسلامی تعلیم میں موجود ہیں۔ مثلاً اسلام یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ فطرتی مذہب ہے، اور اس کے احکام عقل وعلم کے مطابق ہیں اسی طرح وہ روحانی لحاظ سے مرد وعورت کو مساوی درجہ دیتا ہے۔ اور مومن مردوں کا ذکر کرنے کے بعد مومن عورتوں کا ذکر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ کسی کے اعمال کم نہ کئے جائیں گے۔ اسی طرح سے جمیع اصناف تعصبات کو اسلام روکتا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ کسی کے بزرگ کو برُا بھلا مت کہو بلکہ تمام مذاہب کے بزرگوں کی عزت کرو حتی کہ اسلامی تعلیم یہاں تک ہے کہ اذا جاء کریم قوم فاکرموہ یعنی کسی قوم کا معزز جب تمہارے پاس آوے تو اس کی عزت کرو۔ پھر صلح عمومی اور امن کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے کہ لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا (اعراف) کہ فساد نہیں ہونا چاہیئے۔ اسلام کے معنے ہی صلح اور آشتی کے مذہب کے ہیں اور یہی اصل اس کے اندر کارفرما ہے۔ پھر تعلیم اجباری کا حکم اسلام میں موجود ہے۔ چنانچہ فرمایا طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ کہ علم کا حاصل کرنا ہر ایک پر واجب ہے۔ باوجود اس کے کہ ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انتہائی علم بخشا گیا لیکن آپ آخر تک ربّ زدنی علماً کہکر علم کے مزید حصول کی خواہش کا اظہار کرتے رہے اور اسطرح اپنی امت کیلئے یہ نمونہ پیش کیا کہ علم کسی جگہ رُک نہیں جاتا۔ پھر قرآن مجید میں کئی دفعہ جہالت کی مذمت ہوئی ہے اور اس طرف ترغیب دلائی گئی ہے کہ علم حاصل کرنا چاہیئے۔

حل مسئلہ اقتصادی

بہائیت کے پیشکردہ اصولوں میں سے دو اصول حل مسئلہ اقتصادی اور لیگ آف نیشن کے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ جسطرح قرآن مجید نے مسئلہ اقتصادی کا حل کیا ہے کوئی اور اسطرح نہیں کرسکتا اس کی تفصیلی بحث دیکھنے کیلئے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ کے عظیم الشان لیکچر الموسوم "اسلام کا اقتصادی نظام" کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اور ہم حق پسند احباب کو اس کے پڑھنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ پھر لیگ آف نیشن کا جو ڈھانچہ اسلام نے پیش کیا ہے وہی ایسا ہے کہ جو دنیا میں امن قائم کرسکتا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احدٰھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتّٰی تفیٓئ الی امر اللہ فان فاءت فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا (حجرات) یعنی اگر دو قومیں آپس میں لڑ پڑیں تو بیچ میں پڑ کر انکو جنگ سے روکا جائے اور جو وجہ جنگ کی ہے اس کو مٹائیں اور ہر ایک کو اس کا حق دلائیں لیکن اگر باوجود اس کے ایک قوم باز نہ آئے اور دوسری پر حملہ کردے اور مشترکہ انجمن کا فیصلہ نہ مانے تو اس قوم سے جو زیادتی کرتی ہے سب قومیں مل کر لڑیں۔ پس اگر وہ انصاف کی طرف لوٹ آئے تو ان دونوں قوموں میں صلح کرا دو۔ مگر انصاف اور عدل سے اور مروّت سے کام لو۔ پس لیگ آف نیشن کا قانون بھی اسلامی قانون ہے اور اس قانون کو پیش کرنے میں بہائیت منفرد نہیں جو دوست اسلام کے اس قانون کی مزید تفصیل

چاہیں وہ ہمارے آقا حضرت امام جماعت احمدیہ کے شاندار لیکچر انگلستان الموسوم "احمدیت حقیقی اسلام" کا مطالعہ کریں

لسان عمومی

ایک اصول بہائیت کا لسان عمومی کا ہے۔ یہ بھی اسلام میں موجود ہے۔ کیونکہ اسلام میں عربی زبان لسان عمومی قرار دی گئی ہے مسلمانوں کی شریعت اس زبان میں ہے۔ اور اسوجہ سے سب مسلمان اس کو پڑھتے ہیں اور سیکھتے ہیں۔ پھر مسلمان حج کرنے کے لئے مکہ معظمہ جاتے ہیں اور وہاں عربی بولنی پڑتی ہے۔ پھر مسلمان جمیع ممالک میں ہیں اور انکو اس زبان کے بولنے اور سمجھنے میں آسانی ہے۔ لیکن بہائیت جو ایک مردہ زبان رائج کریگی اس میں نہ معلوم ان کو کامیابی ہو یا ناکامی کیونکہ اب تک بہائیت پر سو سال کا عرصہ گذرنے کو ہے۔ لیکن اس مقصد میں انہیں کچھ کامیابی نہیں ہوئی۔ پس وہ اصول جو بہائیت پیش کرتی ہے وہ نئے نہیں بلکہ وہی اصول ہیں جو قرآن مجید میں دنیا کے سامنے پیش کئے گئے ہیں۔ اس لئے مسلمان تو پیش کردہ اصولوں کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے اور دوسرے لوگ بھی بہائیوں کے اصولوں کو اسلئے ٹھکرا دیں گے کہ اصل چیز کی بجائے نقل کیوں لی جائے۔

سرینگر میں حضرت عیسٰیؑ کی قبر

رسالہ "معیار رسالت" میں تیسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ تحریر فرمانا درست نہیں کہ سری نگر میں جو نبی کی قبر ہے اس کے متعلق اکثر لوگوں کا یہ بیان ہے کہ یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی قبر ہے کیونکہ اہالیان کشمیر میں سے کسی کا یہ خیال نہیں اور مولوی عبد اللہ صاحب بھی جب احمدی ہونیکے ایام میں یہ عقیدہ رکھتے تھے تو صرف حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کی بنا پر ان کا یہ عقیدہ تھا کہ واقعاتی لحاظ سے اور احمدی ہونیکے ایام میں انہوں نے جو خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس مضمون کا لکھا تھا۔ اسمیں یہ ذکر نہ تھا۔ ہاں حضور نے اس میں یہ مضمون خود بڑھا لیا۔

ہمیں افسوس ہے کہ مولوی عبد اللہ صاحب کو اپنے بڑھاپے پر رحم نہیں آتا اور جبکہ وہ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں بات بات پر جھوٹ بولتے ہیں اور بہائیت کی تعلیم کے اثر کے ماتحت قیامت کے خوف سے بے خطر ہونیکی وجہ سے جھوٹ بولتے ہوئے سیر نہیں ہوتے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صرف انکی شہادت کی بنا پر اپنی کتاب "راز حقیقت" میں قبر عیسٰے علیہ السلام کی تعیین نہیں کی بلکہ قرآن مجید کی آیت واٰوینھما الی ربوۃ ذات قرار و معین کی روشنی اور کشمیر کے اہالیان کی متعدد شہادات سے وہ بات پیش کی ہے۔ ہاں ان شہادات میں سے ایک شہادت مولوی عبد اللہ صاحب کی تھی جس سے اب وہ منکر ہو رہے ہیں اور انکا انکار اصل حقیقت کو چھپا نہیں سکتا کیونکہ خود قادیان کے بہت سے بزرگوں نے سری نگر جاکر "قبر نبی" کے متعلق وہاں کے لوگوں سے استفسار کیا تو وہاں لوگوں نے یہ بتایا کہ یہ قبر عیسٰے ہے اور یہ عقیدہ اہالیان کشمیر میں نسلاً بعد نسل چلا آتا ہے۔ اس قسم کی شہادات حسب خواہش پیش کی جا سکتی ہیں۔ پس مولوی عبد اللہ صاحب کا یہ کہنا کہ اہالیان کشمیر اس قبر کو عیسٰی کی قبر نہیں مانتے سراسر غلط ہے اور انکا یہ لکھنا بھی جھوٹ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انکی ایک تحریر کی بنا پر قبر عیسٰیؑ کی تعیین کی اور انکا یہ کہنا بھی خلاف واقعہ ہے کہ احمدی ہونیکے ایام میں ان کا عقیدہ دربارہ قبر مسیح تقلیدی تھا نہ کہ واقعات کی بنا پر۔ اصل بات

حکیم عبد اللطیف شہید منشی فاضل پرنٹر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور دفتر رسالہ فرقان قادیان سے شائع کیا

قیمت سالانہ	اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا	تین روپے

مجلس رفقاء احمد قادیان کا ماہنامہ

فرقان

ماہ مارچ سنہ ۱۹۴۶ء

جلد ۵	مدیر عبدالمنان عمر ایم اے	نمبر ۳

ترتیب عنوانات

عیدگاہ میں امام کا خطبہ

(از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

وہ برگد کے سائے میں عرفان پانا
ہدایت تبلیغ قرآن پانا

جلوہ داریٔ حُسنِ نیرنگ دلبر
وہ جلوہ طرازیٔ سبحان پانا

مجھے کم نگاہی کے شکوے تھے ان سے
خود آگاہی سے نورِ عرفان پانا

ہے آسان بہت جان پر کھیل جانا
مگر تجھ کو مشکل ہے اے جان پانا

سکھائی ہے کیا تڑک اے ترکِ رعنا
اسے کہتے ہیں اصل نروان پانا

مجدد تو آئے گئے۔ ختم لیکن
ہوئی تجھ پہ نبیوں کی یہ شان پانا

مبارک تجھے صاف چٹیل سے میداں
خدا دوست صدہا مسلمان پانا

دمِ وعظ جھڑتے ہیں کیا پھول منہ سے
ہے داماں میں گویا گلستان پانا

مبارک ہو اے عشق مضطر مبارک
تجھے حُسن کی دید کی آن پانا

جہاں ان کے جلوے جواں ہو رہے ہیں
وہیں میرا دل اور مری جان پانا

اگر تیری ہجرت الی اللہ ہو گی
یقینی ہے ہر ایک سامان پانا

مراغم کثیرہ۔ سعۃ ذخیرہ
مقدر ہے رزق فراوان پانا

بہشت بریں ہے مرے حق میں اکمل
معارف سے پُر درسِ قرآن پانا

(حاشیہ: تجھے حُسن کی دید کی آن پانا)

معاونین حضرات سے ضروری التماس

معاونین حضرات سے التماس ہے کہ وہ عطیہ جات جلد ارسال فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں جملہ رقوم محاسب صاحب صدر انجمن کے نام "بمد فرقان" آنی چاہئیں۔

شذرات

(نورالحق نائب مدیر)

جلب زر کی خاطر جھوٹ بولنا

خان بہادر میاں محمد صادق صاحب غیر مبائعین کے 'اندرون خانہ' سے خوب واقف ہیں۔ اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر انہوں نے مئی ۱۹۴۲ء میں غیر مبائعین اور انکی انجمن کے متعلق ایک بیان دیا تھا۔ جو فرقان میں 'کھلی چٹھی بنام مولوی محمد علی صاحب' کے عنوان سے مئی کے رسالہ میں شائع ہوا اس بیان میں میاں محمد صادق صاحب نے غیر مبائعین کے جن رازہائے سربستہ کو منکشف کیا۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ امیر غیر مبائعین مولوی محمد علی صاحب کی ماہانہ آمد ۳۵۰۰ روپے سے زائد ہے لیکن ان کا چندہ ماہوار چار آنے سے زائد کبھی نہیں ہوا۔ اس بیان کو شائع ہوئے اب چار سال کا عرصہ ہو چکا ہے لیکن مولوی محمد علی صاحب کو اب تک اس کی تردید کی جرأت نہیں ہوئی۔ اور اس طرح خاموشی اختیار کرتے ہوئے انہوں نے عملاً میاں محمد صادق صاحب کے بیان کے سچے ہونے کا ثبوت دے دیا ہے۔

چونکہ میاں صاحب موصوف کے اس بیان پر ایک خاصہ عرصہ گذر چکا ہے۔ اس لئے امیر غیر مبائعین نے یہ خیال کر کے کہ اس بیان کا اثر مٹ چکا ہوگا۔ اصلیت کے خلاف یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ وہ اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ چندہ کے طور پر ادا کرتے ہیں۔ اور ان کا یہ کہنا محض اس لئے ہے تا لوگوں کے دلوں کو رام کر کے انکی جیبوں سے روپے نکلوا سکیں۔ چنانچہ آپ جلسہ سالانہ ۴۵ء کی تقریر میں فرماتے ہیں "میں نے آمد کا دسواں حصہ چندہ ماہوار دینے کی تحریک کی۔ خود اس پر تیس سال سے عامل ہوں۔" (پیغام ۲۰ فروری ۴۵ء) امیر غیر مبائعین کے اس تازہ بیان پر ہم ان کو یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ سب سے مقدم فرض ان کا یہ ہے کہ وہ میاں محمد صادق صاحب کے بیان کی تردید کریں۔ اور جب تک وہ تردید نہ کریں۔ ان کا تازہ بیان اصلیت اور واقعات

کے بالکل خلاف منصوبہ ہوگا۔ اگر کوئی غیر مبایع دوست اپنے امیر کے تازہ بیان کو درست خیال کرتے ہوں۔ تو وہ ہمیں کسی حسابی طریقہ سے ۳۵۰ روپے کا دسواں حصہ چار آنے کر کے دکھا دیں۔ تاہم کو یہ معلوم ہو سکے۔ کہ واقعی اپنی آمد کا دسواں حصہ ہی ادا کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی غیر مبایع دوست چار آنے کو ۳۵۰ روپے کا دسواں حصہ ثابت نہ کر سکیں۔ تو یہ بات واضح ہو جائیگی کہ ان کے امیر کا تازہ بیان درست نہیں۔ اور محض جلب زر کی خاطر انہوں نے خلاف واقعہ بیان دیا ہے۔ اور اس صورت میں ہم پیغامی مفتیان سے یہ استفسار کرتے ہیں کہ کیا جلب زر کی خاطر جھوٹ بولنا جائز ہے؟

سب مولوی ننگے ہو جائینگے

۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو امیر غیر مبایعین اور ان کے رفقاء خلافت ثانیہ سے روگردان ہو کر لاہور چلے گئے۔ اور ان میں سے بعض نے یہ اعلان کیا۔ کہ اگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی یہ اعلان کر دیں کہ آپ ہی پسر موعود کی پیشگوئی کے مصداق ہیں۔ تو وہ حضور کی بیعت کرنے کو تیار ہیں آخر وہ وقت بھی آگیا۔ کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت اس امر کا اعلان فرما دیا کہ آپ ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کے مصداق ہیں۔ حضور کے اس اعلان پر بجائے اسکے کہ غیر مبایعین اپنے ہی اعلانات کے مطابق حضور کی اطاعت اختیار کرتے انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ حضرت امیر المومنین کا مصلح موعود ہونے کا دعوےٰ اس لئے درست نہیں۔ کیونکہ ہر مصلح صدی کے سر پر آتا ہے۔ اور ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث ہوئے ایک صدی نہیں گذری۔ اس لئے فی الحال کوئی مصلح نہیں آسکتا۔ غیر مبایعین کا مذکورہ اعتراض درست نہیں۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جس پیشگوئی کا مصداق اپنے وجود کو ٹھہرایا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود کی پسر موعود کی پیشگوئی ہے۔ اور اس کے متعلق خود حضرت اقدس فرماتے ہیں" کہ ایسا لڑکا (پسر موعود) بموجب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو۔ خواہ دیر سے۔ بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا" (اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء) پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی واضح عبارت بتا رہی ہے کہ مصلح موعود کا آنا آپ سے ایک صدی بعد نہیں بلکہ اس کا دنیا میں آنے کا زمانہ حضرت اقدس کی پسر موعود کی پیشگوئی کی تاریخ سے نو سال کے عرصہ کے اندر ہے۔ پس غیر مبایعین کا اپنے ایک بے بنیاد اصول کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دعوی کو نہ ماننا درست نہیں۔ ہاں اس بات کا ضرور ثبوت ہے کہ انہوں نے خلافت ثانیہ

سے روگردان رہنے کے لئے مختلف زمانوں میں مختلف حیلے تراشے۔ اور اس طرح اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود کے اس الہام کا مصداق کر لیا۔ کہ سب مولوی ننگے ہو جائیں گے کہ وہ قبول الہامات میں کچے ہیں۔

شیخ مصری صاحب کا جماعت احمدیہ سے اخراج

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کے متعلق یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ وہ جماعت قادیان سے علیحدہ ہونے کے بعد محض انکی مخالفت کے لئے احرار سے مل گئے تھے۔ اور اب تک ان کے دوسرے ساتھی احرار سے ملے ہوئے ہیں۔ ایسے اشخاص کے متعلق جو جماعت احمدیہ کے سخت دشمنوں کو اپنائیے۔ حضرت مسیح موعود کا حسب ذیل فرمان ہے:۔

کہ "جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔" (کشتی نوح) پس حضرت مسیح موعودؑ کے فرمان کے بموجب شیخ مصری صاحب اور ان کے رفقاء احرار کے ساتھ ملنے اور ان سے نامہ و پیام رکھنے کی وجہ سے جماعت احمدیہ سے خارج ہو چکے ہیں۔

ویران مکانات

امیر غیر مبائعین نے جلسہ سالانہ ۱۹۴۵ء کے موقع پر غیر مبائعین میں تعلیم القرآن کے ادارہ کے قیام کے لئے ایک تحریک کی تھی۔ چنانچہ اسی تحریک کو کامیاب کرنے کے لئے اب وہ مختلف شہروں کا دورہ کر رہے ہیں۔ اس ادارہ کے قیام کا مقصد وجہ یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید کے متعلق علماء کی ایک جماعت ریسرچ اور تحقیق کریگی۔ لیکن قابل غور یہ بات ہے کہ اگر امیر غیر مبائعین نے چندہ اکٹھا کر کے ادارہ تعلیم القرآن کی عمارات بنا بھی لیں۔ تو ویران مکانات کس کام آئینگے۔ کیونکہ غیر مبائعین کے پاس قرآن مجید کی تحقیقات کا کام کرنے والے اشخاص ہی موجود نہیں۔ امیر غیر مبائعین کافی عرصہ سے لوگوں کو وقف کرنے کے لئے پُر زور تحریکات کرتے چلے آرہے ہیں لیکن نتیجہ صفر ہے پس مکانات بغیر آباد کاروں کے کس کام کے اور صرف دیواریں کھڑی کرنے کا کیا فائدہ۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس وقت اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ دنیا کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم سے آگاہ کیا جائے۔ اور ہندوستان اور بیرونجات میں کثرت سے مبلغ متعین کئے جاویں۔ لیکن غیر مبائعین اس وقت کے تقاضا کو پورا کرنے کی بجائے چند عمارات بنانے کی طرف توجہ دے رہے ہیں۔ تبلیغ کے کام کو پسِ پشت ڈالنے اور چند عمارات کے کھڑا کرنے کی تجاویز سے یہی نتیجہ نکلتا

ہے۔ کہ تبلیغ کے لئے غیر مبائعین کو مبلغین نہیں مل سکے۔ اور نہ ہی اس غرض کے لئے کوئی چندہ اکٹھا ہوا ہے۔ اور اس ناکامی کو چھپانے کی غرض سے امیر غیر مبائعین کی طرف سے اپنے متبعین کے سامنے ایسی تجویز پیش کر دی گئی ہے جسکی طرف لوگوں کی توجہ مرکوز ہو جائے۔ اور نیز طبع لوگوں کے اعتراض سے بچا جاسکے اور غیر احمدیوں سے بھی چندہ حاصل کرنے اور اچھی طرح جیبیں کترنے کا موقعہ مل سکے۔ ورنہ اگر دین کی ہمدردی مقصود ہوتی۔ تو اس وقت تبلیغ پر زور دیا جاتا۔ نہ کہ اداروں کے قیام کی طرف۔

مدعی سُست گواہ چُست

کچھ عرصہ سے شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری اخبار پیغام صلح میں بعض ایسے مضامین لکھ رہے ہیں جن سے ان کا یہ مقصد ہے کہ تا مولوی محمد علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض پیشگوئیوں کے مصداق بن سکیں۔ اور انکے ان پیشگوئیوں کے مصداق نظر آنے سے جہاں امیر غیر مبائعین کی شان لوگوں میں بلند ہو۔ وہاں شیخ صاحب اپنے امیر کی نظر میں بیچ جائیں اور انہیں خوشنودی کا پروانہ مل جائے جو انہیں وقتاً فوقتاً کام آسکے شیخ صاحب کے ان مذکورہ مضامین کو شائع ہوتے چار ماہ کا عرصہ ہو رہا ہے لیکن امیر غیر مبائعین ان پر کسی قسم کی رائے زنی سے خاموش ہیں۔ اور ان کو یہ جرأت نہیں ہوتی کہ وہ دعوے سے کہہ سکیں کہ فی الواقع وہ ان پیشگوئیوں کے مصداق ہیں۔ جن کو اخبار پیغام صلح میں پیش کیا جا چکا ہے اگرچہ انکے بعض نمک خواروں نے انکی اس خاموشی کو انکساری و خاکساری پر محمول ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ امیر غیر مبائعین صرف اس لئے اپنے متعلق یہ اعلان نہیں کرتے کہ وہ ان پیشگوئیوں کے مصداق ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے مُنہ خود میاں مٹھو نہیں بننا چاہتے۔ "فرقان" اور الفضل کے ذریعہ شیخ مصری صاحب کے مضامین کے متعلق ہماری طرف سے روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اور ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ جناب مولوی محمد علی صاحب نے بھی ان مضامین کا مطالعہ کیا ہے۔ اب ہم مولوی صاحب سے استفسار کرتے ہیں کہ ہمارے جوابات کے پیش نظر کیا وہ اپنے آپ کو ان پیشگوئیوں کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ جن کا ذکر شیخ صاحب نے اخبار پیغام صلح میں کیا ہے۔ یا مدعی سُست گواہ چست والا معاملہ ہو رہا ہے کہ شیخ صاحب تو اپنے امیر کو پیشگوئیوں کا مصداق قرار دیتے ہیں لیکن ان کا امیر دل ہی دل میں انکی تردید کر رہا ہے۔

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کی توبہ

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے مولوی محمد علی صاحب کی خوشنودی کی خاطر ایک حدیث وضع کی تھی۔ اس کے متعلق ہمارے اخبارات میں بہت کچھ لکھا گیا۔ اور یہ کہا گیا۔ کہ اگر شیخ مصری صاحب کو اس سے انکار ہو کہ انہوں نے حدیث وضع نہیں کی۔ تو وہ متنازعہ حدیث پیش کریں اور انعام لیں

شیخ صاحب تو اس پر خاموش ہو گئے۔ لیکن ایڈیٹر صاحب پیغام نے ان کا صفائی کا گواہ بن کر یہ شائع کیا کہ شیخ عبدالرحمن صاحب نے حدیث وضع نہیں کی۔ اسپر "فرقان" ماہ فروری میں ایڈیٹر صاحب پیغام کو دو صد روپے کی پیشکش کی گئی تھی۔ کہ اگر شیخ صاحب کی بجائے ایڈیٹر صاحب خود متنازعہ حدیث پیش کر دیں۔ تو انعام لیں۔ لیکن اس انعامی چیلنج کے بعد وہ کچھ ایسے خاموش ہوئے ہیں۔ کہ گویا مُنہ میں زبان نہیں۔ غالبًا انہوں نے جو کچھ شیخ صاحب کے حق میں تحریر کیا تھا۔ اس سے توبہ کر لی ہے۔ اگر یہی بات ہے تو یہ ایک مبارک اقدام ہے جس کی ہم ہر شریف آدمی سے توقع رکھتے ہیں۔ کیونکہ احادیث وضع کرنا ایک خطرناک جرم ہے۔ اور اس کے خلاف جہاد کرنا ہر مسلمان کا فرض

عبرت کا مقام

پیغام صلح ۶ مارچ سنہ ۴۶ء صہ کالم ۳ پر رقمطراز ہے کہ سنہ ۱۹۱۱ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے (جبکہ ابھی آپ خلیفہ نہیں ہوئے تھے) ایک کتاب "مسلمان وہ ہے جو سب ماموروں کو مانے" لکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف دو غلط عقائد منسوب کئے (ا) دعویٰ نبوت۔ (ب) تکفیر المسلمین اور خواجہ کمال الدین صاحب سب سے پہلے شخص تھے جنہوں نے اس کے خلاف آواز اُٹھائی۔ اور وہ اس فعل کی وجہ سے بلند درجہ رکھتے ہیں۔ پیغام صلح کا خواجہ صاحب کو نبوت اور تکفیر المسلمین کے خلاف آواز اُٹھانے میں حق بجانب قرار دینا درست نہیں۔ اور نہ ان کا یہ فعل کسی طرح مستحسن سمجھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ خواجہ صاحب کا یہ فعل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کشف میں انکے پاگل ہونے اور حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل پر حملہ آور ہونے کے رنگ میں دکھایا گیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ کشف چھپا ہوا ہے جو یہ ہے:۔

"مینے دیکھا کہ خواجہ پاگل ہو گیا ہے اور مجھ پر اور مولوی نورالدین صاحب پر مسجد کی چھت پر چڑھ کر حملہ کرنا چاہتا ہے مینے کسی کو کہا کہ اس کو مسجد سے باہر نکال دو مگر وہ خود ہی سیڑھیوں سے نیچے اُتر گیا۔ (رسالہ کشف الاختلاف)

مسجد سے مُراد علم رؤیا میں جماعت ہوتی ہے اور اس کشف کا یہ مطلب تھا کہ خواجہ صاحب کسی وقت جماعت کے ایک حصہ کے پیش پیش ہو کر کوئی ایسا فعل کرینگے جو حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مولوی نورالدین صاحب پر حملہ کا رنگ رکھتا ہو گا۔ اور خواجہ صاحب کا یہ فعل پاگلانہ ہو گا۔ لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکیں گے اور آخر جماعت سے خارج ہو جائینگے۔ خواجہ صاحب کی ساری عمر میں ایک ہی وہ وقت آیا ہے۔ جبکہ انہوں نے ایک آواز اُٹھائی۔ اور وہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کا زمانہ تھا۔ اور پیغام صلح کے مضمون کے مطابق حضرت مسیح موعود کے لخت جگر کی ایک تحریر اس کی وجہ تھی۔ پس حضرت مسیح موعود کے کشف کے پورا ہونے کا یہی زمانہ ہے۔ اور خواجہ صاحب کا دعویٰ نبوت اور تکفیر المسلمین کے عقیدہ کے خلاف آواز اُٹھانا پاگل پن اور حضرت مسیح موعود پر حملہ آور ہونا ہے نہ کہ مستحسن اور قابلِ تعریف۔ اور ہر وہ شخص جو حضرت مسیح موعود کی طرف نبوت کا دعویٰ منسوب کرنا ایک الزام قرار دیتا ہے۔ اس کے لئے حضرت مسیح موعود کا کشف عبرت حاصل کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ حق جو نگاہوں سے اس کشف پر نگاہ ڈالے

امیر غیر مبائعین کے ۲ متضاد بیانات

(جناب سید احمد علی صاحب مولوی فاضل)

امیر پیغام کا اپنا فرمان ہے کہ :-

"کیا جو شخص جھوٹ بولے وہ بھی کسی مذہبی جماعت کا راہنما بننے کے قابل ہے ؟"

(پیغام صلح ۲۲ مارچ ۱۹۴۴ء ص۳)

اب "امیر" غیر مبائعین کے ۲ بیانات ملاحظہ کیجئے جن میں سے ایک یقیناً جھوٹ ہے۔ اور پھر انہی کے الفاظ میں نتیجہ نکالیئے کہ کیا جناب مولوی محمد علی صاحب "کسی مذہبی جماعت کے راہنما بننے کے قابل ہیں ؟"

۱۹۱۴ء کا بیان

قادیان سے لاہور جا کر مولوی محمد علی صاحب نے ایک "ضروری اعلان" شائع کیا۔ جس پر رحمت اللہ صدر الدین۔ سید محمد حسین اسسٹنٹ۔ مرزا یعقوب بیگ اسسٹنٹ سرجن کے دستخط موجود ہیں۔ اس میں صدر انجمن احمدیہ کے ممبران کی کثرت کا کہ وہ کس طرف تھی۔ یوں ذکر کیا گیا ہے کہ "زیادہ حصہ مجلس معتمدین کا صاحبزادہ صاحب کی بیعت شدہ تھا۔ سکرٹری ان کا مرید۔ محاسب ان کا مرید۔ ناظر ان کا مرید۔ وہ خود اسکے میر مجلس۔ ۱۵ ممبروں میں سے ۹۔ ان کے مرید"

(پیغام صلح ۵ مئی ۱۹۱۴ء ص۱)

۱۹۴۴ء کا بیان

مگر اس کے ۳۰ سال بعد بھی امیر پیغام فرماتے ہیں کہ :-
"حضرت مسیح موعودؑ نے انجمن بنائی۔ ۱۴ اسکے ممبر تھے۔ اور آپ نے فرمایا تھا کہ جس طرف ان ممبروں کی کثرت ہو جائے وہ ساری جماعت کو ماننا پڑے گا اختلاف کے وقت ان میں سے ۱۲ ممبر موجود تھے جن میں سے ۷ ہماری طرف تھے اور ۵ دوسری طرف تھے اس وقت کثرت اللہ تعالےٰ نے ہمیں دی۔"

(پیغام صلح ۲۲ مارچ ۱۹۴۴ء ص۱)

اے اہل پیغام کے سنجیدہ و حق جو بھائیو! خدا را بتایئے کہ کیا آپ کے امیر کے یہ دونوں بیان صحیح ہو سکتے ہیں۔ اور کیا ایسا بیان دینے والا شخص اپنے ہی وضع کردہ اصل کے ماتحت ور کسی مذہبی جماعت کا راہنما بننے کے قابل ہے ؟ "یا کیا وہ جماعت احمدیہ قادیان کے خلاف جو بیان دیں وہ قابل اعتبار اور لائق توجہ قرار پا سکتا ہے ؟

خلافت کی تائید میں شیخ عبدالرحمٰن صاحب کے بیانات

(جناب سید احمد علی صاحب مولوی فاضل)

مصری صاحب کا خلافت کی تائید میں ایک بیان

شیخ عبدالرحمٰن مصری جب مدرسہ احمدیہ میں ہماری کلاس کو قرآن کریم کی تفسیر پڑھایا کرتے تھے تو میں درس کے مختصراً نوٹ لیا کرتا تھا۔ جو اب تک میرے پاس محفوظ ہیں۔ شیخ صاحب نے ۵/ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو سورۃ النور کی تفسیر کرتے ہوئے بتایا کہ:۔ اس سورۃ کو شروع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا یعنی اس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ حالانکہ سارا قرآن مجید ہی اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے۔ مگر اس پر چونکہ زور دینا مقصود تھا۔ اس لئے فرمایا کہ ہم نے اس کو اُتارا ہے۔ گویا اس کے مضامین پر خاص زور دیا ہے اور اس میں جو احکام اور تعلیمیں ہیں لوگوں نے ان کو توڑنا تھا یا توڑنے کی طرف میلان ہونا تھا۔ اس لئے اس سورۃ کے اُتارنے کو اپنی طرف منسوب کیا۔

"دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی پیشگوئی اور خلفاء کے سلسلہ کے قیام کا ذکر ہے جس سے نور الٰہی نے پھیلنا تھا۔ اور ان کی مخالفت سے لوگوں نے محروم رہنا تھا۔ اس لئے اس سورۃ کے فرائض اور احکام پر زور دیا گیا۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ تم بھول جاؤ۔ اور فیض سے محروم رہو۔ اور خلفاء کی قدر سے محروم ہو جاؤ۔"

مقام عبرت

مندرجہ بالا مضمون شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کا ۵/ اکتوبر ۱۹۳۱ء کا بیان کردہ ہے۔ اب کجا وہ دن کہ شیخ صاحب اپنے شاگردوں کو یہ سبق پڑھاتے تھے اور خاص زور دے کر بتایا کرتے تھے کہ سورۃ نور میں نہ صرف مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی ذکر ہے بلکہ آپؑ کے بعد سلسلہ احمدیہ میں ہونے والے تمام خلفاء کا ذکر خیر بھی موجود ہے اور یہ کہ سب خلفاء آیت استخلاف کے مصداق ہونگے۔ اور پھر یہ بھی کہا کرتے تھے کہ چونکہ بعض لوگوں نے ان خلفاء کی مخالفت کر کے ان کے فیض سے محروم رہنا تھا۔ اس لئے اس سورۃ میں زوردار الفاظ استعمال کر کے اس کے احکام پر خصوصیت

سے نظر کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ مگر کہاں اب یہ دن ہیں کہ وہی مصری صاحب نہ صرف خلیفۂ وقت سے باغی ہو گئے۔ ان پر اعتراض کرنے لگ گئے اور ان کی مخالفت کے درپے ہو گئے۔ بلکہ اپنے شاگردوں کو یہ سبق یاد کرانے کے بعد کہ مسیح موعود علیہ السلام کے خلفاء بھی آیت استخلاف کے ماتحت ہیں۔ اب اس کے برعکس یہ اعلانات کر رہے ہیں کہ:

"انبیاء اور مشائخ کی وفات کے بعد صرف پہلا خلیفہ ہی خدائی انتخاب سے ہوتا ہے باقی منتخب شدہ آیت استخلاف کے ماتحت نہیں آتے۔"

(اشتہار مصری صاحب مشتہرہ دسمبر ۱۹۳۷ء بعنوان "کیا تمام خلیفے خدا ہی بناتا ہے؟" ص۲)

کیا شیخ مصری صاحب بتائیں گے کہ ان کے ان دونوں بیانوں میں سے کونسا بیان ان کے سچے اور کونسا بیان ان کے جھوٹے ہونے کا حامل ہے۔ نیز کیا وہ بتائینگے کہ ان میں سے وہ کس بیان پر اب بھی قائم ہیں۔ اور کس سے رجوع کر لیا ہے؟ اور اگر رجوع کر لیا ہے تو کب سے؟ مثلاً کہ آیا وہ اب بھی غیر مبائعین کے برخلاف خلافت کے قائل ہیں۔ گو صرف پہلے خلیفہ کو ہی آیت استخلاف کے ماتحت جانتے ہیں اور باقیوں کو نہیں؟ یا کہ اس سے بھی تبدیلی اور رجوع کر کے غیر مبائعین کے ہم عقیدہ ہو گئے ہیں؟

کیا غیر مبائعین میں سے مثلاً شبانِ حق اور رحامیانِ صداقت ہی ہمارے اس بیان کا شیخ مصری صاحب جواب دلائیں گے؟

غیر مبائع اصحاب سے درخواست

بھائیو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام لیوا ہونے میں آپ ہمارے شریک ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم باہمی غلط فہمیوں کو دوستانہ طریق پر دور کرنے کی پوری کوشش کریں۔ بیشک بعض لوگوں کا اختلاف ذاتی عداوت کا رنگ اختیار کر چکا ہے لیکن سب ایسے نہیں۔ پس میں حق جو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت میں اتحاد کے حامی غیر مبائع اصحاب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے شکوک و شبہات اور اعتراضات تحریر فرما کر ارسال فرمائیں۔ انشاء اللہ وہ اعتراضات اور ان کے مفصل اور تسلی بخش جوابات رسالہ فرقان میں شائع ہوتے رہیں گے۔

ایڈیٹر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات

سے

مولوی محمد علی صاحب کا بلند مقام ثابت کرنے کی ناکام کوشش

(جناب مولوی غلام احمد صاحب مولوی فاضل بدوملہوی)

(گزشتہ سے پیوستہ)

شیخ مصری صاحب کی پیشکردہ چوتھی عبارت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چوتھی عبارت جو شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے مولوی محمد علی صاحب کے مقام کو بلند ثابت کرنے کے لئے پیش کی ہے۔ وہ ازالہ اوہام ص۷۷۳ کی ہے۔ جو یہ ہے:۔

"سو میری صلاح یہ ہے کہ بجائے ان واعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں۔ اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو۔ تو میں چاہتا ہوں۔ کہ ایک تفسیر بھی طیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا۔ کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ ہی میں داخل ہے"

مذکورہ بالا عبارت سے شیخ عبدالرحمن صاحب نے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ حضرت اقدس کی یہ خواہش تھی کہ ایک انگریزی تفسیر ہو۔ چونکہ مولوی محمد علی صاحب نے انگریزی تفسیر تیار کی۔ اس لئے وہ حضرت اقدس کی اس خواہش کو پورا کرنے والے ہیں اور اس عمل کے ذریعہ حضرت اقدس کے فرمان کے بموجب وہ آپ ہی کی شاخ اور آپ ہی میں داخل ہیں۔

تحریر پیشکردہ کا پہلا جواب

ازالہ اوہام کی پیشکردہ عبارت کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ عبارت حضرت اقدس نے غیر احمدی علماء کی اس تجویز کے خلاف تحریر فرمائی ہے جو انہوں نے پیش کی تھی کہ یورپ میں تبلیغ اسلام کے لئے غیر احمدی علماء بھیجے جاویں۔ حضرت اقدس ان کی تجویز پر رائے زنی

کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یورپ میں جا کر غیر احمدی علماء کبھی بھی ان اعتراضات کے جوابات نہیں دے سکتے جو اہالیانِ یورپ اسلام پر کرتے ہیں۔ اس لئے غیر احمدی علماء یورپ میں بھجوانے کی بجائے حضرت اقدسؑ کی تالیفات کا انگریزی میں ترجمہ کروا کر یورپ میں شائع کیا جائے نیز اسی طرح حضرت اقدس ایک ایسی تفسیر لکھیں جس میں یورپین لوگوں کے خیالات و وساوس کی تردید ہو۔ اور پھر اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا جاوے اور اس طرح اس کی اشاعت یورپ میں ہو۔

پھر فرماتے ہیں:- کہ ایسی تفسیر جس قسم کی حضور کی خواہش ہے غیر احمدیوں میں سے کوئی نہیں لکھ سکتا ہاں وہی لکھ سکتا ہے جس کے ساتھ خدائی تائید ہو اور اس قسم کا وجود حضرت اقدسؑ کا ہی وجود ہے یا پھر اس شخص کا وجود ہو سکتا ہے۔ جو آپ کی شاخ ہو اور آپ کے وجود کا حصہ ہو اور آپ ہی میں داخل ہو۔

یہ بات واضح ہے کہ حضرت اقدسؑ اپنی خواہش کو پورا نہ کر سکے اور آپ نے کوئی مستقل تفسیر نہ لکھی اور نہ اس کا انگریزی میں ترجمہ ہوا۔ اب دوسری صورت باقی رہ جاتی ہے کہ اس تفسیر کو وہ شخص لکھے جو آپ کا ہی مثیل ہو۔ آپ کے ہی وجود کا حصہ ہو اور آپ کی شاخ ہو۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ شاخ سے مراد نسل ہے جیسے کہ حضرت اقدس کو الہام ہوا کہ:-

"ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جاوے گی۔" (تذکرہ ص۱۴۳) یعنی ان کی نسل نہ چلے گی۔ اور وہ مقطوع النسل مر بن گے۔ پس حضرت اقدس کی مذکورہ عبارت اب خود اپنا مطلب صاف کر رہی ہے کہ آپ کی خواہش کے مطابق تفسیر لکھنے والا وہ شخص ہوگا۔ جو حضور کی نسل میں سے ہو۔ اور آپ کے وجود کا حصہ ہو۔ اور اگر موعود شخص کے علاوہ کوئی اور شخص تفسیر لکھے گا تو وہ اس مقصد کو پورا کرنے والی نہ ہوگی جس کو پورا کرنا حضرت اقدسؑ کے ذہن میں ہے۔

عبارت کی اس تشریح کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تفسیر جیسی تفسیر لکھنے والے مولوی محمد علی صاحب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ نہ وہ حضرت مسیح موعود کی نسل سے ہیں اور نہ حضرت مسیح موعودؑ کے وجود کا حصہ ہیں۔ اگر اس پیشگوئی اور فرمان کا کوئی مصداق ہے تو صرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا وجود ہی ہے۔ کیونکہ آپ ہی کا وہ وجود مبارک ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک حصہ ہے اور پھر آپ حضرت مسیح موعودؑ کے مثیل ہونے کے لحاظ سے حضور کے وجود میں ہی داخل ہیں۔ اور وہ آپ ہی ہیں۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کی نسل سے ہیں۔ چنانچہ خود خدا نے حضرت مسیح موعود کو ان کی بشارت دیتے ہوئے کہا کہ پسر موعود "تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔" پھر حضرت اقدسؑ نے اپنی متعدد تحریرات میں اس بات کا ذکر فرمایا ہے کہ حضور کی نسل سے ایک شخص کے ذریعہ حمایت اسلام ہوگی۔ چنانچہ آپ

فرماتے ہیں :-

"سو چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی رُوح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اس نے یہ پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے۔" (تذکرہ ص۳۷)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کو اپنے جسم کا حصہ قرار دیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں :- لختِ جگر ہے میرا - محمود بندہ تیرا

پس وہ تحریر جس میں حضرت اقدسؑ نے یہ فرمایا ہے کہ آپ جیسی تفسیر وہی لکھ سکتا ہے جو آپ کے وجود کا حصہ ، اور آپ کی شاخ ہو۔ اس تحریر کے مصداق صرف اور صرف حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ آپ ہی حضرت اقدس کی نسل سے اور آپ کے وجود کا حصہ ہیں۔ چنانچہ یہ کام آپ کے ہاتھوں ہو رہا ہے۔ آپ کی لکھی ہوئی تفاسیر چھپ رہی ہیں۔ اور آپ کے نوٹوں کی روشنی میں انگریزی تفسیر بھی تیار ہو رہی ہے جو دس پارے تک طبع ہو چکی ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر میں جس تفسیر کے لکھے جانے کا ذکر تھا وہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی تفسیر ہے اور حضرت اقدسؑ کی خواہش کو یہی تفسیر پورا کریگی۔ نہ کسی اور کی تفسیر۔ خواہ تفاسیر لکھنے والے ہزاروں ہی پیدا ہو جاویں۔ اور ہزاروں تفاسیر لکھی بھی جاویں۔

پیشکردہ تحریر کا دوسرا جواب

پھر مولوی محمد علی صاحب کی تحریر کردہ تفسیر اس واسطے بھی حضرت اقدسؑ کی خواہش کو پورا کرنے والی تفسیر نہیں کہلا سکتی کیونکہ اس میں کثرت سے ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے سراسر خلاف ہیں اور اس کے نمونہ جات بکثرت الفضل میں متعدد بار شائع کئے جا چکے ہیں پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ایک ایسی تفسیر جس میں مامور ربانی کے ارشادات کے برخلاف لکھا گیا ہو۔ وہ اس کی خواہشوں کو پورا کرنے والی بن سکے۔

حقیقت کو منکشف کرنیوالا ایک کشف

وہ عالم الغیب خدا جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ لکھوایا تھا کہ آپ کی خواہش کے مطابق وہی شخص تفسیر لکھے گا۔ جو آپ کی نسل سے ہوگا۔ اس کو چونکہ یہ علم تھا کہ اس موعود تفسیر کے لکھے جانے سے پہلے مولوی محمد علی صاحب کو ایک تفسیر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے نوٹوں سے مرتب کرنے کے لئے صدر انجمن احمدیہ مقرر کریگی۔ اور وہ صدر انجمن سے تنخواہ لیکر اس کو مرتب کریں گے۔ اور آخر کار خلافتِ اولیٰ کے اختتام پر خلافت ثانیہ سے رُوگردان ہو کر تیار شدہ تفسیر لیکر لاہور چلے جائیں گے اور اس میں بہت کچھ غلط باتیں ملا کر اس کو شائع کریں گے۔ اور اس انجمن کی ملکیت کو اپنی

ملکیت قرار دیتے ہوئے اسکی آمدنی کھائیں گے۔ اور ان کے نمک تو ار اس تفسیر کو حضرت اقدس کی موعود تفسیر مشہور کریں گے۔ حالانکہ یہ وہ تفسیر نہ ہوگی بلکہ وہ موعود تفسیر اس تفسیر کے بعد لکھی جاوے گی۔ ان حالات کے پیش نظر خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کشف میں یہ سب باتیں بتا دیں۔ چنانچہ ۴ ستمبر ۱۹۰۶ء کو حضور نے ایک کشف دیکھا جو الحکم جلد ۱۰ ۳۱ میں چھپا ہوا ہے۔ حضور نے اس کشف کو بیان فرماتے ہوئے فرمایا:۔

"آج ہی ایک خواب میں دیکھا کہ ایک چوغہ زرّین جس پر بہت سنہری کام کیا ہوا ہے مجھے غیب سے دیا گیا ہے۔ ایک چور اس چوغہ کو لے کر بھاگا۔ اس چور کے پیچھے کوئی آدمی بھاگا جس نے چور کو پکڑ لیا اور چوغہ واپس لے لیا۔ بعد اس کے وہ چوغہ ایک کتاب کی شکل میں ہو گیا جس کو تفسیر کبیر کہتے ہیں اور معلوم ہوا کہ چور اس کو اس غرض سے لے کر بھاگا تھا کہ اس تفسیر کو نابود کر دے۔

فرمایا۔ اس کشف کی تعبیر یہ ہے کہ چور سے مراد شیطان ہے۔ شیطان چاہتا ہے کہ ہمارے ملفوظات لوگوں کی نظروں سے غائب کرے مگر ایسا نہیں ہوگا۔ اور تفسیر کبیر جو چوغہ کے رنگ میں دکھائی گئی ہے۔ اسکی یہ تعبیر ہے کہ وہ ہمارے لئے موجب عزت اور زینت ہوگی" واللہ اعلم

اس کشف سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایک شخص حضرت مسیح موعود کی تفسیر کو لے کر بھاگے گا۔ اور چاہے گا کہ کسی طرح حضور کی تفسیر کو نابود کر دے لیکن بعد میں وہ پکڑا جائے گا۔ اور اس کے بعد موعود تفسیر کا ظہور ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مولوی محمد علی صاحب تفسیر لے کر بھاگے۔ اور اس میں کثرت سے ایسے عقائد جو حضرت اقدسؑ کے منشاء کے خلاف تھے لکھ دیئے لیکن پھر وہ پکڑے گئے۔ اور آخر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کو خدا تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی کہ آپ تفسیر تحریر فرماویں۔ چنانچہ آپ وہ تفسیر لکھ رہے ہیں۔ اور اس کا نام کشف کے مطابق تفسیر کبیر ہے۔ اور وہ اپنے نام کے مطابق حجم کے لحاظ سے بہت بڑی ہے۔ چنانچہ پانچ پارو کی ایک جلد ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اسی طرح ایک نصف پارہ کی جلد چھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اور دو جلدیں طبع ہو رہی ہیں جن میں سے ایک ایک پارہ کی ہزار صفحات کی ہوگی۔ اور دوسری نصف پارہ کی چھ سو صفحات کی۔ اور اگر اسی طرح سے قرآن مجید کے حصے تفسیر کبیر میں بیان کئے گئے۔ تو یہ بہت بڑی ضخیم ہوگی اور ہزاروں صفحات پر مشتمل ہوگی۔

پس مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر اس قابل نہیں ہے کہ اسے فخریہ طور پر پیش کیا جائے۔ بلکہ وہ اس قابل ہے کہ اس کو مخفی رکھا جائے۔ کیونکہ وہ ایسی تفسیر نہیں۔ جو حضرت اقدس کے منشاء کو پورا کرنے والی ہو۔ بلکہ حضرت اقدسؑ کے منشاء کے خلاف ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منشاء کے مطابق ایک ہی تفسیر ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے۔

مصری صاحب کی پیشکردہ پانچویں عبارت

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کی پیشکردہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پانچویں عبارت جو انہوں نے مولوی محمد علی صاحب کے اعلیٰ مقام کو ثابت کرنے کے لئے پیش کی ہے۔ ۱۰ر دسمبر ۱۸۹۹ء کی ڈائری کا اقتباس ہے۔ جو "منظور الہٰی" کی کتاب کے ص۱۸۵ تا ص۱۹۰ تک درج ہے یہ ڈائری اس طرح شروع ہوتی ہے "کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک کتاب تعلیم کی لکھوں اور مولوی محمد علی صاحب اس کا ترجمہ کریں" اس عبارت کو پیش کرتے ہوئے مصری صاحب نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت اقدس کی یہ خواہش بھی مولوی محمد علی صاحب کے ذریعہ پوری ہوئی۔

عبارت پیشکردہ کا پہلا جواب

یہ ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس خواہش کا اظہار فرمایا۔ اس کے مطابق نہ خود کتاب لکھی اور نہ مولوی محمد علی صاحب نے حضرت اقدسؑ کے ارشاد کی تعمیل میں اس کا ترجمہ کیا۔ تو پھر اس عبارت پر بنیاد رکھتے ہوئے مولوی محمد علی صاحب کا بلند مقام ثابت کرنا مصری صاحب کے دلائل میں خیالی اضافہ ہے۔ اور لوگوں کو یہ دھوکا دینا ہے کہ حضرت اقدسؑ کی اس خواہش کا اتمام بھی مولوی محمد علی صاحب کے ذریعہ ہوا۔

دوسرا جواب

پھر حضرت مسیح موعودؑ کی جو عبارت پیش کی گئی ہے وہ ایک ڈائری ہے اور اس کے شروع میں آتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو جب کہ وہ ایک اشتہار کا انگریزی ترجمہ کر کے لائے۔ مخاطب کرتے ہوئے فرمایا آپ نے اس کام میں خوب ہمت کی اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ ہم نے انگریزی نہیں پڑھی کہ آپ لوگوں کو ثواب میں شامل کرنا چاہیئے۔ اگر ہم انگریزی پڑھے ہوئے ہوتے تو اُردو کی طرح اس کے بھی دو چار صفحے ہم ہر روز لکھ دیا کرتے مگر خدا نے چاہا کہ جیسے آپ ہیں اور مولوی محمد علی صاحب ہیں آپ لوگوں کو بھی ثواب دیا جائے۔ (ص۱۸۵)

اس عبارت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انگریزی زبان کے ذریعہ خدمات کرنے والوں میں اوّل مفتی صاحب کا ذکر کیا ہے۔ پھر مولوی محمد علی صاحب کا ذکر کیا۔ اور طرزِ کلام بتا رہا ہے کہ اسوقت صرف دو ہی کا ذکر ہوا۔ ورنہ مراد اس قسم کے ثواب میں شریک ہونے والے تمام انگریزی دان خدام ہیں جن کو اللہ تعالےٰ تحریروں اور تقریروں سے خدمت کا موقعہ دیتا رہے۔ نہ صرف مفتی صاحب اور مولوی محمد علی صاحب۔ پس اگر پیش کردہ ڈائری میں جس کتاب کا ذکر ہے وہ کتاب حضرت اقدسؑ نے لکھ بھی دی ہوتی۔ اور مولوی صاحب نے اس کا ترجمہ بھی کر دیا ہوتا تب بھی کوئی ایسی بات نہ تھی۔ جو مولوی صاحب کی خاص فضیلت کا باعث ہوتی۔ کیونکہ ایسی خدمات میں اور اصحاب بھی شامل تھے۔ لیکن خدا نے نہ چاہا کہ ایک منکرِ خلافت کو جھوٹی خوشی بھی پہنچے۔ چنانچہ نہ حضرت اقدسؑ نے وہ کتاب لکھی۔ اور نہ مولوی محمد علی صاحب کو

ترجمہ کرنے کا موقعہ بہم پہنچا لیکن مصری صاحب اسکے باوجود اپنے امیر کا بلند مقام ثابت کرنے کے لئے جھوٹے طور پر مشہور کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے وہ کتاب لکھی۔ اور پھر مولوی صاحب نے حضور کی خواہش کے مطابق اس کا ترجمہ بھی کر دیا۔ پس ہم مصری صاحب کے اس جھوٹ پر حضرت اقدس کا الہام دُہراتے ہیں کہ ویلٌ لک ولافکک

مصری صاحب کی پیشکردہ چھٹی عبارت

شیخ صاحب نے چھٹی تحریر جو اپنے امیر کے مقام کو بلند ثابت کرنے کے لئے پیش کی ہے وہ ۲۰ نومبر ۱۹۰۲ء کی ایک ڈائری ہے۔ جو یہ ہے:-

"اسوقت نماز کے بعد حضرت اقدس نے الحکم اور البدر کے ایڈیٹروں کو بلا کر تاکید کی کہ وہ مضامین کے قلمبند کرنے میں ہمیشہ محتاط رہا کریں ایسا نہ ہو کہ غلطی سے کوئی بات غلط پیرایہ میں بیان ہو جاوے یا کسی الہام کے الفاظ غلط شائع ہوں۔ تو اس سے معترض لوگ دلیل پکڑتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایسے مضامین مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو دکھا لیا کریں۔ اس میں آپ کو بھی فائدہ ہے اور تمام لوگ بھی غلطیوں سے بچتے ہیں۔"

یہ وہ اصل الفاظ ہیں جو ڈائری کے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ غیر مبائعین کے طرزِ عمل کے مطابق اور اپنے امیر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مصری صاحب نے اس ڈائری کے بعض الفاظ بدل کر شائع کئے ہیں۔ جو یہ ہیں:-

(۱) عصر کی نماز باجماعت ادا کر چکنے کے بعد آپ نے (۲) تاکید فرمائی کہ وہ آپ کی تقاریر اور" (۳) محتاط رہیں"۔ (۴) "غلطی سے" کوئی بات کے الفاظ پیغام صلح میں نہیں لکھے گئے (۵) بیان ہو جائے کی بجائے شائع ہو جائے (۶) یا کسی الہام کے الفاظ غلط شائع ہوں کی بجائے۔ الفاظ ہیں۔ یا کوئی الہام ہی غلط چھپ جائے (۷) تو اس سے معترض لوگ دلیل پکڑیں کی بجائے یہ الفاظ لکھے گئے کہ جس پر معترضین کو گرفت کا موقعہ مل جائے (۸) اخبارات میں چھاپنے سے پہلے اصل ڈائری میں نہیں بلکہ مصری صاحب نے بڑھائے ہیں (۹) البدر میں "بچتے ہیں" کے الفاظ ہیں مگر پیغام میں بچتے رہیں گے شائع کیا گیا ہے۔

ڈائری کے اصل الفاظ میں ردّ و بدل کرنے کے بعد مصری صاحب نے اس ڈائری سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب بہت بڑا مقام رکھتے ہیں تبھی حضور نے ہدایت فرمائی۔ کہ ان کو مضامین دکھائے جایا کریں۔ اور یہ کہ اصل عقائد کا علم مولوی صاحب کو ہی تھا تبھی حضرت اقدس نے ہدایت جاری فرمائی۔

جواب. پیشکردہ ڈائری کو صرف البدر کے ایڈیٹر محمد افضل صاحب نے درج اخبار کیا ہے۔ اور ایڈیٹر صاحب الحکم نے نہ اپنے اخبار میں مذکورہ واقعہ درج کیا ہے اور نہ حضرت اقدس کے الفاظ شائع کئے ہیں

گویا ان الفاظ کا خواہ وہ پیغام صلح والے ہوں یا البدر والے۔ صرف ایک ہی راوی ہیں۔ اور وہ بھی محمد افضل صاحب
اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ چونکہ وہ بالکل نئے ایڈیٹر بنے تھے اور ۲ نومبر کے اخبار سے پہلے جس میں انہوں نے حضرت
اقدس کی ڈائری درج کی ہے۔ صرف ایک پرچہ البدر کا انہوں نے مرتب کیا تھا۔ اس لئے انکے نئے ہونے
کی وجہ سے حضرت اقدسؑ نے ان کو وہ ہدایت فرمائی تھی۔ جو البدر میں چھپی۔ گویا حضرت اقدسؑ کے مخاطب
صرف ایڈیٹر البدر محمد افضل تھے نہ کوئی اور۔

اس بات کی تائید کہ محمد افضل صاحب تجربہ کار نہ تھے اور ان سے غلطی ہونے کا امکان تھا۔ اسی
واسطے حضورؑ نے اُن کو ہدایت دی کہ وہ مضامین مولوی محمد علی کو دکھالیا کریں۔ اس سے بھی ہوتی ہے۔ کہ جب
محمد افضل صاحب فوت ہوئے۔ اور ان کی جگہ مفتی محمدؐ صادق زید مجدہ کو ایڈیٹری کا اعزاز ملا۔ تو حضورؑ
علیہ السلام نے حسب ذیل الفاظ تحریر فرمائے:۔ "میں بڑی خوشی سے یہ چند سطریں تحریر کرتا ہوں۔ کہ اگرچہ
منشی محمد افضل مرحوم ایڈیٹر اخبار البدر قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے شکر اور
فضل سے ان کا نعم البدل اخبار کو ہاتھ آگیا ہے یعنی ہمارے سلسلہ کے ایک بزرگ رُکن جوان صالح اور
ہر ایک طور سے لائق جنکی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں یعنی مفتی محمد صادق
صاحب بھیروی قائمقام محمد افضل صاحب مرحوم ہو گئے ہیں۔ میری دانست میں خدا تعالیٰ کے فضل اور
رحم سے اس اخبار کی قسمت جاگ اُٹھی ہے کہ اس کو ایسا لائق اور صالح ایڈیٹر ہاتھ آیا۔ خدا تعالیٰ یہ کام
ان کے لئے مبارک کرے اور ان کے کاروبار میں برکت ڈالے آمین ثم آمین۔

(ٹائٹل پیج ریویو بابت اپریل ۱۹۰۵ء)

اس عبارت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ منشی محمد افضل صاحب کوئی کامیاب ایڈیٹر نہ تھے۔
اور ان کے نئے کام کی وجہ سے کسی غلط مضمون کے لکھے جانے کا اندیشہ تھا۔ اسی لئے حضورؑ نے
ان کو حکم دیا تھا۔ اور وہ کوئی حکم عام نہ تھا۔ پس خاص حالات میں ایک خاص شخص کے لئے حضرت
اقدسؑ نے جو ہدایت جاری فرمائی اس کو عام قرار دیتے ہوئے عقائد کا فیصلہ بھی مولوی محمد علی صاحب
سے کرانے کا استنباط کرنا۔ اور جماعت احمدیہ کے ہر فرد کو حضرت اقدسؑ کی عبارت کا مخاطب
قرار دینا مصری صاحب کی دھوکہ دہی ہے۔ اور اس طرح مغالطہ دے کر مولوی محمد علی صاحب کی
شان بلند کرنے کی کوشش کرنا مصری صاحب اور مولوی صاحب دونوں کی شان کو گرانا ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی مغالطہ دہی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کی غلط تاویلات

(جناب مولوی شریف احمد صاحب امینی مولوی فاضل)

شیخ مصری صاحب کی منافقت

ایک وہ زمانہ تھا جب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مبائعین میں شامل تھے۔ اور اپنے وہی عقائد ظاہر کرتے تھے جو مبائعین کے ہیں۔ بلکہ اخراج از مبائعین کے بعد بھی کچھ عرصہ تک اُنہی عقائد پر قائم رہنے کا اعلان کرتے رہے۔ اور کہتے رہے کہ وہ پیغامیوں سے نہیں ملے۔ مگر اس کے تھوڑا عرصہ بعد ہی ہم شیخ صاحب کو دیکھتے ہیں کہ وہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مولوی محمد علی صاحب کے سایۂ عاطفت میں مقیم ہو گئے۔ اور اپنے سابقہ اعلانات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے پیغامیوں سے برملا مل گئے۔ مولوی محمد علی صاحب کے حلقہ ارادت میں آنے کے بعد شیخ صاحب کو مولوی صاحب کی خوبیوں اور فضائل کا انکشاف ہونا شروع ہو گیا۔ اور آہستہ آہستہ امیر غیر مبائعین کی مدح سرائی اُن کا مشغلہ بن گیا۔ خوشنودی امیر حاصل کرنے کے لئے اُن کی مدح میں وضعی روایات کو پیش کیا لیکن جب جماعت احمدیہ قادیان کے علماء نے گرفت کی۔ اور ان روایات کی صحت کا ثبوت مانگا۔ تو جھٹ پہلو بدل کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کی رکیک تاویلات کے ذریعہ سے مولوی محمد علی صاحب کے "فضائل و محاسن" بیان کرنے شروع کر دیئے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں شیخ صاحب نے پیغام صلح ۲۳ جنوری و ۲۷ فروری سنہ ۱۹۴۶ء کی دو قسطوں میں "حضرت امیر اور ممبران لاہور کا مقام" کے عنوان سے ایک مضمون تحریر کیا ہے جس میں شیخ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض الہامات کو مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے رفقاء پر چسپاں کرتے ہوئے اُن کی بلند شان دکھانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ شیخ صاحب نے اپنے تحریر کردہ مضمون میں رکیک تاویلات کے علاوہ جا بجا غلط بیانیوں اور مغالطہ دہی سے بھی کام لیا ہے۔

پیش کردہ الہامات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ الہامات جن کو شیخ صاحب نے اپنے امیر اور انکے رفقاء کی شان بلند دکھانے کے لئے پیش کیا ہے حسب ذیل ہیں:-

(الف) "میں ہرگز یقین نہیں رکھتا۔ کہ میں اس وقت سے پہلے مروں جب تک میرا قادر خدا ان جھوٹے الہاموں سے مجھے بری . . . . . . ثابت نہ کرلے . . . . . اسی کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر مجھ کو ۱۱ر دسمبر ۱۹۰۰ء بروز پنجشنبہ کو یہ الہام ہُوا:۔

برمقام فلک شدہ یارب ۔ گر امیدے دہم مدار عجب

بعد ۱۱ انشاء اللہ تعالےٰ (اربعین ۴ ص ۲۱ حاشیہ)

(ب) برمقام فلک شدہ یارب ۔ گر امیدے دہم مدار عجب

(خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ تیری دُہائی اب آسمان پر پہنچ گئی ہے۔ اب میں اگر تجھے کوئی امید اور بشارت دُوں۔ تو عجب مت کر میری سنت اور موہبت کے خلاف نہیں) بعد ۱۱ انشاء اللہ۔ فرمایا۔ اس کی تفہیم نہیں ہوئی کہ گیارہ سے کیا مراد ہے۔ گیارہ دن۔ یا گیارہ ہفتے یا کیا۔ یہی ہندسہ گیارہ کا دکھایا گیا ہے) پھر وحی ہوئی:۔

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ اُن کو اطلاع دی جاوے۔ نظیف مٹی کے ہیں۔ وسوسہ نہیں رہے گا۔ مگر مٹی رہے گی۔ سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا۔ سب مولوی ننگے ہو جائیں گے۔ انا اللہ ذو المنن۔ انی مع الرسول اقوم" (تذکرہ ص ۳۷۵ ص ۳۷۶)

مصری صاحب کا غلط استنباط مندرجہ بالا الہامات کو پیش کرتے ہوئے مصری صاحب نے لکھا ہے کہ ان الہامات کا ظہور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد مقدر تھا۔ اور ان میں اشارہ کیا گیا تھا کہ حضرت اقدس کی ذات پر دعوائے نبوت اور تکفیر اہل اسلام کے الزامات لگائے جائینگے۔ اور جماعت میں ایسے عقائد کے وساوس پیدا کئے جائینگے۔ مگر اللہ تعالیٰ "لاہور کے پاک ممبران" کے ذریعہ ان وساوس کو دُور کرنے کا سامان کرے گا۔ اور وہ ممبران جو صدر انجمن احمدیہ لاہور کے ممبر ہونگے وہ خدا کے نزدیک اپنے صحیح عقائد کی وجہ سے پاک ممبر ہونگے۔ اور ان کی مخالفت کرنے والے مولوی ننگے ہو جائینگے اور ان کے علم کی پردہ دری ہو جائے گی۔ مصری صاحب نے اپنے مضمون میں اس امر پر خوب زور دیا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف دعوائے نبوت منسوب کیا گیا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِن جھوٹے الزامات کے متعلق دُہائی دے دے کر اپنی بریت کا اظہار کیا۔ اور اسی کا ذکر مندرجہ الہامات میں کیا گیا ہے۔

اخفائے حق اور دھوکہ دہی شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۱۱ر دسمبر ۱۹۰۰ء کے جملہ الہامات کو درج کرکے بغیر کسی استفسار کے ان کے ظہور کا وقت حضرت مسیح موعود

کی وفات کے بعد کا زمانہ قرار دیا ہے اور اپنے مضمون میں اشارۃً یا کنایۃً بھی اس امر کا ذکر نہیں کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ان الہامات کو اپنی زندگی میں کسی پر چسپاں کیا ہے۔ اور ان کے ظہور کو اپنی صداقت کا نشان قرار دیا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس امر کا تذکرہ کر دیتے تو ان کے مضمون کا سارا تانا بانا خراب ہو جاتا۔ اور جس بنیاد پر امیر کی مدح سرائی کا قلعہ تعمیر کیا تھا۔ اس کے متزلزل ہونے سے مدح کا قلعہ خود بخود نیچے آگرتا مصری صاحب نے صرف مصداق الہامات کے عدم ذکر پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ انتہائی غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے لکھ دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی مذکورۃ الصدر الہامات کی کوئی تفہیم نہیں ہوئی۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ تذکرہ ص۳۷۵ میں شائع شدہ الہامات کے جز الف کو مکمل اور باء کے ابتدائی حصہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب اربعین اور حقیقۃ الوحی میں منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ لاہور پر قطعی اور یقینی طور چسپاں فرمایا ہے اور اسے اپنی صداقت کا نشان ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں :-

(۱) منشی الٰہی بخش صاحب نے جھوٹے الزاموں اور بہتان اور خلاف واقعات کی نجاست سے اپنی کتاب عصائے موسیٰ کو ایسا بھر دیا ہے جیسا کہ ایک نالی اور بدرو گندی کیچڑ سے بھری جاتی ہے..... اسی کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر مجھ کو ۱۱ر دسمبر ۱۹۰۰ء بروز پنجشنبہ کو یہ الہام ہوا :-

برمقام فلک شدہ یارب ۔ گر امیدے دہم مدار عجب بعد ۱۱ انشاء اللہ۔

میں نہیں جانتا کہ گیارہ دن ہیں یا گیارہ ہفتہ یا گیارہ مہینے یا گیارہ سال۔ مگر بہر حال۔ ایک نشان میری بریت کے لئے اس مدت میں ظاہر ہوگا جو آپ کو سخت شرمندہ کرے گا" (اربعین جلد ۴ ص۱۰)

(باء) تتمہ حقیقۃ الوحی کے باب دوم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن الہامات کو درج فرمایا ہے جو بابو الٰہی بخش صاحب کے متعلق خدا تعالےٰ نے آپ پر ظاہر فرمائے۔ اس باب میں بھی حضور علیہ السلام نے اربعین کے مندرجہ بالا الہامات کو درج فرما کر بابو الٰہی بخش کے بارہ میں قرار دیا اور یہ امر قطعی اور یقینی قرار دیا۔ فرمایا :-

" اسی کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر مجھ کو ۱۱ر دسمبر ۱۹۰۰ء بروز پنجشنبہ کو یہ الہام ہوا۔

برمقام فلک شدہ یارب ۔ گر امیدے دہم مدار عجب۔ بعد ۱۱ انشاء اللہ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۴۲)

ناظرین! غور کا مقام ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو ۱۱ر دسمبر ۱۹۰۰ء کے الہامات کو شیخ الٰہی بخش اکونٹنٹ پر چسپاں فرما کر اپنی صداقت کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ مگر مصری صاحب اِن الہامات کو درج کر کے اس امر کا اشارۃً و کنایۃً بھی ذکر نہیں کرتے۔ بلکہ اُن کے خیال میں تو ان الہامات کی تفہیم بھی حضور علیہ السلام کو نہ ہوئی تھی

ان کا ظہور ہی آپ کی وفات کے بعد ہونا مقدر تھا۔ چنانچہ وہ کمال جسارت سے لکھتے ہیں :-

"پھر یہ غیب بھی ایسا غیب ہے کہ جسکی طرف خود ملہم کا بھی نہ وہم جا سکتا تھا۔ اور نہ الہامات کے نزول کے بعد وہ ان کے مفہوم کو کماحقہ سمجھ سکتا تھا۔ چنانچہ "بعد ۱۱ انشاء اللہ" کے الفاظ کے متعلق تو ملہم نے لکھ بھی دیا کہ اسکی تفہیم نہیں ہوئی کہ ۱۱ سے کیا مراد ہے۔"

یہ امر درست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اربعین میں ۱۱ کے عدد کے بارہ میں یہ تحریر کیا ہے کہ اس کتاب کے تحریر کرتے وقت اسکی تفہیم نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اگر مصری صاحب کو احقاق حق مد نظر ہوتا۔ تو وہ حضور کی دوسری تحریر کو پڑھ لیتے۔ جس میں حضور علیہ السلام نے اسکی تفہیم کا ذکر کیا ہے اور اسے شیخ الہی بخش اکونٹنٹ پر چسپان فرمایا ہے۔ کیونکہ سلسلہ الہامات شیخ الہی بخش کے بارہ میں ہی تھا۔ چنانچہ حضور اپنے ایک الہام "میں چودہ چار پایوں کو ہلاک کرونگا" کی تشریح میں فرماتے ہیں :-

"بابو الہی بخش صاحب گیارہ چار پایوں کے ہلاک ہونے کے بعد طاعون سے ہلاک کیٔے گئے جیسا کہ اس الہامی شعر میں ہے۔ بر مقام فلک شدہ یارب ۔ گر امیدے دہم مدار عجب بعد ۱۱۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ بابو صاحب کا بارھواں نمبر تھا۔ اور ان کے بعد دو اور ہیں تا چودہ پورے ہو جائیں۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۵۱ حاشیہ)

اب کیسے افسوس کی بات ہے کہ جس الہام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام قطعی اور یقینی طور پر شیخ الہی بخش کے متعلق قرار دے رہے ہوں شیخ عبد الرحمن صاحب مصری اُسے امیر غیر مبائعین اور انکے رفقاء کی بلند شان دکھلانے کے لئے پیش کریں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ وہ "سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچے مولوی" کے معتقد ہو کر اس کے فیض سے فیضیاب ہو چکے تھے۔

الہامات کا اصل مصداق

۱۱ر دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء کے الہامات کے ایک حصہ کو تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یقینی اور قطعی طور پر شیخ الہی بخش لاہوری پر چسپان فرمادیا ہے۔ اور اگر اس امر کی روشنی میں جز بقاء کے بقیہ الہامات کو بھی دیکھا جائے۔ تو صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ یہ بھی شیخ الہی بخش کے متعلق ہی ہیں۔ کیونکہ سیاق کلام اسی پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ الہام کا پہلا حصہ یہ ہے کہ :-

(۱) "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ ان کو اطلاع دی جاوے نظیف مٹی کے ہیں" یہ الہام اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اگر لاہور میں شیخ الہی بخش صاحب جیسا بد باطن اور مفتری علی اللہ حضور علیہ السلام پر جھوٹے اور گندے الزامات لگانے والا موجود ہے۔ تو اس کے مقابل پر لاہور میں خدا کے پاک اور مطہر بندے بھی موجود ہیں۔ اور پاک ممبران کا اشارہ انہیں لوگوں کی طرف ہو سکتا ہے جو حضور علیہ السلام کی زندگی

میں اس الہام کے وقت لاہور میں موجود تھے اور حضور کے دعاوی پر ایمان لا کر اپنے آپ کو پاک و مطہر بنا چکے تھے تبھی تو حکم ہو رہا ہے۔ کہ ان کو اطلاع دی جاوے۔ نظیف مٹی کے ہیں"۔

(ب) "وسوسہ نہیں رہے گا۔ مگر مٹی رہے گی" یہ الہام اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ شیخ الٰہی بخش نے اپنے الزامات اور جھوٹے الہامات کی بناء پر جو وساوس لوگوں کے قلوب میں پیدا کرنے شروع کئے ہیں اللہ تعالیٰ ان الزامات سے آپ کی برایت ظاہر کر کے تمام وساوس کو دُور کرے گا۔ اس میں ضمناً یہ بھی اشارہ تھا کہ وہ وسوسہ پیدا کرنے والا وجود یعنی شیخ الٰہی بخش بھی نہیں رہے گا۔ چنانچہ وہ حضور علیہ السلام کے الہامات کے مطابق طاعون سے مر گیا۔ اور اپنی ہلاکت سے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اور اپنے کذب پر مہر کر گیا۔ چنانچہ اس کی ہلاکت کو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے بھی حضور کی پیشگوئی کے مطابق قرار دیا۔ ڈاکٹر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھتے ہیں:۔

"الحمد للہ کہ حضور کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ اور دشمن ہلاک ہو گیا۔ حضور کو مبارک ہو" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۹)

(ج) "سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا سب مولوی ننگے ہو جائیں گے" یہ الہام شیخ الٰہی بخش اور دیگر مخالف مولویوں کی حالت پر دلالت کرتا ہے۔ شیخ الٰہی بخش واقعی سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا۔ تبھی تو اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سچے الہامات کی تکذیب کی اور اپنے شیطانی وساوس کو الہامات سمجھ کر آپ کے مقابل پر آیا۔ چنانچہ اس نے اپنی کتاب عصائے موسیٰ میں جس قدر اپنے الہامات درج کئے۔ وہ سب کے سب جھوٹ و افترا ثابت ہوئے۔ اس طرح اُس کا کچا پن ظاہر ہو گیا اور وہ مولوی جنہوں نے شیخ الٰہی بخش کا ساتھ دیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابل پر آئے اُن کا بھی ننگ اور خبث باطن بھی ظاہر ہو گیا۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو حدیث نبوی علماء ھم شر من تحت ادیم السماء کا مصداق ہونا ظاہر کر دیا۔

(د) "انا اللہ ذوالمنن انی مع الرسول اقوم" یہ الہام بھی شیخ الٰہی بخش اور اس کے رفقاء کے بارہ میں ہے۔ کہ یہ شخص خدا کے ایک نبی اور رسول کے مقابل پر اٹھا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ اپنی سنت مستمرہ کے ماتحت اپنے رسول کی تائید و نصرت فرمائے گا۔ اور اس کے دشمنوں کو ذلیل اور حاسدوں کو شرمندہ کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام باوجود شدید ترین مخالفت کے کامیاب و کامران ہوئے اور آپ کے مخالف مولوی اپنے گندے مقاصد میں ناکام و نامراد رہے۔

پس اگر ۱۱ر دسمبر ۱۹۰۰ء کے الہامات پر یکجائی نظر ڈالی جائے۔ اور حضور علیہ السلام کی تشریحات مندرجہ اربعین و حقیقۃ الوحی کو پیش نظر رکھا جائے۔ تو یہ امر بدیہی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ الہامات

شیخ الٰہی بخش لاہوری اور اس کے رفقاء کے متعلق تھے۔ جو کہ حضور علیہ السلام کی زندگی میں ہی پورے ہو کر آپ کی صداقت کا بین نشان بنے۔ اور یہ امر بالصراحت باطل ہے کہ یہ الہامات صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد کے زمانہ کے لئے ہی ہیں۔ اور حضور علیہ السلام پر ان الہامات کے بارہ میں کوئی تفہیم نہ ہوئی تھی۔

تصویر کا دوسرا رُخ

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے اپنے مضمون میں ۱۱ر دسمبر ۱۹۰۷ء کے سب الہامات کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد کے زمانہ کے لئے قرار دے کر ان کی اس طرح تشریح کرنے کی کوشش کی ہے جس سے غیر مبائعین کی جماعت کے بعض لوگوں کی بلند شان نظر آئے۔ الہامات پیش کردہ کے ایک حصہ کے متعلق تو میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی واضح تحریرات پیش کر چکا ہوں۔ کہ وہ یقینی اور قطعی طور پر شیخ الٰہی بخش صاحب کے متعلق ہیں لیکن کوئی کہہ سکتا ہے کہ آخری حصہ الہامات کو تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح طور پر کسی پر چسپاں نہیں کیا۔ اور اس سے یہ امر مترشح ہو سکتا ہے کہ یہ الہامات حضور کی وفات کے بعد کے زمانہ کے لئے ہیں۔ اور یہ الہامات جماعت میں آیندہ آنے والے واقعات کے لئے بطور پیشگوئی کے ہیں۔ اگرچہ یہ دعویٰ درست نہ ہوگا کیونکہ سب الہامات ایک ہی سلسلہ کے ہیں۔ اور عبارت کو دو حصوں میں کاٹ دینا کسی طرح درست نہیں۔ لیکن اگر بالفرض ۱۱ر دسمبر ۱۹۰۷ء کے الہامات کے آخری حصہ کو علیحدہ بھی کر لیا جائے اور اُن سے کوئی استنباط کیا جائے تو بھی مصری صاحب کا استدلال درست نہیں جو انہوں نے الہامات مذکورہ سے کیا ہے۔ کیونکہ اگر اُن الہامات کے آخری حصہ کے الفاظ پر غور کیا جائے جو یہ ہیں:۔

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ اُن کو اطلاع دی جاوے۔ نظیف مٹی کے ہیں۔ وسوسہ نہیں رہے گا۔ مگر مٹی رہے گی۔ سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا۔ سب مولوی ننگے ہو جائیں گے۔ انا اللہ ذوالمنن۔ انی مع الرسول اقوم۔"

تو ان سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں:۔

(۱) لاہور کی جماعت پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے۔ جبکہ اُن میں وسوسہ پیدا کیا جائے گا

(۲) یہ وسوسہ اور فتنہ اُس مولوی کے ذریعہ سے شروع ہوگا۔ جو سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا ہوگا۔ آخر اللہ تعالیٰ اس مولوی اور اُس کے ساتھیوں کی پردہ دری فرمائے گا۔

(۳) جب یہ وسوسہ پیدا کیا جائے گا۔ تو نظیف مٹی والے افراد جماعت اِس فتنہ سے محفوظ رہیں گے

اور وہ جماعت کے پاک ممبر ہونگے۔

(۴) اِن افراد کا مرکز سلسلہ قادیان سے تعلق ہو گا۔ تب ہی تو خدا نے فرمایا "ان کو اطلاع دی جاوے"

(۵) یہ نظیف مٹی والے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے قائل ہوں گے اور خدا تعالےٰ اُن کی تائید و نصرت کرے گا۔ جیسا کہ وعدہ فرمایا۔ انی مع الرسول اقوم۔

اب اگر متذکرہ بالا پانچ بدیہی نتائج کو پیش نظر رکھ کر الہام الٰہی "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" کے مصداق کو تلاش کیا جائے۔ تو یہ امر صاف ظاہر ہو جائے گا۔ کہ یہ الہام جماعت احمدیہ لاہور کے اس حصہ کے بارہ میں ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا قائل ہے اور جن کا مرکز سلسلہ قادیان سے تعلق ہے۔ ہاں شق ۲ کے مولوی محمد علی صاحب اور انکے رفقا ہی مصداق ہیں کیونکہ یہ امر واقعہ ہے کہ ۱۹۱۴ء میں "سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچے مولوی نے" ان کے اندر وسوسہ اور فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق انکی دستگیری فرمائی اور بوجہ نظیف مٹی والا ہونے کے اِن کو اِس ابتلاء سے محفوظ رکھا۔ اور یہ لوگ خلافت حقہ کے دامن سے وابستہ رہے۔ اور جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منصب رسالت و نبوت کو گھٹانا چاہا۔ اور خلافت کے خلاف ریشہ دوانیاں کیں۔ وہ انجام کار ناکام و نامراد رہے۔

نقطہ مرکزی

یہ بات واضح ہے کہ الہام "انی مع الرسول اقوم" ان الہامات کو سمجھنے کے لئے بطور کنجی اور چابی کے ہے۔ اور یہ الہام نقطہ مرکزی ہے ان تمام الہامات کا اور اِس میں یہ اشارہ خداوندی ہے کہ یہ سارا فتنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے خلاف پیدا کیا جائے گا۔ کیونکہ اگر نبوت ثابت نہ ہو۔ تو خلافت کا مسئلہ خود بخود رہ جائے گا۔ چنانچہ اِسی امر کے پیش نظر مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے رفقاء نے نبوت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کیا اور پھر خلافت سے رُوگردان ہو گئے۔ مگر خدا نے حضرت اقدس کو بشارت دی۔ کہ مَیں اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گا۔ جو تیری نبوت و رسالت کے قائل ہونگے۔ اور نبوت کے خلاف پیدا کئے جانے والے فتنہ کے بانی کو جو کہ سلسلہ قبول الہامات میں کچا مولوی ہے ناکام و نامراد رکھوں گا۔

سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی

اب رہا یہ سوال کہ اگر الہامات متذکرہ الصدر رسالت کے منکرین کے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔ تو الہامات کی عبارت کیسے چسپاں ہوتی ہے۔ تو جاننا چاہیئے کہ "سلسلہ قبول الہامات میں کچا مولوی تھا" کے الہام کے مصداق مولوی محمد علی صاحب ہیں۔ اور یہ امر مندرجہ ذیل وجوہ سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:- کہ "سمانی اللہ نبیًّا بوحیہ" اور آپ کے متعدد الہامات میں نبی اور رسول کے الفاظ موجود ہیں۔ مگر مولوی محمد علی صاحب باوجود ان الہامات کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت و رسالت سے انکار کر رہے ہیں۔

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات دربارہ "مصلح موعود" اور "خلافت ثانیہ" نہایت ہی واضح طور پر موجود ہیں۔ واقعات نے اُن کے پورا ہونے کی تصدیق بھی کردی ہے۔ مگر مولوی صاحب ان الہامات کے سمجھنے اور قبول کرنے سے قاصر ہیں۔

(۳) موجودہ وقت میں اللہ تعالیٰ نے بعض اہم اخبار غیبیہ کا اظہار حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ پر بذریعہ رؤیا و کشوف اور الہامات فرمایا۔ مگر مولوی محمد علی صاحب باوجود ان رویا اور کشوف اور الہامات کے پورا ہوجانے کے انہیں حدیث النفس ہی قرار دے رہے ہیں۔

(۴) شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کی اپنی ایک روایت ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی محمد علی صاحب کو سلسلہ قبول الہامات میں کچا فرمایا۔ یہ روایت سیرۃ المہدی مصنفہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے میں اس طرح درج ہے۔

"بیان کیا مجھ سے شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز ظہر کے بعد مسجد مبارک میں بیٹھ گئے۔ ان دنوں میں آپ نے شیخ سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق لکھا تھا کہ یہ ابتر رہے گا۔ اور اس کا بیٹا جو اب موجود ہے وہ نامرد ہے۔ گویا اس کی اولاد آگے نہیں چلے گی۔ مگر ابھی آپ کی یہ تحریر شائع نہ ہوئی تھی۔ اس وقت مولوی محمد علی صاحب نے آپ سے عرض کیا۔ کہ ایسا لکھنا قانون کے خلاف ہے۔ اس کا لڑکا اگر مقدمہ کر دے۔ تو پھر اس بات کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ وہ واقعی نامرد ہے۔ حضرت صاحب پہلے نرمی کے ساتھ مناسب طریق پر جواب دیتے رہے۔ مگر جب مولوی محمد علی صاحب نے بار بار پیش کیا۔ اور اپنی رائے پر اصرار کیا۔ تو حضرت صاحب کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور آپ نے غصہ کے لہجہ میں فرمایا" جب نبی ہتھیار لگا کر باہر آجاتا ہے۔ تو پھر ہتھیار نہیں اُتارتا"۔ (سیرۃ المہدی جلد اول ۳۵)

شیخ مصری صاحب کی اس روایت سے ظاہر ہے کہ مولوی محمد علی صاحب قانون کی آڑ میں اس الہامی پیشگوئی کی اشاعت پر معترض تھے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت غصہ سے اُن کی رائے کو رد کر دیا اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مولوی محمد علی صاحب۔ سلسلہ قبول الہامات میں بالکل کچے مولوی تھے۔

سب مولوی ننگے ہو جائیں گے

متذکرہ بالا چار وجوہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ "سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا" کے الہام کے مصداق مولوی محمد علی صاحب ہی ہیں۔ اب اس الہام کا دوسرا ٹکڑا "سب مولوی ننگے ہو جائیں گے" بھی قرائن شواہد سے مولوی محمد علی صاحب کے رفقار کار اور ساتھی مولویوں کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جب خلافت ثانیہ کے خلاف ۱۹۱۴ء میں فتنہ اٹھا تو مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے ساتھی مولویوں نے ابتدا میں تو یہ اعلانات کئے کہ ہم صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب کی عزت و تکریم کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھا

(ا) "پیارے ناظرین۔ ہم آپ کو یقین کلی دلاتے ہیں کہ ہم حضرت صاحبزادہ صاحب کو اپنا بزرگ اور امیر اور ملجا و ماویٰ سمجھتے ہیں۔ اور اُن کی پاکیزگی روح اور بلندی فطرت اور علو استعداد اور روشن جوہری اور سعادت جبلی کو مانتے اور دل سے اُن سے محبت کرتے ہیں۔ واللہ علی مانقول شہید۔" (پیغام صلح ۲۹ر مارچ ۱۹۱۴ء)

(ب) مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین نے تو یہاں تک اعلان کر دیا:۔

"میں بار بار کہتا ہوں کہ میں صاحبزادہ صاحب کی عزت کرتا ہوں۔ وہ میرے آقا کے صاحبزادے ہیں۔ اگر میں اُن کی عزت و احترام کو ملحوظ نہ رکھوں۔ تو بڑی نمک حرامی ہوگی۔" (پیغام صلح ۲۴ر مارچ ۱۹۱۴ء)

مگر بعد میں آنے والے واقعات نے بتلا دیا۔ کہ امیر غیر مبائعین اور ان کے رفقار کار کے یہ اعلانات "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور۔ دکھانے کے اور" کے مصداق ثابت ہوئے۔ کیونکہ مرکز سلسلہ سے منقطع ہو کر اور نئی امارت کا ڈھونگ رچا کر مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھی مولویوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے خلاف وہ زہر اُگلا کہ غیر احمدی مولویوں کو بھی مات کر دیا۔ حتیٰ کہ حضور انور کو نعوذ باللہ من ذالک یزید کے لقب سے یاد کیا گیا (پیغام صلح ۲۶ر اگست ۱۹۳۷ء) اور آپ کے خلاف جھوٹے اور گندے الزامات کی تشہیر میں ہمیشہ مخالفین کی اخلاقی اور مالی مدد کی گئی (کھلی چھٹی خان بہادر میاں محمد صادق صاحب شائع شدہ فرقان مئی ۴۲ء) غرضکہ مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے ساتھی مولویوں کا ننگ ظاہر ہو گیا۔ اُن کا خبث باطن۔ اور گندہ اندرونہ آشکار عالم ہو گیا۔ خود شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری اس میدان میں کسی سے کم نہیں رہے۔ انہوں نے بھی ہر قسم کے جھوٹے اور گندے الزامات حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے خلاف عائد کر کے اُن کی تشہیر کی کوشش کی۔ اور اپنا گند خوب ظاہر کر دیا۔ اگر ایک شریف النفس انسان تخلی بالطبع ہو کر ان مولویوں کے سابقہ اعلانات اور بعد کے رویّہ پر غور کرے۔ تو وہ یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوگا۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت میں اندھے

ہوکر ان سب غیر مبائعین کا ننگ ظاہر ہوگیا اور خدائی الہام نہایت شان سے پورا ہوا کہ "سب مولوی ننگے ہو جائیں گے"۔

انی مع الرسول اقوم

اگر ایک طرف اِن الہامات میں فتنہ وفساد کے پیدا ہونے کی خبر دی جا رہی تھی۔ اور مفتن مولویوں کی حالت بتائی جا رہی تھی تو دوسری طرف خدا تعالیٰ بشارت بھی دے رہا تھا۔ کہ وہ مسیح موعود علیہ السلام کی عزت وناموس منصب وشان کی حفاظت فرمائے گا۔ اور فتنہ پردازوں کو ناکام ونامراد رکھے گا۔ اور ان لوگوں کی تائید ونصرت کرے گا جو کہ اُس کے رسول سے سچا اور حقیقی تعلق رکھنے والے ہونگے۔ چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ جماعت احمدیہ قادیان دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ اور لاہوری پارٹی کے افراد باوجود اپنی مساعی۔ علم وفضل کے دعاوی۔ اور وسعت مالی کے اس میدان میں ناکام ہو رہے ہیں۔

پس اگر ۱۱ ستمبر سنہ ۱۹۰۰ء کے الہامات جز باء کو شیخ مصری صاحب کی تحریر کے مطابق آئندہ زمانہ کے لئے ایک پیشگوئی بھی سمجھا جائے۔ تب بھی واقعات وشواہد کی رو سے یہی امر ثابت ہوتا ہے کہ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر ہیں" کا الہام اُن ممبرانِ جماعت کے متعلق ہی ہے۔ جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت ورسالت کے قائل اور مرکز سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ ہاں مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے ساتھی مولوی ضمنی الہام " سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا۔ سب مولوی ننگے ہو جائیں گے"۔ کے ضرور مصداق ہیں۔

جائے غور ہے۔ کہ بزرگوں کی ہتک کرنے والے۔ اُن کے خلاف جھوٹے اور گندے الزامات کی تشہیر کرنے والے بھی کبھی "پاک ممبر" کہلا سکتے ہیں؟ پاک وجود ہوں۔ اور پھر گند کا اظہار۔ یہ تو دو متضاد امر ہیں۔ غیر مبائعین اور شیخ مصری تو اہلبیت مسیح موعود پر گندے الزامات لگانے والے ہیں۔ کیا یہ لوگ اپنے افعال شنیعہ اور اقوال ردیہ کی بنا پر اس امر کی امید رکھ سکتے ہیں کہ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" کے الہام کے مصداق ہوں۔ ہرگز نہیں۔

شیخ مصری صاحب کی غلط بیانیاں

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے اپنے مضمون کی قسط دوم شائع شدہ پیغام صلح ۲۷ فروری سنہ ۱۹۴۶ء میں اس امر پر بہت زور دیا ہے۔ کہ ۱۱ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء کے الہامات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جن الزامات سے برائت کی بشارت دی گئی۔ اس سے مراد وہ الزامات ہیں۔ جو جماعت احمدیہ قادیان

کی طرف سے دعوائے نبوت اور تکفیر اہل اسلام کے بارہ میں آپ پر لگائے گئے۔ حالانکہ میں ابتدائے مضمون میں ثابت کر چکا ہوں کہ ۱۱ر دسمبر ۱۹۰۰ء کے ابتدائی الہامات شیخ الٰہی بخش اور اس کے الزامات کے بارہ میں ہیں۔ اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اربعین ۲ میں اس بات کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو ان الزامات سے مراد شیخ الٰہی بخش کے جھوٹے الزام اور بہتان مراد لیں۔ مگر شیخ مصری صاحب جماعت احمدیہ کے عقیدہ دربارۂ نبوت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ پر الزام قرار دیں۔ چنانچہ شیخ مصری صاحب کمال جسارت سے لکھتے ہیں۔

"سب سے گندہ اور جھوٹا الزام جو آپ پر لگایا گیا۔ وہ مدعی نبوت کا الزام تھا۔ اور یہ ناقابل تردید حقیقت ہے۔ کہ جب یہ الزام آپ پر لگا۔ تو آپ نے دُہائی دے کر اس جھوٹے الزام سے اپنی بریت کا اظہار کیا۔ آپ نے صریح الفاظ میں اسے اپنے اوپر بہتان اور افترا قرار دیا۔ خانہ خدا میں کھڑے ہو کر غلیظ سے غلیظ قسموں کے ذریعہ لوگوں کو یقین دلایا کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا"

کاش مصری صاحب دیانت و امانت سے کام لیتے ہوئے غور کرتے۔ کہ کیا نبوت مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ جماعت کا متفقہ عقیدہ تھا۔ یا الزام تھا۔ اور کم از کم وہ مندرجہ ذیل اپنی حلفیہ شہادت اور پیغامیوں کے اعلان کو ہی دیکھ لیتے اور پھر سوچتے کہ کیا جماعت کے سب افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نبوت کا الزام لگا رہے تھے یا حقیقت الامر کا اظہار کر رہے تھے۔ چنانچہ مصری صاحب خود ہی حلفیہ شہادت دیتے ہوئے کہتے ہیں:-

مصری صاحب کی حلفیہ شہادت

(۱) "میں حضرت صاحب یعنی مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا احمدی ہوں میں نے ۱۹۰۵ء میں بیعت کی تھی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسی طرح کا نبی یقین کرتا تھا اور کرتا ہوں۔ جس طرح خدا کے دیگر نبیوں اور رسولوں کو یقین کرتا ہوں۔ نفس نبوت میں نہ اُس وقت کوئی فرق کرتا تھا۔ اور نہ اب کرتا ہوں:- ....

میرے اس عقیدہ کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقاریر و تحریرات اور جماعت احمدیہ کا متفقہ عقیدہ تھا۔" (حلفیہ شہادت ۲۴ر اگست ۱۹۳۵ء)

پس اگر حضرت مسیح موعودؑ کی طرف نبوت کا دعویٰ منسوب کرنا الزام تھا۔ تو اس کے مجرم خود شیخ صاحب بھی ہیں

(ب) پھر اہل پیغام کا متفقہ اعلان دربارہ نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام حسب ذیل ہے۔ جو انہوں نے خود شائع کیا۔

"معلوم ہوا ہے۔ کہ بعض احباب کو کسی نے غلط فہمی میں ڈال دیا ہے۔ کہ اخبار ہذا سے تعلق رکھنے والے احباب یا اُن میں سے کوئی ایک سیدنا وہادینا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارج عالیہ کو اصلیت سے کم یا استخفاف کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت میں اخبار پیغام صلح کے ساتھ تعلق ہے خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے حاضر و ناظر جانکر علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض بہتان ہے ہم حضرت مسیح موعود مہدی معہود کو اس زمانہ کا نبی۔ رسول۔ اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔"
(پیغام صلح ۱۶؍ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

— ناظرین! اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی ماننا اور آپ کی طرف دعوائے نبوت منسوب کرنا ایک بہتان و الزام ہے پھر شیخ مصری صاحب اور غیر مبائعین حضور کو نبی قرار دیکر اور حضور پر نبوت کا الزام لگا کر آج کس مُنہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم "لاہور میں پاک ممبر" کے الہام کے مصداق ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر دعوائے نبوت کا الزام لگانے والے اور جماعت احمدیہ قادیان کے عقیدہ کے مؤید بھی آج اپنے آپ کو تو پاک ٹھہرائیں۔ اور دوسروں کو ناپاک بنلائیں۔ تو عجیب بات معلوم ہوتی ہے؟

حضرت اقدسؑ کا دعوائے نبوّت

پھر جب حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں واضح رنگ میں نبوت کا دعوٰے پایا جاتا ہے۔ تو آپ کی طرف یہ دعوٰی منسوب کرنا کس طرح الزام ہو سکتا ہے چنانچہ حضور خود فرماتے ہیں:-

(الف) "ہمارا دعوٰی ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔" (اخبار بدر ۵ر مارچ ۱۹۰۸ء)

(ب) "جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے۔ تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں۔ اُس وقت تک جو اس دُنیا سے گذر جاؤں۔" (آخری خط مندرجہ اخبار عام ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء)

(ج) "میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اُس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے بالوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ شیخ مصری صاحب کا یہ بیان صریحاً باطل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف دعوائے نبوت منسوب کرنا ایک الزام ہے اور حضور نے اس الزام سے دُہائی دے دیکر بریت کا اظہار کیا ہے۔ جبکہ حضور نے تو دعوائے نبوت فرمایا۔ اور لوگوں کو یقین دلانے کے لئے قسمیں بھی کھائیں۔

تکفیر مسلمانان

نبوت کا ذکر کرنے کے بعد مصری صاحب یہ لکھتے ہیں:- نعوذ باللہ دوسرا

الزام حضرت مسیح موعودؑ پر یہ لگایا گیا۔ کہ آپ نے مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے۔ اس کی تردید بھی آپ نے ہمیشہ بڑے زوردار الفاظ میں کی۔ اور اسی کے متعلق الہام الٰہی میں اشارہ تھا۔ کہ اس سے آپکی بریت ہوگی۔ لیکن میں حیران ہوں کہ مصری صاحب مسئلہ تکفیر کو کس طرح الزام قرار دیتے ہیں۔ جب کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے منکرین کے بارہ میں وہی فتویٰ دیا ہے جس کے مبائعین قائل ہیں۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں :-

(ا) "بہر حال خدا تعالےٰ نے مجھ پر ظاہر کیا کہ ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے۔ اور اُس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور خدا کے نزدیک قابلِ مؤاخذہ ہے"

(تشحیذ الاذہان جلد ۶ ۴ صہ ۱۳۵)

(ب) خدا تعالیٰ کا الہام دربارہ منکرین مسیح موعود علیہ السلام :-

"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا۔ اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا۔ اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔" (اشتہار معیار الاخبار ۲۵ر مئی سنہ ۱۹۰۰ء)

(ج) "جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری قرار دیکر کافر ٹھہراتا ہے۔ اس لئے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے"۔ (حقیقۃ الوحی صہ ۱۶۴)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام الہام الٰہی کے مطابق اپنے منکرین کو خدا اور رسول کا نافرمان۔ قابلِ مواخذہ۔ اور جہنمی اور کافر سمجھتے ہیں پس حضور کی اپنی تحریرات کی موجودگی میں شیخ صاحب کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ آپ پر الزام ہے جس سے آپ نے دُہائی دے دیکر برایت کا اظہار کیا۔

پھر جب مصری صاحب نے حلفی شہادت سے اور غیر مبائعین نے اپنے متفقہ اعلان سے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے حضرت اقدسؑ کو نبی قرار دیا۔ تو پھر یہ سمجھ نہیں آتا۔ کہ کیا ان کے خیال میں نبی کے منکر پکے مومن ہوتے ہیں ؟

غرضکہ شیخ مصری صاحب نے پیغام صلح کی دو اشاعتوں میں غلط بیانیوں اور مغالطہ دہیوں کا ایک اچھا خاصہ مجموعہ تیار کیا ہے۔ تاکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کی رکیک تاویلات کر کے اپنے امیر کی مدح سرائی کر کے اُس الزام کو دھو سکیں جو انکی ناکامی کے بارہ میں الفضل ۲۰ر جنوری سنہ ۲۲ء میں شائع کر چکے ہیں۔ کیونکہ مصری صاحب نبوت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کے پیش کردہ دلائل کی قوت و شوکت کا اقرار کرتے ہوئے مولوی محمد علی صاحب کو یوں خطاب کرتے ہیں :

"اس دعویٰ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ایسے قوی و زبردست دلائل سے

ثابت کیا ہے جو مضبوطی میں پہاڑ کی مانند ہیں۔ اور ان سے ٹکرانے والا اپنے سر کو پاش پاش کرے گا۔ مگر ان کو اپنی جگہ سے ہلانے میں قطعاً کامیاب نہ ہوگا۔ چنانچہ اس وقت باوجود اسکے کہ آپ (مولوی محمد علی صاحب قبل) نے جس قدر ممکن تھا۔ زور لگایا۔ مگر ان کے ایک شعشہ کو بھی غلط ثابت نہ کر سکے اور جہاں تک خدا نے مجھے سمجھ دی ہے۔ اس کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ انشاء اللہ آئندہ بھی آپ کو کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔" (الفضل ۲۶ جنوری ۱۹۱۲ء ص۳)

مگر مصری صاحب یاد رکھیں کہ بقول خود اس پہاڑ سے ٹکرا کر اپنے سر کو ہی پاش پاش کرینگے۔ مگر اپنے مقصد و ارادہ میں کبھی کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ ان کی کوششوں کے باوجود خدا کے مسیح کا سچا جانشین ترقی پر ترقی کرتا چلا جائے گا۔ اور ان کا "ناکام امیر" اور یہ خود اپنے مقاصد میں ناکام و نامراد رہیں گے۔ کیونکہ خدائی الہام میں وعدہ ہے۔ "انی مع الرسول اقوم"

دُرِّ نایاب

(از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

بعثت ثانیہ میں وہی سماں ہے کہ جو تھا — دل میں اک درد بھی ویسا ہی نہاں ہے کہ جو تھا
دیکھیے دیکھیے وہ شہسوارِ مدنی — پھر اسی شان سے ضابطۂ عناں ہے کہ جو تھا
مہدیٔ پاک کے انفاسِ مبارک کا اثر — مصلحِ وقت میں ویسے ہی عیاں ہے کہ جو تھا
عہدِ محمود میں بھی از سرِ کیف و مستی — وہی نظّارۂ ماہِ رمضاں ہے کہ جو تھا
گلشنِ دینِ محمدؐ میں بہار آئی ہے — کشورِ کفر میں دورانِ خزاں ہے کہ جو تھا
یونہی عَو عَو کئے جاتے ہیں سگانِ دنیا — قافلہ دیں کا بدستور رواں ہے کہ جو تھا
یہ زمانہ ہے قلم کاری و دینداری کا — بیہُدہ مشغلۂ سیف و سناں ہے کہ جو تھا
نہ مدد کر سکا جاپان کی مصنوعی خدا — بلکہ خود ہی ہوا بے نام و نشاں ہے کہ جو تھا

لاکھ چھینٹے دیئے اشکوں کے مگر حال یہ ہے
دلِ اکملؔ میں وہی سوزِ نہاں ہے کہ جو تھا

بہائیت

بہائی دنیا

(نائب مدیر نورالحق مولوی فاضل)

(۱) بہائیوں کی ایک آنکھ

چونکہ بہائی لوگ قرآن مجید کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ اس لئے وہ اسے اسی خیال سے پڑھتے ہیں کہ تا انہیں اس میں سے کوئی ایسی آیت مل سکے۔ جو ان کے عقیدہ کی تائید کرے۔ لیکن جب وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ اور انہیں کوئی ایسی آیت قرآنیہ نہیں ملتی تو بعض آیات کا غلط ترجمہ کر کے اپنے مقصود کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ قرآن مجید عربی زبان میں ہے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے عربی لغت اور اس کے محاورات کا سمجھنا ضروری ہے۔ اور جن معنوں کی تائید عربی لغت کرے وُہی درست ہونگے۔ لیکن بہائی اصحاب اس اصول کو بالائے طاق رکھ کر قرآن مجید کی آیات کو اپنے ذہنی خیالات کے مطابق مطالب نکالنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ اصول درست نہیں۔ چنانچہ پیام ماہ فروری میں ایک مضمون "موعود کل ملل و ادیان" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں مضمون نگار نے اپنے وضع کردہ اصول کے مطابق آیت قرآنیہ أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ (نحل) سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ اس میں قرآن مجید کے بعد آنے والی شریعت کا ذکر ہے۔ اور اَمْرُ اللّٰہ کے الفاظ کا یہی مفہوم ہے لیکن بہائیوں کا یہ استدلال کئی وجوہ سے غلط ہے:۔

۱۔ کیونکہ قرآن مجید کا یہ دعویٰ واضح الفاظ میں موجود ہے۔ کہ وہ آخری شریعت ہے اور اس کے بعد کوئی آنے والی شریعت نہیں۔ چنانچہ سورہ کہف میں آتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ۔ یعنی یہ کتاب قرآن مجید قَیِّمٌ ہے۔ اور قیم کے معنے عربی زبان میں ایسی کتاب کے ہیں جو منسوخ نہ ہو (مفردات) اور اس جگہ یہ معنے ہی مُراد ہیں۔ پھر دوسری جگہ آتا ہے وَاتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ یعنی یہ کتاب ایسی ہے کہ جس کے احکام تبدیل نہ ہونگے۔ اور اب کوئی ایسی کتاب نہیں آئے گی جو اس کے احکام کو تبدیل کرے۔ اسی طرح آتا ہے۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ

دِيْناً فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ۔ کہ اب تا قیامت ایک ہی مذہب ہوگا۔ جس کو قرآن پیش کرتا ہے یعنی مذہب اسلام پس قرآن مجید کا یہ واضح دعوٰی ہے کہ اب اس کو منسوخ کرنے والی کوئی شریعت نہ آئے گی۔ اور اس واضح دعوے کے بعد اس کی کسی آیت کو مروڑ کر اس سے یہ استدلال کرنا درست نہیں ہوسکتا۔ کہ قرآن مجید کے بعد کسی اور شریعت کا آنا مقدر تھا۔

۲۔ دوسری وجہ جو ہمیں "اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ" میں امر اللہ سے نئی شریعت مراد لینے سے مانع ہے وہ یہ ہے کہ آیت پیش کردہ اکیلی آیت نہیں۔ کہ اس کو لیکر جو مطلب نکالنا چاہیں نکال لیں۔ کیونکہ قرآن مجید کا مضمون ایک تسلسل کے ساتھ چلتا ہے۔ اور ہر آیت اپنی ماقبل اور مابعد کی آیت کے ساتھ ایک ربط رکھتی ہے۔ اور یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ زنجیر کی ایک کڑی کو نکالکر علیحدہ کرلیں۔ بلکہ اس کو اپنی جگہ پر رکھتے ہوئے اور سیاق و سباق سے ملاتے ہوئے مفہوم اخذ کرنا پڑے گا۔ چنانچہ جب ہم "اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ" کی آیت کو اس لحاظ سے دیکھتے ہیں تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں "امر اللہ" سے مراد عذاب الٰہی ہے کیونکہ یہ آیت سورۃ نحل کی ہے اور اس سے پہلے سورۃ حجر ہے۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ کہ اب ان پر عذاب کی گھڑی آنے والی ہے۔ پھر فرماتا ہے قُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۔ کہ اے نبی تم اپنے منکرین کو کہدو کہ میں آنے والے عذاب سے تمہیں خبردار کرتا ہوں۔ پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اے منکرو ہم تمہارے اعمال کا ضرور محاسبہ کریں گے الغرض اس عذاب کے وعدے کے بعد "اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ" کے الفاظ ہیں۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جس بات کا پہلے وعدہ تھا۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ کہ لو وہ عذاب آ ہی گیا۔ اب اس کے متعلق تم جلدی مت کرو۔ پس "امر اللہ" سے مراد عذاب الٰہی ہے نہ کہ نئی شریعت۔

۳۔ تیسری وجہ جو ہمیں "امر اللہ" سے نئی شریعت مراد لینے سے روکتی ہے وہ یہ ہے کہ لفظ "امر" عربی ہے۔ یہ لفظ اردو کا نہیں کہ جس طرح چاہیں اس کو استعمال کرلیں بلکہ اس لفظ کے صحیح معنے سمجھنے کے لئے ہمیں عربی لغت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ چنانچہ جب ہم لغت عربی کی سب سے بڑی اور مستند کتاب لسان العرب میں اس کے معنے دیکھتے ہیں تو وہاں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ "وقولہ عز وجل اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ قال الزجاج اَمْرُ اللّٰہِ ما وعدھم بہ من المجازاۃ علی کفرھم من اصناف العذاب" یعنی امر اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا عذاب اور سزا ہے۔ اور اسی کے متعلق کفار کو کہا گیا ہے کہ عذاب اب آیا ہی چاہتا ہے۔

۴- چوتھی بات جو ہمیں "امر اللہ" سے نئی شریعت مراد لینے سے مانع ہے وہ یہ ہے کہ یہ آیت سورۃ نحل کی ہے۔ جو کہ مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ مکہ میں قرآن مجید کا نزول ابھی شروع ہی ہوا تھا۔ اور ابھی قرآن مجید سارا نہیں اترا تھا۔ ایسے وقت میں یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ کہ لوگوں کو ایک اور شریعت کے آنے کی خبر دی جاوے۔ جبکہ ابھی قرآن مجید کی تکمیل نہیں ہوئی۔ اگر بالفرض کوئی ایسی آیت آنی ہی تھی۔ تو وہ مدینہ میں آخر وقت پر آسکتی تھی۔ مکہ میں وہ نازل نہ ہوسکتی تھی لیکن مدینہ میں جو آخر وقت پر آیت نازل ہوئی۔ وہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ تھی جس نے یہ کہدیا کہ اب اس شریعت یعنی قرآن مجید کے بعد کوئی اور شریعت نہیں آسکتی۔ پس اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ سے کسی صورت میں نئی شریعت مراد نہیں ہوسکتی۔ اور اس آیت سے نئی شریعت مراد لینا جہالت کا ثبوت دینا ہے۔

۳- بہائی سپاہیوں کو مشکلات

عورت اور مرد کے متعلق بہاء اللہ نے ایک حکم یہ بھی دیا ہے۔ کہ اگر کوئی بہائی سفر پر جانا چاہے تو جانے سے پہلے اپنی بیوی سے وقت مقرر کر جائے۔ اور اگر کسی عذر کی وجہ سے اس وقت مقررہ تک واپس نہ آسکتا ہو۔ تو اپنی بیوی کو اس عذر کی اطلاع دے۔ اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو بیوی کو نو ماہ کے بعد اختیار ہوگا۔ کہ دوسرا نکاح کرلے۔ چنانچہ کتاب اقدس میں لکھا ہے:۔

"لکل عبدٍ اراد الخروج من وطنہ ان یجعل میقاتًا لصاحبتہ فی ایۃ مدۃٍ اراد ... ان اعتذر بعذرٍ حقیقیٍ فلہ ان یُخبر قرینتہ ویکون فی غایۃ الجھد للرجوع الیھا وان فات الامران فلھا تربص تسعۃ اشھر معدوداتٍ وبعد اکمالھا لا باس علیھا فی اختیار الزوج" کہ ہر شخص جو اپنے وطن سے باہر جانا چاہتا ہے۔ اس پر فرض ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ واپسی کا وقت مقرر کر جائے اگر اس کو کوئی حقیقی عذر پیش آجائے۔ اور وہ واپس نہیں آسکتا۔ تو اپنی بیوی کو اسکی اطلاع بھیجدے اور کوشش کرے کہ واپس آجائے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ تو نو ماہ کے بعد عورت کا اختیار ہے۔ کہ دوسرا نکاح کرلے۔

مذکورہ بالا حکم کے ہوتے ہوئے بہائیوں کے لئے دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو فوجی زندگی چھوڑ دیں۔ اور اسی طرح وہ اپنی قوم کی فوجی سپرٹ کو مار دیں۔ اور ہمیشہ ذلت کی زندگی بسر کریں۔ یا پھر اگر فوجی سپرٹ کو قائم رکھنا چاہتے ہوں۔ تو پھر بیویوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں کیونکہ سپاہیوں کے لئے ایسے اوقات کثرت سے آجاتے ہیں جبکہ وہ اپنی بیوی سے واپسی کا وقت مقرر نہیں کرسکتے۔ اور نہ اپنے عذر کی اطلاع دے سکتے ہیں

فوجی بہائیوں کی بیویاں ان سے الگ ہو جائینگی۔ اور اُن کیلئے بہائی شریعت وبال جان بن جائے گی۔

۳۔ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا۔

رسالہ پیامبر ماہ فروری میں ایک مضمون ایک دوست گورگانی صاحب کا شائع ہوا ہے اس مضمون پر یہ مثال خوب چسپاں ہوتی ہے کہ "کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا۔ بھان متی نے کنبہ جوڑا" اس مضمون کے لکھنے والے دوست فاضل مضمون نگار کہلانے کی بجائے جاہل مضمون نگار کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں۔ ایڈیٹر صاحب رسالہ پیامبر نے غالباً یہ مضمون بغیر ایڈٹ کئے رسالہ میں اس لئے درج کروا دیا ہے کہ تا احمدیوں کے خلاف لکھے ہوئے مضامین میں ایک مضمون کا اضافہ ہو جائے۔ حالانکہ صرف مضامین کی کثرت سے اثر نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ سچے نہ ہوں۔ اس مضمون کی چند جہالات کا نمونہ ہم ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں۔

(ا) اس مضمون کا عنوان "رسالہ فرقان قادیان پر ایک نظر رکھا گیا ہے لیکن اس مضمون میں کہیں بھی رسالہ فرقان پر تنقید نہیں کی گئی۔ ہاں اودھر ادھر کی چند باتیں لکھ کر اسے رسالہ فرقان پر تنقید تصور کر لیا گیا ہے۔

(ب) مضمون نگار نے اپنے آپ کو بہائی شریعت پر عامل کرتے ہوئے پس پردہ رکھنے کی کوشش کی ہے اور یہ لکھا ہے۔ کہ نہ وہ احمدی ہیں اور نہ بہائی۔ حالانکہ ان کے مضمون سے یہ مواضح ہو جاتا ہے کہ اس کے لکھنے والے پرانے بہائی شکار ہیں۔ کیونکہ ان کے مضمون کی آخری سطر ان کے راز کو افشا کر دیتی ہے جبکہ وہ لکھتے ہیں۔ "کہ مندرجہ بالا واقعات کے ہوتے احمدیوں کا یہ پروپیگنڈا کہ آنحضرتؐ کے بعد رسول تو ہو سکتے ہیں مگر شریعت نہیں ہو سکتی کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ البتہ اگر جاری ہیں تو دونوں۔ اور بند ہیں تو دونوں" یہ سطور اسی شخص کی قلم سے نکل سکتی ہیں۔ جو بہائیت کا شکار ہو چکا ہو۔ لیکن حیرت ہے۔ کہ مضمون نگار نے اپنے آپ کو کیوں چھپانے کی کوشش کی۔ کیونکہ یہ فعل مردانگی کے خلاف ہے۔

(ج) مضمون نگار صاحب نے اپنے مضمون کے ابتداء میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ انہوں نے احمدیت کے لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے۔ حالانکہ اُن کے مضمون کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے احمدیت کی کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ چنانچہ یہ اُسی کا نتیجہ ہے کہ وہ کہتے ہیں۔ دین بہائی اور احمدیت کے بنیادی اصول ایک ہی ہیں۔ ہر وہ شخص جو احمدیت سے ذرہ بھر بھی واقفیت رکھتا ہے وہ ان کے بیان کو پڑھ کر اُن کی جہالت پر ہنس دیگا۔ کیونکہ یہ بات سب دنیا جانتی ہے۔ کہ حضرت

مرزا غلام احمد صاحب بانئے جماعت احمدیہ کا دعویٰ نبی ہونے کا تھا۔ اور آپ نے یہ رتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت اور کامل پیروی سے حاصل کیا ہے۔ آپ اس لئے مبعوث کئے گئے ہیں کہ توحید کو پھیلائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو دنیا پر پیش کریں۔ اور قرآن مجید کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کریں اور دنیا کے سامنے قیامت کے وقوع پذیر ہونیکا ثبوت پیش کریں۔ لیکن جناب بہاء اللہ الوہیت کے مدعی ہیں اور اپنے آپ کو بشریت سے بالا قرار دیتے ہیں۔ شرک کی تعلیم دیتے ہیں۔ قرآن مجید کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ قیامت کے نہ ہونیکا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ الغرض بانئے جماعت احمدیہ اور جناب بہاء اللہ کے دعویٰ میں بُعد المشرقین والمغربین ہے۔ لیکن گورگانی صاحب احمدی اور بہائی اصولوں کو ایک قرار دیتے ہیں۔ امید ہے کہ وہ اپنے مطالعہ پر خود شرمندہ ہونگے۔

(د) ایک اور امر جو مضمون نگار کے جاہلِ مطلق ہونے کو ثابت کرتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کہتے ہیں۔

"خاتم النبیین کی تشریح دونوں فریق کی معناً یکساں ہے۔ بلکہ حضرت مرزا صاحب کے صاحبزادہ اور خلیفہ نے آنحضرت کے آخری نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔" گورگانی صاحب کا یہ بیان بالکل خلاف واقعہ ہے۔ خاتم النبیین کی تشریح میں احمدی اور بہائی متفق نہیں اور نہ امام جماعت احمدیہ نے کبھی آنحضرت صلعم کے آخری نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ بہتر ہو کہ گورگانی صاحب کسی احمدی دوست سے حضرت امام جماعت احمدیہ کی تصنیف "دعوۃ الامیر" لیکر مطالعہ کریں۔

(ھ) مضمون نگار صاحب نے اپنی جہالت کے جو ثبوت مہیا کئے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے۔ کہ آپ تحریر کرتے ہیں۔ "سیرۃ المہدی میں حکیم مولوی نور الدین صاحب خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ میرا تو ایمان ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود صاحب شریعت ہونیکا دعویٰ کریں اور قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیں تو بھی مجھے انکار نہ ہو۔" اس روایت کو پیش کرتے ہوئے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کے بعد نئی شریعت کی گنجائش ہے۔ حالانکہ ان کا یہ استدلال محض بے علمی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اس قسم کے فقرات کا وہ مطلب نہیں ہُوا کرتا جو انہوں نے نکالا ہے۔ خود قرآن مجید میں آتا ہے۔ قل ان کان للرحمٰن ولدًا فانا اوّل العابدین (زخرف) یعنی اے نبی تو کہدے کہ اگر خدا کا کوئی لڑکا ہوتا تو مَیں اس کی سب سے پہلے عبادت کرتا۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ خدا تعالےٰ کا ولد بھی ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس سے خدا تعالےٰ کے ولد ہونے کی نفی پر زور ہے۔ بعینہٖ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کا کلام ہے اور اس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوئی نئی شریعت نہیں لائے اور وہ نئی شریعت لا کسطرح سکتے ہیں جبکہ یہ اسلامی تعلیم کے رو سے درست ہی نہیں پس پیشکردہ فقرات سے یہ مطلب نکالنا جو گورگانی صاحب نے

نکالا ہے درست نہیں۔ بقیہ دو تین باتیں جو انہوں نے اپنے مضمون میں لکھی ہیں وہ سب ایسی ہی ہیں جو اپنی تردید آپ کر رہی ہیں۔ اس لئے ہم اس کا ذکر چھوڑتے ہیں۔

بہائیوں کی خوش فہمی۔

سری نگر کے ایک بہائی نے قرآن مجید کی آیت ام یقولون افتری علی اللہ کذبا فان یشاء اللہ یختم علی قلبک ویمح اللہ الباطل ویحق الحق بکلمتہ (شوریٰ) کو پیش کرتے ہوئے یہ استدلال کیا ہے کہ اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی دین قرار پذیر ہو جائے تو وہ صادق ہوتا ہے اور چونکہ امر بہائی قرار پذیر ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ سچا دین ہے۔

بہائی دوست کا یہ استنباط صرف اُن کے دل کو خوش کرنیوالا ہی بن سکتا ہے کیونکہ نہ تو وہ آیت کا صحیح مطلب ہے جو انہوں نے اخذ کیا ہے اور نہ وہ عبارت درست ہے جو انہوں نے بنائی ہے۔ کیونکہ آیت قرآنیہ سے اگر کچھ اخذ کیا جا سکتا ہے تو یہ کہ مفتری علی اللہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ اور بہائی دوست اس سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ کیونکہ جناب بہاء اللہ اس معیار کی رو سے پرکھے نہیں جا سکتے اس لئے کہ انہوں نے افتری علی اللہ نہیں کیا۔ بلکہ وہ الوہیت کے مدعی تھے اور ایسے مدعیوں کیلئے قرآن مجید نے یہی کہا ہے کہ من یقل منھم انی الٰہ من دون اللہ فذٰلک نجزیہ جھنّم کہ جو الوہیت کا دعویٰ کریگا۔ اُس کی سزا اخروی ہے کہ وہ جہنم میں جھونکا جائیگا۔ باقی رہا بہائی دوست کا یہ کہنا کہ دین بہائی استقرار پذیر ہو گیا ہے۔ یہ بھی کسی طرح قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ کوئی مذہب اُسی وقت کامیاب سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ اُسکی شریعت کو دنیا تسلیم کرے اور اُس پر عمل کرنے لگ جائے لیکن بہائیوں کی شریعت پر عمل ہونا تو کجا انہوں نے ڈر کے مارے اب تک اپنی شریعت ہی طبع نہیں کی۔ اور اُس کے طبع نہ ہونے سے اُس پر کوئی عمل بھی نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اپنی شریعت کو دنیا کے سامنے پیش ہی نہیں کرتے پس جس مذہب کا یہ حال ہو وہ کامیاب اور قرار پذیر کسطرح قرار دیا جا سکتا ہے۔

بہائیت کی شکست فاش

حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے بہائیوں کے زعیم کو دعوت مقابلہ

(نائب مدیر)

حکیم محمود صاحب کا چیلنج

اگست ۱۹۰۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں فروکش تھے کیونکہ آپ کا ایک لیکچر وہاں ہونا قرار پایا تھا۔ انہی ایام میں حکیم مرزا محمود صاحب ایرانی بہائی بھی لاہور میں آئے ہوئے تھے انہوں نے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ "پیسہ اخبار" یہ دعوت دی کہ "ایک مجلس مقرر کی جائے جس میں کئی بزرگ اہل علم اور صاحبان صاحب انصاف ثالث اور شاہد مقرر کئے جائیں جن کے روبرو نہایت نرمی اور ملائمت و روح و ریحان و سلامت کے ساتھ ظہور کی حقانیت کے ثبوت کے دلائل پیش ہوں"۔

چیلنج کا جواب حکیم مرزا محمود صاحب ایرانی کے مذکورہ بالا دعوت نامہ کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حسب ذیل تحریر شائع فرمائی کہ " آج پرچہ پیسہ اخبار ۲۷ راگست ۱۹۰۴ء کے پڑھنے سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ حکیم مرزا محمود نام ایرانی لاہور میں فروکش ہیں۔ وہ بھی ایک مسیحیت کے مدعی کے حامی ہیں۔ دعویٰ کرتے ہیں اور مجھ سے مقابلہ کے خواہشمند ہیں۔ مَیں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے اسقدر شدت کم فرصتی ہے کہ مَیں اُن کی درخواست کو قبول نہیں کر سکتا۔ کیونکہ کل ہفتہ کے روز جلسہ کا دن ہے جس میں میری مصروفیت ہوگی اور اتوار کے دن علی الصبح مجھے گورداسپور میں ایک مقدمہ کے لئے جانا جو عدالت میں دائر ہے ضروری ہے۔ مَیں قریباً بارہ دن سے لاہور میں مقیم ہوں اس مدت میں کسی نے مجھ سے ایسی درخواست نہیں کی۔ اب جبکہ میں جانے کو ہوں اور ایک منٹ بھی مجھے کسی اور کام کے لئے فرصت نہیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بے وقت کی درخواست سے کیا مطلب اور کیا غرض ہے۔ لیکن تاہم میں حکیم مرزا محمود صاحب کو تصفیہ کیلئے ایک اور صاف راہ بتلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ کل ۳ ستمبر کو جو جلسہ میں میرا مضمون پڑھا جائیگا وہ مضمون ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار اپنے پرچہ میں بتمام و کمال شائع کر دیں حکیم صاحب موصوف سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس مضمون کے مقابلہ میں اُسی اخبار میں اپنا مضمون شائع کر دیں اور پھر خود پبلک ان دونوں مضمونوں کو پڑھ کر فیصلہ کریگی کہ کس شخص کا مضمون راستی پر اور سچائی اور دلائل قویہ پر مبنی ہے اور کس شخص کا مضمون اس مرتبہ سے گرا ہوا ہے۔ میری دانست میں یہ طریق فیصلہ ان بدنتائج سے بہت محفوظ ہوگا جو آجکل زیادہ مباحثات سے متوقع ہے بلکہ چونکہ اس طرز میں روئے کلام حکیم صاحب کی طرف نہیں اور نہ اُن کی نسبت کوئی تذکرہ ہے اسلئے ایسا مضمون اُن رنجشوں سے بھی برتر ہوگا جو باہم مباحثات سے کبھی کبھی پیش آجایا کرتے ہیں"۔

فیصلہ کا آسان طریقہ ناظرین کرام! یہ وہ الفاظ ہیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حکیم صاحب کے چیلنج کا جواب دیا۔ اور ہر وہ شخص جو حق جُو نگاہوں سے حضرت اقدسؑ کی تحریر کا ملاحظہ کریگا۔ اُسے یہ معلوم ہو جائیگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو طریق فیصلہ تجویز فرمایا۔ کہ آپ کا لیکچر طبع ہو جائے اور حکیم صاحب اُس کا جواب دے دیں۔ اور حق پسند اصحاب ان دونوں کو آمنے سامنے رکھ کر فیصلہ کریں۔ یہ طریق نہایت ہی معقول اور مناسب تھا۔ کیونکہ اس سے ہر زمانہ کے لوگ فائدہ اُٹھا سکتے تھے حضرت اقدس علیہ السلام کے اس جواب کے بعد آپ کا لیکچر لاہور میں ہؤا۔ اور جلدی ہی شائع ہوگیا

اس مضمون کو پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کے سامنے مذہب اسلام کی خوبیاں بیان فرمائیں اور اس کو ان خوبیوں کی وجہ سے تمام مذاہب پر بالا ثابت کیا اور بتایا کہ اسلام زندہ مذہب ہے اور اس کی زندگی کا یہ ثبوت پیش فرمایا۔ کہ آپ نے اُس کے بتائے ہوئے راستوں پر چل کر اللہ تعالیٰ کو پالیا ہے۔ اور وہ آپ سے ہمکلام ہوتا ہے اور آپ کو مخاطبہ سے نوازتا ہے۔ چنانچہ اُس نے آپ کو اس زمانہ کے مفاسد کی اصلاح کے لئے نبی بنایا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنی صداقت کے دلائل پیش کئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس لیکچر کا جواب حکیم محمود صاحب نے شائع کیا۔ اور بجائے اس کے کہ وہ اپنے جواب میں یہ بیان فرماتے کہ بہائیت کا کیا دعوےٰ ہے اور شریعت اسلامیہ کیوں منسوخ ہے اور کونسی وہ نئی بات ہے جو بہائیت پیش کرتی ہے۔ اور بہاء اللہ کے دعوئ الوہیت کے کیا دلائل ہیں۔ اور پھر حضرت اقدسؑ کے بیان فرمودہ دلائل کی تردید کرتے انہوں نے اِدھر اُدھر کی چند باتیں لکھدیں اور اس کو حضرت اقدسؑ کے لیکچر کا جواب قرار دے دیا۔ اب ہر حق پسند صاحب کیلئے فیصلہ کا آسان طریق موجود ہے کہ وہ ان دونوں کتابوں کو یکجائی نظر سے ملاحظہ کرے اور پھر دیکھے کہ حکیم مرزا محمود صاحب نے کہاں تک حضرت اقدسؑ کے لیکچر کا جواب دیا ہے۔ اور اگر بہائیوں کو ہمّت ہو تو وہ اصل لیکچر اور اُس کے جواب دونوں کو اکٹھے شائع کردیں تا حقیقت کا اظہار ہو جائے۔

اِس حقیقت کے باوجود بہائی حضرات یہ شور مچاتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حکیم محمود صاحب کا چیلنج قبول نہیں کیا۔ حالانکہ اُن کا یہ کہنا واقعات کے بالکل خلاف ہے اور اگر واقعی اُن پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیکچر اور اسکے جواب کو پڑھکر حقیقت واضح نہ ہوتی ہو تو پھر آیئے فیصلہ کی ایک اور آسان راہ ہے جس سے یہ امتیاز ہو سکتا ہے کہ احمدیت اور بہائیت میں سے کون مذہب سچا ہے۔

بہائیت کی شکست

وہ راہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی طرف سے بہائیوں کے زعیم جناب شوقی آفندی کو مقابلہ کا چیلنج دیا جا چکا ہے لیکن وہ اب تک مقابلہ کی جرأت نہیں کر سکے۔ وہ چیلنج حسب ذیل ہے:۔ "مَیں حضرت مسیح موعودؑ کے بعد تمام دنیا کو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر کوئی شخص ایسا ہے جسے اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کے سچے ہونیکا یقین ہے تو آئے اور ہم سے مقابلہ کرے مجھے تجربہ کے ذریعہ ثابت ہو گیا ہے کہ اسلام ہی زندہ مذہب ہے۔ اور کوئی مذہب اسکے مقابلہ پر نہیں ٹھہر سکتا"۔ پھر فرمایا:۔ "اُن کو مقابلہ پر آنا چاہیئے جو کسی مذہب یا فرقہ کے قائمقام ہوں۔ اسوقت دنیا کو معلوم ہو جائیگا کہ خدا تعالیٰ کس کی دعا قبول کرتا ہے ...... افسوس ہے کہ مختلف مذاہب کے لوگ اس مقابلہ میں آنے سے ڈرتے ہیں۔ ورنہ حق نہایت روشن طور پر کھل جاتا۔ اگر اس مقابلہ کیلئے مختلف مذاہب کے لوگ نکلیں تو اُن کو ایسی شکست نصیب ہو گی کہ پھر مقابلہ کرنے کی انہیں جرأت ہی نہ رہیگی"۔ (الفضل مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۷ء) اس چیلنج پر قریباً ربع صدی گذر چکی ہے اور یہ چیلنج جماعت احمدیہ کے بعض معزز افراد کی طرف سے جناب شوقی آفندی تک پہنچایا جا چکا ہے۔ لیکن ان کو اب تک مقابلہ پر آنے کی جرأت نہیں ہوئی

عبدالبہاء کی بائبل فہمی و تاریخ دانی

(جناب شیخ عبدالخالق صاحب فاضل بائبل)

عبدالبہاء کی کتاب "مفاوضات عبدالبہاء" کے صفحہ ۱ پر لکھا ہے کہ "حضرت مسیح نے پندرہ سو سال کی شریعت کو منسوخ کر دیا" پھر لکھا ہے کہ "حضرت مسیح نے خارق العادت قوت سے پرانی شریعت موسوی کو مٹا دیا"۔ جناب عبدالبہاء کا یہ لکھنا بالکل خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ مسیح ناصری نے ہرگز شریعت موسویہ کو منسوخ نہیں کیا۔ چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں۔ "یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا انبیاء کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں۔ بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نہ جائیں ایک نکتہ یا ایک شعشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا۔ پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا وہ آسمان کی ملکوت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا" (متی $\frac{5}{17}$) پھر کہتے ہیں "فقیہہ و فریسی موسیٰ کی گدی پر ہیں۔ انکی مانو" (متی $\frac{۲۳}{۱}$) پس ان دونوں حوالوں سے ظاہر ہے کہ مسیح ہرگز شریعت موسویہ کو منسوخ کرنے کے لئے نہیں آئے تھے! ور جناب عبدالبہاء کا یہ کہنا کہ مسیح ناصری شریعت موسویہ کو منسوخ کرنے آئے تھے بالکل بائبل سے ناواقفی ہے۔

اسی طرح مفاوضات کے صفحہ ۳۵ پر جناب عبدالبہاء فرماتے ہیں "بہت سے معجزات جو انبیاء کی طرف منسوب ہیں انکے معنے کچھ اور ہیں مثلاً انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح ناصری کی شہادت کے وقت دنیا پر تاریکی چھا گئی۔ زلزلہ آیا وغیرہ۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو ضرور ان دنوں کی تاریخ میں درج ہوتا۔ کم از کم یہ ضرور ہوتا کہ سپاہی حضرت مسیح کو صلیب پر سے اُتار لیتے یا بھاگ جاتے۔ مگر یہ کسی تاریخ میں ثابت نہیں"۔ جناب عبدالبہاء کا یہ بیان دو طرح سے غلط ہے (ا) کسی بات کے تاریخ میں نہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوا کرتا۔ کہ وہ واقعہ ہوا ہی نہیں۔ مثلاً جوزیفس مؤرخ نے مسیح کا کچھ ذکر ہی نہیں کیا۔ اب اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ مسیح ناصری کا کوئی وجود ہی نہیں ہوا۔ پس بالفرض اگر مسیح کی شہادت کے وقت تاریکی کا واقعہ تاریخ میں نہ ہوتا تب بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایسا واقعہ نہیں ہوا (ب) لیکن اسکے برخلاف خود یہ واقعہ تاریخ سے ثابت ہے چنانچہ تفسیر متی مصنفہ پادری ڈاکٹر ایچ یوسٹن زیر آیت متی $\frac{۲۷}{۴۵}$ "تمام ملک میں اندھیر چھایا رہا" لکھا ہے کہ غالباً یہ ایک مقامی واقعہ تھا جوزیفس اس کا ذکر نہیں کرتا لیکن Tertullian سنہ 250 اور Origen 280 غیر مسیحی مصنفوں کے ساتھ بحث کرتے ہوئے اس کا ذکر کرتے ہیں پھر یروشلم کا رہنے والا مقدس سیرل ۳۱۵ و ۳۸۶ء گلگتا کے آس پاس کی چٹانوں کے شگافوں کا ذکر کرتا ہے جو کہ زلزلہ کا نشان ہے۔ پس جناب عبدالبہاء کی ہر دو عبارتیں بائبل اور تاریخ بائبل سے ناواقفی پر دال ہیں۔

حکیم عبداللطیف شہید منشی فاضل پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپایا اور دفتر رسالہ فرقان قادیان سے شائع کیا۔

قیمت سالانہ

تین روپے

إِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا

مجلس رفقاءِ احمد قادیان کا ماہنامہ

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۴۶ء

فرقان

جلد ۵

مدیر:۔ عبدالمنان عمر ایم۔ اے

نمبر ۴

ترتیب عنوانات

عرضِ حال

(از جناب خانصاحب قاضی محمد رشید صاحب سی۔جی۔او۔ سکندر آباد)

کوچہ میں اہلِ حال کے اپنا گذر کہاں
کچھ عرضِ حال کر سکوں ایسا ہنر کہاں

در پر ترے تو شرم کے مارے نہ آ سکوں
اور اپنا کوئی در نہیں جاؤں کِدھر کہاں

کر فضل مجھ پہ اپنے بنائے کی لاج رکھ
گو میں بشر کی عار ہوں یارب بشر کہاں

آئی ہوں پہ جان گناہوں کے زہر سے
اے میرے چارہ ساز! اے میرے چارہ گر! کہاں

میرے رفیق پا گئے در گہ میں تیری بار!
میری شبِ فراق کی یارب سحر کہاں

حسرت کو لا کے جوش میں کرتے بپا جو حشر
وہ عینِ جاریہ کہاں وہ چشمِ تر کہاں

چاہا اُٹھا اُٹھا کے کئی بار ایڑیاں
رکھا مجاہدین میں جاؤں! مگر کہاں

اُن کی نگاہ تیز تھی، ظاہر تھے میرے عیب
چھپ سکتی جو چھپائے سے وہ تھی کسر کہاں

میری و میرے اہل کی، کر تو ہی تربیت
یارب میں خود کہاں ہوں میرا باغ و بر کہاں

میں اور میرا اہل ہوں۔ تجھ پر نثار سب
سب تیرے۔ میری چیز کوئی تاجور کہاں

جاں آفریں کو جان دیں قربانی کیا ہوئی
پروانہ شمع چھوڑ کے جائے کِدھر کہاں

ہے آرزو کہ کوچۂ جاناں میں جائے جاں
جاں کیلئے ہے کوچۂ جاناں سا گھر کہاں

سجدہ کر اس زمین کے ہر چپہ چپہ پر
آئیگا اس جہان میں بارِ دگر کہاں

عزت ہے مفلسی بھی تعفف اگر ہو ساتھ
مقروض بادشاہ کا اُٹھے ہے سر کہاں

سو ذلتوں سے بڑھ کر ہے ذلت جہاں میں قرض
ملتا ہے تا ادائیگی عقبےٰ کا گھر کہاں

تُو نے اگر چھوڑایا نہ اس "فی الرقاب" کو
میرے خدا یہ جائیگا بے مال و زر کہاں

ارض و سما میں جو بھی ہے۔ داتا ترا ہی سب
محتاج میں رہوں تجھے سجتا ہے پر کہاں

بن مانگے دینے والے کا در چھوڑ کر رشید
جا پہنچا پاس بندوں کے آیا اِدھر کہاں

پُر معصیت اثیم ہوں العفو یا عفوّ
بے عقل و ناشناس کو دیں کی خبر کہاں

محبوب مجھ کو حضرت محمود ایدہ اللہ کیوں نہ ہوں
ہے اُن سا آج دہر میں رشکِ قمر کہاں

یارانِ تیز گام سے واقف ہو سیدی
مجھ خاک اُفتادہ کی تجھ کو خبر کہاں

اے چاند! ان کے ہالہ جو رہتے ہیں تیرے گرد
دیں ڈالنے وہ آپ کو مجھ پر نظر کہاں

ہیں گھر میں خانہ زاد (غلام) کے آئے وہ تاجدار
وہ صاحبِ شکوہ کہاں میرا گھر کہاں

احسان حضورِ والا کے مجھ پر ہیں بے شمار
ان سب کا شکر کر سکوں طاقت مگر کہاں

پا پر سیم بنہ و مرا تاجدار گین
پاؤں ترے کہاں مرا ناچیز سر کہاں

[illegible]

خلافتِ ثانیہ کی تائید میں ایک آسمانی شہادت

حق پسند احباب کیلئے فیصلہ کا آسان طریق

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں ؎ اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار
(مسیح موعود)

(ابو المنیر نور الحق مولوی فاضل نائب مدیر)

جب اسلام مختلف فرقوں میں تقسیم ہو کر اپنے انتہائی ضعف کو پہنچ گیا۔ اسوقت اللہ تعالیٰ نے اسلامی تشتت کو دور کرنے اور اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور مسلمانوں کی توجہ اسطرف مبذول کرانے کے لئے کہ اس وقت اسلام کی فتح حضرت اقدسؑ کے جھنڈے تلے آجانے سے ہی ہو سکتی ہے۔ خدا تعالےٰ نے متعدد نشانات آسمان سے ظاہر فرمائے۔ ان نشانات میں سے ایک یہ نشان بھی تھا۔ کہ آپ کو ابراہیم کا خطاب دیا گیا اور اس خطاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کی توجہ اسطرف مبذول کرانی مقصود تھی کہ قرآنی حکم واتخذوا من مقام ابراهیم مصلّٰی کے مطابق اس وقت سب فرقوں کو چھوڑ کر اس زمانہ کے ابراہیم یعنی حضرت مسیح موعودؑ کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو جانا ضروری ہے اور جو آپ کے ساتھ وابستہ ہو گا وہی برکات کو حاصل کریگا اور جو آپ سے دُور رہیگا وہی محرومی کا موہنہ دیکھیگا چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امر کو بڑی شدومد سے مسلمانوں کے سامنے پیش فرمایا۔ حضور فرماتے ہیں:- "خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام ابراہیم رکھا۔ جیسا کہ فرمایا سلام علی ابراهیم صافیناه ونجیناه من الغمر۔ واتخذوا من مقام ابراهیم مصلّٰی۔ قل رب لا تذرنی فردًا وانت خیر الوارثین۔ اس الہام میں یہ اشارہ ہے کہ خدا اکیلا نہیں چھوڑیگا۔ اور ابراہیم کی طرح کثرت نسل کریگا اور بہتیرے اس نسل سے برکت پائیں گے اور یہ جو فرمایا کہ واتخذوا من مقام ابراهیم مصلّٰی یہ قرآن شریف کی آیت ہے۔ اور اس مقام میں اس کے یہ معنے ہیں کہ یہ ابراہیم جو بھیجا گیا ہے تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس کی طرز پر بجالاؤ اور ہر ایک امر میں اس کے نمونہ پر اپنے تئیں بناؤ۔ اور جیسا کہ آیت ومبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہو گا۔ گویا وہ اسکا ایک ہاتھ ہو گا جسکا نام آسمان پر احمد ہو گا۔ اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائیگا ایسا ہی یہ آیت واتخذوا من مقام ابراهیم مصلّٰی اس طرف اشارہ کرتی ہے۔ کہ جب امتِ محمدیہ میں

بہت فرقے ہو جائیں گے۔ تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہو گا۔ اور اُن سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا جو اس ابراہیم کا پیرو ہو گا۔" (اربعین)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مذکورہ بالا تحریر کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ حضور نے اس تحریر میں یہ واضح طور پر بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آپ کو ابراہیم کہنے میں اسطرف اشارہ ہے۔ کہ اسوقت مسلمانوں کو سب فرقوں کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ وابستگی اختیار کرنی چاہیئے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مسلمانوں میں تشتت تھا اور اس پراگندگی کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو ابراہیم کا خطاب دیا تا مسلمانوں کو حضرت اقدسؑ کے دامن کے ساتھ وابستہ ہونے کی راہنمائی کی جائے۔ اسی طرح حضرت اقدسؑ کے بعد جماعت احمدیہ دو حصوں میں بٹ گئی۔ اور جماعت کے ایک حصہ نے محض اپنے ذاتی مفاد کی خاطر جماعت کے شیرازہ کو بکھیرا۔ لیکن عوام سے یہ بات پوشیدہ رکھنے کے لئے بعض عقائد کا ڈھونگ رچایا اور ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا کر لاہور جا بیٹھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ بتانے کے لئے کہ جماعت کا وہ حصہ راہ راست پر ہے جو خلافت ثانیہ کے ساتھ وابستہ ہے اور مخالف حق پر نہیں لوگوں کیلئے متعدد آسمانی نشان ظاہر فرمائے۔ اور ان نشانات میں سے ایک نشان یہ تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کا خطاب دیا اور اس خطاب میں اس طرف اشارہ تھا۔ کہ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی۔ کہ اے جماعت احمدیہ! اس وقت نجات صرف خلافتِ ثانیہ کے ساتھ وابستہ ہونے میں ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا خطاب ۸ رجون ۱۹۴۵ء کے "الفضل" میں شائع ہو چکا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:-

"میں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ میں بیت الدعا میں بیٹھا ہوں۔ دعا کر رہا ہوں کہ یکدم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ اس امت میں کئی ابراہیم ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق بتایا گیا کہ آپ بھی ابراہیم ہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے متعلق بتایا گیا کہ آپ بھی ابراہیم ہیں اور مجھے اپنے متعلق بتایا گیا کہ ایک ابراہیم میں ہوں"

الغرض حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کو ابراہیم کہے جانے میں بہت سی حکمتیں ہیں اور ان حکمتوں میں سے ایک یہ حکمت بھی ہے کہ تا جماعت احمدیہ کے ان افراد کو جو نظام خلافت سے علیحدہ ہو گئے ہیں یہ بتایا جائے کہ وہ اپنے عقیدوں اور عبادتوں کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی متابعت میں کر دیں اور آپ کی طرز پر ان کو بجا لائیں اور ہر ایک امر میں آپ کو نمونہ بنائیں۔ اور یہ کہ اب وہی فرقہ نجات یافتہ ہو گا جو کہ ابراہیم یعنی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا تابع ہو گا۔ اور ان کی پیروی کرے گا۔

پس میں غیر مبایعین میں سے حق پسند احباب سے اپیل کرتا ہوں کہ اس آسمانی شہادت پر غور کریں اور آسمانی راہنمائی کے اشارہ پر چلتے ہوئے خلافتِ ثانیہ کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو جائیں۔ کیونکہ اسوقت اس درخت کے ساتھ پیوند ہونا ہی بہترین پھلوں کا وارث کر سکتا ہے۔

شذرات

(ابوالمنیر نورالحق مولوی فاضل)

۱۔ انصاف پسند غیر مبایعین سے دردمندانہ اپیل

کچھ عرصہ ہوا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے امیر غیر مبایعین کا مقام بلند ثابت کرنے کے لئے ایک روایت وضع کی تھی ہماری طرف سے جب اُن کی اس افتراء پردازی کا پردہ چاک کیا گیا۔ تو انہوں نے ہر طرح ہاتھ پاؤں مارے تا وہ اس الزام سے پاک ٹھہر سکیں اور اس بارے میں اخبار "پیغام صلح" نے بھی اُن کی اعانت کی انتہائی کوشش کی لیکن ہمارے انعامی چیلنج نے اُن کے سب حیلوں کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ اور یہ ثابت ہو گیا کہ شیخ صاحب حدیث وضع کرنے کے مجرم ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ شیخ صاحب اس ذلت کے بعد برملا جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کریں گے لیکن افسوس ہے کہ ہمارا یہ خیال غلط نکلا کیونکہ شیخ صاحب نے مذکورہ واقعہ کے چند دن بعد ایک اور سفید جھوٹ بولدیا۔ پہلی دفعہ تو جھوٹی حدیث بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی تھی۔ لیکن اب کی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر افتراء کر دیا۔ اور اسکی وجہ صرف یہی تھی کہ تا کسی طرح عوام طبقۂ پیغامیاں کو دھوکا دیکر امیر غیر مبایعین کے عقیدتمندوں میں داخل کیا جائے۔

شیخ صاحب کے اس مذکورہ افتراء کی تفصیل یہ ہے کہ انہوں نے ۲۳ جنوری اور ۲۷ فروری سنہ ۱۹۴۶ء کے اخبار "پیغام صلح" میں دو اقساط میں ایک مضمون لکھا۔ اور اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۱۱ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء کے الہامات کو پیش کرتے ہوئے کہا کہ ان الہامات کا پورا ہونا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد مقدر تھا اور یہ کہ حضرت اقدس علیہ السلام کو اپنی زندگی میں اُن الہامات کی تفہیم نہ ہو سکی چنانچہ شیخ صاحب کے بیان کردہ الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"پھر یہ غیب بھی ایسا غیب ہے کہ جس کی طرف خود ملہم کا بھی وہم نہ جا سکتا تھا۔ چنانچہ نہ الہامات کے نزول کے بعد وہ ان کے مفہوم کو کما حقہ سمجھ سکتا تھا چنانچہ بعد ۱۱ ان شاء اللہ کے متعلق تو ملہم نے لکھ بھی دیا کہ اس کی تفہیم نہیں ہوئی کہ ۱۱ سے کیا مراد ہے؟"

شیخ صاحب کے اس بیان پر "فرقان" ماہ مارچ میں ہماری طرف سے یہ لکھا گیا۔ کہ شیخ صاحب کا

یہ بیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر افتراء ہے کہ حضورؑ کو ۱۱ر دسمبر کے الہامات کی تفہیم نہ ہوئی۔ کیونکہ حضرت اقدس علیہ السلام نے تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۱ حاشیہ پر واضح طور پر بیان فرمایا ہے کہ یہ الہامات الٰہی بخش اکوٹنٹ کے متعلق تھے لیکن افسوس ہے کہ شیخ صاحب نے ہماری اس بیان کی تردید کی تو جرأت نہیں کی۔ ہاں اخبار پیغام کے دو پرچوں میں اِدھر اُدھر کی چند باتیں لکھ کر لوگوں کو مغالطہ دینے کی کوشش جاری رکھی اب ہم حق پسند غیر مبایعین سے پُر زور اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ شیخ صاحب سے اس بات کا جواب لیں کہ جب حضرت اقدس علیہ السلام نے اِن الہامات کو الٰہی بخش اکوٹنٹ پر چسپاں فرمایا ہے تو انہوں نے کیوں یہ سفید جھوٹ بولا کہ حضرت اقدس علیہ السلام کو آپ کی زندگی میں ۱۱ر دسمبر کے الہامات کی تفہیم نہ ہوئی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حق پسند احباب اسطرف ضرور توجہ فرمائیں گے۔

۲۔ غیر مبایعین کس کے مرید ہیں؟

غیر مبایعین کا مسلمہ اصول ہے کہ "مرید مرید نہیں رہ سکتا جب تک اس کا اعتقاد پیر کا سا نہ ہو۔" (پیغام ۱۳ر مارچ ۱۹۴۱ء) اُن کے اس اصول کے مطابق ہم اُن سے یہ استفسار کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے آپ کا یہ عقیدہ ثابت ہے کہ مسیح ناصری علیہ السلام بن باپ پیدا ہوئے تھے۔ اور آپؑ کا یہ عقیدہ قرآن مجید کی بنا پر ہے۔ حضورؑ کی مندرجہ ذیل تحریر اسبات کو واضح طور پر ثابت کرتی ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"اذا قضٰی امرًا فانما یقول لہ کن فیکون۔ ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے اور قرآن شریف سے یہی ثابت ہے۔" (البدر ۲ر جنوری ۱۹۰۳ء)

لیکن حضرت اقدس علیہ السلام کے اس واضح عقیدہ کے باوجود مولوی محمد علی صاحب یہ راگ الاپ رہے ہیں کہ مسیح ناصری علیہ السلام بن باپ پیدا نہیں ہوئے اور قرآن مجید سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔ "اگر کوئی شخص قرآن مجید کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا بن باپ پیدا ہونا تسلیم کیا گیا ہے تو وہ ایسا مانے میرے نزدیک یہ نتیجہ الفاظ قرآنی سے نہیں نکلتا۔" (بیان القرآن جلد اوّل) مذکور عبارت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کا عقیدہ حضرت اقدس علیہ السلام کے عقیدہ کے بالکل برخلاف ہے۔ اب ہم غیر مبایعین سے یہ پوچھتے ہیں کہ وہ کس کے مرید ہیں؟ آیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یا مولوی محمد علی صاحب کے۔ کیونکہ غیر مبایعین کے مسلمہ اصول کے مطابق پیر کے عقیدہ سے اختلاف کرنیوالا مرید مرید نہیں رہ سکتا۔ پس اگر غیر مبایعین کا وہی عقیدہ ہے جو حضرت اقدس علیہ السلام کا ہے۔ تو وہ مولوی محمد علی صاحب کے مرید نہیں اور اگر اُن کا عقیدہ اپنے امیر کا ہے تو وہ حضرت اقدسؑ کے مرید نہیں۔ اب غیر مبایع اصحاب خود ہی بتائیں۔ کہ وہ

کس کے مرید ہیں؟

۳- دیگراں را نصیحت خود میاں فضیحت

۶ اپریل ۱۹۴۶ء کے "الفضل" میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ایک مضمون بعنوان "پارلیمنٹری مشن اور ہندوستانیوں کا فرض" شائع ہوا ہے۔ وہ مضمون مصلح موعود کی پیشگوئی کے مطابق حضور ایدہ اللہ کے "سخت ذہین و فہیم" ہونیکا تازہ بیّن گواہ ہے۔ اور اس قابل ہے کہ غیر مبایعین کی آنکھیں کھولے۔ معلوم ہوتا ہے غیر مبایعین نے بھی اس مضمون کی وقعت کو بھانپا ہے۔ اور انہیں یہ خدشہ ہوا ہے کہ یہ مضمون حضرت امیر المومنین کی شخصیت کو عوام و خواص میں مقبول بنا دیگا۔ اِس پر اُن سے اور تو کچھ نہ بن سکا۔ پریشان و مجبور ہو کر دانت پیسنے شروع کر دیئے اور طیش میں آکر ایڈیٹر صاحب "پیغام" نے مضمون کے ایک حصّہ پر ایک لا یعنی اور بے تعلق نوٹ لکھ کر دل کی بھڑاس نکال لی۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مضمون میں ایک بات یہ بھی تحریر فرمائی ہے کہ ہندوؤں اور کانگرس کو تبلیغ مذہب اور مذہب بدلنے کی آزادی ہندوستان کے اساس میں شامل کرنی چاہیئے۔ حضور کی اس بات پر "پیغام صلح" اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:- " یہ اصول صرف کانگرس اور ہندوؤں کے لئے ہی ہے۔ یا خلیفہ صاحب پر بھی اس پر عمل کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغ کو جماعت قادیان میں روکنے کے لئے جو حربے انہوں نے استعمال کئے ہیں اور جس تنگ نظری کا انہوں نے ثبوت دیا ہے اور جس بے رحمی کے ساتھ انہوں نے جماعت لاہور کو قادیانی جماعت میں بدنام کیا ہے اور قادیانی جماعت کے دل میں جو نفرت کے جذبات پیدا کئے ہیں اُن کے ہوتے ہوئے انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا۔ کہ وہ دوسروں کو نصیحت کریں۔" (پیغام ۱۰ اپریل ۱۹۴۶ء)

قارئین کرام خود ہی اندازہ لگائیں کہ پیغام کے نوٹ کو اصل بات سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی نصیحت تو تب قابل اعتراض ہو سکتی تھی جب "پیغام صلح" یہ ثابت کرتا کہ جماعت احمدیہ قادیان نے کبھی عملاً تبلیغ مذہب اور مذہب بدلنے کی آزادی کے خلاف کوئی کام کیا ہو۔ لیکن چونکہ وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے تھے اس لئے انہوں نے اصل بات سے لاتعلق بات کہہ دی۔

انہوں نے جو بات پیش کی ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اُن کا مقصد صرف یہ کہنا ہے کہ خواہ غیر مبایعین کتنے ہی اعتراضات مبائعین پر کرتے جائیں۔ خواہ کتنا ہی وہ گند اچھالیں۔ خواہ وہ کس قدر ہی جھوٹی حدیثیں اور جھوٹے بیانات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر افتراء کریں۔ لیکن مبائعین اگر اُن کا جواب دیں تو یہ مذہبی آزادی کے خلاف ہے۔ کیا کسی معقول آدمی کے دماغ میں یہ بات آسکتی ہے۔ اور کیا

کوئی اس کو جائز قرار دے سکتا ہے کہ ایک فریق تو حملہ کرتا جائے اور دوسرے کو جواب دینے سے روکا جائے۔ اگر یہ مذہبی آزادی میں روک ہے تو بھلا دنیا میں امن قائم رہ سکتا ہے۔ اگر پیغام کا اعتراض درست ہے تو غیر مبایعین خود بھی مجرم اور مذہبی آزادی میں روک ہیں۔ کیونکہ وہ خود غیر مذاہب کے اعتراضوں کے جواب دیتے ہیں۔ اور مبائعین کے مضامین کا بھی جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس یا تو انہیں خود بھی کسی غیر مذہب اور مبائعین کے مضامین کا جواب نہیں دینا چاہیئے۔ لیکن اگر وہ ان اعتراضوں کا جواب دینا ضروری خیال کرتے ہیں۔ تو پھر مبائعین کے اس فعل کو مذہب کی آزادی کے خلاف کیوں سمجھتے ہیں۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر غیر مبایعین کی تبلیغ جماعت احمدیہ قادیان میں روک دی گئی ہے تو اُن کے لئے میدان عمل ختم نہیں ہو گیا۔ ساری دنیا تبلیغ کے لئے خالی پڑی ہے وہ کیوں آگے نہیں بڑھتے اور مبائعین کے علاوہ دوسرے لوگوں کو تبلیغ نہیں کرتے۔ دراصل نہ اُن کے پاس مبلغ ہیں نہ اُن کے پاس دلائل ہیں نہ کام کرنے والے آدمی ہیں۔ نہ ان میں کام کرنے کی روح ہے اور نہ وہ کام کرنا چاہتے ہیں۔ صرف اُن کا مقصد تو اپنی کتابوں کی تجارت ہے جس کی طرف سب توجہ ہے اور اگر جماعت احمدیہ قادیان کوئی تبلیغی یا علمی کام کرتی ہے تو اس کو سراہنے کی بجائے اُس پر دانت پیستے ہیں۔ پس ہم کہتے ہیں کہ موتوا بغیظکم

۴۔ غیر مبایعین کی شکستِ فاش

جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد مختلف ممالک بزبان حال یہ پکار رہے ہیں کہ انہیں اسلامی تعلیم سے روشناس کرایا جائے تا دنیا امن کا گہوارہ بن جائے۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمارے منصور سپہ سالار سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ الودود نے دنیا کے چہار گوشوں میں مبلغین کے وفود بھیجنے شروع کر دئے ہیں۔ جنگ سے پہلے بیرون ہند میں مبلغین کی تعداد صرف ۱۶ تھی اور ہندوستان میں بیس لیکن اب یہ تعداد ۵۰ اور ۷۵ تک علی الترتیب پہنچ چکی ہے۔ اور ابھی بیرون ہند میں جانے والے مبلغ بیس کے قریب باقی ہیں۔ جو انشاء اللہ جلد ہی بعد حصولِ پاسپورٹ اپنے مقامات معیّنہ کو روانہ ہو جائیں گے۔ ہمارے آقا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ مبلغین کی اس تعداد کو کافی قرار نہیں دے رہے اور حضور کا منشاء ہے کہ وہ مبلغین کو ہزاروں کی تعداد تک پہنچا دیں۔ لیکن اس کے مقابل غیر مبایعین نے جنگ کے ختم ہونے کے بعد جو رویہ اختیار کیا ہے۔ وہ اُن کی شکست فاش اور مردہ ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ نہ انہوں نے ہندوستان میں تبلیغ کے لئے کوئی مبلغ مقرر کیا۔ اور نہ ہی بیرون ہند میں کوئی مبلغ بھیجا۔ ہاں وقتی حالات

اور تقاضا کے بالکل خلاف ادارہ تعلیم القرآن کے قیام کی ایک تحریک جاری کر دی حالانکہ اِس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ سب طرف سے اپنی توجہ کو ہٹا کر تبلیغ کی طرف لگا دی جائے۔ لیکن غیر مبایعین نے تبلیغ کی طرف سے توجہ ہٹا کر شکست خوردہ ہونیکا اعلان خود ہی کر دیا۔ ان کو بس ایک ہی شوق ہے۔ کہ کوئی ایسی تحریک ہو جس میں غیر احمدیوں سے چندہ لیا جا سکے تاکہ اُن کے پیٹ بھر سکیں۔ اس کے بعد انہیں اس بات سے کیا تعلق کہ خواہ تبلیغ ہو یا نہ ہو۔ اسلام زندہ رہے یا نہ رہے۔

۵۔ عزت کے بعد ذلت

ایک وہ زمانہ تھا۔ جب مولوی محمد علی صاحب جماعت احمدیہ کے افراد پر حکومت کرتے تھے۔ اور انہوں نے حکومت کے نشہ میں سرشار ہو کر جماعت کو ایک وقت میں یہاں تک کہدیا کہ اگر کوئی چندہ نہ دیگا۔ تو وہ جوتی کے زور سے چندہ لیں گے۔ لیکن کجا وہ حکومت اور کجا موجودہ ذلت۔ کہ چندہ کرنے کے لئے انہیں مختلف مقامات کی خاک چھاننی پڑ رہی ہے۔ حال ہی میں انہوں نے ادارہ تعلیم القرآن کے قیام کی اپیل کی۔ اور جب انکی جماعت انکی اپیل کا جواب نہ دے سکی۔ اور وہ اپنے افراد پر زور نہ ڈال سکے تو اُن کے گھروں پہنچ پہنچ کر منتیں سماجتیں کر کے چندہ لینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور یہ کوشش بھی کی جا رہی ہے کہ غیر احمدیوں سے یہ چندہ لیا جاوے۔ پس مولوی محمد علی صاحب کا آسمان سے زمین پر گرنا محض اس لئے ہے کہ وہ اصل راہ سے بھٹک گئے ہیں۔ خدا تو چاہتا تھا کہ انہیں عزت دے۔ لیکن انہوں نے ذلت کا پھندا خود اپنے گلے میں ڈال لیا۔ اب بھی وقت ہے کہ وہ غور کریں اور راہ راست پر گامزن ہو جائیں۔ کیونکہ آخر ان کے ہی وہ ساتھی ہیں جنہیں آخر خدا نے توفیق دی کہ صبح کو بھول کر شام کو گھر آ دیں۔ وما ذالک علی اللّٰہ ببعید

۶۔ تعلیم الاسلام کالج کی عمارت

اکابر غیر مبایعین جب خلافت ثانیہ سے روگردان ہوئے تو انہوں نے لاہور جاتے ہوئے یہ الفاظ منہ سے نکالے کہ قادیان کے تعلیم الاسلام سکول پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گا۔ اور یہاں الّو بولیں گے۔ لیکن وہ خدا جس نے اپنے زبردست ہاتھ سے خلافت کو قائم کیا۔ اُس نے اس کو استحکام بخشا اور ترقی پر ترقی دی اور آج وہ جگہ جس کے متعلق اکابر غیر مبایعین نے ویران ہو جانے کی خبریں دی تھیں وہاں جنگل میں منگل ہو رہا ہے۔ اور تعلیم الاسلام سکول کالج میں بدل گیا ہے اور اب شاندار دوسری منزل بن رہی ہے تاکہ اس سال بی۔ اے کی کلاسز جاری کی جا سکیں۔ اسی کول کے ایک حصہ میں ریسرچ انسٹیٹیوٹ کی عمارت بن چکی ہے جس کو دیکھ کر گورنمنٹ ریسرچ کے ممبر یہ کہنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ یہ ادارہ آئندہ دس سال میں سارے ہندوستان کی نظریں اپنی طرف کھینچ لیگا۔ پس اکابر غیر مبایعین

کی زندگی میں تعلیم الاسلام کالج کا قیام اور اسکا اجراء اور اس کی شاندار عمارتوں کا بن جانا انہیں اسطرف توجہ دلا رہا ہے۔ کہ خلافت ثانیہ حق ہے اور یہ کہ جن لوگوں نے خلافت سے روگردانی اختیار کی وہ حق پر نہ تھے۔ کاش! اکابر غیر مبایعین اس پر غور کریں اور حق کو سمجھنے اور پانے کی کوشش کریں۔

۷۔ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی

مولوی محمد علی صاحب اپنے رسالہ "شناخت مامورین" کے صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں :۔ "حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ میں اپنے الہامات کو کتاب اللہ اور حدیث پر عرض کرتا ہوں اور کسی الہام کو کتاب اللہ اور حدیث کے مخالف پاؤں تو اُسے کھنگار کی طرح پھینک دیتا ہوں۔" جب سے مولوی محمد علی صاحب نے یہ رسالہ لکھا ہے اُس وقت سے ہماری طرف سے یہ کہا جا رہا ہے۔ کہ مولوی صاحب کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف مذکورہ عبارت منسوب کرنا بالکل جھوٹ ہے اور کئی بار سختی سے یہ مطالبہ ان سے کیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیان کردہ عبارت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی کتاب سے نکال کر دکھا دیں۔ لیکن امیر غیر مبایعین اب تک ہمارے اس مطالبہ سے عہدہ براء نہیں ہو سکے۔ ان حالات میں کہ جب انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر افترا کیا ہے۔ یہ بات سوچنے کے قابل ہے۔ کہ انہوں نے اس کی جرأت کیوں کی؟ ہماری رائے میں امیر غیر مبایعین نے محض یہ سب کچھ اس لئے کیا تا وہ اس آڑ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کو پس پُشت ڈال سکیں۔ اور اُن کی ضمیر اُن کو ملامت نہ کرے۔ در اصل اُن کے اِس فعل نے انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "قبولِ الہامات میں سب سے کچا مولوی" کا مصداق کر دیا ہے۔ کیونکہ امیر غیر مبایعین نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کے انکار کا کوئی موقعہ مل جائے۔

۸۔ نمک حرام

مولوی محمد علی صاحب نے خلافتِ ثانیہ سے علیحدہ ہو کر لاہور جاتے ہی اعلان کیا کہ "میں بار بار کہتا ہوں کہ میں صاحبزادہ صاحب کی عزت کرتا ہوں۔ وہ میرے آقا کے صاحبزادے ہیں۔ اگر میں اُنکی عزت و احترام کو ملحوظ نہ رکھوں تو بڑی نمک حرامی ہوگی۔" (پیغام ۱۴ر مارچ ۱۴ء)

غیر مبایعین کے مسلمہ اصول کے مطابق کہ مرید کا عقیدہ پیر کے عقیدہ کے مطابق ہونا ضروری ہے، شیخ عبد الرحمن صاحب مصری کا بھی مولوی محمد علی صاحب کے مذکورہ اعلان کے ساتھ متفق ہونا ضروری ہے، لیکن ان اعلانات کے باوجود مولوی محمد علی صاحب کا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حق میں سخت کلامی کرنا اور شیخ مصری صاحب کا گند اچھالنا کیا ہر دو اصحاب کو نمک حرام نہیں بناتا؟

مولوی عمر الدّین صاحب شملوی کا ایک خواب

(از جناب محمد یوسف صاحب لائلپور)

ذیل میں مولوی عمر الدّین صاحب شملوی کا ایک روشن خواب درج کیا جاتا ہے جسکی بنا پر انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد خلافتِ ثانیہ سے وابستگی اختیار کی۔ یہ خواب "الفضل" جلد ۱ نمبر ۴۲ مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۱۴ء میں شائع ہوا ہے۔ مولوی عمر الدّین صاحب شملوی سے یہ خواب پیش کرتے ہوئے صرف اتنا دریافت کرنا ہے کہ اب وہ اس روشن اور بیّن رؤیا کی کیا تاویل فرماتے ہیں اور کیا اب یہ خواب اُن کے لئے حجّت ہو سکتا ہے یا نہیں۔ خواب حسب ذیل ہے:۔

"حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات سے پہلی رات مَیں نے دیکھا کہ مَیں دارالامان میں ہوں اور نماز ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اور میرا رُخ سکول سے قادیان کی طرف کو ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا نماز کیلئے دو جگہ تیاری ہے۔ ایک تو مولانا محمد علی صاحب کے مکان کی طرف اور ایک اس کے مقابل قادیان میں۔ اب مَیں کہہ رہا ہوں کہ نماز کہاں پڑھیں۔ دوسرے لوگوں نے کہا کہ قادیان میں صاحبزادہ صاحب کے پیچھے۔ پس مَیں نے اپنا قدم تیز کیا اور جہاں آپ تھے فوراً آ گیا۔ کیونکہ میرے دل میں بھی یہی تحریک ہوئی۔ اور قدم خود بخود آپ کی طرف اُٹھے۔ اور وہاں بھی مَیں نے بہت سے لوگ دیکھے۔ اور آپ کے ساتھ ہی جس شخص کو دیکھا وہ حافظ روشن علی صاحب تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا دوسری طرف نماز پڑھنے والے ہی نہیں۔ تب مَیں نے آپ کے پیچھے نماز جنازہ ادا کی۔ صبح مَیں نے یہ خواب اپنے دوست عبد السّلام سے ذکر کی۔ اور کہا کہ رات اس طرح خواب دیکھا خدا تعالےٰ فضل کرے۔ چونکہ مذکورہ بالا خواب میں میری کوئی بناوٹ نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی میری تمنّا نہیں تھی کہ آپ ہی ضرور خلیفہ ہوں۔ اِس لئے مجھے یقین ہو گیا کہ آپ ہی کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ اِس لئے مَیں صدقِ دل سے آپ کو امام تسلیم کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ مجھے غلاموں میں داخل فرما دیں۔"

مولوی عمر الدین صاحب کا مذکورہ بالا خواب خلافتِ ثانیہ کے برحق ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ کاش! مولوی صاحب اپنے اِس خواب پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور تائب ہو کر خلافتِ حقّہ سے وابستہ ہو جائیں کیونکہ آسمانی راہنمائی کے بعد پھر محض دنیا طلبی اور عزتِ نفس کی خاطر حق سے دُور رہنا الہٰی عذاب کا مستحق کر دیا کرتا ہے۔

امیر پیغام کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دوری

(مکرم سید احمد علی صاحب سیالکوٹی مولوی فاضل قادیان دارالامان)

۱۔ امیر پیغام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کیا سمجھتے ہیں؟

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بلکہ آپ کے سامنے عدالت میں ۱۶ر جون ۱۹۰۴ء کو جناب مولوی محمد علی صاحب نے یہ حلفیہ بیان دیا۔ کہ

"مرزا صاحب دعویٰ نبوت کا اپنی تصانیف میں کرتے ہیں۔ یہ دعویٰ نبوت اس قسم کا ہے کہ مَیں نبی ہوں۔ لیکن کوئی نئی شریعت نہیں لایا۔"

لیکن یہی امیر پیغام جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ سے از راہ بغض وعداوت روٹھ کر لاہور چلے گئے تو ۱۹۱۵ء میں یہ اعتقاد شائع کر دیا کہ:۔

(۱) "امت کے اندر ہو کر نبوت کا دعویٰ بھی کذّاب کا کام ہے۔"
(۲) "جو شخص اس امت میں سے دعویٰ نبوت کرے وہ کذّاب ہے۔"
(النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۱۱۵)

اے اہل پیغام! اپنے امیر کے ان دونوں بیانوں کو منطقی اصول سے صغریٰ کبریٰ کی شکل دیکر بتاؤ کہ تمہارے امیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت کتنا خطرناک اعتقاد رکھتے ہیں؟ اور کیا ایسا اعتقاد رکھنے والا ایک منٹ کیلئے بھی احمدی کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے؟

۲۔ امیر پیغام کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مخالفت

مولوی محمد علی صاحب نے ۱۹۱۵ء میں اپنا اعتقاد یہ ظاہر کیا کہ:۔

"نبوت تشریعی اور غیر تشریعی یکساں بند ہیں۔" (النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۱۱۵)

حالانکہ اُسی کتاب "النبوۃ فی الاسلام" کے ضمیمہ صفحہ ۱۴۴ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اعتقاد یُوں درج کیا گیا ہے کہ:۔

"شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا۔ اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵)

بتائیے! کیا یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صراحۃً اور وضاحۃً بلا کنایہ مخالفت ہے یا نہیں؟ اہل پیغام کیلئے اب دو ہی رستے ہیں۔ یا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانیں اور غیر تشریعی نبوت کو جاری تسلیم کریں اور یا پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو (معاذ اللہ) چھوڑ کر نام نہاد امیر کو اپنا حکم عدل بنائے رکھیں اور

کشتی نوح کی اس عبارت کو پڑھ کر اپنی قسمت پر آٹھ آٹھ آنسو بہایا کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔" پھر فرماتے ہیں:۔

"اے فقیہو! عالمو! مجھ کو سمجھ آتا نہیں
یہ نشانِ صدق پا کر پھر یہ کیں اور یہ نقار
بحث کرنا تم سے کیا حاصل اگر تم میں نہیں
روحِ انصاف و خدا ترسی کہ ہے دیں کا مدار
کیا مجھے تم چھوڑتے ہو جاہِ دنیا کے لئے
جاہِ دنیا کب تلک دنیا ہے خود ناپائیدار"

۳۔ کیا مسیح ناصری صاحبِ شریعت رسول تھے؟

مولوی محمد علی صاحب "النبوۃ فی الاسلام" ص ۳۲۱ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"خوب یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعود نے فضیلت کا دعویٰ تو ضرور کیا ہے۔ مگر فضیلت کلّی کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا۔ کسی تحریر میں کسی تقریر میں فضیلت کلّی کا لفظ نہیں دکھایا جا سکتا۔ اور کرتے بھی کس طرح۔ کیا **مسیح ابن مریم صاحبِ کتاب رسول نہ تھے کیا یہ فضیلت نہ تھی؟**"

اس عبارت میں حضرت عیسیٰؑ کے "صاحبِ کتاب رسول" ہونے کا جو دعویٰ کیا ہے یہ سراسر باطل۔ دروغ بے فروغ اور بے ثبوت ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین۔ الخ اور اگر اہلِ پیغام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان ہو اور آپ کو حکم عدل تسلیم کریں تو معاملہ ہی صاف ہو جاتا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ (۱) "شریعت لے کر نہ آئے تھے" (الحکم ۱۷ر جنوری ۱۹۰۳ء)

(۲) "انجیل میں ہرگز کوئی شریعت نہیں ہے بلکہ توریت کی شرح ہے" (الحکم ۲۴ر جنوری ۱۹۰۳ء)

(۳) "انجیل کوئی کتاب نہیں ہے۔" (الحکم ۳۱ر جولائی / ۱۰ر اگست ۱۹۰۲ء)

پس حضرت عیسیٰ کو صاحبِ کتاب و شریعت نبی کہنا افتراء ہی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صریح مخالفت ہے۔ مگر افسوس کہ اہلِ پیغام کے حضرت امیر اس کی ذرّہ بھی پروا نہیں کرتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۴۔ امیرِ پیغام کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر افتراء

علاوہ ازیں ۱۹۱۵ء میں امیرِ پیغام نے "النبوۃ فی الاسلام" ص ۳۲۱ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی افتراء پردازی کرنے میں شرم محسوس نہیں کی۔ کیونکہ لکھا ہے کہ:۔

"اپریل ۱۹۰۲ء میں تو "دافع البلاء" میں یہ لکھیں کہ مسیح کو مجھ پر فضیلتِ کلّی ہے۔"

کیا غیر مبایعین کے امیر و غریب میں سے کوئی بھی عالم رسالہ "دافع البلاء" میں سے یہ فقرہ یا مضمون ہی ثابت کر سکتا ہے کہ "مسیح کو مجھ پر فضیلت کلّی ہے۔" دراصل اس قسم کی جسارت نے ہی اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی جھوٹی حدیثیں منسوب کرنے کی جرأت اہلِ پیغام کو دلائی ہے۔ اے کاش! ہمارے غیر مبایعین بھائی خوفِ خدا سے کام لیکر اپنے معتقدات پر نظرِ ثانی کریں تا حق اُن پر واضح ہو سکے

مرآۃ الحقائق

(ایک لمبے سلسلۂ مضمون کا مختصر سا مقدمہ)

(مکرم خانصاحب قاضی محمد رشید صاحب سی۔جی۔او سکندر آباد)

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں　　اک نشان کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار

سُنّت اللہ ہے کہ وہ خود فرق کو دکھلائے ہے

تا عیاں ہو کون پاک اور کون ہے مُردار خوار　　(المسیح الموعودؑ)

جماعت میں پھوٹ اور اہل حق کے ساتھ نصرتِ الٰہی

یہ تو سب جانتے ہیں کہ اس وقت جماعتِ احمدیہ کے دو فریق ہیں۔ اور اُن کا آپس میں شدید اختلاف ہے اس شدید اختلاف کی موجودگی میں یہ تو ہرگز ہو نہیں سکتا کہ فریقین ہی سچے ہوں۔ بلکہ ضرور ہے کہ اُن میں سے ایک اور صرف ایک فریق ہی جادہ مستقیم پر ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ مشہور الہام بھی اِسبات کی خصوصیت سے تائید کرتا ہے جو حضور علیہ السلام کو مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۷ء بروز بدھ اپنی وفات سے ۴۰۶ دن پہلے اور اختلاف کے کھلم کھلا رونما ہونے سے پورے سات سال قبل اُس وقت ہوا تھا جب کہ یہ بات کسی کے گمان میں نہ تھی کہ جماعت احمدیہ کے دو حصّے ہو جائیں گے اور وہ الہام یہ ہے:۔

"خدا دو مسلمان فریق میں سے ایک کا ہوگا۔ پس یہ پھوٹ کا ثمرہ ہے۔" (تذکرہ صـ ۶۶۲)

چنانچہ اس الہام کے مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو جب جماعت کے دو حصّے ہو گئے تو ساتھ ہی یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ خدا تعالےٰ ان میں سے صرف ایک ہی حصّہ کے ساتھ ہے۔

صحیح راستہ پر قائم رہنے والے گروہ کی تعیین

اَب جبکہ مذکورہ بالا الہام الٰہی پورا ہو گیا۔ اور جماعت کے دو حصّے ہو گئے اور یہ بھی کھل گیا کہ خدا ان میں سے صرف ایک ہی فریق کے ساتھ ہے۔ تو ہر طالب حق کے دل میں یہ خواہش طبعًا پیدا ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ اُسے اپنی جناب سے یہ علم بھی عطا کرے کہ مبائعین اور غیر مبائعین دونوں میں سے اُس کا (یعنی خدا کا) تعلق کس فریق کے ساتھ ہے۔ تا وہ اُسی فریق میں شامل ہو کر رضائے الٰہی حاصل کر سکے۔ سو یاد رہے کہ ایسے ہر موقعہ پر مولیٰ کریم اپنی رحمت بے پایاں سے اپنے نہایت ضروری حکم یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصّٰدقین (توبہ) کو ممکن العمل اور آسان بنانے کی غرض سے اپنی پسندیدہ جماعت کی نشان دہی

فرما دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ دیکھ لیجئے۔ کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائیگی۔ اور اُن میں سے صرف ایک فریق ناجی اور باقیماندہ سب ناری ہونگے۔ تو ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باعلامِ الٰہی حق کے طالبوں کے لئے دو نشان بھی ناجی فریق کے بتلا دئے یعنی (۱) "ما انا علیہ واصحابی" اور (۲) "وھی الجماعۃ"۔ اگر یہ نشان نہ بتلائے جاتے تو ایک حق کے متلاشی کے لئے فیصلہ کرنا مشکل کیا ناممکن ہو جاتا۔ کہ وہ کس فریق میں شامل ہو۔ اگر تحقیق کی بنیاد خدانخواستہ مختلف فرقوں کے دعویٰ پر رکھدی جاتی اور فیصلہ عقل پر چھوڑ دیا جاتا تو یہ "شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا" کے مطابق مقصود کا حاصل کرنا امر محال ہو جاتا۔ سو جسطرح خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے ۷۳ فرقوں میں سے ناجی فرقہ کی شناخت کروا دی۔ اُسی طرح اُس نے حضرت احمد علیہ السلام کو بھی بذریعہ الہام جماعت احمدیہ کے ہر دو فریق کے متعلق مناسب علم عطا فرما دیا۔ تا کہ طالبانِ حق اُس سے رہنمائی حاصل کر سکیں اور یونہی جھگڑوں میں پڑ کر اپنی دنیا اور عاقبت کو ضائع نہ کریں۔

سو میں اس مختصر سے مقدمہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین الہام اصولی نشان کے طور پر درج کرتا ہوں تا قارئین کرام ان کی روشنی میں مبائعین اور غیر مبایعین کے متعلق دیانت داری کے ساتھ خود فیصلہ کر سکیں کہ اُن میں سے کون حق پر ہے اور کس کے ساتھ تائید ربانی ہے۔

پہلا الہام:۔ "میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤنگا۔ اور اُن کے نفوس واموال میں برکت دونگا۔ اور اُن میں کثرت بخشونگا۔ اور وہ مسلمانوں کے اُس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔" (تذکرہ صـ ۱۴۴)

دوسرا الہام:۔ "جاء الحق وزھق الباطل" (تذکرہ صـ ۶۵۸)

تیسرا الہام:۔ "ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ فیہ اٰیات للسّائلین۔" حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس الہام کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ "اِس کے معنے یہ مجھے سمجھائے گئے۔ کہ اِن دونوں فریقوں میں سے خدا اُس کے ساتھ ہوگا۔ اور اُس کو فتح اور نصرت نصیب کریگا۔ کہ جو پرہیزگار ہیں یعنی جھوٹ نہیں بولتے۔ ظلم نہیں کرتے تہمت نہیں لگاتے اور دغا اور فریب اور خیانت سے ناحق خدا کے بندوں کو نہیں ستاتے اور ہر ایک بدی سے بچتے اور راستبازی اور انصاف کو اختیار کرتے ہیں اور

خدا سے ڈر کر اُسکے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی اور نیکی کے ساتھ پیش آتے ہیں اور بنی نوع کے وہ سچے خیر خواہ ہیں۔ اُن میں درندگی اور ظلم اور بدی کا جوش نہیں۔ بلکہ عام طور پر ہر ایک کے ساتھ وہ نیکی کرنے کیلئے تیار ہیں۔ سو انجام یہی ہے کہ اُن کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ تب وہ لوگ جو پوچھا کرتے ہیں جو ان دونوں گروہوں میں سے حق پر کون ہے۔ اُن کے لئے نہ ایک نشان بلکہ کئی نشان ظاہر ہونگے" (تذکرہ صـ [illegible])

یوں تو سرسری نگاہ سے ہی اگر تینوں مندرجہ بالا الہامات کی روشنی میں دیکھا جائے تو ہر دو فریق کی اصل حقیقت واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے لیکن میں نہایت اختصار کے ساتھ ان کی تھوڑی سی تشریح بھی کر دیتا ہوں تاکہ معاملہ بہت زیادہ صاف طور پر نظر آسکے۔ پہلے الہام (میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤنگا۔ الخ) کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کے دو گروہ ہونگے۔ ایک گروہ "محبّانِ احمد" کا اور دوسرا "دشمنانِ احمد" کا اور ان ہر دو گروہ کے حسب ذیل نشانات بتائے گئے ہیں:۔

"محبّانِ احمدؑ" کے نشان

(۱) خدا تعالیٰ کی طرف سے اس فریق کو کثرت بخشی گئی ہے اور یہ ہمیشہ بڑھتا ہی رہیگا۔
(۲) ہمیشہ اُس کا غالب رہنا مقدّر ہے۔
(۳) اُس گروہ کے نفوس و اموال میں برکت دی گئی ہے۔

"دشمنانِ احمدؑ" کے نشان

(۱) خدا تعالےٰ نے اپنی مشیّت سے اِس فریق کے لئے مقدّر کر دیا ہے کہ وہ ہر رنگ میں کم رہیں کیا بلحاظ کیفیّت کے اور کیا بلحاظ کمیّت کے۔
(۲) اس فریق کے اعمال ثابت کرتے رہیں گے کہ یہ حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔
(۳) یہ فریق تا بروز قیامت مغلوب رہیگا۔

چونکہ جماعت میں پھوٹ اور فتنہ ۱۳ر مارچ کو ہونے والا تھا جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سیدنا نورالدّین رضی اللہ عنہ کی وفات مقدّر تھی، اِس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے رونما ہونے والے فتنہ کے متعلق ۱۳ر مارچ (تیرہ مارچ) ۱۹۰۶ء و ۱۹۰۷ء کو ہر دو فریق کی بابت جو الہامات نازل فرمائے انہیں خاص ترتیب سے درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

محبّانِ احمدؑ کے متعلق الہامات

(۱) انا اعطینٰک الکوثر۔ فصل لربّک وانحر۔ ان شانئک ھو الابتر } ۱۳ر مارچ ۱۹۰۶ء (تذکرہ صـ ۵۴۴)

(۲) ان اللہ مع الصّادقین۔ (۳) انّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا۔ (۴) واستوت علی الجُودیّ } ۱۳ر مارچ ۱۹۰۷ء (تذکرہ صـ ۶۵۱، ۶۵۲)

دشمنانِ احمدؑ کے متعلق الہامات

(۱) انّ شانئك ھو الابتر ۱۳ مارچ ۱۹۰۶ء (تذکرہ ص ۵۴۴)

(۲) اعجبنی موتکم

(۳) "لاہور میں ایک بے شرم ہے۔" (۴) ویل لك و لافکك } ۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء (تذکرہ ص ۶۵۱)

مبائعین اور غیر مبائعین کے علیحدہ علیحدہ حالات

احباب کرام! اگر "محبّانِ احمدؑ" کے نشانوں کو "محبّانِ احمدؑ کے متعلق الہامات" کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو اُن پر روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائیگا۔ کہ چونکہ "محبّانِ احمدؑ" کے لئے آسمان پر مقدّر ہو چکا ہے کہ خیر اور برکت اور کثرت اُنہی کو نصیب ہو (انا اعطینك الکوثر) خدا اُن کے ساتھ ہو (ان اللّٰہ مع الصادقین) اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنے فضل اور احسان سے اہلِ بیتِ مسیح پاک میں سے مزکّی و مطہّر اور مقدس ترین وجود بطور سردار کے عطا فرماوے جس پر اللہ تعالےٰ کے انعامات متواترہ ہوں۔ اور جنہیں دیکھ کر حاسدانِ روسیاہ جلتے۔ زبانِ طعن دراز کرتے اور طرح طرح کے الزام اُسپر دھرتے ہوں (انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت وَیطھرکم تطھیرا) اور وہ سردار منصور کو گار جماعت کی کشتی کو بحکم خدا چٹانوں، طوفانوں تند ہواؤں اور خوفناک بلاؤں سے بچا کر ساحلِ مُراد پر لگادے (واستوت علی الجودی) لہٰذا "محبّانِ احمدؑ" سے مراد علاماتِ مذکورہ کی بنا پر مبائعین کی جماعت ہی ہو سکتی ہے ولا غیرہٗ۔ ماشاء اللّٰہ لا قوۃ اِلّا باللّٰہ۔

اِسی طرح اگر "دشمنانِ احمدؑ کے نشانوں" کو "دشمنانِ احمدؑ کے متعلق الہامات" کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو پڑھنے والوں پر کھل جائیگا۔ کہ چونکہ "دشمنانِ احمدؑ" کے لئے قسّامِ ازل نے لکھ چھوڑا ہے کہ وہ قلّت، ناکامی اور نامرادی کی حالت میں رہیں (ان شانئك ھو الابتر) وہ اللہ سے ہٹ کر، جماعت سے کٹ کر روحانی رنگ میں مردہ ہو جائیں (اعجبنی موتکم) اُن کا سردارِ ناکام وَتَذْکِرَ وَصْفُہٗ فی الالہام وہ شخص ہو جو حق کے کھل جانے اور سچائی کے ظاہر ہو جانے پر بھی صداقت کو نہ ماننے اور باطل پر مصر رہے اور جو تختگاہِ رسول (یعنی قادیان ادام اللّٰہ شرفھا) سے نکل کر لاہور میں ...... (تذکرہ ص ۶۵۱) جاگزین ہو اور وہ افک و افتراء میں بےباک ہو (ویل لك و لافکك) لہٰذا "دشمنانِ احمدؑ" سے مراد الہامات میں بیان کردہ علامات کی رو سے غیر مبائعین کا گروہ ہی ہو سکتا ہے ولا شك فیہ۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

دوسرے الہام (جاء الحق و زھق الباطل) کی عبارت نہایت صاف ہے اور کسی بڑی تشریح کی محتاج نہیں۔ یہ الہام ۱۹۱۴ء کے مارچ کی چودھویں تاریخ کو پورا ہوا جبکہ حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آیا اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ گیا۔ چونکہ یہ ایک کھلا کھلا تاریخی واقعہ ہے کوئی شرعی مسئلہ نہیں اس لئے اس کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو جب

سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ تو مولوی محمد علی صاحب اور اُن کی اقتداء میں اُن کے رفقاء پہلی خلافت کو فسخ اور آئندہ کے لئے جماعت احمدیہ میں خلافت کو فسخ کرتے ہوئے مرکز سلسلہ سے انقطاع و خروج، الوصیّۃ سے روگرانی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صریح نافرمانی کرتے ہوئے اپنے پیر طریقت سامری آنجہانی کا بتایا ہوا وظیفہ (قبضت قبضۃً من اثر الرسول فنبذتھا و کذالک سوّلت لی نفسی) پڑھتے ہوئے بھاگ کر لاہور چلے گئے اور عملاً لوگوں کو بتا گئے اور گواہی دے گئے کہ آنیوالا حق ہے اور جانے والا باطل۔ پس جناب مولوی صاحب کی اپنی گواہی کے بعد حق و باطل میں تمیز کرنے میں کونسی مشکل باقی رہ جاتی ہے۔ کیا ہی سچ فرمایا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ؎

پیشگوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا　　قدرتِ حق کا عجب ایک تماشا ہوگا

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا

کوئی پا جائے گا عزت کوئی رُسوا ہوگا

۳۔ تیسرے الہام میں اگرچہ شانِ نزول کے اعتبار سے فریقین سے مراد جماعت احمدیہ کے بعض لوگ اور کرم دین وغیرہ ہیں۔ لیکن اس امر کا کوئی عقلمند اہل علم انکار نہیں کر سکتا کہ اس الہام کا اطلاق عام ہے۔ اور قرآن کریم میں اس کی صدہا مثالیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً یہی آیت پڑھیئے قال لھم موسیٰ ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذباً فیسحتکم بعذاب۔ وقد خاب من افتری (طٰہٰ) اس میں قد خاب من افتری کی وعید گو فرعونیوں کو سُنائی گئی ہے۔ لیکن قیامت تک اس کا عام اطلاق بھی ہے جس کی رو سے ہر مفتری کا خائب و خاسر رہنا ضروری ہے خواہ وہ کسی قرن میں ہو اسی طرح کا یہ الہام ہے جس کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تفہیم الٰہی سے فرماتے ہیں کہ پرہیزگار لوگ جن کے ساتھ خدا ہوتا ہے وہ منکرات خمسہ یعنی ان پانچ عیبوں کے مرتکب نہیں ہوتے۔ یعنی وہ جھوٹ نہیں بولتے۔ ظلم نہیں کرتے۔ تہمت نہیں لگاتے۔ دغا فریب اور خیانت سے ناحق خدا کے بندوں کو نہیں ستاتے۔ اور اُن میں درندگی اور ظلم اور بدی کا جوش نہیں ہوتا۔ ان منکراتِ خمسہ کو آپ اچھی طرح ذہن نشین کریں اور یاد رکھنے کے لئے انہیں اپنے ہاتھ کی پانچوں انگلیوں پر گن لیں۔ یعنی خنصر کو ہتھیلی کے ساتھ ملائیں اور مونہہ سے کہیں "وہ جھوٹ نہیں بولتے"۔ پھر بنصر کو کف دست سے ملائیں اور کہیں "وہ ظلم نہیں کرتے"۔ اور اسی طرح باقیماندہ عیوب کو ایک ایک کر کے دوہرائیں۔ اور اپنی وسطیٰ سبّابہ۔ اور ابہام کو بند کرتے جائیں۔ امید ہے اس طریق سے یہ پانچوں عیب آپ کو ازبر ہو جائیں گے۔ جب یہ حفظ ہو جائیں تو آپ مولوی محمد علی صاحب کے رسالہ "مصلح موعود" کی

تمہید طبع ثانی کو (جو بتیس صفحات کا سخت گندہ بلندہ اور منکرات خمسہ کا مجموعہ ہے) کلیجہ پر پتھر رکھ کر پڑھیں خصوصًا اس کے صفحہ تیرہ ۱۳ اور چودہ ۱۴ کو جنہیں مولوی صاحب نے اپنی ۱۹۱۳ء و ۱۹۱۴ء کی کرتوتوں کی مناسبت کے لحاظ سے سیاہ کیا ہے اور دیکھیں کہ کس طرح انہوں نے چودھویں صدی کے علماء سوء کو مات کرتے ہوئے اپنے محسن آقا چودھویں صدی کے امام کے اُس بدر طلعت فرزند کے متعلق جسے خود خدا تعالیٰ نے چودھویں کا چاند قرار دیا ہے (مے کردنگا دُور اُس مہ سے اندھیرا) اور جسے بدر کے ساتھ مناسبت تامہ کی وجہ سے اُس نے بیسویں صدی عیسوی کے چودھویں سال کے تیسرے مہینے کی چودھویں تاریخ کو تاجِ خلافت سے مزین کیا۔ اپنے رسالہ مذکور کے چودھویں صفحہ پر ستیارتھ پرکاش کے چودھویں سمولاس کے مخصوص اسلوب و انداز میں وہ کچھ لکھ مارا جو کسی کے ماضی کو تباہ اور مستقبل کو برباد کرنے کیلئے کافی سے زیادہ ہے۔ منصف مزاج اصحاب سے مکرر التماس ہے کہ وہ رسالہ مذکور کی بے حد دلآزار تحریر بلاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ کس طرح مولوی محمد علی صاحب نے حدود و قیود شریعت سے متجاوز۔ آئین آسمانی سے آزاد اور عواقب سے بے نیاز ہو کر "ہمہ ناگفتنی گفتند وہمہ ناکردنی کردند" کے مرتکب ہوتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام برز ما عندھم من الرّماح (انہوں نے اپنے تمام تیر چلادئے تذکرہ ص۶۳۲) کا اپنے آپ کو مصداق بنایا ہے اور اسطرح سے ثابت کر دیا ہے کہ الہام شرالذین انعمت علیھم (تذکرہ ص۵۰۶) میں ضمیر ھم کا مرجع بلاخوف تردید جناب مولوی صاحب اور اُن کے ساتھی ہیں۔ چونکہ مولوی محمد علی صاحب عملًا کرم الدین کی نیابت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں لہذا تیسرے الہام کی رُو سے اُن کے طریق اور اُنکے فریق کے متعلق اپنی طرف سے کچھ بھی لکھنا ضروری نہیں۔ ہر صاحب دانش و بینش پر حقیقت آشکار ہے۔ ہاں اس جگہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غیر مبائع حضرات کے متعلق تین شعر درج کر دیتا ہوں شاید اہل بیت پر ظلم ڈھانے والوں اور محسن کشی کو اپنا اصول ٹھہرانے والوں کو شرم دامن گیر ہو جو توبہ پر منتج ہو جائے وما ذالک علی اللہ بعزیز ؎

قدرتِ حق ہے کہ تم بھی میرے دشمن ہو گئے ؛ یا محبت کے وہ دن تھے یا ہُوا ایسا نقار

دھو دیئے دل سے وہ سارے صحبت دیریں کے رنگ ؛ پھول بن کر ایک مدت تک ہوئے آخر کو خار

جسقدر نقدِ تعارف تھا وہ کھو بیٹھے تمام ؛ آہ! کیا یہ دل میں گذرا ہوں میں اسی سے دلفگار

حق جُو اصحاب کیلئے اصولی بحث

اگرچہ مذکورہ بالا تیغ الہامات کی روشنی میں بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ مبائعین بفضل خدا مظفر و منصور اور تائیدات ربّی سے متمتع ہیں اور غیر مبائعین کا حال بالکل اُس کے برعکس ہے۔ لیکن چونکہ ایک طرف جناب مولوی محمد علی صاحب

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی مقبولیت کو مٹانے، خلق خدا کی توجہ کو حضور سے ہٹانے اور حقیقت کو چھپانے کے لئے ناجائز سے ناجائز طریق اختیار کر رہے ہیں۔ اور دوسری جانب شیخ عبد الرحمن صاحب مصری اپنے امیر کو اٹھانے کے لئے دیانت و روائت کا خون کرتے ہوئے موضوعات کو احادیث خیر الانام ٹھیرا کر بنائے فاسد علی الفاسد کے کرشمے دکھا رہے ہیں۔ اِس لئے میں نے تہیہ کیا ہے کہ علاوہ اس اصولی تعارف کے فریقین کی صحیح تصویر اور فریقین کے سرداروں کے حقیقی مقام پر سیر کن بحث کروں اور دونوں کی اصل حیثیت قرآن کریم، احادیث نبوی اور الہامات و تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رُو سے پیش کروں اور وہ اِسطرح کہ ایک طرف بعض جلیل القدر انبیاء (علیہم السلام) اور اُن کے اعداء کے مخصوص و معروف و مشہور اور مسلمہ حالات و کیفیات قلمبند کر دئے جائیں اور دوسری طرف جماعت احمدیہ کے دونوں فریق کے سرداروں کے حالات و کیفیات لکھ دیئے جائیں تاکہ بموجب فرمان نبویؐ من تشبہ بقوم فھو منھم فریقین کے متعلق انصاف پر مبنی فیصلہ کیا جاسکے اس طریق تحقیق کو مَیں نے بدیں وجہ اختیار کیا ہے:۔

(۱) تا بحث اصول کی حدود کے اندر محدود رکھی جا سکے۔ رنگ اصولی رہے اور ذاتیات پر بحث نہ ہو۔

(۲) تاکہ حجت تمام ہو جائے اور جزاء و سزا کے دن کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ لو کان عندنا ذکراً من الاولین لکنا عباد اللہ المخلصین یعنی اے ہمارے رب اگر ہمارے سامنے گذشتہ انبیاء اور اُن کے مخالفین کے انجام کا ذکر پیش کیا جاتا تو یقیناً ہم اُس سے روشنی حاصل کر کے تیرے خالص اور دلی محبّوں کے گروہ میں شامل ہوتے

مرآۃ الحقائق

پس اسی مناسبت کی وجہ سے مَیں نے اپنے مضمون کا نام "مرآۃ الحقائق" تجویز کیا ہے اور یہ اُس لمبے مضمون کا مختصر سا مقدمہ ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ بتوفیق الٰہی اس مضمون پر چودہ مستقل عنوانوں کے ماتحت سیر کن بحث کروں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی جناب سے مؤثر، مدلل، منصفانہ و محققانہ تحریر کی توفیق عطا فرمائے اور فریق ثانی کی بے حد دل آزار تحریریں میرے اندر ایسا انتقامی جذبہ نہ پیدا کر سکیں کہ مَیں جادہ اعتدال و راہ صواب سے اِدھر اُدھر ہو جاؤں۔ اے میرے قادر و قیوم خدا میری اس ناچیز سعی کو میرے لئے زاد الآخرت اور ہمارے بچھڑے ہوئے بھائیوں کیلئے شمع ہدایت بنا اور وہ دن جلد لا کہ ہم حضرت مصلح موعود کے عہد معدلت مہد میں اپنی آنکھوں سے شاندار اسلامی فتوحات دیکھیں اور گم گشتہ بھائیوں کو یوسف کے قدموں پر عفو تقصیر کا ملتمس پائیں اور .... ع

ہم سُنیں مصلح موعودؑ سے ان کا کہنا

تاللہ لقد اٰثرک اللہ علینا .... وان کنا لخاطئین (تذکرہ ص ۵۸۸)

قبضۂ تقدیر میں دل ہیں اگر چاہے خدا ؎ پھیر دے میری طرف آجائیں پھر بے اختیار (المسیح الموعود)

شیخ عبدالرحمن صاحب کی ناکام وکالت

حضرت مسیح کا باپ ثابت کرنیکی ناکام کوشش

(مولوی محمد شریف صاحب امینی مولوی فاضل)

شیخ عبدالرحمن صاحب نئے جہنم میں

مثل مشہور ہے "ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد" یہ مثل شیخ عبدالرحمن صاحب مصری پر پورے طور پر صادق آتی ہے۔ سنہ ۱۹۳۷ء میں شیخ صاحب نے اعلان کیا کہ وہ پیغامی نہیں۔ اُن کے عقائد وہی ہیں جو کہ جماعت احمدیہ قادیان کے ہیں۔ مگر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا شیخ صاحب کے خیالات میں بھی تغیر آتا گیا۔ اور اب وہ کلّی طور پر پیغامیت کے رنگ میں رنگین ہو کر وہی عقائد اختیار کر چکے ہیں جو پیغامی اصحاب کے ہیں اور آجکل جناب شیخ صاحب کا مشغلہ اپنے "نئے امیر" کی مدح سرائی ہے۔ اور اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات وارشادات کی رکیک تاویلات اور اُن سے غلط نتائج کا استنباط اُن کا طریق کار ہے اور اکثر مقامات پر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے صریح خلاف لکھنے اور کہنے سے گریز نہیں کرتے چنانچہ منجملہ اُن امور کے ایک ولادت مسیح ناصری کا مسئلہ ہے۔ اس بارہ میں شیخ صاحب "پیغام صلح" ۳ر اپریل سنہ ۱۹۴۶ء صک پر "نئے امیر" کی طرف سے وکالت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اگر حضرت امیر ایدہ اللہ نے لکھدیا کہ مسیح ناصری کا باپ تھا۔ تو شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ دیکھو مولوی محمد علی صاحب حضرت اقدسؑ کی تحریر کے خلاف مسیح کا باپ مان رہے ہیں۔ حالانکہ یہ خود بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضور نے حضرت مسیح ناصری کے بن باپ ہونے کے عقیدہ کو قرآنی آیات سے مؤید نہیں کیا۔ اور علاوہ ازیں یہ بھی ناقابل تردید حقیقت ہے۔ اور سب پرانے احمدی اسے اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ حضور کی زندگی میں بعض علماء سلسلہ حضور کے اس عقیدہ کے خلاف مسیح ناصری کے باپ ہونیکا عقیدہ رکھتے تھے اور علانیہ اس کا اظہار پبلک میں کرتے رہتے تھے اور حضور نے نہ کبھی اُسے بُرا منایا اور نہ کبھی اُن علماء کو اس سے روکا۔ پس ایک ایسے مسئلہ میں جس میں اختلاف حضور کی زندگی سے ہی چلا آرہا ہے اور جس میں حضور نے کم از کم اپنے عمل سے تو

یقینی طور پر خود اس میں اختلاف رکھنے کی اجازت دی ہے۔ حضور سے اختلاف رکھنا نہ تو قطعاً قابل اعتراض ہوسکتا ہے اور نہ ہی حضور کے خدا کی طرف سے عطا کردہ علوم کے انکار کے مترادف کہلا سکتا ہے۔"

مندرجہ بالا تحریر میں شیخ صاحب نے دو۲ امر بیان کئے ہیں۔

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح ناصری کے بن باپ پیدا ہونے کے عقیدہ کو قرآنی آیات سے مؤید نہیں کیا۔

(۲) حضور کے زمانہ میں بعض علماء مسیح ناصری کے باپ کے ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اور اس کا علانیہ اظہار کرتے تھے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ تو اُسے بُرا منایا اور نہ اُس سے روکا۔ گویا اپنے عمل سے اختلاف رکھنے کی اجازت دے دی۔

ناکام وکالت

شیخ صاحب کے اِس تازہ بیان کے پیش نظر جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات وارشادات پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو اُن کے بیان کردہ دونو امر غلط اور بے بنیاد معلوم ہوتے ہیں۔ اور یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ شیخ صاحب کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی عزت وعظمت باقی نہیں اور نہ ہی وہ حضور کے مرتبہ ومقام کو کسی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ ایک اصولی بات ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مسیح موعود اور مہدی معہود اور حکم وعدل مانتے ہیں۔ اس صورت میں کیا ایک احمدی یہ کہنے کی بھی جرأت کرسکتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بعض عقائد ایسے بھی بیان کئے ہیں جن کی سند قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا سمجھے یا بیان کرے وہ یقیناً حضور علیہ السلام کے مرتبہ ومقام سے ناآشنا بلکہ حضور کا منکر ہوگا۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعودؑ کا مقام

"جب مسیح موعود کا نام حکم ہے تو اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ اسلام کے بہتر۷۲ فرقوں میں فیصلہ کرے اور بعض خیالات ردّ کردے اور بعض کی تصدیق کرے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جو حکم کہلاتا ہے وہ تمہارے سب رطب ویابس کا ذخیرہ مان لے۔ پھر اُس کے وجود سے فائدہ کیا ہوُا۔ اور کس وجہ سے اس کا نام حکم رکھا گیا۔" (نزول المسیح ۳۴)

پھر فرماتے ہیں:۔ "میری حیثیت ایک معمولی مولوی کی نہیں ہے۔ میری حیثیت سنن انبیاء کی سی ہے۔ مجھے ایک سماوی آدمی مانو۔ تو پھر سارے جھگڑے اور تمام نزاعیں جو مسلمانوں میں پڑی ہوئی ہیں ایک دم میں طے ہوسکتی ہیں۔ جو خدا کی طرف سے مامور ہوکر حکم بن کر آیا ہے جو معنے قرآن شریف کے وہ کریگا۔ وہی صحیح ہونگے۔ اور جس حدیث کو وہ صحیح قرار دیگا وہی صحیح حدیث ہوگی ...... مگر میں کہتا ہوں۔ کہ

جب تک یہ اپنا طریق چھوڑ کر مجھ میں ہو کر نہیں دیکھتے یہ حق پر ہر گز نہیں پہنچ سکتے"۔ (اخبار الحکم جلد ۴۲ نمبر ۴۱۔ ۵ نومبر ۱۹۰۲ء)

اب آئیے دیکھیں کہ اس حکم و عدل کا فیصلہ ولادت مسیحؑ ناصری کے بارہ میں کیا ہے اور کیا اس حکم و عدل نے اس بارہ میں بیان فرمودہ عقیدہ کو قرآن مجید کی طرف منسوب اور قرآنی آیات سے مؤید فرمایا ہے یا کہ نہیں۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

حکم کا فیصلہ دربارہ ولادت مسیحؑ

"میں ہمیشہ سے اسی بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ بے باپ پیدا ہوئے تھے۔ اور اُن کا بے باپ پیدا ہونا ایک نشان تھا اس بات پر کہ اب بنی اسرائیل کے خاندان میں نبوت کا خاتمہ ہوتا ہے۔"

(ملفوظات احمدیہ شائع کردہ انجمن اشاعت اسلام لاہور جلد اول صفحہ ۲۴۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس فیصلہ کے بعد دوسری بات دیکھنے والی یہ ہے کہ کیا آپ نے اس فیصلہ کو قرآنی آیات سے مؤید فرمایا ہے یا نہیں۔ چنانچہ جب ہم اس بات کے پیش نظر حضور علیہ السلام کی تحریرات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ صاف نظر آتا ہے کہ حضور کا یہ فیصلہ کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے تھے قرآن مجید کی بنا پر تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

ولادت مسیحؑ بن باپ کا عقیدہ قرآن کے مطابق ہے

"قرآن شریف سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور قرآن شریف پر ہم ایمان لاتے ہیں۔ پھر قانون قدرت میں ہم اس کے برخلاف کوئی اصل نہیں پاتے۔ کیونکہ سینکڑوں کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے رہتے ہیں جو نہ باپ رکھتے ہیں اور نہ ماں۔ قرآن شریف میں جہاں اس کا ذکر ہے وہاں خدا تعالےٰ نے اپنی قدرت کے دو عجائب نمونوں کا ذکر کیا ہے۔ اول حضرت زکریاؑ کا ذکر ہے کہ ایسی پیرانہ سالی میں کہ جہاں بیوی بھی بانجھ تھی خدا نے بیٹا پیدا کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ دوسرا واقعہ ہے جو خدا تعالیٰ کی ایک اور قدرت عجیبہ کا نمونہ ہے۔ اس کے ماننے میں کونسا ہرج پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے پڑھنے سے ایسا ثابت ہوتا ہے کہ مسیحؑ بن باپ ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالےٰ نے کمثل آدم جو فرمایا۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس میں ایک عجوبہ قدرت ہے جس کے واسطے آدم کی مثال کا ذکر کرنا پڑا۔" (البدر ۱۶ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۳)

(ب) ایک مرتبہ حضورؑ کی خدمت میں یہ سوال پیش ہوا۔ کہ مسیح کی ولادت بن باپ کس طرح ہوئی؟ تب حضور علیہ السلام نے جواباً فرمایا:۔

"اذا قضی امراً فانما یقول لہ کن فیکون۔ ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ مسیحؑ بن باپ پیدا ہوئے۔ اور قرآن شریف سے یہی ثابت ہے۔" (البدر ۲ ر جنوری ۱۹۰۳ء)

(ج) "یہ نہیں کہہ سکتے کہ بغیر باپ پیدا ہونا ایک ایسا امر فوق العادت ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خصوصیت رکھتا ہے۔ اگر یہ امر فوق العادت ہوتا اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے ہی مخصوص ہوتا۔ تو خدا تعالیٰ قرآن شریف میں اس کی نظیر جو اس سے بڑھ کر تھی کیوں پیش کرتا اور کیوں فرماتا ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی مثال خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسی ہے جیسے آدم کی مثال کہ خدا نے اس کو مٹی سے جو تمام انسانوں کی ماں ہے پیدا کیا اور اس کو کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا۔ یعنی جیتا جاگتا ہو گیا۔ اب ظاہر ہے کہ کسی امر کی نظیر پیدا ہونے سے وہ امر بے نظیر نہیں کہلا سکتا۔" (تحفہ گولڑویہ از حاشیہ صلا)

(د) حضور علیہ السلام نے "مواہب الرحمٰن" میں مسیحؑ کی پیدائش بن باپ کو اپنے عقائد میں ٹھیرایا ہے اور اس کتاب میں متعدد مواضع پر اس امر کا صراحت سے اظہار فرمایا ہے اور اس ضمن میں فرمایا:۔

"ھٰذا امر نکتبہ من شہادۃ القرآن والانجیل فلا تترکوا سبیل الحق والفلاح" (صلا)

کہ مسیحؑ کی بن باپ ولادت کا مسئلہ قرآن مجید اور انجیل کی شہادت کی بنا پر ہم نے تحریر کیا ہے اور یہی حق اور فلاح کا طریق ہے۔ اس کو مت چھوڑو۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ولادتِ مسیحؑ بن باپ کا عقیدہ قرآن مجید سے مستنبط فرمایا ہے۔ مگر آہ! مصری صاحب کسقدر جسارت سے لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"حضور نے حضرت مسیحؑ ناصری کے بن باپ ہونے کے عقیدہ کو قرآنی آیات سے مؤید نہیں کیا۔"

اب رہا شیخ مصری صاحب کا بیان کردہ دوسرا امر کہ حضور علیہ السلام کی زندگی میں بعض علماء مسیح ناصریؑ کے باپ ہونیکا عقیدہ رکھتے تھے۔ اور حضرت صاحب نے عملی طور پر کبھی نہیں روکا۔ پہلا حصہ اصولی طور پر غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو کہ حکم عدل ہیں کسی مسئلہ میں اُن کے اظہار رائے کر دینے کے بعد یہ ایک غیر معقول بات ہے کہ ہم کسی عالم کے عقیدہ کے پیچھے چلیں۔ اور کوئی عالم آپ کے فیصلہ کے بعد بھی ایسا عقیدہ رکھتا ہو تو وہ ہمارے لئے قابل اقتداء اور سند و حجت نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کسی مومن اور سچے احمدی کی شان کے شایان ہے۔ کہ حکم و عدل کے فیصلہ کے بعد اپنی ذاتی رائے یا کسی عالم کی اقتداء میں ایسا عقیدہ رکھے جو اُس کے پیر ہدی اور رہنما ہادی کے فیصلہ کے خلاف ہو۔ اگر ایسا کرے تو یہ اختلاف نہیں بلکہ سلب ایمان کی علامت ہے۔

شیخ صاحب کی غلط بیانی

مصری صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن علماء کو جو مسیحؑ کے باپ ہونیکا عقیدہ رکھتے تھے۔ "نہ کبھی اُسے بُرا منایا اور

نہ کبھی اُن علماء کو اس سے روکا۔" یہ بھی ایک غلط بیانی اور حضور علیہ السلام کے ارشادات سے ناواقفیت کی دلیل ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کے سامنے جب کبھی یہ مسئلہ پیش ہوا حضور نے واضح طور پر اس کے متعلق فیصلہ دیا۔ اور اس کے خلاف کہنے والے کو زجر و توبیخ کی۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح ناصری کا باپ ماننے والا خدا کے نشان کی بے حرمتی کرتا ہے

(ا) خود حضرت مسیحؑ کی پیدائش بطور نشان کے تھی یعنی وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ چونکہ نسل باپ سے جاری ہوتی ہے اِس لئے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو بن باپ پیدا کر کے خدا نے بنی اسرائیل کو متنبہ کیا کہ تمہارے شامت اعمال کی وجہ سے اس سلسلہ کو ختم کیا جاتا ہے اور دو باتوں کا خود تم لوگوں نے اعتراف کیا ہے۔ اوّل یہ کہ خدا نے اُن کو بدوں باپ پیدا کیا۔ جو یہ کہتا ہے کہ ان کا باپ ہے وہ خدا تعالٰے کے قانون کو توڑنا چاہتا ہے۔ اور خدا تعالٰے کے اس نشان کو جو اُن کی پیدائش میں رکھا ہوا ہے بے حرمتی کرتا ہے۔" (ملفوظات احمدیہ جلد اول صفحہ ۲۸۹)

مسیح ناصری کے باپ ہونیکا عقیدہ رکھنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے

(ب) ہمارا ایمان اور اعتقاد یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ تھے۔ اور اللہ تعالٰے کو سب طاقتیں ہیں۔ نیچری جو یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ اُن کا باپ تھا وہ بڑی غلطی پر ہیں۔ ایسے لوگوں کا خدا مردہ خدا ہے۔ ایسے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰے کسی کو بے باپ پیدا نہیں کر سکتا۔ ہم ایسے آدمی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔"

(ملفوظات احمدیہ شائع شدہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور جلد اوّل صفحہ ۲۳۰)

پس مندرجہ بالا حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان لوگوں کو جو مسیحؑ کے باپ ہونیکا عقیدہ رکھتے ہیں کسقدر سرزنش فرمائی ہے اور ایسے لوگوں کو نیچری۔ خدا کے قانون کی بے حرمتی کرنے والے۔ مردہ خدا کے پرستار۔ غیر مستجاب الدعوات اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ کیا اب بھی شیخ مصری صاحب ایسے عقیدہ رکھنے والوں کے متعلق یہ کہنے کی جرأت کریں گے کہ "نہ کبھی حضورؑ نے اُسے بُرا منایا اور نہ کبھی اُن علماء کو اس سے روکا۔"

مولوی عبد الکریم صاحبؓ کا استفسار درباره ولادت مسیحؑ۔ اور حضرت اقدسؑ کا جواب

اِس بات کی مزید تائید کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت مسیحؑ کا باپ ماننے والوں کی تردید سختی سے فرمایا کرتے تھے ایک اور واقعہ سے بھی ہوتی ہے حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ جب وفات پا گئے تو حضورؑ نے آپکی وفات کے بعد انکا ذکر خیر کرتے ہوئے

فرمایا :- "چنانچہ مسیح کے بے پدر ہونے پر مجھ سے گفتگو بھی کیا کرتے تھے۔ اور کئی بار کہا کرتے کہ اِن کا بھی فیصلہ کر دو۔ مگر مَیں انہیں جواب دیا کرتا کہ ہمارا یہی مذہب ہے کہ وہ بن باپ ہوئے۔ اِسکا زبردست ثبوت یہ ہے کہ یحیٰیؑ اور عیسٰےؑ کا قصّہ ایک ہی جگہ بیان ہُوا ہے۔ پہلے یحیٰیؑ کا ذکر کیا جو بانجھ سے پیدا ہوئے۔ دوسرا قصّہ مسیحؑ کا اس کے بعد بیان فرمایا۔ جو اس سے ترقی پر ہونا چاہیئے تھا۔ اور وہ یہی ہے کہ بن باپ ہوئے۔ اور یہی امر خارق عادت ہے۔ اگر بانجھ سے پیدا ہونے والے یحیٰی کے بعد باپ سے پیدا ہونیوالے کا ذکر ہوتا تو اس میں خارق عادت کیا بات ہوئی۔ اور عیسائی جو اُن کے بن باپ ہونے سے خدا بناتے ہیں اُس کا جواب دوسری جگہ دے دیا۔ ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل اٰدم اب اگر بن باپ پیدا ہونے والا خدا ہو سکتا ہے تو پھر جس کا ماں اور باپ دونوں نہ ہوں وہ تو بدرجہ اولیٰ خدا ہوگا۔ مگر اِن کو وہ خدا نہیں مانتے اور ایسا ہی یحیٰیؑ میں بھی خدائی ماننی چاہیئے۔ کیونکہ وہ بانجھ سے پیدا ہوئے تھے۔" (الحکم ۳۰ نومبر ۱۹۰۵ء ص۳)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا ارشاد میں مصری صاحب کے پیش کردہ دونوں امور کا جواب ہے۔ حضور علیہ السلام نے جماعت کے مقتدر عالم کے استفسار کا جواب دیا اور اپنا فیصلہ بھی اس بارہ میں سُنایا اور اُس کی بنیاد قرآنی آیات پر رکھی ہے۔ پس مصری صاحب نے غلط بیانی سے کام لیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ولادتِ مسیح بن باپ کے عقیدہ کی بنیاد قرآنی آیات پر نہیں رکھی اور یہ کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے پرانے علماء کو مسیح ناصری کا باپ ماننے کی عملاً اجازت دی۔

مَیں حیران ہوں کہ شیخ مصری صاحب مولوی محمد علی صاحب کی وکالت میں کیوں پیش پیش ہیں۔ اور اُن کی خاطر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کو پسِ پُشت کیوں ڈال رہے ہیں۔ حالانکہ مولوی محمد علی صاحب اس مسئلہ میں خود متضاد امور بیان کر چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اُن کا وہی عقیدہ تھا جو مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ مگر حضورؑ کی وفات کے بعد انہوں نے یہ عقیدہ حضورؑ کے صریح فیصلہ کے خلاف اختیار کر لیا۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب حضرت اقدس علیہ السلام کے زمانہ میں اپنے لکھے ہوئے مضمون میں لکھتے ہیں :-

مولوی محمد علی صاحب کا عقیدہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں

(۱) "یہ خیال کہ مسیحؑ یوسف سے پیدا ہُوا نہایت جاہلانہ خیال ہے۔ نص صریح اور قرآن کے مخالف ہے۔" (ریویو جلد اول نمبر ۴ اپریل ۱۹۰۲ء ص ۱۵۶)

(ب) پھر لکھتے ہیں۔ کہ:- "مسیحؑ کی پیدائش ایک اعجازی رنگ میں ظاہر ہوئی تھی۔ کہ جس میں باپ کا دخل نہ ہُوا۔ اور اس لئے کلمہ کہا گیا۔ کیونکہ وہ معمولی طرز پر

باپ سے ماں کے شکم میں نہ آیا۔ اور وہ اس معمولی طریق سے حاملہ نہ ہوئی بلکہ خدا کے کلمہ کُن سے حاملہ ہوئی۔ اِسی لئے اُسے کلمہ کہا گیا۔" (ریویو جلد ۷ نمبر ۱ جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۴)

لیکن اس واضح اقرار کے بعد جب مولوی صاحب موصوف خلافتِ ثانیہ سے روگرداں ہو کر لاہور گئے۔ تو آپ نے اپنا عقیدہ بدل دیا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

مولوی محمد علی صاحب کا عقیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد

"اگر کوئی شخص قرآن کریم کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حضرت عیسےٰ کا بن باپ پیدا ہونا تسلیم کیا گیا ہے تو وہ ایسا مانے۔ میرے نزدیک یہ نتیجہ الفاظ قرآنی سے نہیں نکلتا۔" (تفسیر بیان القرآن صفحہ ۳۱۴)

پس مولوی محمد علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تو ولادت مسیح بن باپ کے عقیدہ کا قائل اور قرآنی آیات سے اُسے مؤید مانتے نظر آتے ہیں۔ مگر حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد اُن کے اعتقادات میں انقلاب پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واضح ارشادات کو بھی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اپنی آراء کو اُن ارشادات پر مقدم کرتے ہیں۔ غرضیکہ زبان سے حضور علیہ السلام کا نام اور عملاً حضورؑ کا انکار ہو رہا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مندرجہ ذیل ارشاد اُن پر صادق آ رہا ہے:۔

"مَیں حیران ہوں کہ ایک طرف تو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آنے والا موعود حکم ہو کر آئیگا دوسری طرف حالت یہ ہے کہ ایک بات بھی ماننے کو تیار نہیں پھر وہ حکم کس بات کا ہوگا .... حکم اُسے کہتے ہیں جو قاضی ہو اور غلطیاں نکال کر اصلاح کرے۔" (الحکم ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۶)

پس مصری صاحب نے جو مولوی محمد علی صاحب کی وکالت کی۔ یہ وکالت انہیں کسی طرح مفید نہیں ہو رہی۔ بلکہ اُن کی پوزیشن کو کمزور کر رہی ہے اور مصری صاحب مولوی محمد علی صاحب کیلئے مارِ آستین ثابت ہو رہے ہیں۔

امیر غیر مبایعین کی شکست فاش

چند دن ہوئے مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین چندہ کی فراہمی کی غرض سے سکندرآباد تشریف لے گئے تھے۔ مکرم سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب امیر جماعت سکندرآباد نے انہیں اپنے عقائد حلفاً بیان کرنے کی دعوت دی۔ اور کہا کہ اگر (۱) وہ حلفاً اپنے عقائد بیان کر دیں تو پانچہزار روپیہ نقد انعام لیں (۲) حلف کیلئے اگر کوئی دوست امیر غیر مبایعین کو تیار کریں تو وہ بھی پانچہزار روپیہ انعام لیں (۳) حلف اٹھانے کے نتیجہ میں ایک سال کے اندر موت وارد نہ ہونے پر

مُصلح موعود کے متّبعین اور مخالفین

(از محترمہ حُور بانو صاحبہ پانی پتی)

"مصلح موعود" کی پیشگوئی کے متعلق اَب تک بہت سے مضامین سلسلہ کے اخبارات اور رسائل میں شائع ہو چکے ہیں اور یہ بات روز روشن کی طرح دلائل بیّنہ سے ثابت کی جا چکی ہے۔ کہ پسر موعود پر مشتمل پیشگوئی کے مصداق حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہی ہیں۔ اِس سے انکار کرنا گویا آفتاب عالمتاب کی روشنی سے انکار کرنا ہے۔ جب صورت حال یہ ہے تو پھر اس میں کیا شک ہے کہ مصلح موعود کو قبول کرنے والے اور آپ کے متّبعین خوش قسمت اور مبارک لوگ ہیں اور آپ کا انکار کرنے والے اور نہ ماننے والے بدقسمت اور بدنصیب!

مَیں نے اس مضمون میں مصلح موعود کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کی تقسیم کی ہے اور بتایا ہے۔ کہ خوش قسمت گروہ میں کس کس قسم کے آدمی شامل ہیں اور بدنصیب جماعت میں کس کسطرح کے اشخاص۔ لیجئے سُنیئے

(۱) پہلا گروہ اُن مقدس اور خوش نصیب صحابہ کا ہے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک صحبت کا لطف بھی اٹھایا اور حضرت مصلح موعود کے زمانہ کو بھی دیکھا جن کو حضرت مسیحؑ پاک کے وقت میں بھی خدمت کا موقعہ ملا اور وہ اِس وقت بھی خلافت کے دامن سے وابستہ ہیں۔ نہ انہیں کبھی ابتلاء آیا اور نہ وہ کبھی شک میں پڑے۔ جیسے حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب حضرت میاں بشیر احمد صاحب۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری وغیرہ وغیرہ

اِن سے اُتر کر وہ لوگ خوش قسمت ہیں جن کو مسیحؑ پاک کا زمانہ تو نہیں ملا مگر "مصلح موعود" کا عہد انہوں نے پایا۔ اس ضمن میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمیوں کے نام لئے جا سکتے ہیں۔ مگر مَیں انہیں چھوڑتی ہوں۔

مَیں اُن لوگوں کو بھی خوش قسمت ہی کہوں گی جنہوں نے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں تو آپؑ کو قبول نہ کیا مگر اپنی فطری نیکی کی وجہ سے بالآخر حضرت مصلح موعود کی بیعت کر لی۔ مثلاً مرحومہ تائی صاحبہ اور حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم وغیرہ۔

وہ لوگ بھی خوش قسمت ہیں جنہوں نے اگرچہ شروع میں حضرت سیّدنا محمود ایدہ اللہ الودود کی خلافت سے انکار کیا۔ مگر آخر کار راہ راست پر آ گئے۔ اور خلافت ثانیہ کی بیعت کر لی گویا صبح کا بھولا شام کو گھر آ گیا۔

جیسے حضرت مولوی غلام حسن صاحب پشاوری مرحوم - جناب خان بہادر محمد صادق صاحب و جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب وغیرہ -

آخری گروہ اُن خوش قسمت بچے بچیوں کا ہے جن کی پیدائش مصلح موعود کے عہد میں ہوئی یہ بھی اُن کیلئے کافی فخر کا باعث ہے خدا انہیں پروان چڑھائے اور مصلح موعود کے ارشاد کے ماتحت انکو خدمتِ دین کیلئے زیادہ سے زیادہ مواقع نصیب ہوں

(۲) آیئے اب دوسری جماعت کی طرف اور بدقسمتوں کا شمار کیجیئے - ان لوگوں میں سے میرے خیال میں سب سے زیادہ بدقسمت وہ اشخاص ہیں جن کو قدرت نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں پیدا کیا اور وہ اب تک زندہ ہیں مگر انہوں نے نہ حضرت اقدس کو مانا اور نہ حضرت مصلح موعود کو قبول کیا جیسے مولوی ثناء اللہ امرتسری اور لالہ ملاوامل وغیرہ

نمبر دوم پر میرے نزدیک وہ بدقسمت ہیں جنہوں نے اگرچہ حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ نہیں پایا اور وہ حضرت مصلح موعود کے زمانہ میں ہیں مگر انہیں بھی قبول کرنے کی توفیق نہیں ملی - مثلاً نوجوانان احرار مع اپنے امیر شریعت کے -

تیسرے نمبر پر وہ بدقسمت ہیں جنہوں نے اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کیا اور خدمتیں بھی کیں - مگر خلافت ثانیہ کے ظہور پر جب خدا نے سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود کو خلیفہ بنایا تو اپنے علم کے غرور اور اپنی خدمات کے فخر اور اپنی طاقت اور اثر و رسوخ کے زعم میں اُسے محض "کل کا بچہ" سمجھا اور اس کی اطاعت سے انکار کر کے خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق ہو گئے - افسوس! ع　　"ہائے ایسی تو کسی کی بھی نہ قسمت پھوٹے"

اس گروہ کے امیر مولوی محمد علی صاحب ہیں جن سے جماعت احمدیہ کا ہر فرد واقف ہے - باقی جو انتقال کر گئے - اُن کے متعلق ذکر کرنا بے سود ہے - کیونکہ ان کا معاملہ اب خدا سے پڑ چکا ہے -

اُن لوگوں کی بدقسمتی میں بھی کیا شبہ ہو سکتا ہے جنہوں نے "مصلح موعود" کو قبول کر کے اور مان کر پھر چھوڑ دیا اور مخالفوں اور دشمنوں کے ساتھ مل گئے - جیسے مولوی عمر الدین صاحب شملوی اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری وغیرہ - اللہ پاک اِن کو ہدایت دے اور یہ اپنے کیئے پر نادم اور اپنے افعال پر شرمندہ ہو کر واپس آ جائیں -

غیر احمدیوں اور غیر مبایعین کے وہ بچے اور بچیاں بھی میرے خیال میں خوش قسمت نہیں جن کے والدین اُن کے معصوم دلوں میں ابھی سے احمدیت سے دشمنی اور عداوت محمود ایدہ اللہ الودود کا زہر ہلاہل گھول رہے ہیں - خدا انکے والدین کو سمجھ دے تا وہ خود بھی اپنے آپکو اطاعتِ محمود اور اپنے بچوں کو بھی مصلح موعود کے حضور خدمتِ دین کیلئے پیش کریں -

موافق اور مخالف دونوں گروہوں کی تفصیل بیان کر چکنے کے بعد میں اپنے مضمون کو اس دعا پر ختم کرتی ہوں کہ اے الہ العالمین! ہمارا خاتمہ ایمان اور اسلام اور مصلح موعود کی اطاعت اور فرمانبرداری پر کیجیو - اور ہمیں ایسے وقت میں اپنے پاس بلائیو جب تو ہم سے راضی ہو - آمین

بہائیت

متفرقات

——— (نائب مدیر) ———

ایک ایرانی دوست کا خط

اس ہفتہ ہمیں ایک ایرانی دوست حسین علی صاحب نزیل بمبئی کا خط ملا ہے جس میں انہوں نے بہائی حضرات کے متعلق بہت سی باتیں تحریر کی ہیں اُن میں سے صرف دو درج کی جاتی ہیں تا بہائی اُن کی تحریر کردہ باتوں پر غور کر سکیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب وہ ایران میں تھے تو وہاں کے بہائی لوگ کہتے تھے کہ ایران میں بہائی بہت کم ہیں لیکن ہندوستان میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ جب وہ ہندوستان پہنچے اور آکر تحقیقات شروع کی تو اُنہیں معلوم ہوا کہ چند چائے کے ہوٹلوں والے اَن پڑھ لوگوں کے سوا یہاں کوئی بہائی ہی نہیں حالانکہ ان لوگوں کو نہ کبھی بہائی ہونے سے پہلے مذہب سے واسطہ تھا اور نہ اب کچھ ہے جس طرح ایران میں بہائی لوگ یہ پروپیگنڈا کرتے تھے کہ ہندوستان میں بہائی لوگ کثرت سے ہیں۔ اسی طرح یہ پروپیگنڈا ہندوستان میں بھی کیا جاتا ہے کہ چین جاپان امریکہ کی ½ آبادی بہائی ہو چکی ہے۔ حالانکہ اس کی وہی حقیقت ہے۔ جو مجھے ہندوستان میں آکر معلوم ہوئی ہے۔ نہ ہندوستان میں بہائی ہیں نہ اور کسی ملک میں۔ محض پروپیگنڈا ہی پروپیگنڈا ہے۔

دوسرا امر جو انہوں نے تحریر کیا ہے یہ ہے کہ جب بہائی لوگ ایرانیوں میں اپنی تبلیغ کرتے ہیں۔ تو صرف وطن پرستی کا جوش دلاتے اور اس جذبہ کو ابھارتے ہیں۔ لیکن حیرانگی ہے کہ جب جناب عبد البہاء نے انگریزوں سے سر کا خطاب لے لیا تو وہ وطن پرست کیسے رہے اُن کو تو چاہیئے تھا کہ وہ اس خطاب کے لینے سے انکار کر دیتے۔ اور وطن پرستی کا ثبوت دیتے۔ پھر ایرانی بہائیوں سے روپیہ لے کر شوقی آفندی کے عیش کے لئے فلسطین بھیجا جاتا ہے۔ حالانکہ اگر ایرانی بہائیوں کو وطن سے محبت ہے تو اُنہیں وہ روپیہ ملک کی خدمت پر لگانا چاہیئے۔ نہ کہ ایک فرد کے عیش پر۔

ہمارے ایک سوال کا جواب

"فرقان" ماہ دسمبر میں بہائیوں سے ایک سوال کیا گیا تھا۔ کہ وہ جناب بہاء اللہ کی کتب کو کیا درجہ دیتے ہیں۔ یعنی جسطرح مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر معیّن الفاظ میں نازل ہونے والی کتاب کو کتاب اللہ کہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی دوسری باتوں کو احادیث

کیا اسی طرح بہائی لوگ بھی جناب بہاء اللہ کی کتب کو قرار دیتے ہیں کہ بعض تو حدیث کا مقام رکھتی ہوں اور بعض کتاب اللہ کا ۔ یا سب قرآن مجید کا مقام رکھتی ہیں ۔ اس سوال کے جواب میں ہمیں لمبا انتظار کرنا پڑا ۔ اور کسی بہائی دوست نے اس کا جواب نہ دیا ۔ آخر علمی صاحب ایڈیٹر "پیغامبر" کو خط لکھا گیا ۔ لیکن انہوں نے بھی جواب کی تکلیف گوارا نہ کی ۔ ہاں صمدانی صاحب نے انکی نیابت میں جواب دیا ہے ۔ مذکورہ سوال کو ہم نے اور بھی بعض بہائی حضرات کو بھیجا ہوا ہے ۔ اُن کا جواب آنے پر ہم انشاء اللہ اس پر قلم اٹھائیں گے ۔

"پیغامبر" کے دو مضمون نگاروں کو مشورہ

"پیغامبر" کے دسمبر ۴۵ء کے رسالہ میں حشمت اللہ صاحب بہائی کا ایک نہایت ہی مختصر مضمون شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے جناب بہاء اللہ کی طرف دعوئ الوہیت منسوب کئے جانے کی تردید کے لئے ہاتھ پاؤں مارے تھے ۔ اس کے بعد ماہ مارچ کے "پیغامبر" میں صابری صاحب نے اس مضمون کو ذرا وسیع کرکے بیان کیا ہے ۔ ہماری جماعت کی طرف سے جناب بہاء اللہ کے دعوئ الوہیت کو ثابت کرنے کے لئے تیس دلائل دے جا چکے ہیں ۔ اُن دلائل میں سے صرف ایک دلیل کو دونوں مضمون نگاروں نے ردّ کرنے کی کوشش کی ہے ۔ ہم ہر دو حضرات کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ بقیہ انتیس حوالہ جات کی طرف بھی توجہ کریں ۔ انہوں نے جس ایک دلیل پر لکھنے کی کچھ کوشش کی ہے اس کا جواب اگلے شمارہ میں شائع کیا جائیگا انشاء اللہ ۔ بہائی حضرات اس پر بھی غور فرما دیں ۔ کیونکہ ہمارے نزدیک ابھی وہ دلیل ٹوٹی نہیں بلکہ اپنی جگہ پر مضبوطی سے قائم ہے ۔

ایٹم بم اور بہائی حضرات

بہائیوں کا خیال ہے کہ جناب بہاء اللہ نے ایٹم بم کی پیشگوئی کی تھی ۔ چنانچہ جب اُن سے استفسار کیا گیا ۔ کہ وہ پیشگوئی کہاں ہے اور کس کتاب میں بیان کی گئی ہے ۔ تو اس کے جواب میں جناب بہاء اللہ کی کتاب کلمات فردوسیہ کی ایک لوح پیش کی گئی ہے جس کی عبارت یہ ہے :- "ہر امرے از امور اعتدال ش محبوب چوں تجاوز نماید سبب ضرر گردد ۔ در تمدن اہل غرب ملاحظہ نماید ۔ کہ سبب اضطراب و وحشت اہل عالم شدہ آلت جہنمیہ بمیان آمدہ و در قتل وجود شقاوتے ظاہر شدہ ۔ کہ شبہ آنرا چشم عالم و آذان امم ندیدہ و نشنیدہ ۔" یعنی اہل مغرب کے تمدن کو دیکھو کہ اس نے تمام دنیا میں کھلبلی ڈال دی ہے ۔ ایک جہنمی ہتھیار نکل آیا ہے ۔ اور مخلوق خدا اس بے دردی سے قتل کی جاتی ہے کہ نہ دنیا نے آنکھ سے دیکھی اور نہ کان سے سُنی ۔ یہ عبارت جو بعض بہائی دوستوں کی طرف سے پیش کی گئی ہے ۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس سے کس طرح

ایٹم بم کی پیشگوئی نکالی گئی ہے۔ کیونکہ اس عبارت کو پڑھنے سے صاف پتہ لگتا ہے کہ جناب بہاء اللہ ایک کسی ایسے امر کا ذکر ہے جو اُن کے زمانہ میں موجود تھا اور جو چیز موجود ہو۔ اُس کو پیشگوئی نہیں کہا کرتے۔ بلکہ آئندہ ہونے والے کسی واقعہ کی اطلاع پیشگوئی کہلا سکتا ہے۔ پس بہائی حضرات کا اس مذکورہ عبارت سے ایٹم بم کی پیشگوئی نکالنا محض خوش فہمی ہے۔

امر اللہ سے مراد

"پیغامبر" ماہ فروری میں ایک مضمون "موعود کل ملل و ادیان" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ جس میں مضمون نگار نے آیت قرآنیہ اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ (نحل) سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ کہ اس میں قرآن مجید کے بعد آنے والی شریعت کا ذکر ہے۔ "فرقان" ماہ مارچ میں اس کی تردید میں چند دلائل دیئے گئے تھے۔ اور لکھا گیا تھا کہ آیت مذکورہ سے یہ مراد لینا کہ اس میں بہائی شریعت کے آنے کی پیشگوئی ہے۔ کسی طرح درست نہیں۔ اسی ضمن میں ہم ایک اور دلیل بہائی حضرات کے سامنے اس شمارہ میں پیش کرتے ہیں۔ بہائی مضمون نگار نے ماہ فروری کے "پیغامبر" میں اس بات کے لیئے بہت کوشش کی ہے کہ لفظ "امر" کے معنے دین اور شریعت کے ہو سکیں۔ لیکن چونکہ لغت میں "امر" کے معنے شریعت کے نہیں۔ اس لیئے انہیں اس بارے میں سخت پریشانی ہوئی۔ لیکن ہم لغت کو نظر انداز کرتے ہوئے اُن کے خیال کے مطابق تھوڑی دیر کے لئے مان لیتے ہیں کہ امر کے معنے دین کے ہیں۔ سو اب عبارت یوں ہو گی۔ کہ اتی دین اللہ فلا تستعجلوہ یعنی اللہ کا دین آگیا۔ اس کی شریعت آگئی اب تم اس کے جلد آنے کا تقاضا نہ کرو۔ اب اس مفہوم کے متعین ہونے کے بعد ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس آیت میں کن لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے نزول کے وقت دو ہی گروہ مخاطب تھے۔ مومن یا کافر۔ اب مومن تو اس کے مخاطب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ کسی کتاب اور شریعت کا مطالبہ نہیں کرتے تھے۔ ہاں کفار کہتے تھے لولا نزل علیہ القرآن جملۃ (فرقان) کہ کیوں قرآن متفرق نازل ہو رہا ہے اور ایک ہی بار نازل نہیں ہوتا پس معلوم ہوا۔ کہ اگر اتی امر اللہ سے مراد اتی دین اللہ ہے تو اس کے مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کفار ہیں اور اس آیت سے انکو یہ کہا گیا ہے کہ قرآن مجید بس پورا اُترا ہی سمجھو۔ اور اس کے اُترنے کے متعلق جلد بازی سے کام نہ لو اور اعتراض نہ کرو۔ الغرض امر اللہ سے مراد دین اللہ لینے سے بھی یہ مفہوم نہیں نکل سکتا کہ اس سے مراد نئی شریعت ہے پس بہائی حضرات کا کھینچ تان کر اس آیت میں بہائی شریعت کو داخل کرنا کسی طرح درست نہیں اور نہ اس آیت سے یہ مفہوم نکل سکتا ہے

علمی صاحب کی بے علمی

(نائب مدیر)

محفوظ الحق صاحب علمی کا ایک مضمون "پیغامبر" ماہ جنوری ۴۶ء میں "نبوت و رسالت" کے عنوان سے شائع ہوا ہے اس مضمون میں انہوں نے قرآن مجید کی بعض آیات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نبوت اور رسالت میں فرق ہے۔ اُن کے خیال میں رسول تو صاحب شریعت اور بانئے امت کو کہتے ہیں اور نبی اُس وجود کو کہتے ہیں جو رسول کا تابع اور مطیع ہوتا ہے اور شریعت نہیں لاتا۔ اس تمہیدی بنیاد کے بعد علمی صاحب یہ کہتے ہیں کہ حدیث "لانبی بعدی" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور قرآن مجید سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آسکتے ہیں۔ جیسے کہ فرمایا اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً ومن الناس۔ پس معلوم ہوا کہ غیر شرعی نبی تو کوئی نہیں آسکتا۔ ہاں شرعی رسول آسکتا ہے۔

علمی صاحب نے اپنے استدلال کی عمارت جس بنا پر قائم کی ہے۔ وہ بالکل کچی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے طرز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اور رسول میں کچھ فرق نہیں۔ یہ دو نام ایک ہی ہستی پر اطلاق پاتے ہیں اس لحاظ سے کہ ایک شخص خدا تعالےٰ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچاتا ہے اور اللہ تعالےٰ اسکو پیغام پہنچانے کے لئے مقرر کرتا ہے وہ رسول کہلاتا ہے اور اس لحاظ سے کہ وہ خدا تعالےٰ سے اہم غیب کی خبریں حاصل کر کے دنیا کو بتاتا ہے نبی کہلاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی حسب ذیل آیات اس بات کو خوب واضح کرتی ہیں:۔

(۱) اللہ تعالےٰ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی قوم کے متعلق فرماتا ہے:۔ انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدیً ونور یحکم بھا النبیّون الذین اسلموا للذین ھادوا (المائدہ ع۷) کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہونے کے بعد ان کی قوم میں بہت سے نبی آئے جو تورات پر عمل کرتے تھے۔ اور نئی شریعت نہ لائے تھے لیکن انہی انبیاء کو جو غیر شرعی تھے اللہ تعالےٰ دوسری جگہ رسول کہتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ولقد اٰتینا موسی الکتٰب وقفینا من بعدہ بالرسل (البقرہ ع۱۱) کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور اس کے بعد متواتر رسول بھیجے۔ پس ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسل کا لفظ عام ہے یعنی غیر شرعی نبیوں پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور شرعی نبیوں پر بھی۔

(۲) پھر دیکھیئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے رسولاً الیٰ بنی اسرائیل (آل عمران) کہ وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے۔ اب یہ بات واضح ہے کہ وہ کوئی نئی شریعت نہیں لائے تھے چنانچہ وہ خود کہتے ہیں " میں تورات کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ (متی ۵/۱۷) پھر سورۂ مریم میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مخاطبین کو کہتے ہیں۔ اٰتانی الکتب وجعلنی نبیًا کہ مجھے خدا نے علم کتاب دیا ہے۔ اور مجھے نبی بنایا ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے قرآن مجید میں ایک جگہ لفظ "رسول" اور دوسری جگہ لفظ "نبی" کا آنا بتاتا ہے کہ یہ دونوں الفاظ ایک ہی ہستی پر بولے جاتے ہیں اور یہ شرط نہیں کہ رسول صاحب شریعت ہو اور نبی غیر شرعی ہو۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو بیک وقت رسول اور نبی کہا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ واذکر فی الکتاب اسمٰعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولاً نبیًا (مریم) کہ حضرت اسمٰعیلؑ رسول اور نبی تھے۔ اگر نبی اور رسول کی علیحدہ علیحدہ شخصیتیں ہوتیں تو وہ ایک شخص میں جمع نہ ہوسکتیں۔ مزید برآں یہ کہ حضرت اسمٰعیلؑ کوئی شرعی نبی نہ تھے لیکن پھر اُن کو رسول کہا گیا ہے۔ جو یہ بتاتا ہے کہ رسول اور نبی میں کچھ فرق نہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔ لا یظھر علی غیبہٖ احدًا الّا من ارتضٰی من رسول کہ سوائے رسولوں کے کسی کو وہ غیب پر مطلع نہیں فرماتا۔ پس اگر علمی صاحب کی بات درست تسلیم کی جائے کہ رسول صاحب شریعت کو کہتے ہیں۔ تو اس آیت کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ سوائے شریعت پانے والے وجودوں کے کسی اور کو غیب کی خبر نہیں مل سکتی۔ حالانکہ یہ بالبداہت غلط ہے۔ کیونکہ غیر شرعی وجودوں کو بھی اللہ تعالیٰ غیب کی خبریں دیتا ہے۔ پس مذکورہ آیت سے پتہ چلتا ہے کہ نبی اور رسول مترادف لفظ ہیں۔ ہاں اُن میں وہ خفیف فرق ہے جو بیان کیا جاچکا ہے۔ لیکن وہ فرق نہیں جو علمی صاحب بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت پانے والے وجود کو رسول اور شریعت نہ پانے والے کو نبی کہتے ہیں۔

الغرض قرآن مجید کی متعدد آیات سے یہ ثابت ہے کہ رسول اور نبی ایک ہی وجود کے دو مختلف حیثیتوں سے نام ہیں۔ اور یہ قید لگانا کہ رسول صاحب شریعت کو کہتے ہیں اور نبی غیر شرعی کو کسی طرح درست نہیں اب سوال قابل غور یہ رہ جاتا ہے۔ کہ جب نبی اور رسول ایک ہی وجود کو دو مختلف حیثیتوں سے نام دیا جاتا ہے تو پھر آیت قرآنیہ اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلاً ومن الناس اور آیت یا بنی اٰدم اما یاتینّکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیاتی کے ماتحت کونسے انبیاء اور رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آسکتے ہیں۔ شرعی یا غیر شرعی۔ تو جاننا چاہیئے کہ قرآن مجید میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی شرعی نبی نہیں آسکتا۔ ہاں ایسے

غیر شرعی نبی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور قرآن مجید پر عمل کرکے نبوت پائیں وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آ سکتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین الخ (النساء ع ۹) یعنی جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریگا۔ اور قرآن مجید پر عمل پیرا ہوگا۔ وہی اب نبی ہوگا۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرعی انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں لیکن غیر شرعی انبیاء حضورؐ کی امت میں اصلاح کیلئے آ سکتے ہیں۔

پس ان حالات میں جناب بہاء اللہ کا دعویٰ کسی طرح بھی قابل توجہ نہیں کیونکہ وہ نئی شریعت لائے ہیں اور رسالت اور نبوت کو چھوڑ کر الوہیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

پھر حیرانگی کی بات ہے کہ علمی صاحب نے جو ساری بحث نبوت اور رسالت کے متعلق کی ہے اس کا ان کو کیا فائدہ ہوا۔ کیونکہ اگر ان کی ساری بحث کو بالفرض مان بھی لیا جائے۔ اور یہ سمجھ لیا جائے کہ رسول صاحب شریعت کو کہتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول آ سکتا ہے۔ تو پھر بھی جناب بہاء اللہ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بہاء اللہ کا دعویٰ رسالت کا نہیں بلکہ الوہیت کا ہے۔ چنانچہ "کوکب ہند" جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۲۹ ۲۴ رجون ۱۹۲۸ء میں مسلمہ بیان بہائی حضرات کا اب تک موجود ہے جو ان الفاظ میں ہے۔

"اہل بہاء دورِ نبوت کو ختم جانتے ہیں۔ امت محمدیہ میں بھی نبوت جاری نہیں سمجھتے۔ ہاں خدا کی قدرت کو ختم نہیں جانتے۔ اس لئے خدا کی قدرت کے نئے ظہور کو تسلیم کرتے ہیں۔ جو نبوت سے آگے ایک نئی شان رکھتا ہے۔ اور یہ دور نبوت کے ختم ہونیکا کھلا اعلان ہے۔ اسی لئے بہاء اللہ نے کبھی نہیں کہا کہ نبوت ختم نہیں ہوئی اور موعود کل ادیان نبی اور رسول ہے۔ بلکہ اس کا ظہور مستقل خدائی ظہور ہے۔"

پس جب جناب بہاء اللہ رسول اور نبی ہیں ہی نہیں۔ تو علمی صاحب کی ساری بحث ان کو کیا فائدہ دیگی۔ پھر خصوصاً اسوقت جبکہ ان کا سارا بیان قرآن مجید کے خلاف ہو۔

ان حالات میں میں ان کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ علمی موشگافیوں کے لئے قرآن مجید کی طرف متوجہ نہ ہوا کریں۔ کیونکہ قرآن مجید کوئی ایسی کتاب تو ہے نہیں کہ اس کی آیات کو اپنی خواہش کے مطابق موڑ توڑ لیں۔ یہ ایسی الہٰی کتاب ہے جو اپنی تفسیر خود آپ کرتی ہے۔ اس کے خلاف مطلب لینا خود اپنی لاعلمی کا پردہ چاک کرنا ہوتا ہے۔

بہائیوں کے موجودہ زعیم کو دعوتِ مقابلہ

بہائیت کے مُردہ ہونیکا بیّن ثبوت!

نائب مدیر

بہائی لوگ شریعت اسلامیہ کو منسوخ قرار دیتے اور ایک نئی شریعت کو پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام کا دور ختم ہو چکا ہے لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ بہائیوں کا یہ خیال غلط ہے۔ شریعت اسلامیہ تا قیامت منسوخ نہیں اور اسکے بعد نئی شریعت نہیں آسکتی۔ مذہب اسلام زندہ مذہب ہے۔ اور وہ اپنے فیوض و برکات سے اپنی زندگی کو ثابت کرتا ہے۔ اسلام کے زندہ اور سچا ثابت کرنے اور بہائیت کو جھوٹا اور مردہ دکھانے کے لئے حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے سنہ ۱۹۱۷ء سے بہائیوں کے زعیم کو دعوتِ مقابلہ دی جا چکی ہے۔ اس چیلنج پر تئیس برس گذرنے کو ہیں لیکن اب تک بہائی زعیم کو مقابل پر آنے کی جرأت نہیں ہوئی اور انہوں نے مقابلہ سے فرار اختیار کرتے ہوئے بہائیت کے مردہ اور جھوٹا ہونے اور اسلام کے زندہ اور سچا ہونیکا ثبوت مہیا کر دیا ہے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کا چیلنج حسب ذیل ہے:-

"مَیں حضرت مسیح موعودؑ کے بعد تمام دنیا کو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر کوئی شخص ایسا ہے جسے اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کے سچا ہونیکا یقین ہے تو آئے اور ہم سے مقابلہ کرے۔ مجھے تجربہ کے ذریعہ یہی ثابت ہو گیا ہے کہ اسلام ہی زندہ مذہب ہے اور کوئی مذہب اسکے مقابلہ پر نہیں ٹھہر سکتا۔" پھر فرماتے ہیں "اُن کو مقابلہ پر آنا چاہیئے جو کسی مذہب یا فرقہ کے قائمقام ہوں۔ اسوقت دنیا کو معلوم ہو جائیگا کہ خدا کس کی دعا قبول کرتا ہے۔ مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہماری ہی دعا قبول ہوگی۔ افسوس ہے کہ مختلف مذاہب کے بڑے لوگ اس مقابلہ میں آنے سے ڈرتے ہیں ورنہ حق نہایت روشن طور پر کھل جاتا۔ اگر مقابلہ کیلئے مختلف مذاہب کے لوگ نکلیں تو اُن کو شکست نصیب ہوگی کہ پھر مقابلہ کرنے کی انہیں جرأت ہی نہ رہے گی۔"

یہ چیلنج بہائیوں کے موجودہ زعیم جناب شوقی آفندی تک پہنچایا جا چکا ہے اور اب ہم اسکو بہائیوں کے سامنے پھر رکھتے ہیں۔ اگر بہائی حضرات بہائیت کو واقعی سچا تسلیم کرتے ہیں تو انہیں اپنے زعیم کو مجبور کرنا چاہیئے کہ وہ مقابلہ کیلئے میدان میں آئیں۔ کیونکہ اب تک اُن کے زعیم نے اپنی خاموشی سے بہائیت کے جھوٹا ہونے پر مہر کر دی ہے۔ مَیں "فرقان" کے ناظرین سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ بہائیوں کے سامنے اس چیلنج کو بار بار پیش کریں اور اُن سے اس کا جواب لیں اور جب تک بہائی اس کا کچھ جواب نہیں دیتے انکا کوئی حق نہیں کہ وہ ... ادھر اُدھر کی باتوں میں وقت ضائع کریں۔ اور ہم بہائی احباب سے بھی یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ اس آسان طریق فیصلہ سے گریز نہیں کرینگے اور اس نادر موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دینگے۔

(حکیم عبد اللطیف شہید منشی فاضل پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپایا اور دفتر رسالہ فرقان قادیان سے شائع کیا)

مئی

قیمت سالانہ	اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا	تین روپے

مجلس رفقاء احمد قادیان کا ماہنامہ

فرقان

جلد ۵	مدیر عبدالمنان عمر - ایم اے	نمبر ۵

ترتیب عنوانات

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا تازہ کلام

مجھ کو اک آتش فشاں پُر ولولہ دل کی تلاش

ہمنشیں تجھ کو ہے اک پُر امن منزل کی تلاش
مجھ کو اک آتش فشاں پُر ولولہ دل کی تلاش

سعیِ پیہم اور کُنجِ عافیت کا جوڑ کیا
مجھ کو ہے منزل سے نفرت تجھ کو منزل کی تلاش

ڈھونڈتی پھرتی تھی شمعِ نور کو محفل کبھی
اب تو ہے خود شمع کو دُنیا میں محفل کی تلاش

یا تو سرگرداں تھا دل جستجوئے یار میں
یا ہے اُس یارِ ازل کو خود میرے دل کی تلاش

میں وہ مجنوں ہوں کہ جسکے دل میں ہے گھر یار کا
اور ہوگا وہ کوئی جس کو ہے محمل کی تلاش

گلشنِ عالم کی رونق ہے فقط انسان سے
گُل بنانے ہوں اگر تُو نے تو کر گِل کی تلاش

اُس رُخِ روشن سے مٹ جاتی ہیں سب تاریکیاں
عاشقِ سِفلی کو ہے کیوں اُس میں اک تِل کی تلاش

آسمانی میں عدو میرا زمینی۔ اس لئے
میں فلک پر اُڑ رہا ہوں اُس کو ہے بِل کی تلاش

شذرات

(ابوالمنیر نور الحق نائب مدیر)

پیغام صلح کے مطالبہ کا جواب

فرقان ماہ اپریل ۱۹۴۶ء میں شذرات کے عنوان کے ماتحت یہ لکھا گیا تھا کہ " اکابر غیر مبائعین جب خلافت ثانیہ سے روگردان ہوئے تو انہوں نے لاہور جاتے ہوئے یہ الفاظ منہ سے نکالے کہ ان کے جانے کے بعد قادیان کے تعلیم الاسلام سکول پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گا لیکن وہ خدا جس نے اپنے زبردست ہاتھ سے خلافت کو قائم کیا۔ اس نے اس کو استحکام بخشا اور ترقی پر ترقی دی اور آج وہ جگہ جس کے متعلق اکابر غیر مبائعین نے ویران ہو جانے کی خبریں دی تھیں۔ وہاں جنگل میں منگل ہو رہا ہے اور تعلیم الاسلام سکول کالج میں بدل گیا ہے اور اب اسکی شاندار دوسری منزل بن رہی ہے۔ تاکہ اس سال بی اے کی کلاسز جاری کی جائیں اسی سکول کے ایک حصہ میں ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی عمارت بن چکی ہے جس کو دیکھ کر گورنمنٹ ریسرچ کے مینجر یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ یہ ادارہ آئندہ دس سال میں سارے ہندوستان کی نظریں کھینچ لے گا" ہمارے اس بیان پر تنقید کرتے ہوئے پیغام صلح ۲۴ اپریل لکھتا ہے کہ " ہم رسالہ فرقان کے مدیران سے دریافت کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ لاہور کے وہ کون اکابر تھے۔ جن کے مُنہ سے یہ الفاظ نکلے تھے۔ اور جماعت قادیان کے وہ کون اکابر ہیں جنہوں نے یہ الفاظ ان کے مونہوں سے نکلتے ہوئے سنے تھے۔ رسالہ فرقان کو چاہیے کہ اپنی آئندہ اشاعت میں ان کا ثبوت پیش کرے۔ اگر وہ ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہے تو اسے چاہیئے کہ ایسے جھوٹے پروپیگنڈا سے باز آئے۔ یہ محض جھوٹ ہے جس میں صداقت کا شائبہ تک نہیں اور ایسے سفید جھوٹ پر پراپیگنڈا کی بنیاد رکھتے ہوئے فرقان کے شذرات نگار کو شرم آنی چاہیئے"

ہماری رائے میں پیغام صلح اور ہر اس غیر مبائع کو جس کو تاریخی واقعات کا علم نہ ہو۔ یہ حق حاصل ہے کہ وہ ادارہ فرقان سے اس کے تحریر کردہ بیان پر ثبوت مانگے۔ اور یہ مطالبہ کرے کہ غیر مبائعین کے وہ کونسے اکابر تھے۔ جنہوں نے تعلیم الاسلام سکول کے متعلق کہا تھا

کہ اسپر عیسائیوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ اور اگر ہماری طرف سے ان کے مطالبہ کا جواب نہ ملتا تو یقیناً ان کو حق تھا کہ وہ یہ کہتے کہ فرقان غلط پروپیگنڈا کرتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ پیغام صلح نے صرف اس مطالبہ تک ہی بات نہیں رہنے دی بلکہ اپنے حق سے تجاوز کرتے ہوئے اور ہم سے جواب لئے بغیر ہی لکھ دیا کہ "یہ محض جھوٹ ہے جس میں صداقت کا شائبہ تک نہیں اور ایسے سفید جھوٹ پر پروپیگنڈا کی بنیاد رکھتے ہوئے فرقان کے شذرات نگار کو شرم کرنی چاہیئے" ہر وہ شخص جو از راہ انصاف پیغام صلح کے اس رویہ پر نظر ڈالے گا۔ اسپر یہ بات کھل جائے گی کہ اس نے اپنے حق سے تجاوز کیا ہے اور اس طرح اپنے غیر معقول اور متعصب اور انصاف پسندی سے دُور ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح چونکہ پُرانے واقف کار پیغامی نہیں۔ اس لئے ان کو ہماری تحریر نے چونکا دیا ہے۔ ہماری رائے میں مناسب تو یہ تھا کہ وہ ہمارے بیان پر اپنے اکابر سے استفسار کرتے۔ اور اگر انہیں کوئی اعتراض ہوتا۔ تو وہ ان کی طرف سے وہ پیش کر دیتے۔ تاکہ ہمارے جواب سے جو انہیں شرمندگی اٹھانی پڑتی۔ اور اپنی لاعلمی پر ندامت کا پھندا انکے گلے میں پڑتا۔ اس سے تو بچ جاتے۔ لیکن اس کے خلاف طریق اختیار کرتے ہوئے اب ہمارے جواب سے جو انہیں خفت اُٹھانی پڑے گی اس کے وہ خود ذمہ وار ہیں۔

فرقان نے جو اکابر غیر مبائعین کے ایک بیان کو دُہرایا تھا۔ وہ بیان مبائعین کی طرف سے بیسیوں مرتبہ اخبارات میں آچکا ہے۔ اور سب سے پہلی دفعہ "آئینہ صداقت" کتاب میں جو آج سے پچیس سال قبل لکھی گئی تھی۔ اور غیر مبائعین کے مقابل پر لکھی ہوئی کتابوں میں سے مشہور کتاب ہے۔ اس کتاب میں یہ لکھا گیا تھا۔ چنانچہ اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں "مولوی محمد علی صاحب قادیان سے چلے گئے اور سمجھ لیا گیا۔ کہ اب اسلام کا یہاں نام نہ باقی رہے گا۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب نے تعلیم الاسلام ہائی سکول کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ ہم جاتے ہیں۔ ابھی دس سال نہ گزریں گے کہ یہ جگہ عیسائیوں کے قبضہ میں ہوگی" صفحہ ۲۰ اس بیان پر آج پچیس سال گزرنے کو ہیں لیکن اس عرصہ میں کسی نے اسکی تردید نہ کی مرزا یعقوب بیگ صاحب جن کی طرف بات منسوب کی گئی تھی۔ وہ زندہ تھے۔ اور انہیں جرأت نہ ہوئی کہ وہ اس بیان کی تردید کریں۔ پھر غیر مبائعین کے امیر نے آئینہ صداقت کا جواب لکھا لیکن انہوں نے بھی اسکی تردید نہیں کی۔ اور اس طرح اس بات کا عملاً ثبوت دیدیا کہ وہ بات جو مرزا یعقوب بیگ صاحب کی طرف منسوب کی گئی تھی۔ درست تھی۔ پس اس ثبوت کے بعد آج پیغام صلح کا

چیں بہ جبیں ہونا کوئی معنے نہیں رکھتا۔ بہتر ہو کہ اب پیغام صلح اپنے امیر سے یہ استفسار کرکے اخبار میں شائع کرے۔ کہ انہوں نے آئینہ صداقت کا جواب لکھتے ہوئے کیوں مرزا یعقوب بیگ صاحب کی طرف منسوب کی گئی بات کی تردید نہ کی۔ اور اس بات سے بھی پردہ اٹھائے کہ مرزا یعقوب بیگ صاحب نے کتاب شائع ہونے کے بعد کیوں خاموشی اختیار کرلی۔کیا ان کے منہ میں زبان نہ تھی کہ وہ تردید کرتے۔ پس آج پیغام صلح کا ہمارے بیان پر تنقید کرنا اسکی لاعلمی پر دال ہے۔ اور پھر اس کا سخت کلامی کرتے ہوئے اس کو جھوٹ اور سفید جھوٹ قرار دینا محض اس لئے ہے کہ فرقان کے مضامین کا جواب نہ دے سکنے کی وجہ سے صرف گالیاں دیکر اپنے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتا ہے اور یہ بات ان کو کسی طرح بھی مفید نہیں پڑے گی۔

خوئے بدرا بہانہ بسیار

غیر مبائعین نے مبائعین کے مقابل پر تبلیغی جدوجہد کے میدان میں جو شکست کھائی ہے وہ ہر عقلمند کے لئے حق و باطل میں تمیز کرنے کے لئے مدد ہو سکتی ہے۔ جنگ کے بعد اس بات کی ضرورت تھی کہ سمندر پار ممالک میں کثرت کے ساتھ احمدی مبلغین اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے پہنچ جائیں۔ چنانچہ مبائعین کے محبوب راہنما اور منصور جرنیل نے اپنی سپاہ کے چیدہ چیدہ بہادروں کو میدان جہاد میں جانے کا حکم دے دیا۔ اور اب تک پچاس کے قریب سرفروش مجاہد مختلف ممالک میں پہنچ چکے ہیں اور اتنے ہی اور تیار بیٹھے ہیں۔ ہمارا سپہ سالار دنیا کو فتح کرنے کی سکیمیں تیار کرنے کے بعد ان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بیتاب ہے۔ اور دن رات یہی سوچ بچار کر رہا ہے کہ کس کس مقام پر کتنے آدمیوں کے ساتھ حملہ کرکے اسے فتح کیا جائے۔ اس کے مقابل پر غیر مبائعین کے امیر نے ندامت سے بچنے اور لوگوں کے اعتراض سے بچاؤ کے لئے اپنی جماعت میں تحریک وقف کی اور کہا کہ غیر ممالک میں دس شخص کھوئے جائیں گے لیکن انکی یہ تحریک صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ اور انکی قوم نے یہ جواب دیا کہ اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون ۰ ناچار امیر صاحب کف افسوس ملتے خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ جب فرقان نے اُن کی اس ناکامی سے پردہ اُٹھایا تو ذلت کو چھپانے کے لئے یہ بیان دینا شروع کر دیا ہے۔ کہ "مجھے لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آدمی کافی نہیں مگر میں کہتا ہوں کہ آدمی ہمارے پاس بہت ہیں یہ خدا تعالے کا فضل ہے کہ خود بخود لوگ اس کام کے لئے نکلتے چلے آتے ہیں۔ کبھی مہینے میں ایک اور کسی مہینے میں دو نکل آتے ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کیا ہمارے پاس ان آدمیوں سے کام لینے

کے سامان موجود ہیں ظاہر ہے کہ ہمارے پاس اتنے سامان نہیں کہ ہم ان بہت آدمیوں سے کام لے سکیں۔" (پیغام ۸ رمئی سنہ ۱۹۴۶ء)

اگر امیر غیر مبائعین کا یہ بیان درست ہے کہ ان کے پاس آدمی ہیں تو کیوں ان کو سامنے نہیں لاتے۔ اور ان کو گوشہ گمنامی میں چھپائے ہوئے ہیں۔ اور اگر بالفرض ان کا بیان درست ہے کہ آدمی ان کے پاس ہیں تو پھر ان کے لئے انتظام نہ ہو سکنے کا عذر بھی درست نہیں۔ کیونکہ اس وقت تک انہوں نے کافی چندہ بٹورا ہے۔ آخر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ چندہ کہاں گیا۔ درحقیقت امیر غیر مبائعین تبلیغی جد و جہد میں حصہ لینا ہی نہیں چاہتے اور محض لوگوں کو دھوکہ میں رکھنے کے لئے اِدھر اُدھر کی باتیں کر چھوڑتے ہیں۔

پس اگر غیر مبائعین کے پاس آدمی کام کے لئے نہیں تب بھی انکی شکست فاش ہے۔ اور اگر ان کے پاس آدمی ہیں اور ان کو تیار کرنے کے لئے اُستاد اور خرچ اور بھجوانے کے لئے رقم نہیں تب بھی ان کی شکست فاش ہے پھر امیر غیر مبائعین کا یہ عذر بھی کیونکر قبول ہو سکتا ہے کہ آدمیوں سے کام لینے کے لئے ان کے پاس ذرائع نہیں۔ جبکہ انہوں نے اس وقت مختلف عمارتوں کے قیام کے لئے چندہ اکٹھا کرنا شروع کر دیا ہے اور اس کام کے لئے وفود پھر رہے ہیں۔ حالانکہ اگر فریضہ تبلیغ اہم چیز تھی۔ تو اس کو مقدم کرنا چاہیئے تھا نہ کہ عمارتوں کے بنانے کو۔ درحقیقت امیر غیر مبائعین تبلیغ کرنا ہی نہیں چاہتے اور آئے دن اس سے بچنے کے لئے بہانے بناتے رہتے ہیں۔

غیر مبائعین کی مبالغہ آمیز تبلیغی رپورٹیں

پیغام صلح ۸ رمئی سنہ ۱۹۴۶ء میں غیر مبائعین نے اپنے آنریری مبلغین کی تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر کیا ہے اور ایک مبالغہ امیز رپورٹ شائع کی ہے۔ اس رپورٹ میں "گیا" کے ایک دوست ایم اے صمد صاحب سب جج کی تبلیغی مساعی کا ذکر ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ "گیا" میں بہت سے دوستوں کی تشفی کرائی گئی۔ کہ اصل احمدیت وہ نہیں جو قادیانی پیش کرتے ہیں بلکہ اصل احمدی لاہوری ہیں اور یہ کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت کا نہ تھا۔

'گیا' کے ایک دوست کی طرف سے ہمیں بھی خط ملا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ایم اے صمد صاحب کی مذکورہ رپورٹ بالکل غلط اور مبالغہ آمیز ہے کیونکہ وہ دوست تحریر کرتے ہیں کہ انہیں ایم اے صمد صاحب کے ساتھ گفتگو کرنے اور پھر الفضل اور فرقان کے پڑھنے سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ لاہوری جماعت دھوکہ دے رہی ہے۔ اور یہ کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت کا تھا جیسا کہ خود مولوی محمد علی صاحب

کی عدالتی شہادت سے ظاہر ہے۔ پھر وہ لکھتے ہیں کہ تعجب ہے۔ مولوی محمد علی صاحب اپنے آپ کو احمدی کیوں کہتے ہیں۔ جبکہ نہ وہ مرزا صاحب کی بات مانتے ہیں اور نہ مسلمانوں کی۔ کیونکہ مسلمانوں اور مرزا صاحب کا اعتقاد ہے کہ عیسیٰؑ بن باپ پیدا ہوئے تھے لیکن مولوی محمد علی صاحب اس کا انکار کرتے ہیں۔ بالآخر وہ دوست تحریر کرتے ہیں۔ کہ اس ساری تحقیقات کے نتیجے میں انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ مبائعین کے امام حضرت امیر المومنین المصلح الموعود کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھ لیں اور نظام جماعت میں شامل ہو جائیں۔

اس مذکورہ خط سے پتہ چلتا ہے کہ غیر مبائعین کی رپورٹوں کی کیا حقیقت ہے ایک شخص انکے ساتھ گفتگو کرنے کے نتیجہ میں مبائعین میں شامل ہونے کے لئے تیار ہو جاتا ہے لیکن پیغام صلح میں شائع ہوتا ہے کہ بہت سے دوستوں کی تسلی کرائی گئی کہ اصل احمدیت وہ نہیں جو قادیانی پیش کرتے ہیں۔ اور یہ کہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ پس غیر مبائعین کا بے بنیاد رپورٹیں شائع کرنا اور لوگوں پر یہ اثر ڈالنے کی کوشش کرنا کہ انکی تبلیغ سے بہت سے لوگ متاثر ہوئے ہیں یہ حد درجہ کی چالاکی ہے۔ اور فرقان انکی ایسی چالاکیوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ ان حالات میں پیغام صلح کو پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیئے تاکہ ایسا نہ ہو۔ ندامت اور شرمندگی اٹھانی پڑتی رہے۔

شکست کا اعتراف

خدا تعالےٰ کے فضل سے فرقان ایسے رنگ میں مضمون لکھ رہا ہے کہ ان کا جواب پیغام صلح اور غیر مبائعین دے نہیں سکتے۔ اس بات کو دیکھ کر پیغام صلح گالیاں دینے پر اتر آیا ہے۔ حالانکہ یہ بات سب دنیا جانتی ہے کہ مقابلہ سے عاجز آکر گالیوں پر اتر آنا شکست کا اعتراف ہے لیکن نہ معلوم پیغام صلح کی توجہ اس طرف کیوں نہیں جاتی۔ پھر افسوس کا مقام ہے کہ پیغام صلح نے مبائعین کے حق میں سخت کلامی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ تجاوز کر کے ان کے آقا اور محبوب راہنما کی شان میں گستاخانہ کلام لکھ رہے ہیں۔

چنانچہ یکم مئی کے پیغام صلح میں لکھا ہے "میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان پروپیگنڈا کے حق میں بڑے ماہر ہیں۔ انہوں نے اپنے نظام کی بنیاد پروپیگنڈا پر رکھی ہے وہ اپنی جماعت کے اندر اپنی گسٹاپو کے ذریعہ سے اپنے لوگوں کے خلاف غلط پروپیگنڈا کرنے سے گریز نہیں کرتے دوسرے لوگوں کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہوئے ان سے کسی اخلاقی ضابطے کی توقع رکھنا عبث ہے

ان کے پروپیگنڈا کی ٹیکنیک ابومسلم خراسانی اور فرقہ باطنیہ کے داعیوں سے ملتی جلتی ہے یا اس زمانہ میں گوئیلز نے جرمنی میں اس فن کو کمال تک پہنچایا ہے۔ اس طرز کا پراپیگنڈا کرنا سیاسی لوگوں کا شیوہ قدیم ہے۔ وہ اپنے خالص دنیوی مقاصد کے لئے ایسے اوچھے ہتھیاروں سے کام لیتے ہیں کیونکہ وہ اپنی سیاست کی بنیاد اخلاق پر نہیں رکھتے بلکہ ہتھکنڈوں پر رکھتے ہیں۔"

حیرانگی کی بات ہے کہ غیر مبائعین کا امیر تو یہ کہے کہ "میں صاحبزادہ صاحب کی عزت کرتا ہوں وہ میرے آقا کے صاحبزادے ہیں اگر میں انکی عزت و احترام کو ملحوظ نہ رکھوں تو بڑی نمک حرامی ہوگی" (پیغام صلح ۱۴ مارچ سنہ ۴۶ء) لیکن پیغام صلح لکھتے ہوئے مخالفت میں اندھا ہو جاتا ہے اور وہ دیکھ نہیں سکتا کہ کس طرز پر اور کس کے حق میں لکھ رہا ہے۔

شاید ایڈیٹر پیغام صلح کو یہ علم نہیں کہ حضرت امیرالمومنین المصلح الموعود ایدہ اللہ کی شان میں گستاخانہ کلام کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے والا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے "جس سے تو بہت پیار کرتا ہے۔ میں اس سے بہت پیار کرونگا۔ اور جس سے تو ناراض ہے۔ میں اس سے ناراض ہونگا" (تذکرہ صفحہ ۵۲۲) اس الہام الہی کے پیش نظر جب ہم حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز حضرت مسیح موعود کے پیارے ہیں۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

لخت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا ۔۔۔ دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا

پس جب حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ حضرت مسیح موعودؑ کے پیارے ہیں تو جو ان سے پیار کرے گا۔ خدا تعالیٰ اس سے پیار کرے گا۔ اور جو آپ سے بغض رکھے گا وہ خدا کے غضب کا مورد ہوگا۔ خدا کرے کہ پیغام صلح کی آنکھیں کھلیں اور وہ خدا کے غضب کو بھڑکانے کی بجائے اس کے انعام کا وارث ہو۔

غیر مبائعین میں قوت عملیہ کا فقدان

امیر غیر مبائعین ہمیشہ واقعات کے خلاف یہ پروپیگنڈا کرنے میں مشغول رہے ہیں کہ دنیا میں واحد فعال جماعت لاہور ہے لیکن ان کے تازہ بیانات سے ہر انصاف پسند یہ سمجھ سکتا ہے کہ غیر مبائعین کی جماعت اب اپنی موت مر چکی ہے کیونکہ ان میں قوت عملیہ بالکل مفقود ہے۔ امیر غیر مبائعین یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد صرف یہ تھا کہ تبلیغ اسلام کی جائے۔ لیکن وہ اس مقصد سے دور جا پڑے ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ نہ انکے

پاس کام کرنے کو آدمی ہیں نہ پیسے ہیں۔ اور جس جماعت میں یہ دو باتیں مفقود ہوں۔ اسی کو غیر فعال اور مردہ جماعت کہا کرتے ہیں۔ آدمیوں کی قلت کا تو یہ حال ہے کہ امیر غیر مبائعین چیخ چیخ کر خاموش ہو گئے۔ اور دس آدمی تبلیغ اسلام کے لئے ان کو نہ مل سکے۔ اور چندہ کا یہ حال ہے کہ سالانہ آمد انکی صرف دس بارہ ہزار ہے۔ ان کے امیر نہایت حسرت سے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں "ہماری انجمن کا چندہ تین چار سال پیشتر قریب بیس ہزار روپیہ سالانہ تھا۔" (پیغام ۸ مئی) گویا آپ پُرانے چندہ کو یاد کر کے دل بہلاتے ہیں جس قوم کی مالی حالت ایسی ہو۔ اس نے دُنیا میں کیا کام کرنا ہے۔ درحقیقت غیر مبائعین میں کام کی رُوح مفقود ہو چکی ہے۔ اور بزبانِ حال اپنی موت کا اعلان کر رہے ہیں۔

اس کے مقابل جماعت قادیان اپنے محبوب راہنما پر نثار ہو رہی ہے۔ سینکڑوں قابل ترین ہستیوں نے اپنے آقا کے اشارہ پر بغیر کسی معاوضہ کے اپنی گردنیں پیش کر دی ہیں اور تبلیغ اسلام کا ولولہ ان کے دلوں میں جوش مار رہا ہے۔ وہ اسلام کی عظمت دنیا میں قائم کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں خواہ انہیں اپنی جانیں بھٹی میں پتوں کی طرح جھونکنی پڑیں۔ مالی حالت اس جماعت کی ایسی مضبوط چٹان کی طرح ہے۔ جو متزلزل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اس سال کا بجٹ ۲۵ لاکھ روپیہ کا ہے اور ہو سکتا ہے۔ کہ حالات کے تقاضا کے ماتحت اس سے بڑھ جائے۔

پس ہم ان حالات کے پیش نظر ان لوگوں کو جو دنیا میں کام کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسلام کی عظمت کو دوبارہ قائم کرنا چاہتے ہیں خلوص دل سے دعوت دیتے ہیں کہ وہ جماعتِ قادیان میں شامل ہوں تا اپنے دلوں کی امنگوں اور خواہشوں کو پورا کر سکیں۔ کیونکہ خشک درخت کی شاخیں ایندھن بننے کے قابل ہوتی ہیں۔ اور سرسبز درخت ہی پھل لاتا ہے۔ پس اس درخت سے اپنے آپ کو پیوند کریں۔ جو سرسبز ہے۔ تا دنیا ان کے پھلوں سے حصہ لے سکے۔ کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو حالات پر غور کر کے صحیح راستہ پر گامزن ہو کر اپنے مقصود کو حاصل کرتے ہیں۔

چند سوالات کے جوابات

(مکرم مولوی محمد شریف صاحب امینی مولوی فاضل)

ایک دوست نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوّت اور انجمن کے بارہ میں چند سوالات ارسال کئے ہیں۔ وہ سوالات مع جوابات درج ذیل ہیں:۔

سوال ۱ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مدعی نبوت پر ہم لعنت بھیجتے ہیں تو پھر آپ نے کس طرح نبوت کا دعوٰی کیا۔

الجواب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس مدعی نبوت پر لعنت بھیجی ہے وہ وہ شخص ہے جو ایسی نبوت کا دعوٰی کرتا ہو جو کہ مستقل اور شریعت جدیدہ والی نبوت ہو اور جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق منقطع ہو جائے اور قرآن شریف منسوخ ہوتا ہو لیکن وہ شخص جو آنحضرت کی کامل اتباع سے نبوّت کا مقام حاصل کرے۔ نئی شریعت اس پر نازل نہ ہو۔ اور اسلام کا خادم ہو۔ اس قسم کی نبوت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام جاری سمجھتے ہیں اور اس قسم کی نبوت کا آپ نے دعوٰی فرمایا ہے۔

در اصل بات یہ ہے کہ بعض لوگوں نے آپ کی طرف یہ بات منسوب کی تھی۔ کہ گویا آپ شرعی نبی ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور نے اسکی تردید فرمائی اور بتایا کہ آپ اس قسم کے نبی نہیں اور ایسے مدعی کو لعنتی سمجھتے ہیں چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعوٰی کرتا ہو جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا۔ اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلامی کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام

صحیح نہیں بلکہ ایسا دعوائے نبوت میرے نزدیک کفر ہے ...... اور جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اِسی قدر ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا ہے اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا۔ اور آیندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے۔ کہ جب تک انسان کو اُس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو۔ دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔ اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اُس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو مَیں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر مَیں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہو گا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر اس سے انکار کرسکتا ہوں مَیں اس پر قائم ہوں اُس وقت تک جو اس دُنیا سے گذر جاؤں (آخری خط اخبار عام ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء)

پھر فرماتے ہیں۔ "یاد رہے کہ بہت لوگ میرے دعویٰ میں نبی کا نام سُنکر دھوکا کھاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اُس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا کوئی ایسا دعویٰ نہیں۔ بلکہ خدا کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ مجھ کو بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ حاشیہ)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس مدعی نبوت پر لعنت کی ہے۔ وہ وہ ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے باہر ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے۔ اور قرآن مجید کو منسوخ کرے اور نئی شریعت لائے۔ نہ کہ وہ مدعی نبوت جو آنحضرت کی متابعت میں مبعوث ہو

سوال ۱۲: حضرت مرزا صاحب کا قول "من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب" آپ کے انکار نبوت پر دلالت کرتا ہے۔

الجواب۔ اِس فقرہ کی تشریح خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "ایک غلطی کے ازالہ" میں فرما دی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:-

"اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے

کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ مَیں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قول کہ "من نیستم رسول ونیاوردہ ام کتاب" اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں" (ایک غلطی کا ازالہ)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ من نیستم رسول ونیاوردہ ام کتاب کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صاحب شریعت نبی نہیں۔ ہاں آپ نبی ہیں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے

سوال ۳ حضرت مرزا صاحب نے تو انجمن کو جانشین بنایا ہے۔ نہ کہ کسی فرد واحد کو آپ لوگ خلافت شخصی کے کیوں قائل ہیں۔ اور انجمن تو لاہور میں ہے نہ کہ قادیان میں۔

الجواب ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی وفات سے قبل ایک رسالہ الوصیۃ کے نام سے شائع فرمایا۔ اور اس میں اپنی وفات کی پیشگوئی درج کرنے کے بعد ایک قبرستان کی بنا ڈالی۔ اور لکھا کہ اس قبرستان میں وہی دفن ہو سکے گا۔ جو اپنی جائیداد کا دسواں حصہ ادا کرے۔ پس آمد کی نگرانی کے لئے حضور نے ایک انجمن مقرر فرمائی۔ اور یہ انجمن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپ کی جانشینی میں کام کرتی رہی۔ حضور علیہ السلام نے اس کو جماعت پر حاکم نہیں مقرر فرمایا۔ بلکہ اسکی حیثیت سلسلہ احمدیہ کے ماتحت کی حیثیت تھی۔ چنانچہ اسکے بارہ میں حضور علیہ السلام نے جو ہدایات دیں۔ ان میں سے ایک ہدایت یہ رقم فرمائی:۔

"جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہو جائے گا۔ تو وہ لوگ جو انکے جانشین ہونگے ان کا بھی یہ ہی فرض ہو گا۔ کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجا لائیں۔"

اس ارشاد سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انجمن اور اس کے جملہ ممبران سلسلہ احمدیہ کی ہدایات کے تابع ہیں وہ حاکم کی حیثیت نہیں رکھتے۔ پس انجمن کو بہرحال سلسلہ احمدیہ کی ہدایات کے ماتحت کام کرنا پڑے گا۔ اور جس شخص کو تمام افراد سلسلہ احمدیہ اپنا مطاع

اور خلیفہ تسلیم کرلیں گے۔ اس کا حکم گویا سلسلہ احمدیہ کا حکم ہوگا۔ اور اسکی ہدایت تمام جماعت کی اطاعت ہوگی۔ اور انجمن اس مطاع و خلیفہ کے تابع ہوگی اور اس کا حکم بہرحال بالا رہے گا۔ کیونکہ اُس کی رائے سب احمدیوں کی رائے ہے اور احمدیوں کی رائے کے ماتحت چلنا انجمن کا فرض قرار دیا گیا ہے۔ اور انجمن کا دائرہ عمل صرف مالی اور انتظامی امور ہیں نہ کہ مذہبی امور میں اس کا ہدایات جاری کرنا یہ کام صرف امام وقت یا خلیفہ کا ہے اور قادیان میں انجمن ہی مالی امور کا انتظام کررہی ہے رسالہ الوصیۃ جس کا اوپر ذکر کیا جاچکا ہے اور جس میں انجمن اور اُس کے متعلق قواعد کا ذکر ہے۔ اس میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قدرت ثانیہ یعنی خلافت کا ذکر فرمایا ہے۔ حضور نے مثال دیکر سمجھایا کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اللہ تعالےٰ نے اپنی دوسری قدرت کا اظہار فرمایا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ مقرر فرما دیا۔ تاکہ وہ جماعت کو سنبھال لے اور اس طرح پراگندہ قلوب کو پھر مجتمع کردیا اسی طرح اللہ تعالےٰ آپ کی جماعت سے سلوک کریگا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"سو اے عزیزو جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے۔ تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ اب خدا تعالےٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو۔ سو تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں" (الوصیۃ)

اس امر کا عملی ثبوت کہ الوصیت کی مذکورہ عبارت میں یہ ذکر ہے کہ آپ کی وفات کے بعد خلافت قائم ہوئی۔ اکابر ذو غیر مبایعین کا اپنا فعل ہے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام وفات پاگئے۔ اور قادیان میں حضور کی نعش مبارک لائی گئی۔ تو اُس وقت جنازہ پڑھنے سے قبل تمام جماعت نے جن میں اکابر پیغام بھی شامل تھے۔ الوصیت کے مطابق حضرت مولوی نورالدین صاحب کو خلیفہ منتخب کیا۔ اگر الوصیت میں شخصی

خلافت کا ذکر نہ تھا۔ بلکہ انجمن جانشین تھی۔ تو جماعت کا خلافت پر اجماع کیوں ہوا۔ اور کیوں جماعت میں بار بار بیعت کا اعلان کیا جاتا رہا۔ چنانچہ پہلا اعلان خواجہ کمال الدین صاحب سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے بدیں الفاظ کیا گیا:۔

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیۃ کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقربا حضرت مسیح موعودؑ باجازت حضرت ام المومنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جسکی تعداد اس وقت بارہ سو تھی والا مناقب حضرت حاجی الحرمین شریفین جناب حکیم نور الدین صاحب سلمہ کو اپنا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معتمدین میں سے ذیل کے اصحاب موجود تھے:۔

مولانا سید محمد احسن صاحب۔ صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب۔ جناب نواب محمد علی خاں صاحب شیخ رحمت اللہ صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب　ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب۔ خلیفہ رشید الدین صاحب　و خاکسار (خواجہ کمال الدین)

(خواجہ کمال الدین پلیڈر سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ)

ایسا ہی سیکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے ایک اور اعلان کیا گیا جس میں مذکورہ بالا عبارت تحریر کر کے اور خلافت کے وجود کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء کے عین مطابق قرار دیتے ہوئے احباب جماعت کو تحریک کی گئی کہ وہ جلد سے جلد حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح کی بیعت کریں۔ چنانچہ اس اعلان میں لکھا:۔

"یہ خط بطور اطلاع کل سلسلہ کے ممبروں کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کے پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامۃ خلیفۃ المسیح والمہدی کی خدمت بابرکت میں بذات خود یا بذریعہ تحریر حاضر ہو کر بیعت کریں۔　(بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء ص۱)

بعد ازاں اکابر پیغام کی طرف سے پھر ایک اور اعلان خلافت اولیٰ کی تائید میں یوں شائع ہوتا ہے جس میں صاف اقرار ہے کہ یہ خلافت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر الوصیت کے مطابق ہے۔ چنانچہ اسکی عبارت یہ ہے:۔

"مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیۃ

ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں۔ اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نور الدین صاحب جو ہم میں سے علم میں اور تقویٰ میں اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں۔ اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے شعر

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے۔ ہمیں بودے اگر ہر یک پُر از نور یقیں بودے

سے ظاہر ہے کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی نور الدین صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کا تھا۔"

(بدر ۲؍ جون ۱۹۰۸ء)

اس اعلان پر مندرجہ ذیل اکابر پیغام کے دستخط ثبت ہیں

دستخط شیخ رحمت اللہ صاحب۔ ڈاکٹر محمد حسین صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب۔ مرزا خدا بخش صاحب وغیرہ وغیرہ۔

پھر اسی ضمن میں مولوی محمد علی صاحب نے ایک ٹریکٹ بعنوان "ایک نہایت ضروری اعلان" شائع کیا۔ اور اُس میں اختیارات خلیفہ کے متعلق لکھا۔ "خلیفۃ المسیح کی بیعت ہم لوگوں نے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں کی۔ اور اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح کے جملہ احکام خواہ مسائل کے بارہ میں ہوں یا کسی اور بارہ میں انہیں سب لوگوں کے لئے ماننا ضروری قرار دیا جنہوں نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی۔"

المختصر غیر مبایعین کے لیڈر جن میں سے بعض اُسوقت انجمن کے ممبر تھے۔ انہوں نے بار بار واضح الفاظ میں اعلان کیا۔ اور اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ الوصیت میں خلافت مسیح موعود کا ذکر ہے اور صدر انجمن احمدیہ خلیفہ کے فرمان کے تابع ہے نہ کہ اسپر حاکم۔ اور خلیفہ کا فرمان جماعت کے لئے ایسا ہی ہوگا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرمان تھا۔ کیا صدر انجمن مسیح موعودؑ پر حاکم تھی یا کہ حضورؑ کے فرمان کے تابع تھی پس جماعت کا اجماع اور غیر مبایعین کے لیڈروں کے اپنے اقوال اور ان کا اپنا فعل خلافت شخصی کا بین ثبوت ہے۔ اور اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ صدر انجمن خلیفہ کے تابع فرمان ہے۔

باقی رہا یہ امر کہ صدر انجمن تو لاہور میں ہے نہ کہ قادیان میں۔ اس بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا الوصیت میں واضح ارشاد موجود ہے حضور لکھتے ہیں: کہ "یہ ضروری ہوگا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے کیونکہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے" پس صدر انجمن احمدیہ وہی ہو سکتی ہے جس کا صدر مقام قادیان ہو۔ نہ کہ لاہور۔ الغرض حقیقی صدر انجمن جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشینی میں کام کر رہی ہے وہی ہے جس کا وجود قادیان میں ہے۔ لاہور کی انجمن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشین انجمن ہرگز نہیں ہو سکتی۔

مِراءۃُ الحقائق (حقیقتِ اوّل)

"اَلتَّشَابُہُ بَینَ الاثنَین - اعنی مولوی محمد علی و محمد حسین"

(مکرم خاں صاحب قاضی محمد رشید صاحب سی جی - او سکندر آباد)

راگ وہ گاتے ہیں جس کو آسماں گاتا نہیں } وہ ارادے ہیں کہ جو ہیں بر خلافِ شہریار

نورِ دل جاتا رہا اک رسمِ دیں کی رہ گئی } پھر بھی کہتے ہیں کہ کوئی مصلحِ دیں کیا بکار

(براہین احمدیہ)

کسی شخص کے مقام کو متعیّن کرنیکا زرّیں اُصول

اگر کسی شخص کے حقیقی مقام کو صحیح طور پر دریافت کرنا مقصود ہو تو ایک غیر متعصب اور منصف مزاج محقق کے لئے لازم و واجب ہے کہ وہ اپنی تحقیق کی بنیاد نہ تو محض اس شخص (جس کا حقیقی مقام دریافت کرنا مقصود ہے) کے بلند بانگ دعاوی پر رکھے اور نہ ہی اس کے خیر خواہوں اور بد خواہوں کے پروپاگنڈا پر۔ بلکہ اُسے چاہیئے کہ وہ "شخصِ معلوم" کے متعلق اپنی رائے اس کے اعمال کے مطابق قائم کرے اور دورانِ تحقیق میں دوستی یا دشمنی کے جذبات سے بالکل متاثر نہ ہو۔ مدعی تو بالطبع اپنے آپ کو اچھا ہی کہے گا کیونکہ "کس نگوید کہ دوغِ من ترش است" دوستی کا دم بھرنے والوں کی رائے "وَعَیْنُ الرِّضَاءِ عَنْ کُلِّ عَیْبٍ کَلِیْلَۃٌ" کے بموجب کافی و شافی نہ ہوگی اور بد خواہوں کی بابت تو کہنا ہی کیا ہے "دشمن کہے بات انہونی" سو اس صورت میں کسی کے متعلق صحیح رائے قائم کرنے کی ایک ہی راہ رہ جاتی ہے جو خطا سے پاک اور سراسر صواب کی راہ ہے اور وہ یہی کہ اُس کے اعمال کو عدل و انصاف کی نظر سے دیکھا جائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قول "از عمل ثابت کن آں نورے کہ در ایمانِ تُست"۔ اسی طرزِ تحقیق کی صحت کو ایک دوسرے رنگ میں ثابت کرتا ہے۔ اور یہی طریق اللہ تعالیٰ کو

بھی پسند ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ ہر مجرم کے سامنے اُس کا اعمال نامہ رکھ کر فرمائے گا۔ اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا۔ یعنی اے مجرم سب طریق بحث چھوڑ کر اپنے اعمالنامہ پر نظر ڈال اور خود فیصلہ کر کہ جس شخص کے ایسے اعمال ہوں وہ تیرے نزدیک کس مقام کا مستحق ہو سکتا ہے "سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا" کا یا "حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا" کا۔

پس ان تمام باتوں سے ثابت ہُوا کہ کسی انسان کا حقیقی مقام وہ ہوتا ہے جس کے متقاضی اس کے عمل ہوتے ہیں۔ نہ کہ وہ جس کا وہ خود دعویٰ کرتا ہو اور نہ ہی وہ جو اس کے دوست یا دشمن بتاتے ہوں۔

اس امر کی وضاحت کر دینے کے بعد بھی کہ کسی شخص کے مقام کو اس کے اعمال ہی سے سمجھا جا سکتا ہے ایک مشکل باقی رہ جاتی ہے جس کا حل نہایت ضروری ہے اور وہ مشکل یہ ہے کہ اعمال کو جانچتے وقت بھی تو دوستی یا دشمنی کے جذبات اپنا اثر دکھا سکتے ہیں دوست کی نظر میں عیب ہنر اور دشمن کی نگاہ میں ہنر بھی عیب معلوم ہو سکتا ہے۔ سو اس صورت میں کیا کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک طرف تو انبیاء و صلحاء اور اخیار و ابرار کے ایسے پاکیزہ کارناموں اور قلبی رجحانات کو جن سے اُن کے کیرکٹر پر روشنی پڑتی ہے محفوظ کر دیا ہے۔ اور دوسری طرف اعداء الدین آئمۃ الکفر، فُجّار و اشرار کی اُن بدعنوانیوں۔ بدکرداریوں اور بُرے لچھنوں کا بھی اصولاً ذکر کر دیا ہے جن سے اُن کا اندرونہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے نیکی اور بدی کے معیار کو خود اپنے ہاتھ سے قائم کر دیا ہے تا کہ کسی شخص یا قوم کی اچھائی اور بُرائی کو اُن معیاروں سے پرکھا جا سکے۔

مولوی محمد علی صاحب کا اصل مقام

ایک مدت سے مولوی محمد علی صاحب کا حقیقی مقام بھی وجہ اختلاف و نزاع بنا ہُوا ہے۔ جماعت احمدیہ قادیان انہیں جس مقام پر سمجھتی ہے وہ چونکہ کسی پر مخفی و محتجب نہیں لہٰذا اس کے اظہار کی یہاں کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن غیر مبائعین کے نزدیک بھی مولوی صاحب کے دو مقام ہیں۔ ان میں سے ایک تو وہ ہے جس پر اُن کے رفقاء انہیں ۱۹۱۴ء سے لیکر آجتک سمجھتے رہے ہیں۔ اور دوسرا حدیث العہد اُن کا وہ مقام ہے جس کو

ثابت قدم نکلا ہے جسکی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہمو سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہے اور دو چار ایسے اشخاص انصارِ اسلام کی نشان دہی کرے۔ جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بیڑا اُٹھا لیا ہو۔ اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجودِ الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اِس کا تجربہ و مشاہدہ کرے اور اِس تجربہ اور مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزا بھی چکھا دیا ہو۔"

(رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۷ نمبر ۶ و ۷)

جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے ایک خارق عادت بات ہے صرف اس موقعہ پر نہیں بلکہ مَیں نے دیکھا ہے کہ ہر موقعہ پر یہ دلی جوش ان کا ظاہر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابھی میر محمد اسحٰق صاحب کے نکاح کی تقریب پر چند اشعار انہوں نے لکھے تو اُن میں بھی یہی دُعا ہے کہ اے خدا تو اِن دونو اور انکی اولاد کو خادم دین بنا۔ برخوردار عبدالحی کی آمین کی تقریب پر اشعار لکھے تو ان میں یہی دُعا بار بار کی ہے کہ اسے قرآن کا سچا خادم بنا۔ ایک اٹھارہ برس کے نوجوان بچے دل میں اس جوش اور امنگوں کا بھر جانا معمولی امر نہیں۔ کیونکہ یہ زمانہ سب سے بڑھ کر کھیل کود کا زمانہ ہے اب وہ سیاہ دِل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں اس بات کا جواب دیں کہ اگر یہ افترا ہے تو یہ سچا جوش اِس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا۔ جھوٹ تو ایک گند ہے پس اُس کا اثر چاہیئے تھا کہ گند ہوتا نہ یہ کہ ایسا پاک اور نورانی جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی"

نیز مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اِس رسالہ (تشحیذ الاذہان۔ ناقل) کے ایڈیٹر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد حضرت

اقدس کے صاحبزادہ ہیں۔ اور پہلے نمبر میں چودہ صفحوں کا انٹروڈکشن اُن کے قلم سے لکھا ہُوا ہے۔ جماعت تو اس مضمون کو پڑھیگی مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کرتا ہوں جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے"۔
(رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت مارچ سنہ ۱۹۰۶ء صہ ۱۸۸)

قارئین اس بات کو اچھی طرح نوٹ کرلیں کہ ہر دو مولوی صاحبان نے اپنے اپنے ممدوح کے متعلق جو ریویو کیا ہے وہ کیسا ہمرنگ ہے بلکہ اُن میں سے جو الفاظ بخط جلی لکھے گئے ہیں وہ بہت حد تک ایسے مشترک ہیں کہ صوری یا معنوی اعتبار سے وہ ایک ہی معلوم ہوتے ہیں۔ دونو مولوی صاحبان نے اپنے اپنے ممدوح کی پہلی تصنیف یا تحریر پر ریویو کیا ہے۔ دونو کے ممدوح اسلام کی نصرت اور حمایت کا جوش رکھتے ہیں دونو بے نظیر ہیں اور دونو کے وجود کو ہر دو مولوی صاحبان نے مخالفین اسلام اور مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور حجت اور بیّن دلیل کے پیش کیا ہے مولوی محمد علی صاحب کا یہ ریویو انشاء اللہ میرے ایک آیندہ کے مضمون میں زیر بحث لایا جائے گا یہاں تو "التشابہُ بین المولویین" کے سلسلہ میں صرف نقل ہی کیا گیا ہے۔

دوسری مشابہت

جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ماموریت کے مقام پر فائز ہوئے اور حضور نے اس کا اعلان فرمایا تو یہی مولوی محمد حسین صاحب جنھوں نے اوپر کے الفاظ میں ریویو کیا تھا اُٹھے اور فتویٰ کفر تحریر کیا۔ اور دوڑ بھاگ کرکے تمام جُبّہ داروں سے اسپر مواہیر

جب سیدنا حضرت مصلح موعود مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو یہی مولوی محمد علی صاحب جو سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود کو بے نظیر پاک اور نورانی وجود ٹھہراتے تھے اور حضور کے سچے اسلامی جوش کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اور سلسلہ احمدیہ کی صداقت پر گواہ کہے

ثبت کروا کر ملک کے طول و عرض میں ایک آگ لگا دی۔ اور یا تو اس مبارک وجود کو اور اس کے کارناموں کو بے نظیر بتایا تھا۔ اور یا پھر اسے کافر و دجّال قابل کشتنی اور گردن زدنی قرار دے دیا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

طور پر پیش کرنے تھے اُٹھے اور جوش مخالفت میں قادیان سے چلے گئے۔ اور اس دن سے آج تک عداوت میں شب و روز بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ جنہوں نے ایک وقت بقلم خود لکھا تھا۔ "اب وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں اس بات کا جواب دیں کہ اگر یہ افترا ہے تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا۔ جھوٹ تو ایک گند ہے پس اس کا اثر چاہیئے تھا کہ گند ہوتا نہ یہ کہ ایسا پاک اور نورانی جسکی کوئی نظیر نہیں ملتی" انہوں نے بیک جنبش قلم تمام پہلی باتوں کو منسوخ کر کے اپنے رسالہ مصلح موعود کی تمہید طبع ثانی کے صفحہ ۱۳ و ۱۴ پر وہ گند حضور پُرنور کی طرف منسوب کئے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ اور اس طرح سے اپنے ہی استدلال کے مطابق حضور ایدہ اللہ بنصرہ کو گندہ ظاہر کر کے نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مفتری ثابت کیا ہے۔ اور اس طرح سے مولوی محمد حسین صاحب کی اقتدار کا حق پورا کر دیا۔ نیز مولوی محمد علی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے خلاف یہ پروپیگنڈا کیا۔ کہ حضور نے (نعوذ باللہ) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی ہے اور کلمہ طیبہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ ایسا پروپیگنڈا

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی طرف کفر منسوب کرنے کے مترادف ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

یک قدم دُوری ازاں عالی جناب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

پس اس طرح سے مشبہ بہ و مشبہ لہٗ بالکل ایک ہی ہو گئے۔

تیسری مشابہت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ایک مرتبہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں محمد حسین کے مکان پر گیا ہوں اور میرے ساتھ ایک جماعت ہے ۔ ۔ ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ محمد حسین ہمارے مقابل پر بیٹھا ہے اور اُس وقت مجھے اُس کا سیاہ رنگ معلوم ہوتا ہے اور بالکل برہنہ ہے پس مجھے شرم آئی کہ میں اس کی طرف نظر کروں پس اسی حال میں وہ میرے پاس آگیا مَیں نے اُسے کہا کہ کیا وقت نہیں آیا کہ تو صلح کرے اور کیا تو چاہتا ہے کہ تجھ سے صلح کی جائے اس نے کہا کہ ہاں پس وہ نزدیک آیا اور بغلگیر ہوا اور وہ اس وقت چھوٹے بچہ کی طرح تھا۔ پھر مَیں نے کہا کہ اگر تُو چاہے تو ان باتوں سے درگذر کر جو مَیں نے تیرے حق میں کہیں جن سے تجھے دُکھ پہنچا۔ اور خوب یاد رکھ

حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"مَیں نے (رویا میں) دیکھا کہ میں مدرسہ احمدیہ میں ہوں اور اُسی جگہ مولوی محمد علی صاحب بھی کھڑے ہیں اتنے میں شیخ رحمت اللہ صاحب آگئے اور ہم دونو کو دیکھ کر کہنے لگے آؤ مقابلہ کریں آپ کا قد لمبا ہے یا مولوی محمد علی صاحب کا ۔ ۔ ۔ جب شیخ صاحب نے مجھے اور اُن کو پاس پاس کھڑا کیا تو وہ بے اختیار کہہ اُٹھے کہ میں تو سمجھتا تھا مولوی صاحب اونچے ہیں لیکن اونچے تو آپ نکلے۔ چنانچہ رؤیا میں مَیں دیکھتا ہوں کہ بمشکل میرے سینہ تک اُن کا سر پہنچا ہو پھر شیخ رحمت اللہ صاحب میز لائے اور اُس پر اُن کو کھڑا کر دیا مگر تب بھی وہ مجھ سے چھوٹے ہی رہے اسکے بعد انہوں نے اس میز پر ایک سٹول رکھا اور

کہ مَیں نے کچھ نہیں کہا مگر صحت نیت سے اور
ہم ڈرتے ہیں خدا کے اُس بھاری دن سے
جب کہ ہم اس کے سامنے کھڑے ہوں گے
اُس نے کہا کہ مَیں نے درگذر کی۔ تب مَیں نے
کہا کہ گواہ رہ کہ مَیں نے وہ تمام باتیں تجھے
بخش دیں جو تیری زبان پر جاری
ہوئیں اور تیری تکفیر اور تکذیب کو
مَیں نے معاف کیا اس کے بعد ہی وہ اپنے
اصلی قد پر نظر آیا۔ اور سفید کپڑے نظر آئے۔"

(تذکرہ صفحہ ۲۵۷-۵۸)

اس پر مولوی صاحب کو کھڑا کیا مگر پھر بھی
مولوی صاحب مجھ سے چھوٹے ہی رہے
اس کے بعد انہوں نے مولوی صاحب کو
اُٹھا کر میرے سر کے برابر کرنا چاہا۔ لیکن وہ
پھر بھی نیچے ہی رہے بلکہ مزید برآں ان کی
ٹانگیں اس طرح ہوا میں لٹک گئیں گویا کہ
وہ میرے مقابل پر بالکل ایک بچہ کی
حیثیت رکھتے ہیں اور بمشکل میری کہنیوں
تک اُن کے پاؤں آئے۔"

(الفضل ۷ مارچ ۱۹۴۴ء نمبر ۵۵ جلد ۳۲
صفحہ ۴ کالم ۱ و ۲)

اس رؤیا کے ساتھ حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کے دو الہامات بھی درج کئے جاتے ہیں۔
جو اس کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہیں:-

(۱) اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا
اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ○
وَقَالُوْا تَاللّٰہِ تَفْتَؤُ تَذْکُرُ یُوْسُفَ
حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَکُوْنَ مِنَ
الْھَالِکِیْنَ۔ شاھت الوجوہ
فَتَوَلَّ عَنْھُمْ حَتّٰی حِیْنٍ۔ اِنَّ
الصَّابِرِیْنَ یُوَفّٰی لَھُمْ اَجْرُھُمْ بِغَیْرِ
حِسَابٍ۔ (تشریح از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

"اب خدا تعالیٰ نے ان آیات میں صاف
بتلا دیا کہ بشیر کی موت لوگوں کی آزمائش کے
لئے ایک ضروری امر تھا۔ اور جو کچے"

تھے۔ وہ مصلح موعود کے ملنے سے نا امید ہو گئے" الخ تذکرہ ص ۶۶-۱۶۵ا

(۳) سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا۔ سب مولوی ننگے ہو جائیں گے۔ تذکرہ ص ۷۶-۳

نوٹ } شاهت الوجوه

کا ترجمہ از حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

"اس کے معنے ہیں دشمنوں کے مُنہ کالے ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی عظیم الشان نشان کے ذریعہ سے دشمنوں کو رُو سیاہ کرنا چاہتا ہے" تذکرہ ص ۱۲-۵۱۳

مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کے متعلق کشوف و الہامات جو اوپر درج کئے گئے ہیں اُن کی رُو سے (دیکھو جلی قلم سے نوشتہ الفاظ) دونوں مولویوں کا رنگ سیاہ ہے۔ دونوں مولویوں کا قد چھوٹے بچے کی طرح دکھایا گیا ہے دونو مولوی ننگے ہیں۔ اس کے واضح طور پر یہ معنی ہوئے کہ روحانیت کے لحاظ سے دونو مولوی صاحبان ایک سے ہی ہیں۔ میں یہاں پر یہ لکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرمان " کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائینگے۔ اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائینگے۔" (تذکرہ ص ۴۹۶) ظاہری رنگ میں پورا ہونے کے علاوہ کشفی رنگ میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے پورا ہو گیا ہے۔ جبھی تو رویا میں شیخ رحمت اللہ صاحب بے اختیار کہہ اُٹھے کہ میں تو سمجھتا تھا۔ کہ مولوی صاحب اونچے ہیں لیکن اونچے تو آپ نکلے"

نوٹ } یہاں یہ بھی یاد رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن لوگوں کو جو مصلح موعود کے ملنے سے نا اُمید ہو گئے تھے روحانی رنگ میں "کوڑھی کچے" قرار دیا ہے۔ اور

الہام الٰہی نے اِن کچوں میں سے سب سے کچّا "مولوی" کو قرار دیا ہے۔ اس مناسبت کی وجہ سے ہی جناب مولوی محمد علی صاحب نے حضرت المصلح الموعود اطال اللہ بقاءہ واطلع شموس طالعہ کے خلاف رسالہ مصلح موعود تصنیف کیا اور اس کے دوسرے ایڈیشن میں بیس صفحات پر مشتمل ایک نہایت گندی اور پلید تمہید زیادہ کر کے گواہی دی کہ واقعی سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچّا مولوی ہی ہے۔

چوتھی مشابہت

دونو کے نام کے ساتھ تعریفی لفظ مولوی استعمال ہوتا ہے۔ دونو کے نام کی ترکیب بالکل یکساں ہے اور جو تھوڑا سا فرق ہے یعنی ایک کے نام میں لفظ "حسین" ہے اور دوسرے میں "علی" وہ غالباً اس مناسبت کی وجہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی مخالفت و عداوت میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اُن کے سامنے مولوی محمد حسین صاحب بطور ایک معاند کے محض بچہ کی حیثیت رکھتے ہیں

پانچویں مشابہت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شدید ترین مخالف اشاعۃ السنّۃ کا ایڈیٹر تھا۔

حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ کا اشد مخالف احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا پریذیڈنٹ ہے اس غرض کے لئے کہ یہ مشابہت ہمیشہ کے لئے باقی رہے۔ مولوی صاحب سنہ ۱۹۱۴ء سے آجتک اپنی انجمن کے پریذیڈنٹ چلے آرہے ہیں حالانکہ دنیاوی قانون کے لحاظ سے پریذیڈنٹ کا انتخاب ایک مدت مقررہ کے بعد نئے سرے سے ہوتا رہتا ہے یعنی ۳ یا ۵ سالوں کے بعد۔

یہاں ایک ذوقی نکتہ بھی قابلِ ذکر ہے۔ اور وہ یہ کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مسیحیت و مہدویت و ماموریت کے متعلق الہامات قادیان میں شروع ہوئے

یعنی دریائے بیاس کے اِس طرف۔ اس لئے حضور کا مخالف بھی دریائے بیاس کے اس طرف ہی کا (یعنی بٹالہ کا) باشندہ تھا۔ لیکن چونکہ مصلح موعود کے متعلق طویل طویل الہامات کا سلسلہ ہوشیارپور میں شروع ہوا یعنی دریائے بیاس کے اُس پار۔ لہٰذا مصلح موعود کا مخالف بھی دریائے بیاس کے اس پار کا (یعنی موضع مرار کا) رہنے والا ہی نکلا۔

الغرض دونو مولوی صاحبان کی مشابہت ایک دوسرے سے اس حد تک ہے کہ دونو ایک ہی تصویر کی دو کاپیاں معلوم ہوتے ہیں۔ اور ہو بہو۔ مو بمو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ یا بالفاظ قرآنی ان کے متعلق کَاَنَّہٗ ھُوَ اطمینان سے کہا جاسکتا ہے۔ پس جس شخص کو مولوی محمد حسین صاحب کے "رُوحانی مقام" کا علم ہو۔ اُسے من تشبہ بقوم فھو منھم کے اصول کے ماتحت جناب مولوی محمد علی صاحب کے "بلند مقام" کا سمجھ لینا کچھ بھی مشکل نہیں رہتا۔ ع

قوم کے لوگو اِدھر آؤ کہ نکلا آفتاب ✦ وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

اس جگہ میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ہر دو مولوی صاحبان اپنے کاموں کے لحاظ سے اگر ایک دوسرے کے مشابہ ثابت ہوئے ہیں تو یہ ان کے اپنے افعال کا نتیجہ ہے۔ اور اگر کشف میں دونو کے حالات ملتے جلتے ہیں تو یہ نصرت الٰہی ہے۔ میرا ان دونو حالتوں میں قطعاً دخل نہیں۔ مجھ پر اگر کوئی ذمہ داری عائد ہوسکتی ہے تو وہ صرف ترتیب و تدوین کی ہے۔ اس میں اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو معافی کا خواستگار ہوں میری توجہ اس مشابہت کی طرف اس وجہ سے ہوئی کہ مَیں نے خیال کیا۔ کہ جب حضرت مصلح موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حسن و احسان میں نظیر ہیں تو ضروری ہے کہ ان دونو کے مخالفین میں بھی مشابہت ہو۔ سو مَیں نے جب تلاش کیا تو مقصود کو پا لیا۔

حضرت امام جماعت احمدیہ سے ایک بہائی عورت کی گفتگو

(بیان فرمودہ حضرت امام جماعت احمدیہ)

حضرت امام جماعت احمدیہ فرماتے ہیں :-

میں جب ولایت گیا تو ایک انگریز بہائی عورت مجھ سے ملنے کے لئے آئی۔ اور کہنے لگی آپ بہاء اللہ کو کیوں نہیں مانتے۔ میں نے کہا تم قرآن میں کوئی نقص بتا دو تو پھر یہ سوال بھی ہو سکتا ہے کہ میں کسی اور مذہب کی طرف رجوع کروں ورنہ جب تک قرآن کریم میں کوئی نقص ثابت نہیں ہوتا مجھے کسی اور مذہب کی تعلیم کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ وہ کہنے لگی دیکھئے! قرآن میں یہ کتنا بڑا نقص ہے کہ اس نے ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی ہے میں نے کہا بہاء اللہ نے خود ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی ہے وہ کہنے لگی یہ بات بالکل غلط ہے بہاء اللہ نے قطعاً ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت نہیں دی۔ اس کے ساتھ ایک اور عورت بھی تھی جو ایرانن تھی اور چھ ماہ کے قریب مرزا عباس علی کے پاس رہ آئی تھی میں نے اس انگریز عورت سے کہا کہ تم اپنے ساتھ والی عورت سے پوچھو کہ کیا یہ درست ہے یا نہیں اس نے پوچھا تو وہ جواب دینے میں کچھ شرارت کر گئی۔ کہنے لگی دو شادیوں کا ذکر تو آتا ہے مگر بہاء اللہ نے لکھا تھا کہ میرے کلام کی جو تشریح مرزا عباس علی کریں وہی درست ہو گی۔ اور انہوں نے یہی تشریح کی ہے کہ ایک ہی شادی کرنی چاہیئے۔ میں نے کہا یہ بھی کوئی معقول بات ہے کہ دو شادیوں کا ذکر ہو اور کہا جائے کہ اس سے مراد ایک ہی شادی ہے انگریز عورت کہنے لگی جواب تو درست ہے کہ جب مرزا عباس علی نے تشریح کر دی اور کہہ دیا کہ ایک ہی شادی کرنی چاہیئے تو معاملہ ختم ہو گیا میں نے کہا اچھا یہ بتاؤ بہاء اللہ نے عباس علی کو کہا تھا یا نہیں کہ تم لڑکے کی خاطر دوسری بیوی کر لو۔ اس انگریز عورت نے کہا یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا اپنے ساتھ والی عورت سے پوچھو۔ اس سے پوچھا گیا تو وہ کہنے لگی کہا تو تھا مگر اس نے مانا نہیں میں نے کہا اُس نے بات نہیں مانی تو وہ نافرمان تھا اس پر الزام عائد ہوتا ہے کہ اُس نے اپنے باپ کے حکم کی جو مظہر خدا تھا خلاف ورزی کی اُس

انگریز عورت نے کہا کہ نہیں جب اُس نے انکار کر دیا تو بات صاف ہوگئی۔ بہاء اللہ نے خواہ کچھ لکھا ہو اُس نے انکار کر دیا تو پتہ لگ گیا کہ دوسری شادی جائز نہیں۔ مَیں نے کہا اچھا یہ بتاؤ بہاء اللہ کی اپنی دو بیویاں تھیں یا نہیں۔ انگریز عورت نے پھر کہا کہ ہرگز نہیں مَینے کہا اپنی ایرانی بہن سے پُوچھو۔ اُس سے پُوچھا گیا تو اُس نے کہا مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں مَینے کہا آخر تم وہاں رہ آئی ہو اور تمہاری ساتھن ناواقف ہے تمہارا اتنا بتا دینے میں کیا حرج ہے کہ بہاء اللہ کی دو بیویاں تھیں یا نہیں۔ اُس نے کہا اصل بات یہ ہے کہ دعویٰ سے پہلے اُس کی دو بیویاں تھیں لیکن دعوے کے بعد اُس نے ایک بیوی کو بہن قرار دے دیا تھا انگریز عورت یہ سُنکر اچھل پڑی اور کہنے لگی دیکھئے دیکھئے!! جواب ہو گیا۔ مَینے کہا تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ بہاء اللہ خدائی کے مقام پر تھا اور بچپن سے اُسے علمِ غیب حاصل تھا۔ اگر بہاء اللہ کو علم تھا کہ مجھے اپنی ایک بیوی کو بہن قرار دینا پڑے گا تو اُس نے دوسری شادی ہی کیوں کی۔ انگریز عورت کہنے لگی نہیں جب اُس نے ایک کو بہن قرار دیا تھا تو کافی تھا مَینے کہا اچھا اُس ایرانی بہن سے پوچھو کہ کیا بہن سے بچے پیدا کرنے کی بھی بہائی مذہب میں جائز ہیں۔ اگر نہیں تو دعویٰ کے بعد اُس بہن کے بطن سے بہاء اللہ کے ہاں اولاد کیوں پیدا ہوئی تھی اسپر وہ انگریز عورت جوش سے کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی آپ تو گالیاں دینے لگ گئے ہیں مَینے کہا یہ گالیاں نہیں بلکہ حقیقت کا اظہار ہے تم اس سے پوچھو کہ کیا دعویٰ کے بعد بہاء اللہ کے ہاں اس دوسری عورت سے اولاد ہوئی ہے یا نہیں۔ اُس دفعہ ایرانن بہت دیر تک خاموش رہی مگر آخر اُسے تسلیم کرنا پڑا کہ دوسری بیوی سے دعویٰ کے بعد بھی اُنکے ہاں اولاد ہوئی تھی۔ مَینے کہا اب آپ خود فیصلہ کرلیں کہ ہم قرآن کو کیوں مانتے ہیں۔ اور بہاء اللہ کو اپنے دعویٰ میں کیوں سچا تسلیم نہیں کرتے۔ بہاء اللہ کو ہم اُسی صورت میں مان سکتے تھے جب قرآن کریم کے ذریعہ ہماری دینی ضروریات پوری نہ ہو سکتیں۔ اور بہاء اللہ اس ضرورت کو پورا کر دیتے لیکن اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے اور ادھر کوئی ایسی ضرورت بھی نہیں ہے جسے اسلامی شریعت نے پورا نہ کیا ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ قرآنی شریعت کو ترک کیا جائے اور بہائی شریعت کو قابلِ قبول قرار دیا جائے۔

احمدیت کی صداقت کا واضح ثبوت

احمدیت اور بہائیت میں بعض نمایاں فرق

ماخوذ از تفسیر کبیر مصنفہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ قادیان

ترقی کی ایک علامت جو قرآن کریم سے ثابت ہوتی ہے اور جو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم میں تو پائی جاتی ہے لیکن دوسرے مدعیوں کی جماعتیں اس سے محروم ہیں وہ قوم کا ایک مرکز پر مجتمع ہونا ہے تاکہ اس کا شیرازہ منتشر نہ ہو اور وہ متحدہ طاقت سے دنیا میں تبلیغ کرنے کا پروگرام جاری رکھ سکے۔ مثلاً بہائیوں کا اس وقت تک کوئی مرکز نہیں لیکن جماعت احمدیہ کا قادیان مرکز ہے جہاں ہر سال ہزاروں لوگ آتے اور علمی اور رُوحانی لحاظ سے فائدہ اُٹھا کر اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں یہ وہ مرکز ہے جسکی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا کہ يَأْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ يَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ (تذکرہ ۴۹ و ۴۵) تیری طرف دُور دُور سے اور اس کثرت سے لوگ آئیں گے کہ سڑکوں میں گڑھے پڑ جائیں گے۔ پھر آپ نے رؤیا میں قادیان کی ترقی کو دیکھا اور فرمایا:۔

"ہم نے کشف میں دیکھا کہ قادیان ایک بڑا عظیم الشان شہر بن گیا اور انتہائی نظر سے بھی پرے تک بازار نکل گئے۔ اونچی اونچی دو منزلی یا چو منزلی یا اس سے بھی زیادہ اونچے اونچے چبوتروں والی دوکانیں عمدہ عمارت کی بنی ہوئی ہیں اور موٹے موٹے سیٹھ بڑے بڑے پیٹ والے جن سے بازار کو رونق ہوتی ہے بیٹھے ہیں اور اُن کے آگے جواہرات اور لعل اور موتیوں اور ہیروں روپوں اور اشرفیوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں اور قسما قسم کی دوکانیں خوبصورت اسباب سے جگمگا رہی ہیں یکے۔ بگھیاں۔ ٹم ٹم۔ فٹن۔ پالکیاں۔ گھوڑے۔ شکرمیں۔ پیدل اس قدر بازار میں آتے جاتے ہیں کہ مونڈھے سے مونڈھا بھڑ کر چلتا ہے اور راستہ بمشکل ملتا ہے۔" (تذکرہ ۳۹۳ و ۳۹۴)

یہ پیشگوئی ہے جو قادیان کی ترقی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے آپ کو یہ خبر دی کہ لوگ اپنے وطنوں کو چھوڑ کر قادیان میں ہجرت

کر کے آجائینگے (تذکرہ ص۵) چنانچہ ان پیشگوئیوں کے مطابق قادیان خدا تعالیٰ کے فضل سے روز
بروز بڑھ رہا ہے اور ہزارہا لوگ قادیان میں ہجرت کرکے آچکے ہیں۔ اپنے وطن کو چھوڑ دینا۔ اور مال
واملاک کو ترک کرکے ایک دوسرے شہر میں محض خدا کی رضا کے لئے ہجرت کرکے چلے جانا بڑی بھاری
قربانی کی علامت ہوتی ہے اور جس قوم میں یہ قربانی پائی جاتی ہو وہ کبھی مٹ نہیں سکتی۔ اسکے مقابلہ میں
عکہ اور بہجہ میں جاکر دیکھ لو بہائی لوگ بیٹھے مکھیاں مارتے رہتے ہیں اور کوئی شخص بیرونجات سے ان کے
پاس نہیں آتا۔ ہمارے آدمی سفر یورپ کے موقع پر وہاں گئے تو بہائی لوگ اُنکے پیچھے پڑ گئے کہ بہاء اللہ
کی قبر کے اندر لے جاؤ۔ یہ بڑی برکت والے ہیں۔ گویا اُنکی حالت بالکل مجاوروں کی سی ہے اور
وہی مشرکانہ رسوم وہاں پائی جاتی ہیں جو ہندوستان میں بعض قبروں پر پائی جاتی ہیں پھر وہاں
اُنکی ترقی کی جو کچھ حالت ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب ہم عکہ گئے تو جس سے
بھی پوچھیں کہ بہائیوں کا مرکز کہاں ہے تو وہ کہتے کہ ہمیں تو علم نہیں۔ اسپر ہمیں بڑی حیرت ہوئی
کہ ہم عکہ میں بھی پہنچ گئے ہیں اور بہائیوں کے مرکز کا بھی ہمیں پتہ نہیں لگتا۔ آخر بڑی دیر کے بعد
ایک شخص نے بتایا کہ آپ غلط سوال کر رہے ہیں بہائی اس علاقہ میں بہائیت کے نام سے نہیں
بلکہ عجمیت کے نام سے مشہور ہیں اور اُن کو سب لوگ یہاں عجمی کہتے ہیں۔ آپ عجمی کہہ کر دریافت
کرتے تو کسی کو علم بھی ہوتا کہ آپ کن لوگوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ پھر اس نے بتایا کہ یہ عجمی بھی عکہ میں نہیں
رہتے بلکہ تین چار میل پرے ایک جگہ بہجہ ہے وہ وہاں رہتے ہیں چنانچہ ہم موٹر لیکر وہاں پہنچے اور
بہائیوں کے حالات کا مشاہدہ کیا۔ اس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ چونکہ بعض پیشگوئیوں میں عکہ کا لفظ
آتا تھا اس لئے انہوں نے عکہ کو اپنا مرکز لکھنا شروع کر دیا۔ حالانکہ وہ عکہ میں نہیں بلکہ اس سے
بھی چار پانچ میل دور رہتے تھے۔ اور پھر باوجود اسکے کہ سالہا سال سے باب اور بہاء اللہ کا
دعویٰ تھا پھر بھی اُنکی حالت یہ تھی کہ چار پانچ میل تک بھی لوگ انکو نہیں جانتے تھے۔ اور یہاں
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے یہ حالت ہے کہ کوئی شخص آپ کا نام لے دے
فوراً لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ یہ مرزا صاحب کے ماننے والوں میں سے ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے نام پر احمدی بھی مرزائی کہلانے لگ گئے ہیں اور یا پھر لوگ ہماری جماعت کے
دوستوں کو مولوی کہتے ہیں جس کے معنی ہیں علم والے۔ مگر عجمی کا لفظ عرب میں ہمیشہ تحقیر کے لئے استعمال
کیا جاتا ہے اور عربی زبان میں اسکے معنے ہوتے ہیں اَن پڑھ اور جاہل لوگ۔ پس انہیں تو اپنے
علاقہ میں اَن پڑھ اور جاہل کہا جاتا ہے اور یہاں احمدیوں کو مولوی کہا جاتا ہے جس سے مُراد یہ

ہوتی ہے کہ وہ علم والے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ترقی کا صحیح مقام ابھی ہماری جماعت کو حاصل نہیں ہوا۔ اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے ساری دنیا فتح کرلی ہے مگر "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" ہمارا ایک مرکز ہونا، ہماری جماعت کا دنیا کے مختلف ممالک میں پھیل جانا۔ ہزاروں آدمیوں کا اپنے وطنوں کو چھوڑ کر قادیان میں ہجرت کرکے آجانا اور ہماری اپنی تعداد اور اپنے علم میں روز بروز بڑھتے جانا یہ اس بات کی علامات ہیں کہ ہم ایک دن ساری دنیا کو انشاء اللہ فتح کرلینگے۔ اسوقت اگر قادیان کے محلوں اور اس کی پرانی اور نئی آبادی کا جائزہ لیا جائے تو سوائے ہمارے کہ ہم قادیان کے اصل باشندے ہیں اور سوائے محلہ ارائیاں میں رہنے والے چند لوگوں کے کہ جنکی مجموعی تعداد کسی صورت میں بھی دو تین سو سے زیادہ نہیں ہوگی۔ باقی سب کے سب وہ لوگ ہیں جو باہر سے ہجرت کرکے قادیان آئے۔ میں سمجھتا ہوں سو احمدیوں میں سے صرف ڈیڑھ فیصدی قادیان کے اصل باشندے ہیں۔ باقی سب کے سب وہ لوگ ہیں جو باہر سے آئے ہیں۔ پھر ان باہر سے آنے والوں میں کوئی افغانستان سے آیا ہے کوئی برما سے آیا ہے کوئی مالابار سے آیا ہے کوئی سیلون سے آیا ہے کوئی سندھ سے آیا ہے کوئی بنگال سے آیا ہے۔ اسی طرح اور بیسیوں علاقے ہیں جہاں کے رہنے والے قادیان میں پائے جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اگر یہ دیکھا جائے کہ قادیان میں کہاں کہاں سے لوگ آئے ہوئے ہیں تو اتنے مختلف مقامات سے آئے ہوئے لوگ ثابت ہونگے کہ لاہور میں بھی اتنے مختلف مقامات کے لوگ موجود نہیں ہونگے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ بہت بڑی بات ہے اور اس الہام کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوا کہ یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (تذکرہ ص۲۴۳ و ص۴۹) لوگ تیرے پاس دُور دُور سے آئینگے۔ پھر خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو شاخ در شاخ اس طرح پھیلایا ہے کہ ہر قسم کے کارکن ہماری جماعت میں پائے جاتے ہیں۔ اگر ایک طرف زمیندار طبقہ ہماری جماعت میں پایا جاتا ہے تو دوسری طرف تاجروں کا بھی ایک کثیر حصہ ہماری جماعت میں موجود ہے۔ اسی طرح اگر عربی دان ہماری جماعت میں کثرت سے پائے جاتے ہیں تو انگریزی دان لوگوں کی بھی ہماری جماعت میں کمی نہیں ہے۔ غرض ہر طبقہ اور ہر شعبہ میں ہماری جماعت پھیل رہی ہے اور ہر قسم کے کارکن ہماری جماعت کو مل رہے ہیں مگر بہائیوں کو یہ بات نصیب نہیں۔ ان میں چند خاص قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ ان میں نہیں پائے جاتے جو اس بات

علامت ہے کہ اُن کی جماعت کو وہ وسعت حاصل نہیں جو دُنیا پر چھا جانے والی جماعتوں کو حاصل ہُوا کرتی ہے۔ چند علمی رنگ میں بحثیں کرنے والے آدمیوں کا پیدا ہو جانا کسی جماعت کی زندگی کے لئے کافی نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ قربانی اور ایثار کا مادہ اُن میں زیادہ سے زیادہ پایا جاتا ہو۔ وہ مرکز سے وابستگی رکھتے ہوں۔ اپنی تعلیم کی اشاعت کے لئے ہر مشکل کو برداشت کرنے والے ہوں اور یہ جذبہ اپنے دلوں میں رکھتے ہوں کہ ہم مر جائیں گے مگر اس تعلیم کو نہیں چھوڑینگے جس کو لیکر ہم کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ جذبۂ قربانی اور ایثار و استقلال کا یہ مادہ ہماری جماعت میں تو پایا جاتا ہے مگر بہائیوں میں اس قسم کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔

پھر جس قسم کی اشاعت کی توفیق ہماری جماعت کے مبلغوں کو ملی ہے ان کو نہیں ملی۔ ہماری جماعت کے مبلغ سارے جہان میں پھرتے اور لوگوں کو اسلام اور احمدیت میں داخل کرتے ہیں مگر ان کے اندر کوئی باقاعدہ تبلیغی نظام نہیں نہ اُن کے مبلغ غیر ممالک میں جاتے ہیں اور نہ تبلیغی جذبہ اُن کے اندر پایا جاتا ہے۔ اسی طرح جس قسم کا کام ہماری جماعت کر رہی ہے اُس قسم کے کام کی کوئی مثال بہائی اپنی جماعت کی طرف سے پیش نہیں کر سکتے۔ ہماری جماعت نے پسماندہ اقوام کو اُبھارنے اور ادنیٰ اقوام کو اونچا کرنے اور اُن میں تعلیم کو رائج کرنے اور انہیں مہذب اور متمدن بنانے کے لئے جس قدر کوششیں کی ہیں ان کا عشر عشیر بھی بہائیوں میں نہیں پایا جاتا۔ پھر تعداد کے لحاظ سے دیکھو تو اُنکی ہمارے مقابلہ میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ باوجود اسکے کہ انہوں نے ہماری جماعت سے چالیس سال پہلے کام شروع کیا تھا پھر بھی اب تک صرف چند اُمراء کی وجہ سے اُن کو شہرت حاصل ہوئی ہے جو اُن کی جماعت میں شامل ہوئے۔ لوگوں کی اکثریت نے اُن کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ اور ان چند اُمراء کا بہائیت کی طرف میلان بھی کسی قربانی کی وجہ سے نہیں ہُوا بلکہ اس وجہ سے ہُوا کہ اُمراء مذہبی پابندیوں کو سخت مصیبت سمجھتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا طریق نکل آئے کہ مذہب بھی رہے اور آزادی بھی ہاتھ سے نہ جائے اس خیال کے ماتحت اگر انہیں کسی مذہب میں آسانی نظر آتی ہے تو وہ شوق سے شامل ہو جاتے ہیں سمجھتے ہیں کہ ہم مذہب کے بھی پابند رہیں گے اور ہر قسم کے تعیش سے بھی کام لیتے رہیں گے بہائیت میں اس قسم کی کوئی پابندیاں نہیں وہ کہتے ہیں نماز جس کے پیچھے چاہو پڑھو۔ جو چاہو کرو تمہیں کوئی باز پُرس نہیں ہوگی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے لوگ جو بیک وقت مذہب اور آزادی سے ہم کنار رہنا چاہتے ہیں وہ ایسے مذہب میں شامل ہو جاتے ہیں۔

بنائے فاسد علی الفاسد

(نائب مدیر)

جناب بہاء اللہ کی کتب میں ایسی عبارات کثرت سے پائی جاتی ہیں جن سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا دعویٰ اُلوہیت کا تھا۔ اس قسم کی عبارات میں سے ایک عبارت جناب بہاء اللہ کی کتاب "مبین" نامی کی ہے۔ جس میں ان کے وہ بعض خطوط درج ہیں جو انہوں نے اپنے ماننے والوں کو مختلف اوقات میں لکھے۔ کتاب مذکور کے صـ۲۸۶ پر جو خط درج ہے اس کے ابتداء میں جناب بہاء اللہ کہتے ہیں" اِسْمَعْ مَا یُوْحٰی مِنْ شَطْرِ الْبَلَاءِ عَلٰی بُقْعَةِ الْمِحْنَةِ وَالْاِبْتِلَاءِ مِنْ سِدْرَةِ الْقَضَاءِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا الْمَسْجُوْنُ الْفَرِیْدُ"۔ اس عربی عبارت میں مِنْ شَطْرِ الْبَلَاءِ مِنْ سِدْرَةِ الْقَضَاءِ سے مُراد جناب بہاء اللہ کی ذات ہے۔ جو مختلف مصائب کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ اور علٰی بقعة المحنة والابتلاء سے مُراد وہ جگہ ہے جہاں وہ مصائب اٹھا رہے تھے۔ گویا مَا یُوْحٰی کے نائب فاعل یعنی وحی کرنیوالے خود بہاء اللہ ہیں۔ پس قواعدِ زبان کی رُو سے عربی عبارت کا یہ مفہوم ہے کہ اے مخاطب جسکی طرف یہ خط لکھا جا رہا ہے تو غور سے اس وحی کو سُن جو بہاء اللہ کی طرف سے تجھے کی جاتی ہے کہ بہاء اللہ کے سِوا جو تنہا قیدی ہے کوئی معبود نہیں۔ الغرض جب ہم عربی عبارت پر غور کرتے ہیں اور قواعدِ زبان کو استعمال کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ لا الٰہ الا انا المسجون الفرید کا فقرہ جناب بہاء اللہ اپنی ذات کی نسبت بیان کرتے ہیں اور ان کا یہ فقرہ اپنے متعلق کہنا ان کے دعویٰ اُلوہیت کی واضح مثال ہے

مغالطہ دہی بعض بہائی دوست اس واضح حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے کہتے ہیں کہ جناب بہاء اللہ نے اُلوہیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ چنانچہ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک صاحب حشمت اللہ بہائی ہیں۔ جنہوں نے پیامبر ماہ دسمبر میں ایک مضمون شائع کروایا اور کتاب مبین کے مذکورہ بالا فقرہ کی جس سے جناب بہاء اللہ کا دعویٰ اُلوہیت واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ تاویل کرنے کی کوشش کی۔ اور لکھا کہ لا الٰہ الا انا المسجون الفرید کا فقرہ

وحی الٰہی ہے جو جناب بہاء اللہ پر خدا کی طرف سے نازل ہوا گویا یہ فقرہ جناب بہاء کی ذات کی نسبت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نسبت ہے اور اسکی دلیل یہ دی کہ اس فقرہ سے پہلے اِسْتَمِعْ مَا یُوْحٰی کے الفاظ ہیں۔ اور یہ الفاظ بتلاتے ہیں۔ کہ اس سے اگلا آنیوالا کلام وحی ہے جو خدا کی طرف سے جناب بہاء اللہ پر نازل کیا جاتا ہے

شیخ صاحب نے اپنے اس استدلال کی تائید میں قرآن مجید کی آیت وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ پیش کی ہے اور لکھا ہے کہ جس طرح آیت مذکورہ میں اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ کا فقرہ انبیاء کو وحی کیا گیا ہے۔ اسی طرح سے جناب بہاء اللہ کو لا الٰہ الا انا المسجون الفرید کا فقرہ وحی کیا گیا ہے۔

کمزوری دلیل پر گھبراہٹ

چونکہ شیخ صاحب کے مذکورہ بالا استدلال پر یہ اعتراض پڑتا تھا کہ "مبین" کی عبارت میں ایک ایسا قرینہ پایا جاتا ہے جو ہر عقلمند کو مجبور کرتا ہے کہ اسے وحی الٰہی نہ قرار دیا جائے۔ اور وہ "المسجون الفرید" کے الفاظ ہیں جو اللہ کے لئے بطور صفت کے استعمال ہوئے ہیں اور ایسے الفاظ خدا تعالیٰ کے لئے استعمال نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ایسی باتوں سے پاک ہے کہ وہ مجسم ہو کر قید و بند کی مصیبتوں میں گرفتار ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس اعتراض کی وقعت کو بھانپا۔ اور قرآن مجید کی تین آیات کا بالکل غلط ترجمہ کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قرآن مجید کی تعلیم کی روشنی میں خدا تعالیٰ کے لئے "المسجون الفرید" جیسے الفاظ بولے جا سکتے ہیں چنانچہ جو آیات انہوں نے اس بارہ میں پیش کرتے ہوئے غلط ترجمہ ان کا کیا ہے۔ وہ درج ذیل ہے:-

پہلی آیت انہوں نے یہ پیش کی ہے قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ۔ اور اس کے آخری حصہ کا ترجمہ یہ کیا ہے "نہ تھا کوئی جو بچاتا خدا تعالیٰ کو ذلت سے" گویا انکے خیال میں خدا تعالیٰ کو ذلت پہنچ سکتی ہے تبھی یہ کہا گیا ہے کہ اس کو کوئی ذلت سے نہ بچا سکا۔ دوسری آیت انہوں نے مَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ کی پیش کی ہے اور ترجمہ یہ کیا ہے۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو مشقت میں ڈالے۔ یعنی انکے خیال میں اللہ تعالیٰ کو مشقت میں ڈالا جا سکتا ہے۔ تیسری آیت انہوں نے وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ کی پیش کی ہے اور ترجمہ کیا ہے۔ جو اللہ کو اذیت دے۔ ان تینوں آیات کے پیش کرنے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کی رو سے یہ ثابت ہے کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کو ذلت، مشقت اور اذیت پہنچ سکتی ہے۔ اور جب یہ ثابت ہے۔ تو پھر خدا تعالیٰ کے لئے المسجون الفرید یعنی تنہا قیدی ہونا بھی بولا جا سکتا ہے۔

غلطی کی وجہ

شیخ صاحب نے جو سارا غلط استدلال کیا ہے وہ سب اس وجہ سے ہے کہ عربی

سے انہیں ذرا بھر مس نہیں۔ اور نہ ان کو قواعد کا علم ہے کیونکہ اگر عربی زبان کے قواعد کو مدنظر رکھتے مبین کی عبارت پر نگاہ کی جاوے اور پھر قرآنی آیت کو دیکھا جائے۔ جو انہوں نے اسکی نظیر کے طور پر پیش کی ہے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کی آیت پر مبین کی عبارت کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن مجید کی آیت مذکورہ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنَ (انبیاء) میں تین باتیں معیّن ہیں (الف) وحی کرنے والا خدا ہے (ب) وحی انبیاء کو کرتا ہے (ج) وحی یہ کرتا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنَ پس آیت مذکورہ میں یہ مفہوم قطعی اور یقینی ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا کا فقرہ خدا تعالیٰ نے اپنی نسبت کہا ہے لیکن اس کے مقابل مبین کی عبارت میں یہ دکھائی دیتا ہے کہ (ا) وحی کرنے والا خدا نہیں بلکہ بہاء اللہ ہے کیونکہ مَا يُوْحِیْ مِنْ شَطْرِ الْبَلَآءِ کے الفاظ ہیں۔ اور شطر البلاء خدا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بہاء اللہ کی ذات ہے جو مختلف مصائب کا شکار ہو چکی تھی (ب) اور وحی اپنے مخاطب کو کرتا ہے گویا وہ اپنے کلام کو وحی قرار دے رہا ہے (ج) اور وحی یہ ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا المسجون الفرید کہ میں جو اکیلا اور بے یار و مددگار قیدی ہوں اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس لا اللہ الا انا المسجون الفرید وحی الٰہی نہیں بلکہ وحی بہائی ہے۔ جو اپنے مرید کو کی گئی ہے۔ صرف لفظ وحی سے دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ عربی زبان میں ہر وہ بات جو اشاروں سے لوگوں کو چھپا کر کہی جائے وحی ہے۔ چنانچہ اسی کے مطابق قرآن مجید نے کہا ہے اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ (انعام ع) کہ شیطان اپنے رازداروں کو اشاروں سے بات کہتے ہیں۔ پس جب وحی شیطان بھی کر سکتا ہے تو صرف لفظ وحی کو دیکھ کر شور مچانا ہے کہ خدا نے کی ہے درست نہیں ہوگا۔ الغرض مبین کی عبارت میں لفظ وحی بہاء اللہ کے کلام کے متعلق استعمال ہؤا ہے اور عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اے مخاطب تو اس وحی کو سن جو بہاء اللہ کر رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ میرے سوا جو تنہا قیدی ہوں کوئی معبود نہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ لا اللہ الا انا المسجون الفرید وحی الٰہی نہیں بلکہ ادعائے بہاء اللہ ہے جو انہوں نے اپنی ذات کے متعلق کیا ہے۔ پھر ہماری تائید مبین کی مذکورہ عبارت کے ساتھ بیان شدہ اگلی عبارت بھی کرتی ہے چنانچہ لکھا ہے قد اخذنا باسمنا العلیّ الاعلی کاس البلاء کہ ہم اپنے اعلیٰ نام کے ساتھ مصیبت کا پیالہ پینے کے لئے پکڑتے ہیں یہ الفاظ خدا تعالیٰ اپنے متعلق نہیں بول سکتا ہاں ایک مصیبت زدہ انسان ہی بول سکتا ہے۔ گویا یہ سارا کلام جناب بہاء اللہ کا ہے جو انہوں

نے اپنے متعلق اور اپنی حالت بیان کرنے کے لئے لکھا۔

پھر اگر شیخ صاحب کے نزدیک مبین میں وحی الٰہی درج ہے تو ہمیں بتائیں کہ مبین کے ۱۳۱
پر جو یہ عبارت ہے ان اخی لما رآی الامر اتضح وجد فی نفسہ کبرًا وغروًا فخرج عن خلف
الاستاذ وحارب نفسی وجادل بآیاتی وکذب برھانی وجعد اثاری وما شبع بطن
الحریص الی ان اراد اکل لحمی وشرب دمی یشھد بذلک عباد ھاجرو امر اللہ وعباد
مقربون۔ وشاور فی ذلک احد خدامی واغواہ علی ذلک" یعنی میرے بھائی نے جب دیکھا کہ میرا
سلسلہ ترقی پر ہے تو وہ بھی میرے مدمقابل اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور میرا مقابلہ شروع کر دیا پس اگر مبین میں وحی
الٰہی ہی درج ہے تو کیا یہ خدا تعالیٰ کہہ رہا ہے کہ میرا بھائی میرے مقابل پر کھڑا ہو گیا۔ پس ادنیٰ سے تدبر سے
بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک انسان کا کلام ہے۔ جب انسان کا کلام ہے۔ تو اسی قسم کی عبارت کو جو چند
صفحات آگے چلکر بیان ہوتی ہے وحی الٰہی کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہاں یہ سارا کلام بہاء اللہ کا
ہے جو انہوں نے تحریر کیا پس جب یہ اصل حقیقت ہے تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ انہوں نے لا الٰہ الا انا
المسجون الفرید اپنی نسبت کہا ہے۔ اور اس سے ادعائے اُلوہیت کیا ہے۔

قرآن مجید کی آیات کا اصل مطلب

اب جب یہ حقیقت ہے تو ان آیات قرآنیہ پیشکردہ پر بحث کی ضرورت ہی نہ رہی جو شیخ صاحب نے اس بات کی تائید میں پیش کی ہیں کہ قرآن مجید
کی روشنی میں خدا تعالیٰ کی ذات کی نسبت المسجون الفرید جیسے الفاظ بولے جا سکتے ہیں لیکن
تاہم میں ان آیات کے مختصراً صحیح معنی لکھ دیتا ہوں۔ تا کہ شیخ صاحب نے جو غلط معنے کرکے اپنے غلط خیال کی تقویت کیلئے
قلع بنایا ہے وہ قمع ہو جائے۔ سو جاننا چاہیئے کہ لم یکن لہ ولی من الذل کے یہ معنے نہیں کہ "نہ تھا کوئی جو خدا کو
کو بچاتا ذلت سے" بلکہ اسکے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے عجز کی وجہ سے کوئی دوست اس کا نہیں یعنی دوست
دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک دوست جو رحم کی وجہ سے اور احسان کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے۔ ایسے دوست
اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہیں۔ یہ اسکی شان کے خلاف نہیں۔ دوسرے وہ دوست جو امداد اور موقعہ پر کام آنیکے لئے بنائے جاتے
ہیں۔ ایسے دوست اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہیں۔ پھر من یشاقق اللہ کے یہ معنی یہ نہیں کہ جو اللہ کو مشقت
میں ڈالے بلکہ اسکے معنے ہیں کہ جو اللہ کے احکام کی مخالفت کرے کیونکہ شاقہ کے معنی خالفہ کے ہیں! اور
والذین یؤذون اللہ کے معنی یہ نہیں کہ اللہ ایک مجسم ذات ہے اور اسکو تکلیف پہنچائی جائے بلکہ اسکے معنے یہ
ہیں۔ جو اسکے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور خلاف ورزی ہی اسے اذیت پہنچاتے ہیں۔ الغرض نہ آیات
شیخ حشمت اللہ صاحب کے خیال کی تائید کرتی ہیں اور نہ مبین کی عبارت انہیں ادھر ادھر جانے دیتی ہے
اور اصل بات وہی ہے جو ہماری طرف سے پیش کی جاتی ہے کہ لا الٰہ الا انا کے فقرہ میں جناب بہاء اللہ نے خود ہی الوہیت کیا

قیمت سالانہ تین ۳ روپے

إِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا

مجلس انصار اللہ احمدیہ قادیان کا ماہنامہ

بابت ماہ جون سنہ ۱۹۴۶ء

فرقان

جلد ۵ — مدیر:- عبدالمنان عمر ایم۔ اے — نمبر ۶

ترتیب عنوانات

حکیم عبداللطیف شہید منشی فاضل پرنٹر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس میں چھاپا اور دفتر رسالہ فرقان سے شائع کیا

خادم کا عزم

(مکرم قیس مینائی)

یہ ہے عشقِ محمود کی مہربانی ؛ کہ روشن ہوئی مشعلِ زندگانی
مری شاعری میں تموّج سا آیا ؛ طبیعت میں پیدا ہوئی پھر روانی
خیالات و افکار کا ابر چھایا ؛ مضامیں برسنے لگے بن کے پانی
ہُوا سبز و شاداب باغِ تصوّف ؛ کوئی دل میں کرنے لگا باغبانی
مجھے میرے ساقی نے مستی میں آکر ؛ پلایا وہ جامِ مئے ارغوانی
ہُوا رُوح پر عالمِ کیف طاری ؛ ملی ذوقِ عرفاں کو پھر نوجوانی
اُٹھا بربطِ دل سے وہ شورِ نغمہ ؛ زمینی جو تھے بن گئے آسمانی
صدائے ترنّم نے وہ شور پھونکا ؛ کہ قبروں سے پھر جی اُٹھی زندگانی
ہُوا دل میں وہ جوشِ تبلیغ پیدا ؛ اُبلنے لگے چشمہائے نہانی
ہر اک خادمِ احمدیت نے اُٹھکر ؛ کیا عزم پختہ یہی دل میں ٹھانی
کہ اقصائے عالم پہ چھا جائیں گے ہم ؛ مٹا دیں گے دجّال کی حکمرانی
دلوں کی زمینوں کو جل تھل کرینگے ؛ پلائیں گے پیاسوں کو وحدت کا پانی
بسائیں گے رشد و ہدایت کی دنیا ؛ جہاں کو سکھائیں گے قرآن دانی
سبھی کچھ سکھائیں گے سیکھا ہے جو کچھ ؛ یہ زہد و عبادات و تسبیح خوانی
نکات و رموز اور اسرارِ قرآں ؛ حقائق، معارف، مطالب، معانی
سنائیں گے ہم جا کے وہ آچکا ہے ؛ امامِ زماں احمدِ قادیانی
فتح مند مہدی، مسیحِ زمانہ ؛ ظفر موج ہادی شہِ کامرانی
وہ جس نے کیا دینِ فطرت کو زندہ ؛ وہی جو کہ ہے احمدیّت کا بانی
محمدؐ کا پیارا وہ مُرسل خدا کا ؛ کہ مشہور ہے جس کی معجز بیانی
وہی جس کا بیٹا ہے محمود احمد ؛ ہے فضلِ عمر اور فاروقِ ثانی
کہ دورِ خلافت میں جس نوجواں کے ؛ سجا احمدیت کا عہدِ جوانی
بتائیں گے حالات سب قادیاں کے ؛ نہ چھوڑیں گے باقی کوئی بدگمانی
یہیں ختم کرتا ہوں مضمون لیکن ؛ کیا شک چھپاؤں گا رازِ نہانی
زمیں شعر کی تنگ طبع رواں ہے ؛ عجب کشمکش میں ہے خامہ روانی
مدیرانِ "فرقاں" ہیں دامن کشادہ ؛ کروں قیس پھر کیوں نہ گوہر فشانی

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود

کے

تین تازہ رؤیاء

مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مسجد مبارک میں اپنے فدایان کے درمیان تشریف فرما ہوتے ہیں۔ حضور نے حسب ذیل تین رؤیا اس مجلس میں سینکڑوں اشخاص کے سامنے ۱۷ و ۲۶ مئی کو بیان فرمائے جو ہم قارئین "فرقان" کیلئے درج کرتے ہیں۔ "ادارہ"

پہلا رؤیاء

فرمایا:۔ اتوار کو مَیں نے ایک رؤیاء دیکھا تھا جو مَیں کل بیان کرنا چاہتا تھا لیکن پروفیسر سوڈھی صاحب کے سوالات کا جواب دینے کی وجہ سے مَیں بیان نہ کر سکا اس لئے آج بیان کرتا ہوں۔ مَیں نے رویاء میں دیکھا کہ مَیں ایک مجمع میں بیٹھا ہوں جو اسی طرز کا ہے جس طرح اِسوقت یہاں دوست بیٹھے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے پاس بعض مبلّغین بھی بیٹھے ہیں۔ مَیں نے مجمع کو مخاطب کرکے تقریر کرنی شروع کی ہے مَیں اپنی تقریر میں کہتا ہوں کہ آدی باسی لوگوں کی کتابوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اور میرے متعلق پیشگوئیاں ہیں اُن کا پتہ لگانا چاہیئے۔ تقریر کرنے کے بعد ایسا معلوم ہوُا کہ مولوی عبد الرحیم صاحب شمال مشرقی کونے میں کھڑے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اِس بات کے معلوم کرنے کیلئے تو آدمی بھیجنے پڑیں گے اور بہت سا روپیہ خرچ کرنا پڑیگا۔ اِسطرح کے عذرات انہوں نے بیان کرنے شروع کر دیئے ہیں کہ یہ بات آسانی سے معلوم نہ ہوسکیگی بلکہ بہت کوشش کرنی پڑے گی اور بہت سا روپیہ صرف کرنا پڑے گا۔ اِس پر مَیں نے اُن کو یہ جواب دیا کہ یہ کونسی بڑی بات ہے جو کام کرنا ہوتا ہے اُس کے لئے اِس بات کا خیال نہیں کیا جاتا کہ کتنا روپیہ خرچ ہوگا اور کتنے آدمی لگانے پڑیں گے۔ اِس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

تعبیر

حضور نے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے اِس قوم کی کتابوں میں ہمارے سلسلہ کے متعلق کچھ پیشگوئیاں ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی طرف ہمیں توجہ دلائی ہے تاکہ لوگ انکے ذریعہ سے ہدایت پائیں۔ حیدر آباد دکن میں ایک شخص محمد صدیق نامی انہی کتابوں سے بعض پیشگوئیاں اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور بعض پیشگوئیاں وہ میرے متعلق بیان کرتا تھا۔ ایک یہ تھی کہ آپ جب

حیدرآباد آئیں گے تو بہت سا خزانہ نکلے گا۔ اِس طرح اُس نے اپنے خیال میں مجھے لالچ دے کر یہ کوشش کی کہ مَیں اُس کی تائید کروں۔ لیکن جب اُس نے دیکھا کہ مَیں اُس کی تائید نہیں کرتا اور مَیں اِس بات کو نہیں مانتا تو اُس نے میرے خلاف پیشگوئیاں بیان کرنی شروع کر دیں کہ وہ شخص آخر میں مرتد ہو جائیگا اور جماعت میں فتنہ کا موجب ہوگا۔ مَیں نے حیدرآباد کی جماعت کو ہدایت کی تھی کہ وہ اس کتاب کا ترجمہ کر کے مجھے بھجوائیں جس میں سے وہ پیشگوئیاں بیان کرتا ہے۔ حیدرآباد کی جماعت نے کچھ سُستی سے کام لیا اور وہ جلدی یہ کام نہ کر سکے۔ اس جلسہ سالانہ کے موقعہ پر وہ تھوڑے سے لٹریچر کا ترجمہ کر کے لائے وہ شائع شدہ ہے اُس میں مجھے تو کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ اگر اس قوم کی کتابوں کو غور سے دیکھا جائے تو اُن میں سے کئی پیشگوئیاں ہماری جماعت کے متعلق مل جائیں گی اور یہ ہو سکتا ہے کہ محمد صدیق اپنے اوپر جو پیشگوئیاں چسپاں کرتا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہوں۔

دوسرا رؤیاء

ایک اور رؤیاء مَیں نے ڈلہوزی میں غالباً منگل یا بدھ کی رات کو دیکھا۔ یہ رؤیا عجیب قسم کا ہے۔ مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور مَیں ہوں۔ آپ نے لباس جاٹوں کی طرح سادگی سے پہنا ہوا ہے۔ گو لباس وہی ہے جو آپ پہنا کرتے تھے پہننے کے طریقہ میں زمیندارہ سادگی معلوم ہوتی ہے اور جس طرح زمیندار اپنے بچوں کو چیچک کا ٹیکہ کرانے یا سکول میں داخل کرانے کیلئے ساتھ آتے ہیں اور بچوں کو نصیحت کرتے چلے جاتے ہیں کہ ہیڈ ماسٹر کو اِسطرح ملنا اور اِسطرح اُس کے سوال کا جواب دینا۔ یا اگر ٹیکہ لگوانا ہو تو بتاتے ہیں کہ اِسطرح کرنا۔ اِسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے بھی نصیحت کرتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا مَیں اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش ہونے والا ہوں مجھے آپ کا یہ فقرہ اچھی طرح یاد ہے آپ فرماتے ہیں۔ تم ہادی بھی ہو تم مہدی بھی ہو لیکن تم اللہ تعالےٰ سے اصرار کرنا کہ وہ مہدی کی پیشگوئی کو پورا کرے۔ ہادی ہونا اُس کے نتیجہ کے طور پر آپ ہی ظاہر ہو جائیگا۔ وہاں سامنے کوئی کرسی وغیرہ تو نہیں لیکن مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا مَیں خدا تعالےٰ کے سامنے پیش ہونے والا ہوں اور آپ مجھے بتاتے ہیں کہ تم اللہ تعالےٰ سے یہ چیز مانگنا۔ گویا آپنے بتایا کہ تمہارے متعلق ہادی اور مہدی ہونیکی پیشگوئی ہے تم اللہ تعالیٰ سے مہدی ہونے کی پیشگوئی کو پورا کرنے کیلئے اصرار کرنا کیونکہ ہادی ہونا مہدی ہونے کے تابع ہے۔

تعبیر:۔ جو شخص مہدی ہو یعنی وہ خود کامل ہدایت پر ہو اُس کے دل میں ہر وقت

یہ جوش موجزن ہوگا کہ اللہ تعالےٰ کے اِس انعام میں باقی لوگ بھی شامل ہو جائیں۔ پس جب وہ دوسرے لوگوں کو اپنے اِس انعام میں شریک کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ ہادی کہلائیگا۔ اگر کسی انسان کو ہدایت کامل مل جائے تو وہ اُس کو کسطرح چھپا سکتا ہے وہ تو ہر آدمی کے سامنے پیش کریگا۔ ہم دیکھتے ہیں اگر کسی کو معمولی سی چیز مل جائے تو وہ اُسے جب تک سو جگہ بیان نہ کرے اُسے چین نہیں آتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک عورت کی مثال بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک عورت نے سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ ہر مجلس جس میں وہ جاتی اُس میں جب بھی وہ کوئی بات کرتی تو انگوٹھی والی انگلی سامنے کر دیتی لیکن کسی عورت نے اُس سے دریافت نہ کیا کہ تم نے یہ انگوٹھی کب بنوائی تھی۔ آخر اُس نے مایوس ہو کر ایک دن گھر کو آگ لگا دی۔ آگ اتفاقاً ایسے حصّہ کو لگی جہاں لکڑیاں یا تیل تھا۔ اِس لئے آگ لگتے ہی بہت جلد تمام گھر میں پھیل گئی۔ تمام گاؤں کے لوگوں نے گھر کا اسباب بچانے کی کوشش کی لیکن آگ اتنی تیز ہو چکی تھی کہ کچھ بھی بچ نہ سکا۔ گاؤں کی عورتیں اُس عورت کے پاس آتیں اور پوچھتیں۔ بہن گھر میں سے کوئی چیز بچی بھی ہے یا نہیں تو وہ عورت انگوٹھی سامنے کر کے کہتی باقی تمام سامان جل گیا ہے صرف یہ انگوٹھی بچی ہے۔ چونکہ وہ رنج کا موقعہ تھا اِس لئے کسی عورت کا خیال اِس طرف نہ گیا کہ وہ انگوٹھی کے متعلق کوئی سوال کریں۔ مگر ایک عورت ایسی تھی جس میں استعجاب کا مادہ زیادہ تھا۔ اُس نے انگوٹھی دیکھتے ہی پوچھا۔ بہن تُو نے یہ انگوٹھی کب بنوائی تھی۔ اُس عورت نے کہا اگر تم مجھ سے یہ بات پہلے پوچھ لیتیں تو میں گھر کو آگ کیوں لگاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کسی انسان کو کوئی بڑی چیز مل جاتی ہے تو وہ اُس کا ہر جگہ اظہار کرتا ہے تا دوسرے لوگوں کو بھی اِسکا علم ہو جائے۔ اگر کوئی شخص گھر میں اچھا کھانا کھائے تو جہاں جاتا ہے بیان کرتا ہے کہ آج ہمارے گھر میں ساگ بہت اچھا پکا ہُوا تھا یا ہمارے گھر میں آلو گوشت بہت اچھا پکا ہُوا تھا۔ ہمارے گھر میں کباب بہت اچھے تیار کئے گئے تھے۔ جب لوگ اچھے کھانے کا ہر جگہ ذکر کرتے ہیں تو ایک شخص جس کو اتنی بڑی نعمت مل جائے وہ کسطرح خاموش رہ سکتا ہے پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ تم مہدی ہونے پر اصرار کرنا یہ معنے رکھتا ہے کہ تم اللہ تعالےٰ سے یہ اصرار کرنا کہ وہ تکمیل مہدویّت کرے۔ جب تکمیل مہدویّت ہو جائیگی تو تمہارا ہادی ہونا خود بخود ظاہر ہو جائے گا۔

یہ عجیب بات ہے کہ کئی دفعہ میرے دل میں خیال آیا کرتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مہدی کیوں رکھا گیا ہے۔ ہادی کیوں نہیں رکھا گیا۔ بعض جوابات اِس کے میری سمجھ میں آئے تھے لیکن یہ حل جو اِس خواب کے ذریعہ مجھے سمجھایا گیا ہے پہلے کبھی خیال میں نہیں آیا۔ اصل چیز تو

تعلق باللہ ہے تعلق باللہ کے مقام کے حاصل ہونے سے مہدی کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ اور تعلق باللہ کے بعد تعلق بالخلق ہے اسکے لحاظ سے ہادی ہونیکا مقام ہے جب اُسکا مونہہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے تو اُسکا وہ تعلق جو اُسے اللہ تعالیٰ سے ہے اُسکے لحاظ سے وہ مہدی ہوتا ہے اور جب وہی چیز جو اُسے اللہ تعالےٰ کی طرف سے دی گئی ہو بندوں میں تقسیم کرتا ہے تو ہادی ہوتا ہے یہی فرق رسول اور نبی میں ہے جب انسان خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہوتا ہے اور اُس کا مونہہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے تو وہ رسول ہوتا ہے اور جب وہی انسان بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام انکو پہنچاتا ہے تو وہ نبی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونا بندوں سے ہمکلام ہونے سے اعلیٰ ہے رسول ہونیکا مقام نبی ہونیکے مقام سے اعلیٰ ہے بعض حدیثوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آتا ہے کہ آپکی پیدائش توام ہوگی۔ چنانچہ ظاہری طور پر آپکے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی لیکن روحانی توام ہونیکے لحاظ سے بھی آپ کیلئے پیشگوئی تھی جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رِجَالٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِس فرمایا کہ اسطرح آپ روحانی طور پر توام پیدا ہونگے پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک نام موسیٰ بھی رکھا گیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا تھی وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت ہارون علیہ السلام بطور وزیر دیئے گئے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی آپ کے اہل میں سے ایک وزیر دیا گیا ہے تاکہ روحانی لحاظ سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توام پیدا ہونے کی پیشگوئی پوری ہو جائے۔

تیسرا رؤیاء

تین چار دن ہوئے میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں اسی طرح کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوں اور میں دوستوں کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے وحی اولیاء کا بھی علم دیا ہے اور وحی انبیاء کا بھی علم دیا ہے۔ میں آپ کو وحی اولیاء کے متعلق بتا چکا ہوں اب وحی انبیاء کے متعلق بتاتا ہوں۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

تعبیر

حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا:-

معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں انبیاء اور اولیاء کی پیشگوئیاں پوری ہوں گی۔ ہم وحیٔ انبیاء تو ہر روز ہی سُناتے ہیں۔ لیکن رؤیا کے الفاظ اس طرح ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے وحیٔ اولیاء کا بھی علم دیا ہے اور وحیٔ انبیاء کا بھی علم دیا ہے۔ شائد وحیٔ اولیاء کو اس لئے پہلے رکھا گیا ہو کہ اولیاء کی پیشگوئیاں عوام الناس میں زیادہ مشہور اور نمایاں ہوتی ہیں اس لئے وحیٔ اولیاء کا ذکر پہلے کیا گیا اور وحی انبیاء کا بعد میں +

شذرات

از ابوالمنیر نورالحق نائب مدیر

پیغامی پروپیگنڈا کا تازہ نمونہ :

جناب مولوی محمد علی صاحب تیس سال سے غیر مبایعین کے پریذیڈنٹ اور لیڈر بنے ہوئے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ اخلاق جو ایک مذہبی لیڈر کہلانے والے میں پائے جانے ضروری ہیں وہ اُن سے عاری ہیں۔ اُن کا یہ طرز عمل چلا آرہا ہے کہ وہ اپنے پروپیگنڈا میں مشرقی مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ اور لوگوں کو دھوکہ میں رکھنے کے لئے وقتاً فوقتاً خلاف واقعہ باتیں بھی کہہ دیتے ہیں۔ چنانچہ اس بات کی تازہ مثال قارئین "فرقان" کے سامنے پیش کی جاتی ہے تاکہ احباب مولوی صاحب موصوف کے متعلق اندازہ لگا سکیں کہ وہ کن اخلاق کے حامل ہیں۔

جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۱۹۴۴ء میں مصلح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا اُس وقت امیر غیر مبایعین نے جو غلط بیانات حضور کی طرف لوگوں کے میلان کو روکنے کے لئے جاری کئے اُن میں سے ایک بیان یہ تھا کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے تنزل کے گڑھے میں گر رہے ہیں اور غیر مبایعین کی جماعت ہی ایک ایسی جماعت ہے جو شاہراہِ ترقی پر گامزن ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں۔ "غیر مبایعین کی آمدنی جو سال اوّل میں صرف سات ہزار روپے تھی ترقی کر کے سوا چار لاکھ تک پہنچی جو سال اوّل سے ساٹھ گنا ہے اور قادیانی جماعت اپنے سارے بلند بانگ دعاوی کے ساتھ دو لاکھ آمدنی سے ترقی کر کے صرف ۶ لاکھ سالانہ کی آمدنی تک پہنچی جو ابتدائی حالت سے تگنی ہے۔ کجا ساٹھ گنا ترقی اور کہاں تگنی۔" (پیغام ۲۶ر جولائی ۴۴ء)

یہ وہ بیان ہے جو امیر غیر مبایعین نے لوگوں کو دھوکہ دینے اور اُن کے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طرف سے میلان کو روکنے کے لئے جاری کیا۔ بجائے اس کے کہ ہم اس بیان کے متعلق یہ کہیں کہ یہ خلاف واقعہ اور صریح طور پر غلط تھا ہم مولوی صاحب کے ایک تازہ بیان کو احباب کے سامنے رکھدیتے ہیں تاکہ قارئین خود اندازہ لگائیں کہ مولوی صاحب کا مذکورہ بالا بیان کس قدر حقیقت سے دُور تھا۔ چنانچہ امیر غیر مبایعین مولوی محمد علی صاحب کا ایک خطبہ ۸ر مئی کے "پیغام" میں شائع ہوا ہے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں :-

"ہماری انجمن کا چندہ تین چار سال پیشتر قریب ۳۰ ہزار روپیہ سالانہ تھا۔"

اِن ہر دو بیانوں کو ملانے سے پتہ لگ جاتا ہے کہ مولوی صاحب کا ۱۹۴۴ء کا بیان بالکل غلط اور حقیقت سے دُور تھا۔ کیونکہ اُس میں اُس وقت کی آمدنی کو سوا چار لاکھ بتایا گیا ہے۔ لیکن جب اُس پر تین سال گذر جاتے ہیں اور مولوی صاحب موصوف سمجھتے ہیں کہ لوگ اُن کے پُرانے بیان کو بھول گئے ہونگے تو اُن کی زبان پر حق جاری ہو جاتا ہے۔ پس جس مذہبی لیڈر کا یہ حال ہو کہ وہ بات بات پر غلط بیانی کرے اُس کو روحانیت سے بھلا کیا تعلق ؛ اور کیا وہ اِس قابل ہے کہ اُسے مذہبی لیڈر کہا جائے؟

رسالہ "فرقان" کا اثر غیر مبایعین پر

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ "فرقان" جس طرز پر مضامین لکھ رہا ہے اُس کے خوش کُن نتائج نکل رہے ہیں اور غیر مبائعین میں سے سعید اور سمجھدار طبقہ ہمارے دلائل کی قوت اور شوکت کو سمجھتے ہوئے مبایعین کی صف میں شامل ہو رہا ہے۔ چنانچہ اس اثر کا اظہار خود وہ دوست کرتے رہتے ہیں جو "فرقان" کے مطالعہ کے نتیجہ میں حق کو پالیتے ہیں۔ حال ہی میں ایک دوست مولوی فیض اللہ صاحب داتوی نے "فرقان" کے لگاتار مطالعہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ۲۲ مئی کو بیعت کا خط لکھا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ بعدہٗ خلافتِ ثانیہ کی بھی بیعت کی مگر بعض شکوک کے باعث مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ شامل ہو گیا۔ لیکن اب جبکہ عزیزم سیٹھ سید محمود صاحب احمدی نے جو میری ہی تبلیغ سے احمدی ہوئے تھے میرے نام رسالہ "فرقان" داتہ میں جاری کروایا تو اُس کا نتیجہ بفضلہ تعالیٰ یہ ہوا کہ نہ صرف میرے تمام شکوک رفع ہو گئے بلکہ مصلح موعود کے تسلیم کرنے میں بھی کوئی شبہ نہ رہا۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ نبوّت اور دیگر تمام اُن مسائل پر شرح صدر سے ایمان لاتا ہوں جو حضور ایدکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بمقابلہ غیر مبایعین پیش کئے گئے ہیں۔ براہِ کرم میری بیعت قبول فرمائی جاوے۔ اور دُعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ مجھے استقامت اور استقلال عطا فرمائے۔ نیز عزیزم برادرم سیٹھ سید محمود صاحب احمدی تاجر کراچی کیلئے بھی دُعا فرماویں کہ جن کے ذریعہ اب خدا نے مجھے یہ شرف بیعت عطا فرمایا ہے۔ میں حضور کی تصنیفات مثل دعوۃ الامیر کا مطالعہ کر کے اِس امر کو خوب سمجھ چکا ہوں کہ حضور ایدکم اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حسن و احسان میں نظیر و مثیل ہیں۔"

پھر اپنے خط میں آگے چلکر لکھتے ہیں:۔

"میں آپ کی خلافت کو خلافتِ برحق اور آپ کو قدرتِ ثانی کا مظہرِ اتم اور مصلح موعود اور مبشر اولاد کا پورا پورا مصداق مانتے ہوئے دوبارہ تجدید بیعت کرتا ہوں۔ اور اپنے لڑکے کی بھی بیعت کراتا ہوں۔ میری معافی اور استقامت کے لئے دعا فرمادیں۔ نیز میرے دونوں بیٹوں کے احمدیت پر قائم و عامل ہونے کے لئے بھی دُعا فرمادیں۔"

دو اور خوش قسمت غیر مبایعین حضرت مصلح موعود کی بیعت میں:

احمدیت کے دیرینہ خادم اور حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پُرانے شیدائی جن کو بعض اہل بیت سے عناد رکھنے والوں نے عقائد کی آڑ میں خلافت سے وابستہ ہونے سے روکے ہوئے تھا یکے بعد دیگرے حق کو پا رہے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں خان بہادر میاں محمد صادق صاحب۔ جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب۔ جناب سید امجد علی صاحب اور جناب ڈاکٹر محمد شریف صاحب ریٹائرڈ سول سرجن حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کی بیعت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ اب غیر مبایعین میں سے دو اور خوش قسمت احباب کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بیعت سے مشرف ہونیکا موقعہ ملا ہے یعنی جناب سید عبدالمجید صاحب ریٹائرڈ جج ہائیکورٹ ریاست کپور تھلہ اور جناب سید شاہ امیر صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ انجنیر مسلم ٹاؤن لاہور کو۔ ہم اُن کی اِس خوش قسمتی پر ہر دو اصحاب کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اب اِن کو ایسی خدمت کی توفیق بخشے کہ پچھلی ساری کسر نکل جائے۔ نیز ہم اُن دوستوں کو جو ابھی مبایعین میں شامل نہیں ہوئے لیکن حضرت احمد علیہ السلام کا عشق اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔ یہ دعوت دیتے ہیں کہ وہ مسائل کو سمجھنے اور حق کو پانے کی کوشش فرماویں اور اگر کوئی مشکل انہیں پیش آرہی ہو تو وہ دعاؤں پر زور دیں تا اُنکا انجام بہتر ہو۔ اور تا وہ اُس عورت کی طرح نہ بنیں جس کے متعلق قرآن مجید نے کہا ہے۔ کہ نقضت غزلها من بعد قوة انكاثاً۔

غیر مبایعین کی ۱۹۴۵ء کی آمد:

اگرچہ غیر مبایعین اور اُن کے امیر کا کوئی بیان اُن کی سالانہ آمدنی کے متعلق قابلِ اعتبار نہیں کیوں کہ انہوں نے ہمیشہ ہی اپنی آمدنی کو حقیقت کے خلاف بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے لیکن تاہم اگر اُن کے مبالغہ آمیز بیانوں کو بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی انہوں نے مبائعین کے مقابل اسقدر شکست کھائی ہے کہ اب انہیں آنکھیں اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہونی چاہیئے۔

خدا کے فضل سے ہماری جماعت کی سالانہ آمد کوئی پچیس ۲۵ لاکھ کے لگ بھگ ہے لیکن اسکے

مقابل پر غیر مبایعین کی آمد کل پچاس ہزار۔ چنانچہ امیر غیر مبایعین نے خود اپنے خطبہ شائع شدہ ۸ رمئی میں اس بات کو بیان فرمایا ہے لکھا ہے کہ :- "ہماری جماعت میں چار آدمی ہیں اُن کا اس وقت میں ذکر کرتا ہوں۔ اسلئے نہیں کہ میں اُن کی تعریف کرنا چاہتا ہوں بلکہ جماعت کو صرف یہ بتانے کے لئے کہ ان چار آدمیوں کا چندہ جماعت کے مجموعی چندے کا ساتواں حصہ ہے۔" پھر اُن کے چندے کی جو ساری رقم بتائی گئی ہے وہ چھ سو روپے ہے گویا اوپر کے بیان کے مطابق ان سب کا چندہ سالانہ ۷۲۰۰ روپے بنتا ہے اور باقی جماعت کا ۴۳۰۰۰ - اور ساری آمد کل پچاس ہزار بنتی ہے۔ پس اگر اس بیان پر اعتبار بھی کر لیا جاوے تب بھی اس قسم کی مالی حالت والی جماعت دنیا میں کوئی بہترین کام نہیں کر سکتی اور پھر کجا یہ کہ پچیس ۲۵ لاکھ چندہ دینے والی جماعت سے مقابلہ کرے۔

"پیغام صلح" کی بے جا تنقید:

"پیغام صلح" ۱۵ رمئی ۱۹۴۶ء مسلمانوں کے کاموں پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ "ہم اس پروگرام کے پیش نظر مسلمان بھائیوں سے سوال کرتے ہیں کہ کیا تبلیغ دین۔ اشاعت اسلام اور تنظیم ملت کا ایسا پروگرام اُن کے سامنے بھی ہے؟ کیا انہوں نے وسیع پیمانہ پر تبلیغ دین کے لئے کوئی ادارہ قائم کیا ہے؟" "پیغام صلح" کا غیر احمدی مسلمانوں سے مذکورہ بالا سوال کرنا درست نہیں کیونکہ اُن کی اپنی یہ حالت ہے کہ اب تک انہوں نے تبلیغ دین کے لئے کوئی ایسی سعی نہیں کی جس کی وجہ سے وہ عوام مسلمانوں سے ممتاز نظر آئیں۔ چنانچہ اس بات کا اعتراف اُن کے امیر صاحب نے خود کیا ہے۔ فرماتے ہیں:- "زیادہ سے زیادہ ہم نے کیا کیا ہے۔ کوئی قرآن مجید کا ترجمہ کر دیا۔ کوئی سیرت لکھدی جس کی اشاعت چند ہزار آدمیوں تک محدود ہے لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو ہم نے دنیا تک نہیں پہنچایا" (پیغام ۵ رجون) پس جب غیر مبایعین کی یہ حالت ہے کہ وہ تبلیغ اسلام میں بالکل ایسے ہی ہیں جیسے عام مسلمان تو اُن کو طعنے دینے کے کیا معنے؟ بات تو تب تھی کہ سو دو سو مبلغ اُن کے ہندوستان کے علاوہ بیرونی ممالک میں کام کر رہے ہوتے اور اتنے ہی ہندوستان میں لیکن حالت یہ ہے کہ غیر مبایعین کے صرف چار مبلغ ہیں اور وہ بھی "پیغام بلڈنگس" میں ہمیشہ قیام فرما رہتے ہیں۔ کاش غیر مبایعین اپنی بے بسی اور بے کسی کو دیکھ کر فعال جماعت کا جزو بن کر کسی کام کے قابل ہو سکیں!

"پیغام صلح" کی حالتِ زار:

امیر غیر مبایعین ہمیشہ اپنی تقاریر و تحریرات میں یہ بیان کرتے رہتے ہیں کہ مبایعین اُنکی جماعت کے

مقابل پر کچھ حیثیت نہیں رکھتے اور یہ کہ ہر لحاظ سے وہ تنزل کی طرف جا رہے ہیں اور غیر مبائعین کی ہی ایک جماعت ہے جو دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ لیکن اِس ترقی کرنے والی جماعت کا یہ حال ہے کہ ان کا ایک ہی اخبار ہے جو ہفتہ وار "پیغام صلح" کے نام سے نکلتا ہے اور آٹھ صفحات پر شائع ہوتا ہے اور خریداری کوئی تین سو کے لگ بھگ ہوگی۔ جس میں سے بہت سے خریدار مبائعین ہیں۔ مضامین کے لحاظ سے اُس کی یہ حالت ہے کہ کوئی اچھا علمی مضمون اُس کو نہیں ملتا۔ جس کی وجہ سے اکثر اوقات مختلف اخباروں سے اُسے مضمون لینے پڑتے ہیں۔ اِس بات سے تنگ آکر پچھلے چند پرچوں میں انہوں نے جماعت کے مضمون نگار احباب سے اپیل کی تھی کہ وہ علمی مضامین لکھیں۔ لیکن اُن کی اپیل کا جو نتیجہ نکلا ہے وہ یہ ہے کہ اُنکی اپیل صدا بصحرا ثابت ہوئی ہے جس کا ذکر ایڈیٹر صاحب نے "پیغام صلح" ۱۵ ر مئی میں نہایت حسرت بھرے الفاظ میں کیا ہے۔ پس جس جماعت کی یہ حالت ہو اُس کا زندہ۔ فعال اور منظّم جماعت ہونے کا پروپیگنڈا کرنا ایک مجنون کی بڑ نہیں تو اور کیا ہے۔ پھر کیا اِن حالات میں سے گذرنے والی جماعت مبائعین کے مقابل پر کوئی جماعت کہلا سکتی ہے؟ جن کے کئی رسائل اور اخبارات خاصی تعداد میں شائع ہوتے اور دنیا کے کناروں تک پہنچتے ہیں اور جس کا آرگن "الفضل" روز نامہ ہے جس کو مضامین کی کوئی کمی نہیں بلکہ وہ علوم کا ایک مرقع اور اسلامی حقائق و معارف کا خزانہ ہے جو ایمان افروز باتوں پر مشتمل ہوتا ہے اور بلند صحافتی معیار پر قریبًا پانچہزار کی تعداد میں شائع ہوتا ہے۔ کاش غیر مبائعین اِن سب باتوں پر غور کریں اور اب جبکہ انہیں اپنی شکست صاف نظر آ رہی ہے انہیں چاہیئے کہ اصل وجوہ پر غور کر کے اپنی شکست کو فتح کی صورت میں بدلنے کا طریق اختیار کریں۔ اور دامن خلافت سے وابستہ ہو کر اظہارِ دین کیلئے کوشاں ہو جائیں۔ یہی کامیابی اور فتح کا طریق ہے۔ اور یہی عروۂ وثقیٰ ہے جس کے لئے ٹوٹنا نہیں۔

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ :

امیر غیر مبائعین اخبار "پیغام صلح" ۱۵ ر مئی ۱۹۴۶ء میں اپنی جماعت کو اپنے اختلافات مٹانے کے متعلق نصائح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہؓ کا اختلاف تھا لیکن جب قیصر روم نے اِس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی سلطنت پر حملہ کی تجویز کی تو حضرت معاویہ نے لکھا کہ اگر اُس کی فوجوں نے اسلامی علاقوں کا رُخ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑنے والے پہلے سپہ سالار معاویہ ہونگے۔ امیر غیر مبائعین کا اِس مثال کو پیش کرنیکا یہ مقصد ہے کہ جب کوئی غیر حملہ آور ہو۔ اُس وقت اندرونی اختلافات کو بھول جانا چاہیئے

لیکن نہیں افسوس ہے کہ امیر صاحب کی زبان نصائح کرنے کے لئے تو خوب چلتی ہے مگر وقت پر عمل کرنے کے لئے خود بھول جاتے ہیں اور اُن کا عمل ہر موقعہ پر یہ ثابت کر دیتا ہے کہ اُن کے قول اور فعل میں مطابقت نہیں۔ چنانچہ یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ ۱۹۳۴ء میں جب احرار نے احمدیت کی مخالفت کی تو بجائے اس کے کہ امیر غیر مبایعین جماعت احمدیہ کے اندرونی اختلاف کو نظر انداز کرتے ہوئے احرار کے حملہ کا جو انہوں نے جماعت احمدیہ کو مٹانے کیلئے کیا مقابلہ اجتماعی لحاظ سے کرتے انہوں نے احرار کو مبایعین کے خلاف اکسایا، اُن کی پیٹھ ٹھونکی اور ہر لحاظ سے اُن کی مالی امداد بھی کی۔ کیا اُن کا یہ فعل اُن کے قول کے مخالف نہیں؟ اگر مخالف ہے اور یقیناً ہے تو پھر امیر صاحب جب فرمائیں کہ کیا وہ اِس طرزِ عمل سے لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کے مصداق ہو کر کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کی زد کے ماتحت تو نہیں آتے؟

عذرات لنگ:

جناب مولوی محمد علی صاحب اخبار "پیغام صلح" ۲۲ رمئی ۱۹۴۶ء میں فرماتے ہیں:- یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے باپ تھے یہ حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول کا عقیدہ تھا۔ میں نے جو کچھ لکھا اُن سے دریافت کر کے لکھا۔" سوال تو یہ ہے کہ جب یہ عقیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقائد کے خلاف ہے تو یہ عقیدہ قابل قبول کس طرح ہو سکتا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:- "ہمارا ایمان اور اعتقاد یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ تھے۔ اور اللہ تعالٰے کو سب طاقتیں ہیں نیچری جو یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ اُن کا باپ تھا وہ بڑی غلطی پر ہیں ایسے لوگوں کا خدا مردہ خدا ہے اور ایسے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی جو یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالٰے کسی کو بے باپ پیدا نہیں کر سکتا۔ ہم ایسے آدمی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔" (ملفوظات احمدیہ شائع شدہ انجمن اشاعت اسلام لاہور جلد اوّل) پھر حضور فرماتے ہیں:- "هذا امر نكتبه من شهادة القرآن والانجيل فلا تتركوا سبيل الحق والعلاء" (مواہب الرحمٰن)

پس جب حضرت اقدس علیہ السلام واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے تھے تو اس کے خلاف عقیدہ رکھنا کسی طرح بھی درست نہیں۔ اور اس کے خلاف کسی بڑے سے بڑے آدمی کی بات قابل اعتنا نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں جب جناب مولوی محمد علی صاحب خود یہ فرما چکے ہیں کہ "اگر میری یا دوسرے کسی احمدی کی کوئی تحریر بانئے سلسلہ کے مسلک کے خلاف ہو تو وہ ہرگز قابلِ قبول نہیں"۔ (اشتہار مورخہ ۱۴ر اپریل ۱۹۴۱ء) تو انہوں نے حضرت

خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے ذمہ اپنا قصور کیوں لگا دیا؟ درحقیقت یہ غلطی اُن کی اپنی ہے۔ اور اب اُن کو جرأت سے اسے تسلیم کرنا چاہیئے اور اپنی تحریر کے مطابق اسے واپس لینا چاہیئے وگرنہ ہم سمجھیں گے کہ اِس واضح غلطی کو محض عزتِ نفس کی خاطر تسلیم نہیں کرتے اور عذرات لنگ پیش کرتے ہیں جو کسی طرح بھی قابلِ تسلیم نہیں۔

مولوی عمر الدین صاحب اور دیگر مخرجین کے پیغامیوں میں شامل ہونیکی وجوہات:-

وہ مخرجین جنکو نظامِ سلسلہ کی خلاف ورزی یا کسی اخلاقی کمزوری کے دکھانے کی وجہ سے جماعت مبائعین سے علیحدہ کیا جاتا ہے اُن کے وجودوں کو غیر مبایعین اور اُن کے امیر لسبا غنیمت سمجھتے ہوئے پھر جھٹ اُن کے ساتھ نامہ و پیام شروع کر دیتے ہیں اور طرح طرح کے چکمے دیکر اور اُن پر ڈورے ڈال کر اُن کو ساتھ ملانیکی کوشش کرتے ہیں۔ مخرجین میں سے وہ لوگ جو درحقیقت احمدی نہیں ہوتے اور محض اپنے فوائد کی خاطر احمدیوں سے ملے ہوئے ہوتے ہیں وہ جب جماعت سے خارج ہوتے ہیں اور انکی سوسائٹی اور فوائد منقطع ہو جاتے ہیں تو وہ غیر مبایعین کی آؤبھگت کو غنیمت سمجھتے ہیں اور اُن میں شامل ہو جاتے ہیں اور پھر جس کا کھائیے اُس کا گُن گائیے کے مطابق آہستہ آہستہ اُن کے عقائد بھی پیغامیوں والے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جناب شیخ مصری صاحب اخراج کے بعد بھی بہ بانگِ دہل یہ کہتے تھے کہ مبائعین کے ہی عقائد درست ہیں۔ لیکن جب غیر مبایعین کے ساتھ ملے تو کہدیا صحیح عقائد انکے ہیں۔ یہی حال دیگر مخرجین کا ہوا ہے مولوی عمر الدین صاحب بھی مجبوراً پیغامیوں کے ساتھ ملے ہیں اور وہ عقائد کی وجہ سے پیغامی نہیں ہوئے۔ چنانچہ مولوی عمر الدین صاحب شملوی کا ایک مضمون اخبار "پیغام صلح" ۵ جون ۴۶ء میں شائع ہوا ہے اُس میں انہوں نے دبے الفاظ میں اِس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ عقائد کی وجہ سے جماعت مبائعین سے علیحدہ ہو کر غیر مبایعین میں داخل نہیں ہوئے بلکہ جب وہ جماعت مبائعین سے خارج ہوئے تو اُن کی کوئی سوسائٹی نہ تھی اِس لئے مجبوراً انہیں پیغامیوں سے ملنا پڑا۔ مولوی صاحب کا بیان اُن کے اپنے الفاظ میں حسب ذیل ہے:-

وہ لکھتے ہیں "جس زمانہ میں جناب مصلح موعود نے مجھ پر جھوٹے الزامات کی بنا پر مجھے جماعت قادیان سے خارج کر دیا اور میرا عذر سُنے بغیر مجھے اپنی جماعت سے علیحدہ کر دیا جسکا مجھے بہت صدمہ تھا .... اور مَیں اِس غم میں گھلا جا رہا تھا اور کہتا تھا خدایا! میں تو میاں صاحب سے سچی محبت رکھتا ہوں اور وہ مجھ پر ظلم کئے جا رہے ہیں آخر مَیں کدھر جاؤں؟ کیا کروں اور کبھی اِس غم کی حالت میں بلا اختیار مَیں یہ شعر پڑھتا تھا۔

بسے سہل است از دنیا بُریدن ؛ بحسن و یاد احسانِ محمدؐ

میں اسی حالت میں تھا کہ خدائے تعالےٰ نے حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب کے دل میں تحریک کی اور انہوں نے مجھے خدمتِ اسلام کے لئے اپنی جماعت میں شامل ہو کر کام کرنے کی دعوت دی جسے میں نے بخوشی قبول کر لیا۔"

مولوی عمرالدین صاحب کے اِس بیان سے ہر شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ وہ کیوں غیر مبایعین میں شامل ہوئے۔ اِس وقت وہ خواہ مخواہ عقائد کی بحث کو لے بیٹھے ہیں حالانکہ اُن کی رُویا، کو ہم پچھلے "فرقان" میں شائع کر چکے ہیں جس میں اُن کو بتایا گیا تھا کہ عقائد مبایعین کے ہی درست ہیں اور اِس رویا، کی بنا پر ہی انہوں نے بیعتِ خلافت کی تھی پس جب یہ بات ہے، تو مولوی صاحب موصوف کا عقائد کی بحث کا ڈھونگ رچانا دنیا کو دھوکا دینے کے لئے نہیں تو اور کیا ہے؟ کاش مولوی صاحب موصوف اپنی خواب پر غور فرمادیں۔ دنیا کی جھوٹی عزت کو خیرباد کہتے ہوئے اور اپنی رُویا پر ایمان رکھتے ہوئے حضرت مصلح موعود کے قدموں میں اِنَّا كُنَّا خَاطِئِيْنَ کہتے ہوئے گر جائیں۔ کیونکہ دُنیا کی عزتیں یہاں ہی دھری رہ جائیں گی اور آخر کو معاملہ خدا کے ساتھ ہوگا۔

مصلح موعود کی ضرورت:

امیر غیر مبایعین ۵ رجون ۱۹۴۶ء کے شائع شدہ خطبہ میں فرماتے ہیں:- "حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے کھڑا کیا تھا مگر ہماری جماعت کے $\frac{9}{10}$ حصہ کی حالت بھی عام مسلمانوں سے بہتر نہیں جس جماعت کا $\frac{9}{10}$ حصہ بیکار پڑا ہو وہ کیا کام کر سکتی ہے"۔ غیر مبایعین کی یہ افسوسناک حالت اور پھر اُنکے امیر کی زبان سے یہ داستان کسقدر آنکھوں میں آنسو لانے والی ہے۔ اور یہ حالت اُن کی محض اِس لئے ہوئی ہے۔ کہ وہ جادہ مُستقیم سے بھٹک گئے ہیں۔ نبوّت سے منکر ہوئے اور خلافت سے دامن کو علیحدہ کر لیا اور اُن برکات سے محروم ہو گئے جو خدا کے خلفاء سے حاصل ہوا کرتی ہیں۔ تزکیہ نفوس محض وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو خدا اِس کام کیلئے کھڑا کرتا ہے اور یہ کام محض انبیاء اور اُنکے خلفاء ہی کر سکتے ہیں۔ چونکہ مولوی صاحب اور اُنکے رفقاء خلافت سے علیحدہ ہوئے اِس لئے خود بھی ڈوبے اور دوسروں کو بھی لے ڈوبے۔ درحقیقت لوگوں کی یہی وہ حالت ہے جس کیلئے خدا نے مصلح موعود کو اِس زمانہ میں دعویٰ کرنیکا حکم فرمایا تا لوگوں کو نشانات دکھا کر اُن کے ایمانوں کو مضبوط اور تزکیہ نفوس کر کے باخدا انسان بنایا جائے۔ پس امیر غیر مبایعین کا اپنی جماعت کی افسوسناک حالت کا بیان کرنا اِس بات کا متقاضی ہے کہ خدا کی طرف آسمانی مصلح آئے۔ سو وہ آگیا۔ کاش وہ لوگ جنکی آنکھیں ہیں دیکھیں اور جن کے کان ہیں خدا کی آواز کو سُنیں اور صحیح راستہ پر گامزن ہو کر تزکیہ نفوس کریں اور خدا کی رضا حاصل کریں

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کی بیسویں حماقت

(مکرم مولوی احمد علی صاحب مولوی فاضل)

مصری صاحب پیغامی نہیں

رسالہ "فرقان" ماہ جنوری ۱۹۴۶ء میں میں نے "شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کی روش کے متعلق غیر مبائعین کو انتباہ" کے عنوان سے بعض اہم امور کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اور مدلل طور پر بتایا تھا کہ مصری صاحب کے اعتقادات غیر مبائعین کے خلاف ہیں۔ مثلاً غیر مبائعین تو وابستگان خلافت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دین و مذہب کو بگاڑنے والے قرار دیتے ہیں لیکن شیخ مصری صاحب مبائعین سے علیحدگی کے بعد بھی اعلان کرتے ہیں کہ

"دنیا میں کوئی ایسی جماعت نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے صحیح عقائد و تعلیم پر قائم ہو بجز اس جماعت کے جس نے آپ کو (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو) خلیفہ تسلیم کیا ہوا ہے" (ٹریکٹ جماعت کو خطاب ص۲ مورخہ ۱۳/۷/۳۷)

(۲) غیر مبائعین تو نبوت کے بارے میں تبدیلی عقیدہ کے قائل نہیں مگر مصری صاحب قائل ہیں۔ (دیکھو الفضل ۲۶ جنوری ۱۹۲۲ء)

(۳) جولائی ۱۹۳۷ء میں جب مبائعین کی طرف سے کہا گیا کہ مصری صاحب پیغامیوں سے ملے ہوئے ہیں۔ تو آپ نے سختی سے بالفاظ ذیل اسکی تردید کی کہ:-

"میں احباب کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ سب باتیں غلط ہیں" ("مظالم کی تحقیق" مورخہ ۷/۷/۳۷)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مصری صاحب پیغامی ہرگز نہیں۔ اگر وہ اب پیغامی ہیں تو ان کا مندرجہ بالا بیان ان کے کذاب ہونے کا روشن ثبوت ہے خصوصاً جبکہ اب تک انہوں نے اپنے اس اعلان مورخہ ۷/۷/۳۷ میں کوئی ترمیم یا تردید نہیں کی۔

(۴) پھر غیر مبائعین تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد "انجمن" یا متعدد خلفاء کو بیک وقت جانشین مانتے ہیں مگر مصری صاحب ستمبر ۱۹۴۵ء تک شخصی خلافت کے قائل تھے۔ اس کے بعد اگر بگڑ گئے ہوں تو اس کا علم نہیں۔ کیونکہ مجھے اب تک ان کا کوئی ایسا اعلان دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا۔

غرض اس قسم کی چار باتیں مع ثبوت اور حوالوں کے میں نے رسالہ "فرقان" ماہ جنوری میں شائع

کرکے غیر مبائعین کو توجہ دلائی تھی کہ وہ مصری صاحب کی اپنی چالوں اور عبداللہ بن سبا یہودی کی سی کارروائیوں سے بچنے کی کوشش کریں تا ایسا نہ ہو کہ بعد میں ان کو پچھتانا پڑے۔

مصری صاحب خلافت کے قائل ہیں۔

مذکورہ چار امور میں سے سب سے پہلا امر یہ تھا جو میں پھر مکمل درج کر دیتا ہوں کہ

"غیر مبائعین صاف صاف اب یہ اعلان کر چکے ہیں کہ "ہم لوگ تو سرے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت کے ہی قائل نہیں" (پیغام اسلام ۱۵ر مارچ ۱۹۴۶ء)

لیکن مصری صاحب خلافت مسیح موعود علیہ السلام کے قائل و معترف ہیں ملاحظہ ہو:۔ مصری صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کو مخاطب کرکے لکھتے ہیں:۔

(۱) "میں خلافت کا قائل ہوں جو لوگ مجھے خلافت کا منکر قرار دے رہے ہیں وہ میری مندرجہ بالا تحریر کو غور سے پڑھیں" (ٹریکٹ جماعت کو خطاب ص۳ مورخہ ۱۳/۷/۳۷)

(۲) "خاکسار بھی تو منکرِ خلافت نہیں بلکہ ایک خلیفہ یعنی آپ سے جھگڑا ہے اور آپ سے چند مطالبات ہیں" (اشتہار بڑا بول ص۱ مورخہ ۲۳/۱۲/۳۷)

ناظرین غور فرماویں کہ مندرجہ بالا امور کس قدر صاف اور مدلل ہیں۔ اب بہتر تھا کہ اس مضمون کا جواب مصری صاحب دیتے۔ اور جو حوالہ اور عبارت یا استدلال انکے نزدیک غلط ہوتا۔ اس کا اظہار کرتے ورنہ اسپر صاد کرکے صاف صاف اعلان کرتے کہ اب وہ واقعی پیغامی ہو گئے ہیں اور یہ کہ ان کے پہلے بیانات صرف دھوکہ دینے کے لئے تھے۔ بہر حال وہ اپنی تبدیلی عقائد کا خود اعلان کرتے۔ تو بات ختم ہو جاتی اور پھر لوگ انکی ایمانداری کے اس پہلو پر غور کرکے ان کو خواہ لعن طعن کرتے یا چپ رہتے کہ مصری صاحب جب "اُخْرِجَ مِنْهُ الْيَزِيْدِيُّوْنَ" کے الہام کے مطابق جماعت قادیان سے الگ ہوئے تھے تو اس وقت تو عقائد کی کوئی بحث ہی نہ تھی۔ بلکہ صرف بقول اُن کے "چند مطالبات" تھے۔ پھر اب اعلان تبدیلی عقیدہ کے کیا معنے؟

مصری صاحب کی بے سود حمایت

الغرض میرے اس مضمون کا جواب دینے کا اصل فرض تو مصری صاحب پر عائد ہوتا تھا۔ مگر انکی بجائے ایک صاحب بابو عبدالحق صاحب پنشنر جہلم نے "پیغام صلح" (۱۰-۱۷ اپریل ۱۹۴۶ء) کے دو پرچوں میں میری پیشکردہ چار باتوں میں سے صرف اول الذکر کا جواب دینے کی آڑ میں گالیوں سے ہی مضمون بھر دیا ہے۔ انکی گوہر افشانی کے چند نمونے مع جواب ذیل میں درج ہیں:۔

(۱) "اس بناوٹی خلافت کی سب سے بھاری لعنت کا ٹیکہ قادیانیوں نے اپنے ماتھے پر لگا لیا ہے جو مرنے کے بعد بھی ماتھوں پر سے نہیں مٹے گا۔"

افسوس کہ جہلمی پنشنر صاحب نے یہ غور نہ کیا کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بقول انکے (معاذ اللہ) "خلافت" ایک "بھاری لعنت کا ٹیکہ" ہے۔ تو ان کا اپنی پارٹی کے لیڈران خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ کی نسبت کیا فتویٰ ہوگا؟ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر تمام جماعت احمدیہ کو تاکید کی کہ وہ حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کو اپنا مطاع اور خلیفہ تسلیم کرکے بیعت کریں اور آپ کے فرمان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمان کی طرح یقین کریں۔ (دیکھو مفصل اعلان مندرجہ اخبار بدر ۲ر جون ۱۹۰۸ء)

پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد (جیسا کہ پنشنر صاحب جہلمی نے اپنے مضمون میں ثابت کرنا چاہا ہے) انجمن جانشین تھی۔ تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی بیعت کیوں ان کے لیڈروں نے کی۔ اور کیوں ان کے امیر مولوی محمد علی صاحب نے "ایک نہایت ضروری اعلان" میں آپ کی خلافت کو ثابت کرنے کے دلائل بھی دئے تھے؟

الغرض جب اس امر کی داغ بیل انکے اپنے لاہوری لیڈروں کے ذریعہ ہی ڈالی گئی تھی تو وہ خلافت ثانیہ پر کیوں آپے سے باہر ہو گئے؟ کیا یہ اُن کا رویہ ذاتیات سے متعلق ہونے کی وجہ سے خدا کے نزدیک قابل تعریف ہوگا؟ یا قابل لعنت؟

افتراء پرداز کون ہے؟

جہلمی صاحب مزید گوہر افشانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اس قسم کی کارروائیاں۔ افتراء بازیاں۔ تحریف و تبدیل اور عقائد کی ایچا پیچیاں اور دیگر معاملات جو شیطان کی آنت کی طرح آپ لوگوں میں پھیلی ہوئی ہیں ان کا خدا ہی حافظ ہے"

مجھے تعجب ہے کہ اپنے امیر موصوف کے یہ مندرجہ بالا تمام اوصاف جہلمی پنشنر صاحب ہماری طرف منسوب کر رہے ہیں کیونکہ (الف) امیر پیغام نے کئی افتراء پردازیاں کیں۔ مثلاً لکھا کہ:۔

(۱) "حضرت مولوی صاحب مرحوم نے اپنی وفات سے ۶/۵ ماہ پیشتر اپنی بھتیجی کا جنازہ جو غیر احمدی تھی پڑھا۔ اور آپ کے پیچھے خود میاں صاحب نے بھی پڑھا" (ردّ تکفیر اہل قبلہ بار پنجم ص۶۳)

مگر امیر پیغام نہ اس افتراء کا ثبوت دیتے ہیں اور نہ اسکی اشاعت سے باز آتے ہیں۔

(۲) حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ افتراء کیا کہ:۔

"پھر کبھی اگر حضرت خلیفۃ المسیح نے کہیں یہ فرمایا کہ ہمارا اور غیر احمدیوں کا اصولی فرق ہے تو تھوڑے ہی مہینہ بعد یہ وہ فرمایا جو "بدر" میں چھپا ہوا موجود ہے کہ ہمارا اختلاف غیر احمدیوں سے فروعی ہے۔" (ایک نہایت ضروری اعلان ص۱۵)

مگر پوچھنے پر آجتک "بدر" اخبار سے اپنے اس افترار کا ثبوت نہیں بتایا۔

(ب) اب امیر پیغام کی "تحریف و تبدیل اور عقائد کی ایچا پیچیاں" ملاحظہ ہوں:۔

(۱) آپ نے النبوۃ فی الاسلام ص۳۲۱ پر سنہ ۱۹۱۵ء میں لکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام "اپریل سنہ ۱۹۰۲ میں تو دافع البلاء میں یہ لکھیں کہ مسیح کو مجھ پر فضیلت کلی ہے" حالانکہ "دافع البلاء" میں یہ فقرہ ہرگز موجود نہیں ہے هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ یہ امیر پیغام کی تحریف و تبدیل کا ایک ادنیٰ ثبوت ہے۔

(۲) پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو فرماتے ہیں کہ:۔

"شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا۔ اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے" (تجلیات الٰہیہ ص۲۵)

مگر امیر پیغام کی تبدیلی عقیدہ اور حضرت اقدسؑ کی مخالفت پر مشتمل بیان ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ:۔

"نبوت تشریعی اور غیر تشریعی یکساں بند ہیں۔" النبوۃ فی الاسلام ص۱۱۵) حالانکہ یہی امیر پیغام ۱۶ر جون سنہ ۱۹ء کو بمقام گورداسپور عدالتی حلفیہ بیان میں لکھ چکے ہیں کہ:۔

"مرزا صاحب دعوئ نبوت کا اپنی تصانیف میں کرتے ہیں یہ دعوئ نبوت اس قسم کا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن کوئی نئی شریعت نہیں لایا"

مگر باوجود حضرت اقدسؑ کی طرف سے دعوئ نبوت کے اعتراف کے امیر پیغام لاہور جا کر سنہ ۱۹۱۵ء میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ:۔

"امت کے اندر ہو کر نبوت کا دعویٰ بھی کذاب کا کام ہے" (النبوۃ فی الاسلام ص۱۱۵)

الغرض جہلمی پنشنر صاحب کو اپنے حضرت امیر کی شکل بغور دیکھنی چاہیئے تھی کیونکہ دراصل افترا پردازی اور تبدیلی عقائد کے مجرم وہی ہیں نہ کہ جماعت احمدیہ قادیان۔

جہلمی صاحب یزیدیوں کی صف میں

اسی طرح جہلمی صاحب نے جماعت احمدیہ کو "اصحاب فیل" اور "قادیان" کو "گنبد" سے موسوم کہہ کر لکھا ہے کہ "میاں محمود احمد صاحب کی بیعت کرتے ہی سب سے پہلے اخلاقی جرأت۔ انصاف۔ خدا ترسی اور قوت فیصلہ مفقود ہو جاتی ہے۔" (پیغام صلح) ہمیں اُن کے ایسے نقرات پر افسوس نہیں

کیونکہ ہم اہل بیت اور خلافت سے وابستہ ہیں اور جہلمی صاحب وغیرہ اگر یزیدیوں کا یہ نمونہ ظاہر نہ کرتے تو ہمیں حضرت محمود کی سچائی کے دلائل میں سے اس پہلو کی دلیل کہاں سے میسّر آتی؟ مگر تعجب اس بات پر ہے کہ جب جہلمی پنشنر صاحب بقول خود "عرصہ تک بیعت خلافت" میں رہے تو وہ جواب دیں کہ جب اُن کی بھی "قوت فیصلہ مفقود" ہوگئی تھی تو اُن کو اپنی بیعت فسخ کرنے کی قوت فیصلہ بیعت سے علیحدگی کے بعد حاصل ہوئی تھی یا پہلے؟ اگر تو بیعت کے اندر رہتے ہوئے انہیں فسخ بیعت کے لئے "قوت فیصلہ" موجود تھی تو اُن کا تازہ اعلان سراسر جھوٹ اور افتراء پر مبنی ہُوا۔ اور اگر بیعت فسخ کرنے کے بعد یہ "قوت فیصلہ" اُن میں پیدا ہوئی تھی کہ آپ خلافت سے بیعت فسخ کریں تو یہ ناممکن ہے۔ پس کیا جہلمی صاحب جو ہم پر "ایچاپیچی" کا الزام دے رہے ہیں خود اپنی اس "ایچاپیچی" کو حل کریں گے؟ بلکہ ہماری طرف سے اُن کو اس کی اجازت ہے کہ وہ اس عقدہ کے حل کے لئے بیشک اپنے امیر سے جو ایم۔اے۔ ایل ایل۔ بی ہیں وکیلانہ مشورہ لینے سے بھی دریغ نہ کریں۔ مگر اس "ایچاپیچی" کو وہ پھر بھی حل نہ کرسکیں گے۔

جہلمی صاحب کی دُشنام دہی

اسی طرح جہلمی صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

"عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے نہیں مانتے اور اس لئے کہ اُن کے اُستاد حضرت پولوس نے فارمولا ہی ایسا سمجھایا کہ حل ہی نہ ہوسکا۔"

پھر لکھا ہے کہ "آفرین ہے ان مثیل پولوس کی دانائی پر"۔ "ضدی قوم"۔ "عقل کے اندھو"۔ وغیرہ وغیرہ

جناب جہلمی صاحب! یہ "پولوس" کا لفظ بار بار جو آپ لکھتے ہیں اگر لکھنے سے قبل کسی واقف حال سے آپ دریافت کرلیتے تو پھر ہرگز نہ لکھتے۔ کیونکہ یہ آپ کے ہی ایک لاہوری لیڈر نے آپ کے ہی ایک لاہوری لیڈر کے لئے وضع کیا تھا۔ سچ ہے شیشہ میں اپنی ہی شکل نظر آتی ہے۔ پس آپ کو بھی ہمارے حضرت محمود کے شیشہ میں اپنے لیڈروں کی شکل دکھائی دیتی ہے۔ مگر چونکہ آپ اسے خود سمجھنے سے معذور تھے اس لئے "عقل کے اندھے" وغیرہ ہم کو کہنا شروع کردیا۔

الغرض بابو عبدالحق صاحب جہلمی پنشنر نے میرے پیش کردہ پانچ امور کا "قادیانی خلافت" کے زیر عنوان جواب دینے کی بجائے گالیوں اور بے تعلق باتوں سے اخبار کے دو پرچے سیاہ کر ڈالے مگر میرے دلائل کا کہیں اشارہ تک نہیں کیا کہ اُن کی تردید کی کوئی کوشش کرتے۔

جہلمی صاحب کا نرالا استدلال

ہاں جہلمی صاحب نے لکھا ہے کہ :۔ "اگر بفرض محال

جناب مصری صاحب نے کبھی کسی وقت میاں محمود احمد صاحب کی موجودہ خلافت کو تسلیم بھی کر لیا تھا تو اب انہی مصری صاحب نے اُسی خلافت کو غلط قرار دیدیا ہے۔ یہ مصری صاحب کی دلیری اور جرأت قابلِ تحسین ہے اور اُنکے زہد و تقویٰ پر ایک کھلی دلیل ہے۔" (پیغام ۱۷ر اپریل ص۳)

مگر جہلمی صاحب نے یہ نہ سوچا کہ جب مصری صاحب کا ۲۳/۲۴ سال" خلافت کو تسلیم کئے رہنا بھی فقرہ "بفرض محال" کا مترادف ہے تو جب تک اُن کے خلافت کے انکار پر بھی ۲۳/۲۴ سال نہ گذر جائیں گے اُن کی اِس نام نہاد جرأت اور زہد و تقویٰ کے واسطے تو آپ کے قاعدہ کے رُو سے "بفرض محال" کا لفظ استعمال کرنا بھی درست نہیں ہوگا چہ جائیکہ شیخ مصری صاحب کی جرأت یا زہد کا کوئی خیال تک بھی کیا جائے۔ اور طرفہ یہ کہ مَیں نے اپنے مضمون میں یہی امر تو پیش کیا تھا کہ مصری صاحب خلافت کے منکر نہیں ہاں بقول اُنکے موجودہ خلیفہ سے "چند مطالبات" ہیں پس جہلمی صاحب بتائیں کہ "اسی خلافت کو غلط قرار دینے" سے یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ مصری صاحب منکرِ خلافت ہو گئے ہیں اور اُن کا اور پیغامیوں کا خلافت کے بارہ میں مسلک ایک ہے؟ کیونکہ مصری صاحب قائلِ خلافت اور پیغامی منکرِ خلافت ہیں۔ پس اس سے خود بخود میری اِس بات کی تصدیق و تائید ہو گئی کہ مصری صاحب پیغامی ہرگز نہیں اور یہی میرا مدعائے مضمون تھا۔ اِس لئے جہلمی صاحب کے خلافت کے خلاف پیش کردہ امور اس وقت تک درخورِ اعتناء نہیں ہو سکتے جب تک کہ مصری صاحب خلافت کے منکر نہ ہو جائیں اور منکرِ خلافت ہونا مصری صاحب کی نسبت آپ بھی ثابت نہیں کر سکے صرف "موجودہ خلافت" کا انکار ہی ثابت کیا ہے اور اِس سے مجھے بھی انکار نہیں۔ ہاں اگر مصری صاحب خود بھی خلافت کے مطلقاً منکر ہونے کا اعلان کر دیں تو پھر جہلمی پنشنر صاحب کے اپنے قاعدہ کے رو سے ۲۳/۲۴ برس گذرنے کے بعد خود جہلمی صاحب ہی کیوں نہ کہہ دیں گے کہ "اگر بفرض محال جناب مصری صاحب نے خلافت کا مطلقاً انکار کر دیا تھا۔ تو اب ......"

گویا بابو عبد الحق صاحب جہلمی پنشنر شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری کی نسبت یہ یقین رکھتے ہیں کہ مصری صاحب عقیدۃً ایسے کچے واقع ہیں کہ اگر وہ ۲۳/۲۴ برس تک بھی کوئی عقیدہ ظاہر کرتے رہیں تو وہ "بفرض محال" کا مترادف ہوگا۔ مگر کیا جہلمی صاحب بتائیں گے کہ مصری صاحب کے راسخ الاعتقاد ہونے کے لئے کتنی صدیاں درکار ہیں؟ اور اُن کا پیغامی ہونا یقین کرنے کے لئے کتنے سال کا انتظار ضروری ہے؟

ہمارا خوشحال منصور

(ابوالمنیر نورالحق نائب مدیر)

منصور کے متعلق اصل پیشگوئی

احادیث کی کتاب ابوداؤد میں ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ وَرَاءِ النَّهْرِ يُقَالُ لَهُ الْحَارِثُ حَرَّاثٌ عَلٰى مُقَدِّمَتِهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ مَنْصُوْرٌ يُوَطِّئُ أَوْ يُمَكِّنُ لِآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا مَكَّنَتْ قُرَيْشٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُهٗ (ابوداؤد کتاب المہدی) یعنی آخری زمانے میں دنیا کو ہدایت دینے کے لئے ایک عظیم الشان شخص ماوراء النہر (بخارا یا سمرقند) کے علاقہ سے تعلق رکھنے والا پیدا ہوگا۔ اور وہ حارث کہلائیگا کیونکہ وہ زمینداروں کے ایک ممیز خاندان سے ہوگا۔ اس شخص کو ایک فوج دی جائیگی اور اس فوج میں سے آگے بڑھ کر حملہ کرنیوالوں کا سردار ایک ایسا شخص ہوگا جس کو منصور کہیں گے یعنی کامیابیاں اس کے پیر چومینگی۔ اور یہ حارث یا منصور اسلام کی طاقت اور قوت کی دھاک دنیا پر بٹھاوے گا۔

اس پیشگوئی کے متعلق شراح حدیث نے لکھا ہے کہ یہ مہدی کے متعلق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حدیث کا مصداق اپنی ذات کو قرار دیا ہے۔ اور ازالہ اوہام میں ص۹۵ سے ص۹۹ تک مفصل طور پر اس پر بحث فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص پیچھے نہر کے سے نکلے گا۔ یعنی بخارا یا سمرقند اس کا اصل وطن ہوگا۔ اور وہ حارث کے نام سے پکارا جائیگا یعنی ایک زمیندار کہلائے گا۔ پھر آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کیوں حارث کہلائیگا۔ اس وجہ سے کہ وہ حرّاث ہوگا یعنی ممیز زمینداروں میں سے ہوگا۔ اور کھیتی کرنیوالوں میں سے ایک معزز خاندان کا آدمی شمار کیا جائے گا۔ پھر اسکے بعد فرمایا کہ اس کے لشکر یعنی اسکی جماعت کا سردار و سرگروہ ایک توفیق یافتہ شخص ہوگا جس کو آسمان پر منصور کے نام سے پکارا جائے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اس کے خادمانہ ارادوں کا جو اس کے دل میں ہونگے آپ ناصر ہوگا۔ اس جگہ اس منصور کو سپہ سالار کے طور پر بیان کیا گیا ہے مگر اس مقام میں درحقیقت کوئی ظاہر جنگ و جدال مراد نہیں بلکہ یہ ایک روحانی فوج ہوگی جو اس حارث کو دی جائیگی۔ جیسا کہ

کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا۔ کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب مَیں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا۔ مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا۔ اور اُس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ تب مَیں نے اس دوسرے کی طرف رُخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کیطرف تھا۔ اور اُسے مَیں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے وہ میری اس بات کو سُنکر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملیگی۔ مگر پانچہزار سپاہی دیا جائے گا۔ تب مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچہزار تھوڑے آدمی ہیں۔ پر اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اس وقت مَیں نے یہ آیت پڑھی کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ پھر وہ منصور مجھے کشف کی حالت میں دکھایا گیا۔ اور کہا گیا کہ **خوشحال ہے خوشحال ہے**۔"

العرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حارث حراث والی پیشگوئی کا مصداق اپنے وجود کو قرار دیا ہے اور اس حدیث کے آخری ٹکڑہ میں جس منصور شخص کے متعلق پیشگوئی کی گئی ہے اسکی تعیین آپ نے نہیں فرمائی۔ ہاں اسکی بعض علامات خدا تعالیٰ سے علم پانے کے بعد بتادی ہیں مثلاً (۱) وہ منصور روحانی فوج کا سپہ سالار ہوگا (۲) اس کو پانچہزاری فوج دی جائے گی۔ (۳) وہ خوشحال ہوگا۔

اگر حدیث مذکورہ کے آخری حصہ یوطی او یمکن لاٰل محمد کما مکنت قریش لرسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم وجب علی کل مومن نصرہٗ پر تدبر کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حصہ حارث حراث کے ساتھ بھی متعلق ہوسکتا ہے اور منصور کے ساتھ بھی چسپاں ہوسکتا ہے۔ ہاں منصور کے ساتھ اگر اس کو چسپاں کیا جائے تو یہ عربی قواعد کے لحاظ سے زیادہ درست ہوگا کیونکہ عربی کا یہ قاعدہ ہے کہ ضمیر اپنے قریب کی طرف راجع ہوتی ہے اور یُوطی سے پہلے قریب ہی منصور کا ذکر ہے۔ پس اس لحاظ سے کہ حدیث کا آخری حصہ منصور کے ساتھ متعلق ہے اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ منصور حارث حراث کے لئے جو آل محمدؐ میں سے یعنی ایک امتی ہادی ہوگا۔ وہ اپنے ساتھیوں سمیت اس کے لئے ایسی شوکت وشان اور قوت قائم کر دے گا۔ جس طرح کہ حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ نے اپنے دیگر قریش ساتھیوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت کا سکہ ساری دنیا پر بیٹھا دیا تھا۔ اور چونکہ اس کا یہ کام حارثؑ کی فوج کا سپہ سالار ہونے کی وجہ سے بہت بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ اس لئے فرمایا کہ ساری دنیا پر اس منصور کی مدد واجب ہے کیونکہ وہ اسی نصرت کی بناء پر منصور کہلائے گا۔

اس ساری تشریح کے پیش نظر اگر حدیث کو دیکھا جائے۔ تو اس میں مضمون بیان شدہ یہ واضح ہو جاتا ہے کہ موعود مہدی حارث حراث ہوگا۔ پھر اس کا ایک خلیفہ ہوگا جو منصور ہوگا۔ اور وہ اس کے لئے ایسا ہی

کام کرے گا۔ جیسے کہ خلفاء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آنحضرت کے لئے کیا۔

پیشگوئی کو غلط طور پر منطبق کرنے کی کوشش

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے منصور کے متعلق پیشگوئی کو مولوی محمد علی صاحب پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ ان پر اس پیشگوئی کا چسپان کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک فقیر کو بادشاہ کہہ کر مذاق کیا جائے۔ نہ تو منصور کے متعلق بیان شدہ علامات مولوی محمد علی صاحب پر چسپاں ہوتی ہیں۔ اور نہ ان کے حالات و واقعات ایسے ہیں جو انہیں منصور ثابت کریں۔ منصور کی علامات میں سے ایک علامت اس کا خوشحال ہونا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب میں یہ علامت نہیں پائی جاتی کیونکہ ان کا چندہ ماہوار ۱ر آنے سے زائد نہیں ہوتا۔ اور یہ چندہ انکی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ انکی آمدنی خوشحالوں والی آمدنی نہیں۔ پھر دوسری علامت منصور کی یہ ہے کہ اس کو پانچہزار فوج دی جائیگی۔ یہ بھی مولوی صاحب موصوف میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ انکے قول کے مطابق انکی ساری جماعت پانچہزار ہے جس میں بچے اور عورتیں اور کمزور لوگ بھی شامل ہیں۔ اور اس پانچہزار میں سے ۹/۱۰ حصہ ایسا ہے جسکی حالت احمدیوں والی حالت نہیں بلکہ عوام مسلمانوں سے بھی گر چکے ہیں (پیغام صلح ۵ جون ۱۹۴۶ء) پس فوج تو وہ ہوتی ہے۔ جو قوم کا بہترین حصہ ہو۔ اور بروقت دشمن سے برسرپیکار ہونے کے لئے میدانِ جنگ میں آجاوے۔ قوم کے نکمّے اور فوجی زندگی کے ناقابل لوگوں کو دشمن کا مقابلہ کرنیوالے نہیں کہا جاتا۔ پس مولوی محمد علی صاحب کے پاس پانچہزار سپاہی نہیں۔ ہاں انکے اپنے بیان کے مطابق ایک سو کام کے ہیں۔ اس لئے ان حالات میں وہ پانچہزار فوج کی علامت کو اپنے اوپر چسپاں نہیں کر سکتے۔ پھر منصور کے لئے حارث کا ایسا خلیفہ ہونا ضروری ہے جس طرح ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم آنحضرتؐ کے ہوئے لیکن مولوی محمد علی صاحب تو سرے سے خلافت کے منکر ہیں۔ علاوہ ازیں واقعاتی طور پر منصور ہونا تو کجا وہ شکست خوردہ بیّن طور پر نظر آتے ہیں۔ پس وہ کسی طرح بھی منصور کہلانیکے مستحق نہیں۔

پیشگوئی کا اصل مصداق

ہم علی وجہ البصیرت یہ کہتے ہیں کہ حارث حراث والی حدیث کے آخر میں جس منصور کے متعلق پیشگوئی کی گئی ہے اس کے مصداق ہمارے پیارے آقا۔ ہمارے سپہ سالار حضرت مصلح موعود ایدہ الودود ہیں۔ کیونکہ منصور کی سب علامات آپ میں بیّن طور پر پائی جاتی ہیں۔ اور واقعات بھی آپ کو منصور ثابت کرتے ہیں۔

پانچہزار فوج

منصور کی ایک علامت یہ تھی کہ اس کو پانچہزار فوج دی جائیگی۔ چنانچہ یہ علامت آپ میں واضح طور پر پائی جاتی ہے یُوں تو خدا کے فضل سے مبائعین کی تعداد لاکھوں ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنی قربانی اور خدا تعالیٰ کے فریضہ جہاد کو ادا کرنے کی وجہ سے سپاہی ہے۔

لیکن اس وقت پانچہزار اشخاص نے مبائعین میں سے نمایاں طور پر اپنے سپاہی ہونے کا ثبوت دیدیا ہے۔ حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود نے تحریک جدید جاری فرمائی۔ مبائعین خدا کے فضل سے پہلے بھی ہر طرح قربانی کرتے تھے لیکن آپ کی اس نئی تحریک پر پانچہزار اشخاص نے نمایاں طور پر اپنے آپ کو میدانِ جہاد میں لا ڈالا۔ اور اس طرح اس کشف کے مصداق بن گئے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا تھا کہ پانچہزار سپاہی خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص حملہ کیلئے دیئے گئے ہیں مبائعین میں سے یہ پانچہزار کا گروہ وہ گروہ ہے جس کی وجہ سے اس وقت مبائعین تبلیغی جہاد کر رہے ہیں۔ اور انکی بدولت اس وقت دنیا میں احمدیت کی ہلچل مچ رہی ہے۔

سپہ سالار

دوسری علامت سپہ سالاری کی ہے۔ جب خدا نے "منصور" کو فوج مہیا کر دی۔ تو یہ واضح بات ہے کہ اس فوج کا سردار سپہ سالار کہلائے گا۔ لیکن اسکے علاوہ بھی حضور اس لئے سپہ سالار ہیں کہ جس طرح سپہ سالار فوج کے آگے ہوتا ہے اسی طرح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اس پانچہزاری فوج میں سب سے آگے ہیں اور قربانی کے لحاظ سے آپ کا نمبر اوّل ہے۔

پھر صرف یہی بات نہیں۔ جو آپ کو منصور کی ایک علامت کا مصداق کر رہی ہے بلکہ اس لئے بھی آپ سپہ سالاری کی علامت کے مصداق ہیں۔ کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے سپہ سالار کہا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو کشف میں سپہ سالار دیکھا۔ چنانچہ وہ کشف حسب ذیل ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"آج اس موقعہ کے اثنا میں جبکہ یہ عاجز بغرض تصحیح کاپی کو دیکھ رہا تھا بعالم کشف چند ورق ہاتھ میں دیئے گئے اور ان پر لکھا ہوا تھا کہ **فتح کا نقارہ بجے**۔ پھر ایک نے مسکرا کر ان ورقوں کی دوسری طرف ایک تصویر دکھلائی۔ اور کہا کہ **دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری** جب اس عاجز نے دیکھا تو وہ اسی عاجز کی تصویر تھی۔ اور سبز پوشاک تھی۔ مگر نہایت **رعبناک** جیسے **سپہ سالار مسلح فتحیاب** ہوتے ہیں۔ اور تصویر کے یمین و یسار میں **حجۃ اللہ القادر وسلطان احمد مختار** لکھا تھا۔ اور یہ سوموار کا روز انیسویں ذوالحجہ سنہ ۱۳۰۰ھ مطابق ۲۲ اکتوبر سنہ ۱۸۸۳ء اور ششم کاتک سنہ ۱۹۴۰ بکرم ہے" (تذکرہ صفحہ ۱۱۴)

یہ وہ ابتدائی کشف ہے جو حضور کو مجمل طور پر مصلح موعود کے متعلق ہوا۔ اور جس کے متعلق بعد ازاں تفصیلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو علم دیا گیا۔ اور آپ نے اس کو شائع کیا۔ مصلح موعود کے متعلق تفصیلی الہامات میں اسے فتح و ظفر کی کلید کہا گیا ہے اور اس کشف میں فتح کا نقارہ بجے کے الفاظ آئے ہیں۔ پھر اس کو حسن و احسان میں آپ کا نظیر بتایا گیا ہے۔ مذکورہ بالا کشف میں اسے آپ ہی کی

تصویر بتایا گیا ہے اور چونکہ مصلح موعود کو سبز رنگ کے ساتھ خاص مشابہت ہے اس لئے اس کشف میں تصویر کی سبز پوشاک دکھلائی گئی ہے۔ پھر اسے سپہ سالار کے نام سے پکارا گیا ہے۔ الغرض اس کشف میں مصلح موعود کو سپہ سالار کے نام سے پکارا جانا اس بات کو متعین کرتا ہے کہ آپ ہی منصور والے کشف کے مصداق ہیں۔ کیونکہ ان کا آپس میں تطابق ہے۔

خوشحال ہونا تیسری علامت یہ تھی کہ منصور خوشحال ہوگا۔ یہ علامت بھی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی میں واضح طور پر پائی جاتی ہے دنیاوی لحاظ سے خدا تعالیٰ نے آپ کو اتنی خوشحالی بخشی ہے۔ کہ آپ ہر قسم کے چندوں میں جماعت میں سب سے اول ہیں تحریک جدید میں آپ نے ہزارہا چندہ دیا ہے۔ اور جماعت کے سب قربانی کرنے والوں میں سے آپ کا چندہ زیادہ ہے اس کے علاوہ چندہ جلسہ سالانہ۔ غربا فنڈ۔ وظائف۔ عام یتامیٰ اور کمزوروں کی امداد اور دیگر مدات میں بڑھ چڑھ کر چندہ دینا یہ سب آپ کی خوشحالی کی علامات ہیں۔

پھر صرف یہی نہیں کہ آپ کو واقعات خوشحال ثابت کرتے ہیں۔ بلکہ ادھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشف میں منصور کے متعلق دیکھا کہ وہ خوشحال ہے۔ ادھر مصلح موعود حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کے متعلق یہ لفظ بعینہٖ استعمال فرما کر اس بات کی تعیین فرما دی کہ کشف میں جس خوشحال منصور کا ذکر ہے۔ وہ حضرت محمود ہی ہیں۔ چنانچہ حضور اپنی اولاد کے متعلق دُعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

نجات ان کو عطا کر گندگی سے	برأت ان کو عطا کر بندگی سے
رہیں **خوشحال** اور فرخندگی سے	بچانا اے خدا بد زندگی سے
وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی	فسبحان الذی اخزی الاعادی

ان مذکورہ بالا اشعار میں حضرت مسیح موعود دُعا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام اولاد کو خوشحال کرے اور ان کو ویسا ہی کام کرنے کی توفیق دے جو حضور نے خود کیا ہے۔ اور یہی دو کام ہیں جو منصور کے کشف میں اور حدیث میں بتائے گئے ہیں۔ ایک تو اسلام کو تمام دُنیا میں غالب کرنا۔ اور دوسرے خوشحال ہونا پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنی اولاد کے متعلق یہ دُعا کرنا اس بات کی تعیین کرتا ہے کہ وہ منصور آپکی اولاد میں سے ہو۔ چنانچہ آپ کی اولاد میں سے جس عظیم الشان شخص نے اس بات کا مصداق ہونا تھا وہ حضرت محمود ایدہ اللہ الودود ہی تھے۔ اور آپ ہی کے متعلق وہ سب پیشگوئیاں ہیں۔ جو واضح طور پر پوری ہوئیں پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لفظ خوشحال استعمال فرما کر منصور کی تعیین فرما دی کہ منصور مصلح موعود ہے۔

منصور

پھر آپ منصور بھی ہیں۔ کیونکہ واقعات نے آپ کا منصور ہونا ثابت کر دیا ہے۔ جماعت کے وہ اکابر جن کے ہاتھ میں جماعت تھی وہ آپ کے مقابل کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے آپ کو بچہ بچہ کہا لیکن خدا تعالیٰ نے اس بچہ کی ایسی نصرت کی کہ وہ سب بچہ کہنے والے مخذول و مقہور ہو گئے۔ اکابر جماعت نے خلافت کو مٹانے کی کوشش کی لیکن آپ کے ذریعہ خلافت کا قیام ہوا۔ آپ جب خلیفہ ہوئے خزانہ خالی تھا۔ اور جماعت مقروض تھی۔ خدا نے نہ صرف قرضہ اُتار دیا۔ اور مالی حالت جماعت کی درست ہوئی بلکہ اب جماعت کا بجٹ پچیس ۲۵ لاکھ تک ہو گیا ہے اور ریزرو فنڈ بھی قائم ہو گیا۔ پھر آپ کے ذریعہ سے تمام دنیا میں احمدیت کا نام پہنچا۔ لیکن وہ لوگ جو خلافت کو مٹانے اور آپ کے مقابل پر کھڑے ہوئے تھے وہ کوئی کام نہ کر سکے اور کم ہوتے ہوتے اب چند گنتی کے افراد رہ گئے ہیں۔ ان کا کوئی مشن بیرونی ممالک میں نہیں۔ ہندوستان میں تین چار مبلغ ہیں۔ پس یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ساتھ خدا کی نصرت تھی۔ تبھی آپ اپنے مخالفین کے مقابل پر کامیاب ہوئے۔ پس آپ ان واقعات کی موجودگی میں بیّن طور پر منصور ہیں۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصور بنانے کے لئے اپنے زبردست ہاتھ سے کام لیا۔ اور وہ یہ کہ آپکی والدہ کی طرف سے رشتہ داروں میں یکے بعد دیگرے "نصرت" کو محفوظ رکھا۔ اور آپ پر آ کر اس نور کو ظاہر کر دیا۔

حضرت خواجہ سید محمد ناصر صاحب جو آپکی والدہ کے سلسلہ نسب میں سنہ ۱۱۳ھ کے قریب بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا کہ "ہم نے تمہارے نام کو پسند فرما لیا۔ اور تمہاری اولاد اور تمہارے معتقدین اور مریدوں کے لئے اس میں دونوں جہان کی برکات داخل فرما دیں۔ جو شخص از راہِ عقیدہ لفظ ناصر کو اپنی یا اپنی اولاد کے نام میں شامل کرے گا۔ اسکی برکت سے ہمیشہ مظفر و منصور رہے گا اور آتشِ دوزخ اسپر حرام کر دی جائیگی۔ اور جو شخص اپنی کتاب یا خط کی پیشانی پر "ھوالناصر" تحریر کریگا اس کتاب اور خط کے مطالب کو کامیابی ہوگی۔" (میخانہ درد صفحہ ۹۲) آپ نے اس کشف کے مطابق اپنا نام دلیل الناصر رکھا۔ اور تمام اولاد کے ذکور و اناث میں لفظ ناصر ناموں کے ساتھ جز قرار دیا۔ حتیٰ کہ اپنے غلاموں کے نام ناصر قلی۔ اور ناصر بخش رکھے۔ پھر یہ لفظ یکے بعد دیگرے مستقل ہوتا چلا آیا۔ حتیٰ کہ میر ناصر نواب صاحب حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کے والد کے نام کے ساتھ شامل کیا گیا۔ اور پھر آپ نے اپنی بیٹی کا نام نصرت جہاں بیگم رکھا۔ پھر حضرت خواجہ سید محمد ناصر صاحب کو کشف میں بتایا گیا۔

"کہ ایک خاص نعمت تھی جو خاندانِ نبوت نے تیرے واسطے محفوظ رکھی تھی۔ اسکی ابتدا تجھ پر ہوئی اور

انجام اس کا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوگا (میخانہ درد ص۱۶)۔ پس ایک طرف تو یہ بتایا گیا کہ آپ کو نصرت دی گئی ہے۔ اور یہ نصرت جمع ہو کر نسلاً بعد نسلٍ چلتی چلی جاویگی۔ اور پھر بتایا۔ کہ یہ نصرت مہدی موعود پر جا کر ختم ہو جاویگی۔ اور اس کشف کے مطابق آخر یہ نصرت حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کے ذریعہ حضرت مصلح موعود مہدی مسعود کو مل گئی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس کا ذکر فرمایا ہے۔ حضور فرماتے ہیں :۔

"یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا۔ اسی طرح میری یہ بیوی جو آیندہ خاندان کی ماں ہوگی۔ اس کا نام **نصرت جہاں بیگم** ہے یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے **تمام جہان کی مدد کے لئے** میرے خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کبھی ناموں میں بھی پیشگوئی مخفی رکھتا ہے" (تذکرہ ص۳۷)

الغرض وہ پیشگوئی جو ناموں میں چلتی چلی آ رہی تھی آخر حضرت مصلح موعود پر آکر آپ کو ملی اور آپ منصور بنے۔ تا وہ پیشگوئی پوری ہوتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمائی تھی کہ حارث کا خلیفہ منصور ہوگا۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ منصور کے معنے ہیں مدد کیا ہوا۔ اور مدد کیا ہوا وہ ہوتا ہے جس کی مدد کی جائے اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز واقعی خدا کی طرف سے منصور ہیں۔ آپ ہر کام کی ابتداء ہر بات کی ابتداء "ھو الناصر" کے الفاظ سے کرتے ہیں جس کا یہ مطلب ہے کہ آپ ہر بات میں خدا کو ناصر بناتے ہیں پس جو ہر بات میں خدا کو ناصر بنائے۔ اور جس کا ہر بات میں خدا ناصر ہو۔ وہ منصور نہیں کہلائیگا تو اور کون منصور کہلائیگا۔ خلاصہ کلام یہ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز میں "منصور" والی علامت بیّن طور پر پائی جاتی ہے جو آپ کو حدیث نبوی صلعم اور کشف مسیح موعود علیہ السلام کا مصداق بناتی ہے۔

خلافت پھر حدیث شریف سے یہ پتہ چلتا تھا۔ کہ منصور نے حارث کا خلیفہ ہونا تھا۔ اور اس حارث کے لئے جو آل محمدؐ ہوگا۔ اس کے لئے منصور نے اس طور پر کام کرنا تھا جس طرح کہ حضرت ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی رضی اللہ عنہم نے آنحضرت کے لئے کیا۔ چنانچہ اسی طرح ظہور میں آیا۔ اور خدا کے طاقتور ہاتھ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کو مخالفتوں کے باوجود حضرت مسیح موعود کی خلافت پر متمکن کر دیا۔ اور آپ سے وہ کام لیا۔ جو آنحضرت کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے کیا تھا۔ بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر کام کئے جانے کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اور وہ دن اب ہمیں دور نظر نہیں آتا۔ جب کہ آل محمدؐ کے لئے قوت و رعب اور شان و شوکت کا سکہ دنیا میں بیٹھ جائے اور سب دنیا آپ کے جھنڈے تلے جمع ہو۔ پس متذکرہ بالا سب امور اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ حضرت مصلح موعود ہی وہ موعود منصور ہیں جن کا ذکر تیرہ سو سال سے پیشگوئیوں میں چلا آتا ہے۔

ایک اور قابلِ ذکر بات

ایک اور بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اگرچہ ظاہری طور پر حضرت مصلح موعود اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دو الگ وجود نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت دو وجود نہیں بلکہ ایک ہی وجود ہے۔ جیسا کہ مصلح موعود کے متعلق پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ ایک انسان کا بہت لمبی عمر پانا اس دنیا کے قوانین کے خلاف ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کے زمانہ کو لمبا کرنے کے لئے مصلح موعود کو دنیا میں بھیج دیا۔ تاکہ حضرت مسیح موعود کے انوار و برکات لمبے ہو جائیں۔ اور ظاہری طور پر بھی اس بات کو قائم رکھا گیا کہ حضرت مسیح موعود ہی دوبارہ مبعوث ہوئے ہیں۔ کیونکہ آپ کی نسل اور آپ ہی کے تخم اور آپ ہی کے جسم کے حصہ میں وہ سب برکات ظاہر کی گئیں جو آپ میں خدا نے رکھی تھیں۔ اور حدیث حارث حراث میں بھی اس امر کا لحاظ رکھا گیا۔ اس لحاظ سے کہ بظاہر مسیح موعود اور مصلح موعود دو وجود تھے۔ ایک امام تھا اور ایک اسکا خلیفہ۔ ایک کو حارث حراث بتایا گیا ہے۔ اور دوسرے کو اس کا خلیفہ منصور۔ لیکن ایک بات حدیث میں ایسی دکھلائی گئی ہے جو بتا رہی تھی۔ کہ یہ "منصور" اس حارث کا بیٹا اور اس کا جزء ہے۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ احادیث کی بعض روایات کئی طرح پر آتی ہیں۔ بعض تو اس وجہ سے مختلف ہو جاتی ہیں۔ کہ راوی کو اصل حقیقت مشکوک ہو جاتی ہے۔ لیکن احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض روائتیں درحقیقت شک کی وجہ سے مختلف نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ ایک دوسری کی مزید توضیح کے لئے آتی ہیں۔ اسی حدیث میں مذکورہ حارث حراث کے متعلق دو روائتیں مذکور ہیں ایک میں تو یقال لہ حارث حراث آتا ہے لیکن دوسری میں الحارث ابن حراث آتا ہے گویا ان دو قسم کے الفاظ کے پائے جانے میں اس طرف اشارہ تھا۔ کہ مہدی کبیر حارث حراث ہو گا۔ لیکن پھر اس کا ایک لڑکا بھی حارث مہدی ہو گا۔ اور اس طرح یہ پیشگوئی یتزوج ویولد لہ کی پیشگوئی کے ساتھ تطابقت کھا گئی۔ اور وہ خدا جس نے آج سے تیرہ سو سال سے یہ پیشگوئی کروائی تھی اس نے اسے بھی پورا فرمایا۔ اور حضرت مصلح موعود کو "حارث" بنا دیا۔ اور آپ کو ان زمینوں کے علاوہ جو ورثہ میں ملی تھیں۔ اس کثرت سے زمین قادیان کے گرد و نواح اور سندھ میں دیدی کہ آپ کو حارث کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہو سکتا۔ پس حضرت مصلح موعود ہی حارث بن حراث ہیں اور آپ ہی منصور سپلائر بھی ہیں۔

بالآخر میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ اے ہمارے خدا جب تو نے محض اپنے فضل سے ہمیں یہ زمانہ دیکر خوش قسمت بنایا ہے۔ تو ہمیں پوری طرح "منصور" کی مدد کی توفیق عطا فرما۔ ہم اسکی مدد میں اسکے بازو ہوں۔ اور ہم اس ارشاد کے پوری طرح کرنے والے ہوں۔ جو آنحضرت صلعم نے وجب علیٰ کل مومن نصرہٗ کے الفاظ میں فرمایا ہے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ (آمین)

مولوی محمد علی صاحب کی فوری توجہ کے قابل

(مکرم مولوی روشن دین صاحب مولوی فاضل)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب اپنی کتاب "ذکر حبیب" "احمد صادق" میں بیان کرتے ہیں اپنے آخری سفر میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور تشریف لے گئے۔ تو لنگر خانہ کا انتظام مولوی محمد علی صاحب کے سپرد ہؤا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب کو اور عاجز راقم کو اور بعض دیگر احباب کو بھی حضرت صاحب نے لاہور بلا لیا تھا۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب قادیان میں ہی مقیم رہے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اعتراضاً لکھا کہ لنگر خانہ کا خرچ تو بہت ہی تھوڑا ہے۔ معلوم نہیں کہ کیوں ایسا کہا جاتا ہے کہ لنگر خانہ میں اس قدر خرچ ہوتا ہے اسپر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت ناراض ہوئے۔ اور فرمایا........ اسے اتنا خیال نہیں آتا۔ کہ ہمارے لاہور چلا آنے کے سبب مہمان تو سب لاہور آ رہے ہیں اب قادیان جاتا ہی کون ہے جو لنگر خانہ کا پہلے کی طرح خرچ ہو۔ اس کے بعد چند دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا۔ اور مولوی محمد علی صاحب کو حضور کی زندگی میں ایسا موقعہ نہیں ملا کہ وہ معذرت کرتے۔ اور معافی مانگتے۔

اس روایت کے راوی حضرت مفتی محمد صادق صاحب بفضلہ تعالیٰ زندہ ہیں۔ اسی طرح جناب مولوی محمد علی صاحب جن کے متعلق اس روایت میں ذکر آتا ہے۔ کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر لنگر کے خرچ کے بارے میں اعتراض کیا۔ اور اسپر حضور نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور پھر مولوی صاحب کو حضور سے معافی مانگنے کا موقعہ نہ ملا۔ وہ بھی اب تک زندہ ہیں۔ اس روایت کو پیش کرتے ہوئے جناب مولوی صاحب سے درخواست ہے کہ وہ اس روایت کے متعلق اپنا بیان جاری فرما دیں۔ کہ آیا جو کچھ ان کے متعلق حضرت مفتی صاحب نے بیان فرمایا ہے۔ درست ہے یا غلط۔ تا کہ آئندہ آنے والی نسلوں کو اس روایت کے متعلق کسی قسم کی مشکل نہ پڑے۔

بہائیوں کو احمدیت کا مرکز دیکھنے کی دعوت

(ابوالمنیر نورالحق نائب مدیر)

اس شمارہ میں بہائیوں کے مرکز عکا کے حالات ہم قارئین فرقان کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور یہ حالات ایک ایسے شخص کے قلم سے لکھے گئے ہیں جو بہائیوں کے مرکز میں چند بار ہو آئے ہیں۔ یہ سب حالات اس قابل ہیں کہ بہائیوں اور بہائیوں سے دلچسپی رکھنے والوں کی آنکھیں کھولیں۔ کیونکہ ہر ترقی کرنے والی قوم کا ایک ایسا مرکز ہونا ضروری ہے جسکی طرف اس قوم کے افراد ایسے طور پر رجوع کریں جس طرح بچہ ماں کی طرف رجوع کرتا ہے اور اسکی چھاتیوں سے سیر ہوتا ہے لیکن جس قوم کا مرکز اس قسم کا نہ ہو۔ اسکی موت یقینی اور لازمی ہے پس بہائیوں کے مرکز کی وہ حالت زار جو آیندہ صفحات میں بیان کی گئی ہے اور ان کے اپنے مزعومہ مرکز سے کلی انقطاع انکی موت پر دال ہے اور بہائی اس امر کو یاد رکھیں کہ وہ ان حالات میں کبھی زندہ نہیں رہ سکیں گے۔

ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کا کوئی ایرانی یا غیر ایرانی بہائی عکا کے متعلق پیشکردہ حقائق کو خلاف حقیقت سمجھے۔ ہم ہر ایسے شخص کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ اس مضمون کو انگریزی یا عربی میں ترجمہ کرا کے اپنے موجودہ زعیم صاحب (شوقی بن عبدالہادی ساکن شارع النجم حیفا) کو بھیجدے۔ اور ان سے پُرزور مطالبہ کرے۔ کہ وہ اسکی تردید فلسطین کے کسی عربی یا انگریزی اخبار یا رسالہ یا بذریعہ اشتہارات ممالک میں شائع کریں لیکن اگر وہ اس مضمون کی تردید نہ کریں اور خاموش رہیں۔ اور ہمارے حقائق بیان کردہ کی تائید کریں۔ تو بروقت انہیں ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ اور بہائیت سے تائب ہو کر دنیا پر چھا جانے والی جماعت کے ساتھ ملحق ہو جانا چاہیئے۔ بہائیت اپنے مرکز کی حالت زار کی بنا پر اس شجرہ خبیثہ کی مانند ہے جسکے متعلق قرآن مجید کہتا ہے اجتثت من فوق الارض مالها من قرار۔ بس میں بہائیوں کو ان چند سطور کے ساتھ احمدیت کا مرکز دیکھنے کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ آئیں اور بڑھنے والی قوم کا مرکز دیکھیں۔ احمدی قوم کا اپنے مرکز کے ساتھ لگاؤ ملاحظہ کریں۔ اور پھر اپنے مرکز کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں۔ تا اس ذریعہ سے انکی آنکھیں کُھل سکیں۔ احمدیت اپنے بلند پایہ مرکز کے اعتبار سے بزبانِ حال پکار رہی ہے کہ وہ اصلها ثابت وفرعها فی السماء کی مصداق ہے۔ اور یہ چیز ہی احمدیت کو دُنیا میں غالب کریگی (انشاء اللہ) کیونکہ جڑ ہوں والا درخت ہی قائم رہ سکتا ہے۔ اور وہ درخت جسکی جڑ ہیں نہ ہوں۔ اور یونہی زمین پر کھڑا کر دیا جائے ہوا کے ایک ہی جھونکے سے نیچے گر جاتا ہے۔ پس مبارک ہیں وے لوگ جو تعصب سے علیحدہ ہو کر حق کی تلاش کرتے ہیں۔ کیونکہ وہی اس قابل ہوتے ہیں کہ حق کو پائیں اور اس سے متمتع ہوں۔

بہائیوں کے قبلہ واقعہ (عکا) کی حقیقت

(مکرم مولوی محمد شریف صاحب مجاہد احمدیت از حیفا فلسطین)

عکا کا محل وقوع

فلسطین ملک شام کا جنوبی حصہ ہے۔ اس کے مغربی طرف ایک سمندر ہے جس کا نام عربی میں "البحر الابیض المتوسط" ہے۔ انگریزی میں اسے Mediterranean sea کہتے ہیں فلسطین کے اس ساحل پر حیفا شہر ہے (جو آج کل بحر ابیض متوسط کی شرق ادنی میں سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔ اور اسکی موجودہ آبادی ایک لاکھ بیس ہزار ہے) تقریباً سولہ میل فاصلہ پر بجانب شمال ساحل سمندر پر ایک چھوٹا سا شہر واقع ہے جس کا نام عکا (Acre) ہے اور اسکی آبادی آجکل ۸ ہزار ہے۔

یہ شہر (عکا) گزشتہ چند صدیوں میں فلسطین کے ساحل پر یافا کے بعد (جو حیفا سے ستر میل بجانب جنوب واقع ہے) دوسرے نمبر کی بندرگاہ تھی۔

چونکہ زمانہ ماضی میں جنگوں کا طریق اور دشمن کے مقابلہ میں اپنی حفاظت کا طریق آجکل کی جنگوں اور آجکل کے دفاع (Defence) سے مختلف تھا۔ اس لئے زمانہ ماضی میں کسی شہر کے دشمن سے بچاؤ کا یہی ذریعہ تھا۔ کہ یا تو اس کے اردگرد ایک بہت بڑی دیوار (فصیل) بنا دی جاتی تھی) جسپر حملہ آور دشمن چڑھ نہ سکے۔ اور یا ایک گہری خندق کھود دی جاتی تھی۔ اور اس کو بوقت ضرورت پانی سے بھر دیا جاتا تھا۔ تا دشمن اس کو بآسانی عبور نہ کر سکے۔

عکا چونکہ ساحل سمندر پر واقع تھا۔ اور اپنے زمانہ میں ایک اہم بندرگاہ تھی۔ اس لئے اسے اس زمانہ کے دستور کے موافق خندق کے ذریعہ دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھنے کا طریق اختیار کیا گیا تھا۔ اور آجتک وہ خندق اپنی اصلی صورت میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ باقی ہے۔

جب اس بندرگاہ پر ترکوں نے قبضہ کیا۔ تو انہوں نے اس جگہ کو محفوظ سمجھ کر یہاں سنٹرل جیل بھی بنا دی۔ اور تمام بڑے بڑے خطرناک سیاسی اور اخلاقی مجرموں کو یہاں قید رکھا جاتا رہا۔ تا وہ یہاں سے بھاگ نہ سکیں۔ گورنمنٹ برطانیہ نے بھی فلسطین پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد اگرچہ بندرگاہ حیفا میں بنا دی مگر اس مقام کو مجرموں کے لئے دوسرے مقامات کی نسبت زیادہ بہتر سمجھا۔ اور آجکل بھی یہاں کا پرانا

قید خانہ ہی سنٹرل جیل کے طور پر استعمال ہوتا ہے گویا آجکل فلسطین میں عکا صرف اسی لئے مشہور ہے کہ یہاں فلسطین کی سنٹرل جیل ہے اور بڑے بڑے مجرم یہاں رکھے جاتے ہیں۔

بہائیت کا بانی عکا میں

انیسویں صدی کے تقریباً وسط میں ترکی حکومت نے بہائیوں کے مقدس خدا یعنی حسین علی صاحب ایرانی کو ان الزامات اور سازشوں کی بنا پر جو وہ ایران کی قائم شدہ حکومت کو زیر و زبر کرنے کے لئے کر رہے تھے۔ اور پھر اس خانہ جنگی کی وجہ سے جو وہ اپنے سوتیلے بھائی یحیٰی کے ساتھ کر رہے تھے۔ اگست ۱۸۶۸ء میں بطور سیاسی قیدی عکا میں بھیج دیا۔ اسوقت ان کے خاندان کے خورد و کلاں افراد اور ان کے ہمراہیوں اور ان کے اہل وعیال کی تعداد ۸۰ یا ۸۴ تھی (عصر جدید انگریزی ص۴۲ مطبوعہ ۱۹۴۰ء)

بہر حال عکا میں پہنچکر حسین علی صاحب ایرانی نے ایک شریعت تیار کرنی شروع کی (عصر جدید انگریزی ص۴۸) جس کا نام بہائی "الاقدس" رکھتے ہیں۔ حسین علی صاحب اس شریعت میں لکھتے ہیں:-

"اذا اردتم الصّلوٰة ولّوا وجوھکم شطری الاقدس المقام المقدس ...... عند غروب شمس الحقیقة والتبیان المقرّ الذی قد قدرناہ لکم" (الاقدس طبع الیاس خدوری ص۵) یعنی اے بہائیو! جب تک میں زندہ ہوں۔ اس وقت تک تم میری طرف منہ کرکے (یعنی عکا کی طرف منہ کرکے) نماز پڑھا کرو۔ اور جب میں مرجاؤں تو پھر جس جگہ میری قبر ہو۔ اسی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرو۔

حسین علی صاحب ایرانی کی شریعت کا یہی حکم ہے جس کی بنا پر بہائیوں نے مکہ معظمہ میں واقعہ کعبۃ المکرمہ کو ترک کرکے عکا کو اپنا قبلہ بنالیا۔ وَبِئْسَ لِلظَّالِمِیْنَ بَدَلًا۔

عکا میں بہائیت کی حالت

عکا میں بہائیت کی جو حالت ہے اس کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ باوجود حسین علی صاحب ایرانی کے ۳۴ سال عکا میں عمر بسر کرنے کے ایک بھی عربی اس شہر میں نہیں ملتا۔ جو بہائی کہلاتا ہو۔

ماسٹر اسفندیار ایرانی بہائی نے (جو عکا میں قیدیوں کے سکول میں ملازم ہیں) ۱۹۴۰ء میں میرے استفسار پر بتلایا۔ کہ عکا میں تین چار بہائی ہیں اور وہ بھی ایرانی ہیں۔ عربوں میں سے یہاں کوئی بہائی نہیں۔ پس عکا شہر سے ہی حسین علی صاحب ایرانی کی (جسے بہائی بہاء اللہ کہتے ہیں) قوتِ قدسیہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اور بہائیوں کے مزعومہ قبلہ و کعبہ کی حقیقت طشت ازبام ہوجاتی ہے۔

بہاءاللہ صاحب ایرانی کی قبر اور اس کا نقشہ

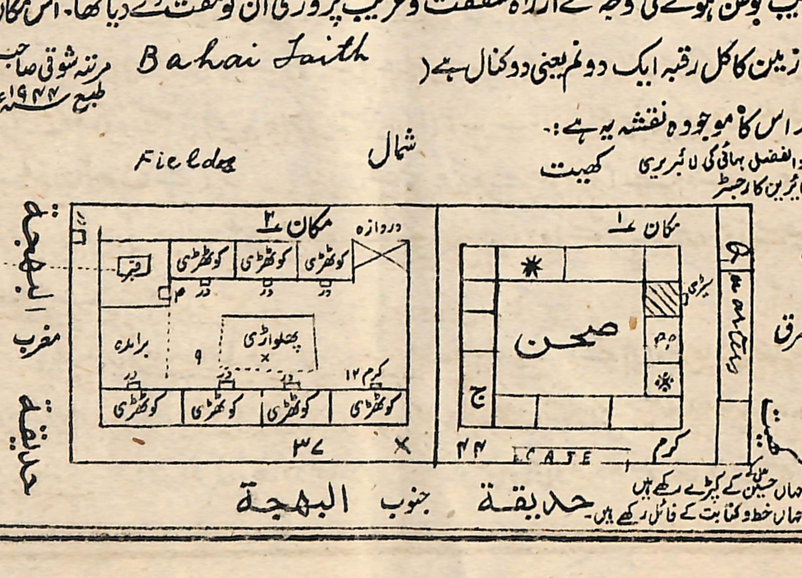
اب دوسرا مرحلہ حسین علی صاحب ایرانی کی قبر کا ہے جو انکی وفات کے بعد بہائیوں کے لئے قبلہ مقرر ہوئی ہے اس لئے اسکی تفصیل بھی قارئین فرقان کے سامنے رکھتا ہوں۔

عکا شہر سے بجانب شمال چار میل کے فاصلہ پر ایک بہت بڑا باغ ہے (عصر جدید انگریزی ص۴۴) جس کا رقبہ دو ہزار دونم یعنی چار ہزار کنال ہے یہ باغ یہاں ترکی حکومت کے زمانہ میں "عبداللہ پاشا الجزّار" کی ملکیت تھا۔ اس کا نام حَدِیقَۃُ الْبَھْجَۃ ہے جو قرآن شریف کی آیت "وَحَدَائِقَ ذَاتَ بَھْجَۃ" سے ماخوذ ہے۔ اس کے شمال مشرقی گوشہ میں ان کا مکان تھا۔ یہ مکان بہائیوں کی روائت کے مطابق حسین علی صاحب کے فرزند عباس نے (جسے بہائی عبدالبہاء کہتے ہیں) کرایہ پر لیا تھا۔ اور حسین علی صاحب ایرانی اپنی عمر کے آخری ایام میں اسی مکان میں رہتے تھے۔ اور یہاں ہی انکی وفات ہوئی۔ ترکوں کی حکومت بدل جانے کے سبب سے یہ مکان مع ملحقہ مکان فروخت ہو گیا۔ اور آل بیضون (آف عکا) نے اسے خرید لیا۔ اور آج کل السید شفیع بیضون کی ملکیت ہے۔

جب حسین علی صاحب اوایل سنہ ۱۸۹۲ء میں فوت ہو گئے۔ تو ان کے ورثا نے انہیں بجائے عکا کے کسی اسلامی قبرستان میں دفن کرنے کے اس مکان کے مغربی جانب دفن کر دیا (غالباً ان کو یقین ہو گا۔ کہ اہلِ اسلام انہیں اپنے مقبرہ میں دفن نہیں کرنے دیں گے) اور پھر بعد میں اس پر مکان بنا دیا۔

آل بیضون کے ایک معزز ممبر نے میرے استفسار پر بتلایا۔ کہ ہم نے یہ مکان انکے غریب الوطن ہونے کی وجہ سے ازراہ شفقت و غریب پروری ان کو مفت دے دیا تھا۔ اس مکان کی زمین کا کل رقبہ ایک دونم یعنی دو کنال ہے (Bahai Faith مرتبہ شوقی صاحب طبع سنہ ۱۹۴۴ء)

اور اس کا موجودہ نقشہ یہ ہے:-



مکان ہے۔ دو منزلہ مکان ہے اور یہی وہ مکان ہے جسے بہائی Bahai Palace
کہتے ہیں۔ اس کا کل تعمیر شدہ رقبہ تقریباً دس مرلہ ہے۔ اور باقی چاروں طرف صحن ہے اس کا نچلا حصہ
(پہلی منزل) بالکل بے آباد اور ویران ہے۔ دروازے اور کھڑکیاں شکستہ اور اندر اندھیرا
اور صحیح معنوں میں اس وقت ویران ہے۔ دوسری منزل خوب آراستہ ہے۔ اس میں نو دس کے
قریب چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں۔ ایک میں ابوالفضل (متوفی) بہائی مشنری کی لائبریری ہے۔
دوسرے کمروں میں سے بعض میں ایک ایک چارپائی۔ اور ایک میز۔ اور ایک ایک الماری ہے
جس میں کتاب ایقان وغیرہ مؤلفہ حسین علی بھری پڑی ہیں (اقدس کے متعلق وہاں بھی بتلایا
گیا۔ کہ سب الماریاں اس سے بے نصیب ہیں) ان کتابوں میں سے کسی کتاب کو ہاتھ لگانے کی
اجازت نہیں۔ تا کتاب یا ان کی ترتیب خراب نہ ہو جائے۔ قیمتاً بھی یہاں کوئی کتاب فروخت
نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ بقول چوکیدار (جو فلسطین میں پیدا شدہ ایرانی ہے) موجودہ زعیم بہائیت
شوقی صاحب کا حکم ہے۔ کہ کوئی کتاب یہاں سے فروخت نہ ہوگی۔

ایک کمرہ میں دو رجسٹر بھی رکھے ہیں۔ جن میں زائرین اپنا نام وغیرہ لکھ سکتے ہیں۔ ایک رجسٹر
خاص بہائیوں کے لئے ہے۔ اور دوسرا دیگر مذاہب کے لوگوں کے لئے۔

جب میں نے بہائیوں کے رجسٹر کی ورق گردانی کی۔ تو اس میں آخری زائرہ وہ تھا جو سنہ ۱۹۳۹ء میں
آیا۔ گویا سنہ ۱۹۴۰ء سے سنہ ۱۹۴۵ء تک یعنی چھ سال کے طویل عرصہ میں کوئی بہائی بھی اپنے قبلہ کا حج
کرنے کے لئے نہیں آیا ؎

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

ایک کمرہ میں حسین صاحب کا بستر اور کپڑے رکھے ہیں۔ بستر اس طرز پر فرش پر بچھا
ہوا ہے کہ سر جنوب یعنی بیت الحرام (بمکہ معظمہ) کی طرف ہے۔ اور پاؤں شمال کیطرف (فلسطین سے
قبلہ مغرب کی طرف ہے) کپڑوں کے بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نئے کپڑے ہیں
جو صرف زائرین کی ضیافت طبع کے لئے رکھے گئے ہیں۔ ورنہ وہ ایسے کپڑے نہیں۔ جو آج سے نصف
صدی پیشتر کے ہوں۔

ایک کمرہ میں ایک الماری دیکھی جس کے مختلف خانے بنے ہوئے ہیں۔ ہر خانہ پر لکھا ہوا تھا
کہ یہاں فلاں ملک کی خط وکتابت کا فائل ہے۔ اور یہاں فلاں زبان کا۔ میں نے India urdu
(ہندوستان۔ اردو) کا فائل اٹھا کر دیکھا۔ اس میں خط تو کسی بہائی وغیرہ کا نہیں تھا۔ صرف لوح ابن ذئب

بہائی رسالہ "پیامبر" دہلی کا ایک نمبر۔ اور ایک حکیم محمود کا ۱۹۰۵ء کا چھپا ہوا فارسی رسالہ تھا جسکے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیکچر لاہور کا جواب ہے۔ ایک اور ٹریکٹ بھی اُردو میں تھا۔ جس پر کسی پرنٹر و پبلشر کا نام نہیں تھا۔ صرف یہی لکھا تھا۔ کہ ہندوستان اور برما کے بہائیوں نے شائع کیا۔ اور وہ بھی ہماری جماعت کے خلاف تھا۔

اسکے علاوہ اور کوئی خط وغیرہ وہاں نہیں۔ دیگر زبانوں اور ملکوں کے فائلوں کا بھی یہی حال تھا میرے خیال میں ان شیلفوں کی سوائے اسکے اور کوئی ضرورت نظر نہیں آتی۔ کہ سرسری نظر سے دیکھنے والوں کو صرف ممالک کا نام اور ان کی زبانوں کے نام بتائے جائیں اور بس

بہائیوں کے قبلہ کی حقیقت

مکان ۲۔ وہ مکان ہے۔ جہاں بہائیوں کا پیشوا اور خدا مدفون ہے۔ برادرم مکرم مولوی نور محمد صاحب نسیم سیفی بی اے۔ مجاہد نائیجیریا کو اس کے دیکھنے کے متعلق جو دقتیں پیش آئی ہیں وہ بتمام وکمال۔ روزنامہ الفضل مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء میں لکھ چکے ہیں۔ اس لئے یہاں اُنکے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اس مکان میں داخل ہونے سے پہلے اس کا ایرانی ان پڑھ اور جاہل مطلق مالی اور چوکیدار جوتیاں اتارنے اور عصا ہاتھ سے زمین پر رکھ دینے کے لئے کہہ دیتا ہے جب اندر داخل ہوتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہاں بالکل بات نہ کریں۔ اور خاموشی سے دیکھ کر تشریف لے جائیں جس کوٹھڑی میں حسین علی صاحب کی قبر ہے۔ وہ اندازاً ۹×۱۰ فٹ ہے۔ اور قبر زمین سے پیوست ہے جس پر ایک ایرانی قالین بچھایا ہوا۔ اسکے اندر جانے کی کسی کو اجازت نہیں۔ باہر سے ہی "درشن" کرنا پڑتا ہے۔ ایک بہائی کو جس کا نام اوپر لکھا جا چکا ہے۔ خود مَینے اس کمرہ کی چوکھٹ پر سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ باقی کوٹھڑیاں مقفل رہتی ہیں۔ انکے متعلق بتلایا جاتا ہے۔ کہ وہ سال میں ایک دفعہ ۲۱ مارچ کو بہائی (اور فارسی) عید نوروز کے موقعہ پر صرف بہائی مردوں اور عورتوں کے لئے کھولی جاتی ہیں۔ اور اس وقت کسی غیر بہائی کو وہاں اندر جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

الغرض بہائیوں کے قبلہ کی یہ حقیقت ہے۔ وہاں سوائے ایک دو غیر تعلیم یافتہ فلسطین میں پیدا شدہ ایرانیوں کے جو مالی اور چوکیدار ہیں۔ اور کوئی بہائی نہیں ملتا۔ اگر ان سے کوئی بات کرنا چاہیں۔ تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں کسی بات کا علم نہیں جب ان سے عکا میں بہائیوں کی تعداد دریافت کی جاتی ہے تو وہ بتا دیتے ہیں کہ تین چار بہائی یہاں ہیں اور وہ بھی ایرانی الاصل (عجم) اور حیفا میں بھی تھوڑے سے بہائی ہیں۔ اور وہ بھی ایرانی ہیں۔ اور سارے فلسطین میں دس پندرہ بہائی ہیں۔ اور وہ بھی ایرانی۔ عربی کوئی بہائی نہیں۔

فلسطین میں بہائیوں کی تعداد

گذشتہ سال مینے موجودہ زعیم بہائیت کے بھائی ریاض صاحب

سے دریافت کیا کہ فلسطین میں کتنے بہائی ہیں۔ تو انہوں نے بتلایا کہ موجودہ جنگ سے پہلے چالیس کے قریب تھے میں نے دریافت کیا۔ اس وقت کس قدر ہیں۔ تو انہوں نے بتلایا۔ کہ وہ ایران کے باشندے تھے۔ اب اپنے وطن کو واپس جا چکے ہیں۔ اور چونکہ جنگ کے ایام ہیں۔ اس لئے واپس نہیں آسکے۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ عصر جدید کے حد سے زیادہ مبالغہ کرنے والے اور رائی کو پہاڑ بنانے والے تقیہ باز بہائی مصنف نے جہاں بہائیت کے انتشار کا ذکر کیا ہے۔ وہاں فلسطین اور دیگر بلاد عربیہ کا نام تک نہیں لیا (ملاحظہ ہو عصر جدید انگریزی ص۳ و ص۳۰۸ طبع سنہ ۱۹۴۲ء زیر اہتمام زعیم بہائیت) اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ سوائے حسین علی صاحب کے خاندان کے افراد کے یہاں کوئی بہائی نہیں۔ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی

حقیقت کے آئینہ میں

حسین علی صاحب نے چاہا تھا کہ لوگوں کے لئے نیا قبلہ مقرر کر کے پہلے اسلامی و ابراہیمی قبلہ سے لوگوں کو منحرف کر دیا جائے۔ اور مسلمانوں کی توجہ کو اپنی طرف پھیر لیا جائے مگر اللہ تعالےٰ جس نے اصحاب الفیل کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ اور اپنے گھر کو پہلے سے زیادہ آباد کر دیا تھا۔ بلکہ پہلے اگر کعبہ صرف عربوں کے لئے ہی تھا۔ تو اب ساری دنیا کے لئے اسے قِیَامًا لِلنَّاس قرار دے دیا۔ اور مشرق و مغرب و شمال و جنوب سے ہزارہا کی تعداد میں ہر سال لوگوں کو لانا شروع کر دیا اور ہر سال پہلے سے زیادہ حُجّاج (زائرین) کو اپنی طرف لاتا ہے۔ اور تاقیامت یہ سلسلہ ترقی پر رہیگا۔

ادھر بہائیوں کا قبلہ ہے کہ اس شہر میں جہاں ان کے "خداوند" و پیشوا نے اپنی عمر میں سے تقریباً تیئس سال بسر کئے۔ وہاں کا کوئی باشندہ بہائی نہیں۔ اور نہ ہی کوئی ان کی طرف توجہ کرتا ہے اور ان میں سے ۹۹ فیصدی لوگوں کو یہ بھی علم نہیں کہ کوئی "بہاء اللہ" یہاں رہتا تھا۔ اور اس نے کوئی نیا قبلہ لوگوں کے لئے ایجاد کیا ہے جو عکا میں ہی واقعہ ہے۔ اور نہ ہی اس قبلہ کی طرف کوئی حج کرنے کے لئے آتا ہے۔ اور ان کا مزعومہ قبلہ ایسا ویران پڑا رہتا ہے کہ متواتر کئی کئی سال تک کوئی اس کا حج کرنیکے لئے نہیں آتا۔ اور اس کی حیثیت سوائے اس کے کچھ نہیں۔ کہ وہاں ایک خدا کی درگاہ سے اور اس کے ادنیٰ بندوں کے درباروں سے رد کیا ہوا۔ اور سزا یافتہ ایک انسان ایک زاویہ تنہائی میں مٹی ہو کر پڑا ہوا ہے جس کی طرف کوئی توجہ بھی نہیں کرتا۔ اور نہ قیامت تک کرے گا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

رجسٹرڈ نمبر ۴۸۸۵ جولائی ۱۹۴۶ء

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

فرقان

مجلس رفقاء احمد قادیان کا ماہنامہ

مدیر: عبدالمنان عمر۔ ایم۔ اے

ترتیب عنوانات

قیمت سالانہ ——— تین روپے

سلام بحضور امام

(مکرم قیس مینائی صاحب نجیب آبادی)

اے مرے پیارے امام، تجھ پہ درود و سلام　　اے شہِ عالی مقام، تجھ پہ درود و سلام
پڑھتا ہوں ہر صبح و شام تجھ پہ درود و سلام　　بھیجتا ہوں میں مدام، تجھ پہ درود و سلام
خامۂ مشکل رقم لکھ کے سراپا ترا　　لایا ہے بہرِ سلام تجھ پہ درود و سلام
ہے سرِ اقدس ترا مخزنِ اسرارِ حق　　صاحبِ عرفان تام تجھ پہ درود و سلام
چرخ جبیں ہے ترا مرکزِ انوارِ حق　　اے مرے ماہ تمام تجھ پہ درود و سلام
جاری ہیں تیری زبان پر کلماتِ خدا　　تو ہے امام الکلام تجھ پہ درود و سلام
گردنِ نوری تری ایک منار بلند　　ماحیٔ کفر و ظلام تجھ پہ درود و سلام
سینۂ صافی ترا مہبط رُوح الامیں　　دل ترا بیت الحرام تجھ پہ درود و سلام
دستِ مبارک ترا پنجۂ شبیرِ خدا　　اے اسد اللہ مقام تجھ پہ درود و سلام
ناخنِ تدبیر ہیں عقدہ کشائے جہاں　　صاحبِ جدت نظام تجھ پہ درود و سلام
پائے مبارک ترے سقفِ جہاں کے ستوں　　تجھ سے ہے دیں کا قیام تجھ پہ درود و سلام
موئے مبارک ترے رشکِ پرِ جبرئیل　　لائق صد احترام تجھ پہ درود و سلام
تیرے جلو میں فرشتوں کے پرے کے پرے　　قدسیٔ ذی الاحترام تجھ پہ درود و سلام
لشکرِ فتح و ظفر تیرے یمین و یسار　　صاحبِ صد احتشام تجھ پہ درود و سلام
مرکزِ اہلِ کمال بن گیا ہے قادیان　　تو ہے جہاں کا امام تجھ پہ درود و سلام
میکدۂ معرفت دم سے ترے فیضیاب　　مرجع ہر خاص و عام تجھ پہ درود و سلام
مصلح موعود ما مظہر الحق والعلاء　　قاصد رب الانام تجھ پہ درود و سلام
رحمت و برکت مدام بے عدد و بے شمار　　روز و شب و صبح و شام تجھ پہ درود و سلام
کھل گیا اک دفترِ معرفتِ کردگار　　تُو نے پلایا وہ جام تجھ پہ درود و سلام
آنا ترا اے حبیب حق کا فلک سے نزول　　میرے امام ہمام تجھ پہ درود و سلام
تیرا ہر اک نقشِ پا راہنمائے ملوک　　اے شہِ والاکرام تجھ پہ درود و سلام
مل گئی تیرے طفیل زندگیٔ جاوداں　　وجہ حیاتِ دوام تجھ پہ درود و سلام
دفترِ عشاق میں اور بھی اک جاں نثار　　قیس کا بھی لکھ لے نام تجھ پہ درود و سلام

احمدیت کی صداقت کا زندہ نشان

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالٰے بنصرہ العزیز کا ایک تازہ رؤیا

مندرجہ ذیل رؤیا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز المصلح الموعود نے مورخہ ۲۷ جون سنہ ۱۹۴۶ء بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں تشریف فرما کر چھ صد احباب کی موجودگی میں سنایا۔ اور اس کی تعبیر یہ فرمائی۔ کہ اٹلی میں احمدیت کی تبلیغ کے راستے جلد کھلنے والے ہیں۔

اس خواب کے تین دن بعد حضور نے یہ خوشخبری سنائی کہ اٹلی سے مبلغین نے یہ اطلاع دی ہے کہ دو جوشیلے نوجوان احمدی ہوئے ہیں اور اس بات کے لئے وہ تلے ہوئے ہیں کہ وہ احمدیت کی تبلیغ کرینگے۔ گویا وہ بات جو خدا تعالیٰ نے حضرت امیر المومنین کو بتائی۔ اسکی تصدیق تین دن بعد واقعات نے کر دی۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی بات جلد دنیا کے سامنے واقعات کے لحاظ سے آجائیگی۔ کاش غیر مبائعین اور بہائی احباب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی متعدد سچی خوابوں اور الہامات پر غور کریں اور اس شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دیں۔ جو خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہو چکا ہے کیونکہ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے ہی کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔ (نائب مدیر)

فرمایا۔ آج میں ایک رؤیا سنانا چاہتا ہوں۔ جو چند دن ہوئے میںنے دیکھی تھی۔ اور کسی اہم معاملہ کے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ عجیب اتفاق ہے تین دن میں اسے سنانے کا ارادہ کرتا رہا۔ مگر پھر بھول جاتا رہا۔ اس کا تعلق مصلح موعود والی رؤیا سے معلوم ہوتا ہے۔ اس رؤیا میں میںنے یہ بیان کیا تھا کہ جب میں بھاگا ہوں تو میں ایسی جگہ گیا ہوں جس کے اٹلی ہونے کا ذہن میں خیال آتا ہے یہ "الفضل" میں چھپا نہیں لکھنے والے سے رہ گیا ہے۔

اس رؤیا میں بھی اٹلی جانے کا ذکر ہے۔ میںنے گزشتہ پیر کی رات کو دیکھا کہ میں جیسے اٹلی میں ہوں یا اٹلی سے واپس آرہا ہوں۔ اور روم گیا ہوں۔ وہاں جماعت کا کوئی آدمی قید میں ہے۔ مگر وہ ایسا قیدی نہیں ہے جیسے عام قیدی ہوتے ہیں۔ بلکہ جس طرح رؤسا اور شہزادے نظر بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ نظر بند ہے گویا وہ بہت معزز آدمی ہے اور اسے قید کی بجائے نظر بند کیا گیا ہے۔ میں وہاں اس لئے گیا ہوں تاکہ حالات معلوم کروں۔ کہ کیوں

اسے قید کیا گیا ہے کوئی اور بھی میرے ساتھ ہے خیال ہے کہ وہ شمس صاحب ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ہماری ایسی عظمت ان لوگوں کے دل میں ہے کہ وہ اس قیدی سے ملنے میں کوئی روک میرے راستہ میں نہیں ڈالنا چاہتے۔ چنانچہ میں اس احمدی قیدی سے ملا ہوں اور اس سے بہت سے حالات معلوم کئے ہیں۔ اس نے کئی باتیں بتاتی ہیں۔ ساری تو میں بھول گیا ہوں مگر کچھ یاد ہیں۔ میں نے اس سے یہ بھی پوچھا ہے کہ حکومت آپ سے کیا باتیں معلوم کرنا چاہتی ہے اسے ملنے کے بعد اٹلی کی حکومت کے معزز عہدہ دار اور وزراء بھی مجھے ملے ہیں۔ وہاں مجھے پوپ بھی ملا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کرید کرید کر گول مول سوالات کر کے مجھ سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اس قیدی نے مجھے کیا راز بتائے ہیں۔ پوپ مجھ سے اس بارے میں پوچھتا ہے مگر گول مول سوال کرتا ہے تا کہ یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کس قسم کی باتیں پوچھنا چاہتا ہے۔ میں نے بھی ایسے ہی گول مول جواب دے دیئے ہیں۔ اور واضح طور پر اسے نہیں بتایا کہ قیدی نے مجھ سے کیا باتیں کی ہیں۔ اس کے بعد میں وہاں سے آ گیا ہوں۔ کہہ نہیں سکتا۔ کہ اٹلی ہی سے آ گیا ہوں یا دمشق سے۔ بہر حال ایک میدان میں کھڑا ہوں جو چار پانچ فٹ اونچا ہے اس کے سامنے ایک گلی ہے۔ اتنے میں کوئی شخص آ کر کہتا ہے کہ ایک آدمی آپ سے ملنا چاہتا ہے یہ سنکر میں میدان کے سرے پر آ گیا۔ دیکھا تو شیخ مولا بخش صاحب لائلپوری معلوم ہوتے ہیں جو غیر مبائع ہیں۔ ان کے ساتھ ایک دوسرا شخص ہے گورا رنگ جوان آدمی ۳۰-۳۵ سال کی عمر کا معلوم ہوتا ہے ڈاڑھی منڈی ہوئی ہے۔ اور اس نے ڈنر سوٹ پہنا ہوا ہے۔ اس کا رنگ انگریزوں جیسا سفید تو نہیں۔ لیکن ایسا ضرور ہے جیسے ہمارے ملک میں عام طور پر کھلے رنگ کے لوگ ہوتے ہیں شیخ مولا بخش صاحب کہتے ہیں یہ میرے والد صاحب ہیں۔ جو آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ شیخ صاحب اس وقت اپنی موجودہ عمر کے ہی معلوم ہوتے ہیں اور وہ صاحب جن کو والد کہتے ہیں ان سے جوان ہیں۔

یہ کہہ کر شیخ مولا بخش صاحب خود پیچھے ہٹ گئے ہیں میں نے کہا آپ دونوں آ جائیں۔ میں ان کو لیکر ایک کمرہ کی طرف گیا جو میدان کے کنارہ کے پاس ہی بنا ہوا ہے۔ اس کمرہ میں ایک کوچ ایک کھڑکی کے ساتھ جو فرنچ ونڈو کی طرز کی ہے یعنی جس کا عرض اس کے اونچائی کے برابر یا اس سے چھوٹا ہے اس کے ساتھ بیٹھنے کی جگہ بنی ہوئی ہے۔ وہ اس پر بیٹھنے لگے مگر میں نے ان سے کہا کہ آپ کوچ پر بیٹھ جائیں۔ وہاں انہیں بٹھا کر میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور شیخ صاحب کے

والد مرحوم سے جو مقبرہ بہشتی میں مدفون ہیں پوچھا کہ آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا آپ روم جو گئے تھے تو کیا اس قیدی سے بھی ملے تھے ؟ مَیں نے کہا ہاں ملا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے متعلق بھی اس نے کوئی راز آپ کو بتایا تھا۔ مَیں نے کہا ہاں بتایا تھا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ آپ کی ایک چیز روم میں رہ گئی تھی۔ وہ اس نے آپ کو تلاش کر کے دے دی تھی۔ خواب میں وہ چیز بھی معلوم تھی مگر جاگنے پر یاد نہیں رہی۔ اس وقت میں خیال کرتا ہوں کہ گو وہ قیدی مبائع تھا مگر اُس نے یہ خیال کر کے کہ ان لوگوں کو نقصان پہنچا تو ہم پر بھی اثر انداز ہوگا۔ غیر مبائعین کی بھی مدد کر دی یہ خبر بتا کر مَیں نے ان سے کہا کہ اول امر اتحدت فیہ جماعۃ الاحمدیہ المبایعون وغیر المبایعین یعنی یہ پہلا امر ہے جس میں جماعت احمدیہ کسی معاملہ میں متحد ہوئی ہے خواہ مبائعین سے تعلق رکھنے والے لوگ ہوں یا غیر مبایعین سے۔

تعبیر غیر مبائعین کی ہمارے ساتھ مخالفت ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ ممکن ہے کہ بیرونجات کی تبلیغ کے سلسلے میں کبھی کوئی ایسا موقع آجائے جبکہ ہمارے مبلغ ان کے کسی مبلغ کو بچانے اور اس کی مدد کرنے کا موجب بنجائیں۔ تا کہ اس فتنہ کی وجہ سے اسلام کو نقصان نہ پہنچے نیز اس الہام کی عبارت سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ اتفاقی اتحاد ہے جبکہ ان کا نقصان ہمارا نقصان سمجھا جائے۔ ورنہ کسی باقاعدہ اتحاد کی طرف اشارہ نہیں۔ اگر مستقل اتحاد کی طرف اشارہ ہوتا تو اتحدت علیہ کے الفاظ ہوتے۔ اتحدت فیہ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اتحاد ضمنی اور عارضی وجوہ سے ہوا ہے۔ میں اس خواب سے سمجھتا ہوں کہ اٹلی میں خدا تعالےٰ احمدیت کی کامیابی کا ضرور ایسا رستہ کھول دے گا کہ وہاں احمدیت کو خاص اہمیت اور ترقی جلد حاصل ہوگی اور وہ ترقی حکومت کی نظر میں اتنی اہم ہوگی کہ سمجھا جائے گا کہ اب ان کو آزاد رکھنا مضر ہے۔ اور ان کے بڑے آدمیوں کو نظر بند کئے بغیر چارہ نہیں۔ پھر پوپ وغیرہ جو ملے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اٹلی میں بعض ایسے لوگ احمدیت میں داخل ہو جائینگے جو ان کے خاندان میں سے ہونگے۔ اور جن کے احمدی ہونے سے وہ گھبرا جائیں گے۔

سینکڑوں محدّثین سے بڑھ کر

ایک سوال کا جواب

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

ایک دوست نے سوال کیا ہے۔ کہ آپ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے فضل عمر۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس امت میں اگر محدث ہوتا تو عمر ہوتا۔ کیا آپ کے متعلق بھی سمجھا جائے کہ آپ محدث ہیں۔

فرمایا۔ دنیا میں افراط و تفریط دونوں چلتی ہیں۔ بعض تو کہتے ہیں کہ ہم آپ کو نبی سمجھتے ہیں۔ گویا نبی بنانا خدا تعالیٰ کی بجائے ان کا کام ہے اور بعض اس قسم کے سوال کرتے ہیں مجھے اس سوال پر تعجب آیا۔ کہ جب محدث اسے کہتے ہیں جس سے خدا تعالیٰ باتیں کرے۔ اور مجھ سے خدا تعالیٰ وقتاً فوقتاً جو باتیں کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے کلام کے طور پر بیسیوں دفعہ شائع ہو چکی ہیں۔ پھر اس سوال کے کیا معنے۔ اس کے لئے دلائل کی تو ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ کا کلام کرنا اصل چیز ہے اور اسکی بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔ اور مَیں کہہ سکتا ہوں جس قسم کا سلوک خدا تعالیٰ نے مجھ سے کیا۔ اور جو مرتبہ خدا تعالیٰ نے مجھے دیا جس قدر غیب کی خبریں مجھے بتائیں۔ اور جس قدر باتیں مجھ سے کیں وہ سینکڑوں محدثین کی نسبت بھی زیادہ ہیں۔ اور انکی نسبت بہت بڑا کام خدا تعالیٰ نے میرے سپرد کیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے

"خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ مَیں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو انکی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔" (چشمہ معرفت ص۳۱۷)

اسی طرح میں کہتا ہوں خدا تعالیٰ نے مجھ پر جس قدر کلام نازل کیا۔ اور جس قدر مجھ سے باتیں کیں وہ سینکڑوں محدثوں کی باتوں سے زیادہ ہیں اور جو کام میرے سپرد کیا۔ وہ انکے کام کی نسبت بہت بڑا ہے باقی اس کے اعلان کی ضرورت پیش نہیں آئی کہ اس کے متعلق تقریریں کی جائیں اور کہا جائے کہ میں محدث ہوں۔ پہلے جو محدثین گزرے ہیں۔ ان میں سے کونسے ایسے ہیں جنکی اس قسم کی مثال ملتی ہو کہ خدا تعالیٰ نے اتنی بڑی بڑی خبریں جو مجھے بتائیں انکو بتائیں مثلاً مسٹر ماریسن کے متعلق خبر۔ اور مارشل سٹالن کے متعلق رؤیا۔ یہ جس طرح بتایا گیا تھا اسی طرح پورا ہوا۔

شذرات

ابو المنیر نور الحق نائب مدیر مولوی فاضل

۱۔ شیخ عبد الرحمن صاحب کے لئے توبہ کا موقعہ

ہمارا خدا غفور اور رحیم خدا ہے۔ بندے گناہ پر گناہ کرتے ہیں لیکن وہ پردہ پوشی فرماتا ہے اور توبہ کرنے پر بڑی سے بڑی غلطی کو معاف کر دیتا ہے۔ ہمارے عقائد کی رو سے شیخ عبد الرحمن صاحب مصری نے ایک بہت بڑا قصور کیا ہے کیونکہ وہ خلافت کے نظام سے علیحدہ ہو کر لاہور چلے گئے ہیں اگرچہ یہ قصور بہت بڑا ہے لیکن اگر شیخ صاحب توبہ کریں۔ تو یقیناً انہیں اللہ تعالیٰ معاف فرما دیگا۔ اور آثار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ شیخ صاحب نے جو تھوڑی بہت سلسلہ کی خدمت کی تھی، وہ ضائع نہ ہو۔ اور وہ راہ راست پر آ کر اس کا بدلہ پالیں۔ چنانچہ اس بارے میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز المصلح الموعود نے ایک رؤیا دیکھا تھا جو ۹ مارچ ۱۹۴۶ء کے الفضل میں شائع ہو چکا ہے اسی طرح سے یادگیر دکن کے ایک دوست محمد اسماعیل صاحب نے جو حج کے لئے امسال تشریف لے گئے تھے۔ مدینہ منورہ میں خواب دیکھا ان ہر دو خوابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ شیخ صاحب کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خواب کی تفصیل یہ ہے کہ حضور نے دیکھا۔ آپ کے دل میں یہ ڈالا گیا ہے کہ آپ شیخ صاحب کی ہدایت کے لئے دعا فرماویں۔ چنانچہ حضور نے دعا فرمائی۔ اور دعا ختم کرنے کے تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ شیخ صاحب اس دعا کے نتیجہ میں تائب ہو کر آ گئے ہیں۔

پھر ہمارے دوست مولوی محمد اسماعیل صاحب یادگیری نے جو رؤیا دیکھا۔ وہ یہ ہے کہ شیخ صاحب خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک رعب والی آواز سے انہیں کہا کہ جب تمہیں معلوم تھا کہ عقائد مبائعین کے سچے ہیں تو تم نے لاہور جا کر کیوں ان کے خلاف اظہار کیا۔ اس پر شیخ صاحب نے نہایت عجز سے ہاتھ جوڑ کر کہا اے خدا۔ میں اقراری مجرم ہوں۔ اس پر نظارہ بدلا اور مولوی محمد اسماعیل صاحب نے اپنے آپ کو مدرسہ احمدیہ میں پایا۔ اور دیکھا کہ شیخ صاحب وہاں موجود ہیں مولوی صاحب نے شیخ صاحب سے دریافت کیا۔ کہ جب وہ مدرسہ احمدیہ میں پڑھاتے تھے

تو اس وقت جو نقاریر وہ شاگردوں کو سکھاتے تھے وہ ان کے پاس محفوظ ہیں۔ اور وہ مبائعین کے عقائد کے حق میں ہیں ان کا جواب ان کے پاس کیا ہے۔ اس پر شیخ صاحب نے جواب دیا کہ ابھی تم سن آئے ہو۔ کہ میں خدا تعالیٰ کے حضور اقرار جرم کر آیا ہوں۔ پھر اب کیا کہتے ہو۔

یہ ہر دو رؤیا نہایت ہی قابل غور ہیں۔ کیونکہ حضرت مصلح موعود نے جو خواب دیکھا۔ وہ بھی ان حالات میں دیکھا ہے کہ جب شیخ صاحب کے بظاہر رجوع کی کوئی امید نہیں۔ اور دوسرے دوست نے جو خواب دیکھا وہ بھی ان حالات میں دیکھا ہے جبکہ ان کا انہیں کچھ خیال نہ تھا پس ان ہر دو رؤیا کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے۔ کہ شیخ صاحب اقرار جرم کرتے ہوئے اس سے معافی مانگیں اور اپنے کئے پر ندامت کا اظہار کریں۔ تا اس کی رحمت ان کو ڈھانپ لے۔ کاش شیخ صاحب اس موقعہ کو غنیمت جانیں۔ اور دنیا کی جھوٹی عزت پر لات مار کر آخرت کی ذلت سے بچ سکیں۔

۲- غیر مبائعین کی اکثریت میں بگاڑ اور اس کا علاج

امیر غیر مبائعین کے تازہ بیانات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر مبائعین کی اکثریت میں بگاڑ پیدا ہو چکا ہے نہ وہ باجماعت نمازیں ادا کرتے ہیں نہ ان کے دلوں میں خدا کی محبت ہے اور نہ وہ نظام کا احترام کرتے ہیں۔ اور دین کو چھوڑ کر دنیا پر گر چکے ہیں۔ چنانچہ امیر صاحب پیغام ۵ رجون میں شائع شدہ خطبہ میں فرماتے ہیں "حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے کھڑا کیا تھا۔ مگر ہماری جماعت کے ۹/۱۰ حصہ کی حالت بھی عام مسلمانوں سے بہتر نہیں۔ جس جماعت کا ۹/۱۰ حصہ بیکار ہو۔ وہ کیا کام کر سکتی ہے" پھر ۱۲ رجون کے پیغام میں فرماتے ہیں۔ "میں نے اپنے احباب کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ ہماری جماعت کا ۹/۱۰ حصہ صحیح معنوں میں کام نہیں کر رہا۔ اس کے لئے میں نے جماعت کے ماہوار چندوں کا ایک چھوٹا سا نقشہ بطور نمونہ پیش کیا تھا۔ اس کے علاوہ جماعت کے نظام میں اور بھی کئی نقص ہیں۔" پھر کہتے ہیں "اسی طرح دیکھا جاتا ہے کہ بہت احباب ہیں جو اس بات کی خواہش تو رکھتے ہیں کہ ہماری کوئی مسجد ہو لیکن جہاں مسجدیں بنی ہوئی ہیں۔ وہاں دیوار بدیوار گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور چار قدم مسجد میں جانے کے لئے نہیں اٹھاتے۔ حالانکہ کسی دوست کی ملاقات کے لئے ایک میل بھی چل کر پہنچ جاتے ہیں ...... جماعت کے نظام کے لئے دینی امور میں ترقی کے لئے ہفتہ وار اجتماع کا انتظام ہوتا ہے۔ مگر لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ وہاں تک جانے کی تکلیف نہیں کرتے۔ یہ سب مردگی کے نشان ہیں (مکتوب شائع شدہ ۱۹ رجون) پھر لکھتے ہیں۔ "اس جماعت میں

بلند کاموں کے لئے ہمت کیوں پیدا نہیں ہوتی۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کرنے کے باوجود اس کا اتنا بڑا حصہ ابھی دنیا پر کیوں گرا ہوا ہے یہ چھوٹی چھوٹی اور پست باتوں پر کیوں گر رہے ہیں۔ اسے ایک دوسرے کی نکتہ چینی اور عیب شماری میں کیوں لذت آتی ہے (مکتوب شائع شدہ پیغام ۱۹ر جون)

پس امیر غیر مبائعین کا یہ بیان کہ غیر مبائعین کی مساجد غیر آباد ہیں۔ لوگ نمازوں کے لئے نہیں آتے اور یہ کہ ان کی جماعت میں کئی قسم کی اخلاقی کمزوریاں پیدا ہو چکی ہیں۔ یہ سب حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق کوئی مصلح مبعوث فرماوے۔ کیونکہ جب کسی قوم کی اکثریت بگڑ جاتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ ضرور آسمان سے ہدایت کے سامان پیدا کرتا ہے۔ سو غیر مبائعین کے ان حالات کے پیش نظر خدا تعالیٰ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو مصلح موعود کا اعلان کرنے کا حکم فرمایا ہے کاش غیر مبائعین اپنی آنکھیں کھولیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے مصلح کی طرف متوجہ ہوں کیونکہ وہی اس زمانہ کا ہادی اور مہدی ہے۔ چنانچہ آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والے لوگوں میں سے ننانوے فیصدی وہ لوگ ہیں جن میں وہ کمزوریاں نہیں۔ جو غیر مبائعین میں پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ مصلح موعود نے اپنی اس قوت قدسیہ سے اپنے متبعین کی اصلاح کی ہے۔ جو اسے خدا تعالےٰ کی طرف سے دی گئی ہے اور اس نے اپنی جماعت میں وہ زندگی پیدا کر دی ہے جس سے ایک جماعت زندہ جماعت اور غالب آنے والی جماعت کہلا سکتی ہے۔

میدان میں آئیں

مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین نے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا جسکے جواب میں حضور نے اس چیلنج کو قبول فرمایا۔ اور نہایت ہی معقول طریق پر فرمایا کہ مباہلہ ہمیشہ کسی کے مسلمات پر ہوا کرتا ہے۔ حضور نے اپنے دعوٰی کو پیش فرمایا۔ کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آخری عمر میں نبوت کی تعریف میں تبدیلی فرمائی۔ مولوی محمد علی صاحب ہمارے اس مسلمہ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اس پر نہایت ہی وضاحت کے ساتھ حضور نے مباہلہ کا چیلنج منظور فرمایا مگر مولوی محمد علی صاحب ہمیشہ اینچا پینچی سے کام لیتے رہے۔ اور اب تک میدان مباہلہ میں نہیں نکلے چند دن گذرے۔ ایک مبائع دوست نے مولوی صاحب موصوف سے دریافت کیا کہ وہ کیوں مباہلہ کے لئے نہیں آتے تو آپ نے نہایت اختصار کے ساتھ جواب دیا۔ کہ میں مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔

(پیغام جون

اگر واقعی مولوی صاحب کا یہ جواب درست ہے۔ تو اب ان پر فرض ہے کہ وہ میدان میں آئیں اور اس حیل وحجت کو چھوڑ دیں جو اب تک کرتے رہے ہیں۔ تاکہ دنیا پر حق ظاہر ہو جائے لیکن اگر اپنے قول کا عمل سے تطابق نہ کیا تو یہ روز روشن کی طرح واضح ہو جائیگا۔ کہ امیر غیر مبائعین سورہ جمعہ کی آیت لن یتمنوہ ابدًا بما قدمت ایدیھم کے مطابق موت سے ڈرتے ہیں۔ اور حقیقت کو جان بوجھ کر چھپاتے ہیں کیا ہم امید رکھیں کہ مولوی صاحب مذ بد تفصیلات کو جلد طے کر کے میدان مباہلہ میں آئینگے۔

علوم قرآن سے محرومی

حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کئی بار تفسیر نویسی کا چیلنج دنیا کو دے چکے ہیں۔ چنانچہ پہلی دفعہ آپ نے ۱۹۳۱ء میں فرمایا۔ میں نے قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھا اور اس سے فائدہ اٹھایا۔ اور اب اس قابل ہوا کہ تمام مخالف علماء کو چیلنج دیتا ہوں کہ کوئی آیت لیکر مجھ سے تفسیر کلام الہٰی میں مقابلہ کرلیں میں انشاء اللہ تعالیٰ تائید الہٰی سے اسکے ایسے معنے کرونگا کہ تمام دنیا حیران رہ جائیگی (مصباح ۱۵ جنوری) پھر فرمایا:- تمام علماء کو چیلنج دیتا ہوں کہ میرے مقابلہ میں قرآن کریم کے کسی مقام کی تفسیر لکھیں۔ اور جتنے لوگوں سے اور تفسیروں سے چاہیں مدد لیں۔ مگر خدا کے فضل سے پھر بھی مجھے فتح ہوگی۔ (الفضل ۲۳ اپریل ۱۹۴۴ء) اس چیلنج پر کوئی مقابلہ پر آجاتا۔ تو دنیا پر حق ظاہر ہو جاتا۔ مولوی محمد علی صاحب بھی بجائے اسکے کہ سیدھے طریق پر مقابلہ کے لئے نکلیں۔ ہمیشہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح سے بات شبہ میں رہے۔ اس چیلنج پر مولوی صاحب بجائے اسکے کہ قرعہ اندازی سے کوئی قرآن مجید کا حصہ منتخب کر لیتے اور اس پر تفسیر نویسی کا مقابلہ ہو جاتا۔ انہوں نے یہ طریق اختیار کیا کہ اختلافی مسائل کے متعلق بعض آیات پر تفسیر نویسی کی جائے۔ حالانکہ یہ بات درست نہ تھی۔ کیونکہ مختلف فیہ مسائل پر مناظرہ ہو سکتا ہے تفسیر نویسی نہیں ظاہر ہو سکتی۔ اسکے لئے سارا قرآن مجید پڑا ہوا ہے کیوں وہ قرعہ اندازی سے کوئی مقام متعین نہیں کر لیتے تا اس پر مقابلہ ہو جائے۔ پچھلے سال حضور نے سورۃ فاتحہ کے متعلق فرمایا تھا کہ حضور کو اس کا خاص نیا علم بخشا گیا ہے کاش مولوی صاحب اسکی ہی تفسیر شائع کر دیتے تا اسکے مقابل پر ہمارے امام کی تفسیر بھی شائع ہو جاتی۔ اور دنیا کو معلوم ہو جاتا کہ کس کو علوم قرآن سے حصہ دیا گیا ہے اور کون اس سے محروم ہے پیغام صلح ۳ جولائی میں ایک مضمون تفسیر نویسی کے چیلنج کو ٹلانے کی غرض سے شائع کیا گیا ہے حالانکہ سیدھی بات ہے کہ کوئی حصہ قرآن مجید کا قرعہ اندازی سے مقرر کر لیا جاوے۔ اور اس پر تفسیر نویسی کا مقابلہ ہو۔ یا پھر سورۃ فاتحہ کی تفسیر مقابلہ میں لکھ دی جاوے۔ در حقیقت اب حق کھل چکا ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب کی تفسیر بھی چھپی ہوئی ہے اور حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ کی تفسیر کا بھی کچھ حصہ چھپ چکا ہے حق شناس لوگ بالمقابل رکھ کر دیکھ سکتے ہیں کہ کس کو علم قرآن دیا گیا ہے اور کون اس سے محروم ہے ہاں اس بات کا فیصلہ اگر کھلے طور پر کرنا ہو تو مولوی محمد علی صاحب مقابلے پر آنے کے لئے تیار کرو۔ اس طرح دنیا پر حق ظاہر ہو جاوے گا۔

ایک مبائع دوست کے سوالات کے جوابات امیر غیر مبائعین کی طرف سے

(از مکرم مولوی محمد شریف صاحب امینی مولوی فاضل)

اخبار پیغام صلح ۲۲ رمئی سنہ ۱۹۴۶ء کے صفحہ ۵ پر پشاور کے ایک احمدی دوست کے چند سوالات کے جوابات مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے شائع ہوئے ہیں۔ مولوی صاحب نے ان سوالات کے جوابات دیتے وقت کسی مصلحت کی بنا پر ایک مبہم طریق اختیار کیا ہے حالانکہ ان امور کی وضاحت از حد ضروری تھی۔ درحقیقت مولوی صاحب کی یہ اختصار اور ابہام پسندی اس لئے تھی۔ تا حق ظاہر نہ ہو جائے ذیل میں مبائع دوست کے سوال اور مولوی صاحب کے جوابات درج کئے جاتے ہیں۔ پھر ان پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کی روشنی میں تبصرہ کیا جائے گا تا کہ مولوی صاحب کی ابہام پسندی کی وجہ ظاہر ہو جائے۔

پہلا سوال پہلے سوال یہ کیا گیا تھا کہ "کیا آپ حضرت مرزا صاحب کی اولاد کو نیک اور صالح خیال کرتے ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولوی محمد علی صاحب نے فرمایا کہ "نیک اور صالح ہونا اپنے نیک اعمال سے ہے۔ کسی کی اولاد ہونے کی وجہ سے نہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے خود اپنے بیٹے کو عاق کیوں کیا تھا؟" مولوی صاحب کا یہ جواب پڑھ کر از حد افسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب نے جواب دیتے ہوئے محض عناد کی خاطر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تحریرات کو نظر انداز کر دیا۔ جو حضور نے اپنی ذریت کے صالح ہونے کے متعلق تحریر فرمائی ہیں۔ اور ان تحریروں کو بھی چھپایا ہے جن میں متعدد مقامات پر اس اولاد کو جو حضرت ام المومنین علیہا السلام کے بطن مبارک سے ہے۔ خدائی بشارات کے ماتحت پیدا ہونے والی اولاد قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :۔

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد ｝ بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد ｝ بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد

پھر فرماتے ہیں :۔ "اور چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا۔ اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا

ہوگا۔ اس لئے اُس نے پسند کیا۔ کہ اِس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے۔ اور اُس سے وہ اولاد پیدا کرے جو اُن نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے۔ دُنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے۔" (تریاق القلوب ص۶۵)

پھر لکھتے ہیں:۔ "دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین ونبیین وآئمہ واولیاء وخلفاء ہے۔ تا انکی اقتداء وہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں۔ اور اُن کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پاجائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا۔ کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شقیں ظہور میں آجائیں۔" (سبز اشتہار ص۱۵)

ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ اولاد جو حضرت ام المومنین علیہا السلام کے بطن مبارک سے ہے وہ سب موعود اور مبشر اولاد ہے۔ اور مبشر اولاد کی نیکی اور تقویٰ وصالحیت کے متعلق حضور فرماتے ہیں:۔

"اِنّ اللہ لا یبشر الانبیاء والاولیاء بذریۃ الّا اذا قدر تولید الصالحین (آئینہ کمالات ص۵۷۹)

کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اپنے پیاروں کو اسی صورت میں اولاد کی بشارت دیتا ہے۔ جبکہ اس نے نیک اور صالح اولاد پیدا کرنا مقدر رکھا ہو۔ غرض جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام اولاد خاص الخاص بشارات کے ماتحت پیدا ہونے والی اولاد ہے۔ تو ضروری ہے کہ وہ صالح بھی ہو پس مولوی صاحب کا اس سے چون وچراں کرنا حضرت مسیح موعود کی تحریرات کا انکار کرنا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک بیٹے کو عاق کیا۔ تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس بیٹے کو مبشر اولاد میں کبھی بھی شامل نہیں کیا۔ یہاں صرف سوال مبشر اولاد کا ہے۔ اور مبشر اولاد کے متعلق حضرت مسیح موعود کا قطعی فیصلہ ہے کہ وہ صالح ہے۔ وہ لڑکا جس کے متعلق مولوی محمد علی صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کو عاق کیا گیا تھا آخر اس کو بھی خدا تعالیٰ نے یہ سعادت بخشی کہ وہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ خلیفۃ المسیح الثانی بنصرہ العزیز کے دست مبارک پر بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو۔ اور صالحین کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر صالح ہو جائے۔ پس مولوی صاحب کو اپنے جواب پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔

دوسرا سوال

دوسرا سوال مولوی محمد علی صاحب سے یہ کیا گیا تھا۔ کہ "کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ اگر کوئی شخص بہشتی مقبرہ میں دفن کیا جاتا ہے۔ تو یہ ضروری نہیں کہ وہ جنت میں جائے گا۔ اس کے جواب میں مولوی صاحب لکھتے ہیں "بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی شرائط میں

سے ہے کہ وہ متقی اور صالح ہو یہ علم خدا کو ہے انسان کو نہیں ہم ظاہر پر حکم لگا کر ایک بات کہہ دیتے ہیں۔ اس کی حقیقت کا علم خدا کو ہے" مولوی محمد علی صاحب نے بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والے شخص کے متعلق جس تذبذب کا اظہار کیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے خلاف ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں

"کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اس قبرستان میں داخل ہونے سے کوئی بہشتی کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ مطلب نہیں کہ یہ زمین کسی کو بہشتی کر دے گی بلکہ خدا کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ صرف بہشتی ہی اس میں دفن کیا جائے گا۔" (الوصیت)

اس عبارت سے عیاں ہے کہ بہشتی مقبرہ کی زمین کسی کو بہشتی نہیں بناتی بلکہ وہ لوگ جو کہ نیک پاک اور صالح ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت وہی اس میں دفن ہو سکتے ہیں لیکن جو لوگ اس قابل نہیں کہ وہ اس پاک زمین میں دفن ہوں اللہ تعالیٰ پردۂ غیب سے ان کے لئے ایسے حالات پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اس پاک زمین میں دفن نہ ہونے پائیں لیکن جن لوگوں کو خدائی منشاء کے ماتحت بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی توفیق مل جائے تو پھر ایسے شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا تحریر کے مطابق یقینی طور پر جنتی اور بہشتی ہیں۔ اور اس بارہ میں کسی قسم کا تذبذب خدائی کلام کے منافی ہوگا۔ نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا بھی فرمائی ہے کہ وہ پاک باز لوگوں کو ہی اس پاک زمین میں دفن ہونے کی توفیق دے۔ چنانچہ فرمایا:۔

"پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم۔ اے خدائے غفور رحیم تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے۔ اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت بجا لاتے ہیں۔ اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں۔" (الوصیت)

پس حضور علیہ السلام کی اس دعا اور متذکرہ بالا تصریح کے مطابق ہم کو یقین ہے کہ جس شخص کو بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی توفیق مل جاوے وہ یقینی طور پر بہشتی ہے۔

تیسرا سوال تیسرا سوال مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں یہ پیش کیا گیا تھا کہ "کیا مولوی محمد علی صاحب غلطی کے ازالہ والی کتاب پر پورا ایمان رکھتے ہیں۔

مولوی صاحب نے اس کا جواب یوں دیا کہ "میں ازالہ اوہام - ایک غلطی کے ازالہ سب کو درست مانتا ہوں یہ دیانداری نہیں کہ خود تو حضرت مسیح موعود کی دو تہائی کتابوں کی منسوخی کے قائل ہوں اور لوگوں سے سوال کرتے پھریں"۔

ہمیں نہایت افسوس سے عرض کرنا پڑتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نے متذکرہ بالا سوال کا جواب دیتے ہوئے مبائعین پر یہ الزام لگاتے ہوئے دیانتداری سے کام نہیں لیا۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دو تہائی کتب کو منسوخ مانتے ہیں۔ اس قسم کے اتہام و الزام کا ثبوت پیش کرنا ان کے ذمہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی نبوت کے بارہ میں "ایک غلطی کا ازالہ" میں جو تصریح فرمائی ہے اس تصریح نے حضور علیہ السلام کی جملہ تحریرات دربارہ نبوت کی نہایت صفائی سے وضاحت و تشریح کر دی ہے۔ کیا ایک غلطی کے ازالہ میں بیان فرمودہ تصریح کے مطابق حضور علیہ السلام کی جملہ تحریرات دربارۂ نبوت تشریح و توضیح کرنا نسخ کہلاتا ہے خدارا اس بارہ میں خدا کے خوف کو دل میں جگہ دیں۔ اگر آپکو واقعی غلطی کے ازالہ پر بھی ایمان ہے تو فرمایئے جب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے براہِ رفع اختلاف دربارۂ نبوت منجملہ دیگر تجاویز کے ایک تجویز یہ بھی پیش فرمائی تھی۔ کہ رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" کے نیچے ہم دونوں فریق یہ تحریر کر دیں۔ کہ یہی ہمارے عقائد ہیں اور پھر اس رسالہ کو کثرت سے شائع کر دیا جائے۔ آپ نے اب تک اسپر آمادگی کا اظہار کیوں نہیں کیا۔ ایک طرف تو کتاب پر ایمان کا دعویٰ۔ اور دوسری طرف اس کے عقائد سے متفق نہ ہونا یہ کیا ایمان ہے۔ لم تقولون ما لا تفعلون۔ کیا اب بھی آپ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بیان فرمودہ تجویز پر عمل کرنیکے لئے طیار ہیں۔ تاکہ آپ کے ایمان کا امتحان ہو جائے۔

چوتھا سوال

چوتھا سوال یہ کیا گیا ہے کہ کیا مولوی محمد علی صاحب میاں محمود احمد صاحب کے ساتھ مباہلہ کرنیکے لئے طیار ہیں۔ اس کے جواب میں مولوی صاحب نے یہ تحریر کیا ہے کہ کہ "میں مباہلہ کے لئے طیار ہوں"۔ مگر ہمیں مولوی محمد علی صاحب کی اس آمادگی پر شک ہی ہے۔ کیونکہ اس سے قبل مولوی محمد علی صاحب نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو کئی مرتبہ اختلافی مسائل پر مناظرہ کا چیلنج دیا۔ اور حضور کیطرف سے اس چیلنج کو بارہا قبول بھی کیا گیا۔ مگر وقت آنے پر حضرت مولانا نے غیر معقول عذرات پیش کر کے چپ سادھ لی۔ کیا اب مباہلہ پر آمادگی بھی ویسا ہی رنگ رکھتی ہے۔ اچھا دیدہ باید۔ زمانہ خود انکی اس آمادگی کی تصدیق و تکذیب کرے گا۔

مولوی عبداللہ صاحب بہائی کے خط کا جواب

فرمودہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

مولوی عبداللہ صاحب بہائی نے ایک خط کشمیر سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں اس مضمون کا تحریر کیا تھا کہ احمدی ہونے کے زمانہ میں انہوں نے ایک خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سری نگر کے محلہ خان یار میں واقع قبر کی تحقیقات کے متعلق لکھا تھا اور یہ خط حضرت اقدس نے اپنی کتاب "راز حقیقت" کے آخر میں شائع کر دیا۔ اس خط کے علاوہ اس کتاب کے صفحہ ۹ پر حضور نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ "ہمارے مخلص دوست مولوی عبداللہ صاحب کشمیری نے جب سری نگر میں اس مزار کے متعلق تفتیش کرنا شروع کیا۔ تو بعض لوگوں نے یوز آسف نام سُن کر کہا۔ کہ ہم میں وہ قبر عیسےٰ صاحب کی قبر مشہور ہے۔ چنانچہ کئی لوگوں نے بھی گواہی دی۔ جواب تک سری نگر میں زندہ موجود ہیں۔ جس کو شک ہو۔ وہ خود کشمیر میں جا کر کئی لاکھ انسانوں سے دریافت کرے۔" مولوی عبداللہ صاحب یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ عبارت ان کے خط میں موجود نہیں۔ اور نعوذ باللہ حضرت اقدسؑ نے یہ بیان خود بنا کر مولوی صاحب کی طرف منسوب کرتے ہوئے اسے شائع کر دیا۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مولوی عبداللہ صاحب کے اس خط کا جواب حسب ذیل دیا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:-

"آپ نے تحریر کیا ہے کہ آپ نے اپنے خط میں نہیں لکھا تھا کہ یوز آسف کا نام سُن کر بعض نے کہا کہ عیسیٰ صاحب کی قبر ہے۔ یہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غلط بیانی کی۔ اسکے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کا سارا خط چھاپ دیا ہے۔ اور اس خط میں بیشک یہ بات نہیں مگر کیا کوئی شخص ایسا کہہ سکتا ہے۔ کہ ایک مصنف ایک خط اپنی تحریر کے ساتھ شائع بھی کر دے اور اسکی طرف غلط مضمون بھی منسوب کر دے یہ بات عقل میں نہیں آ سکتی پس معقول بات یہی ہے کہ آپ نے زبانی بات کی۔ اور اس کی طرف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اشارہ فرمایا۔ آپ کے (مولوی عبداللہ صاحب) جھوٹا ہونے کی علامت کا صریح ثبوت یہ موجود ہے۔ کہ کتاب "راز حقیقت" جس میں آپ کا خط چھپا ہے۔ ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی۔ اسکے بعد کئی سال تک آپ قادیان میں رہے۔ اور کتنا ہی عرصہ آپ مدرس کے طور پر کام کرتے رہے پھر اسکے بعد بیشک آپ کشمیر چلے گئے۔ لیکن کم سے کم ۱۹۲۰ء تک ظاہری طور پر اور اندرونی طور پر احمدی رہے ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۴ء یا ۱۹۳۵ء تک آپ ظاہر میں احمدی تھے باطن میں بہائی تھے۔ اس عرصہ میں کیوں نہ آپ نے اسکی تردید کی۔ قادیان میں رہتے ہوئے اور قادیان سے باہر احمدیت میں ہوتے ہوئے آپ نے کیوں نہ اسکی تردید کی۔ اس تردید نہ کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے زبانی یہ باتیں کہی تھیں جب تک آپ احمدی رہے آپ سچائی پر قائم تھے اور اس لئے ان باتوں کی تردید کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی جب آپ نے بہائیت کو اختیار کیا۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کی سچائی کی رُوح بھی ماری گئی۔ اور اب آپ نے اس بات کی تردید کرنی شروع کر دی ہے جو آج سے ۴۸ سال پہلے شائع ہو چکی تھی اور جس کی اشاعت کے ۴۵ سال بعد تک آپ خاموش رہے۔

میں اپنی شہادت کی بناء پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ جو واقعات آپ کیطرف منسوب کر کے لکھے گئے ہیں وہ صحیح ہیں کیونکہ مینے ۱۹۰۹ء میں یہ قبر دیکھی ہے۔ اور خود مجھ سے بھی اس بڑھیا نے (جو اس قبر پر موجود تھی) یہ باتیں بیان کیں تھیں۔ اور مینے اس سے کہا تھا۔ کہ مائی ایسا کہنے سے مولوی ناراض ہو جائیں گے۔ اسپر اس نے کہا تھا کہ مجھے کیا معلوم۔ باپ دادا ایسا کہتے چلے آئے ہیں۔

پس اپنی اس تحقیقات کے مطابق بھی میں سمجھتا ہوں کہ آپ قطعی طور پر غلط بیانی کر رہے ہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ حسن ظنی کروں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ بڑھاپے میں آپ کی عقل ماری گئی ہے۔ اگر آپ نے یہ باتیں نہیں کہیں تھیں تو ۴۵ سال آپ کی زبان کو کس نے بند کر رکھا تھا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالٰے فرماتا ہے بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا۔ جب آپنے آسمانی سچ کو چھوڑا۔ تو دُنیوی سچ بھی آپ کے ہاتھوں سے جاتا رہا۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (مجادلہ)

غلبۃ الابرار علی الاشرار

فی جواب

شعلۃ النّار

(ابو المنیر نور الحق۔ مولوی فاضل نائب مدیر)

اس چودھویں صدی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا کی ہدایت و راہنمائی کے لئے قادیان کی مبارک بستی میں مبعوث فرمایا۔ آپ کے فرائض میں سے یہ تھا۔ کہ جس قدر عقائد باطلہ اسلام میں پیدا ہو چکے تھے۔ انکی اصلاح فرماتے۔ اور پھر دیگر مذاہب پر اسلام کی برتری ثابت کر کے اسے تمام ادیان پر فائق ثابت کرتے۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کی اصلاح فرمائی۔ اور پھر اسلام کو تمام ادیان پر دلائل کی رو سے غالب کر دیا مسلمانوں میں جو عقائد باطلہ پیدا ہو چکے تھے۔ اور جنکی اصلاح ضروری تھی۔ ان میں سے ایک یہ عقیدہ تھا جو بعض غلط روایات کی بنا پر پیدا ہو چکا تھا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب یہودیوں نے صلیب پر لٹکوایا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کو بجسد عنصری آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی جگہ ایک اور معصوم شخص کو آپ کا مشابہ بنا کر مقتول و مصلوب کروا دیا۔ اور اس طرح اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کا نظارہ دکھایا۔ اور یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا۔ تا حضرت مسیح کو آخری زمانہ میں پھر بھیجا جائے اور وہ دنیا کے مفاسد کی اصلاح کریں۔

حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس غلط عقیدہ کی اصلاح فرمائی۔ اور بتایا کہ قرآن مجید اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر نہیں اٹھائے گئے۔ بلکہ جب آپ کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ تو آپ اسپر مرے نہیں۔ بلکہ اس سے زندہ اُتر

آئے اور اس کے بعد نوّے سال زندہ رہے۔ اور کل ایک سو بیس سال عمر طبعی پاکر فوت ہوئے۔ اس امر کو ثابت کرنے کے لئے آپ نے قرآن مجید سے تیس آیات اور متعدد احادیث پیش کیں۔ اور فرمایا کہ مسیح کے دوبارہ دنیا میں آنے سے مُراد آپ کی صفات کے حامل شخص کا آنا تھا۔ چنانچہ وہ وجود آپ کا ہی ہے۔ اور آپ اس زمانہ کی اصلاح کیلئے مسیح و مہدی بنا کر بھیجے گئے۔

پھر حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسرا کام یہ تھا کہ آپ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرتے۔ چنانچہ آپ نے اسلام کے مقابل پر دیگر جملہ مذاہب کا باطل ہونا ثابت کر دیا۔ اور ان سب مذاہب کے مقابل پر اسلام کی سچائی اسکی برتری اور زندگی کا ثبوت پیش کیا۔ اور آپ نے اس ضمن میں یہودیت اور عیسائیت کو جن دلائل کے ذریعہ باطل ثابت کیا۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھا۔ کہ آپ نے انکے مرکزی اور بنیادی عقائد کا غلط ہونا واضح کیا۔ یہودی یہ کہتے تھے کہ انہوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر لٹکوا کر مار دیا۔ اور اس طرح تورات کی رُو سے وہ حضرت مسیح کو جھوٹا اور لعنتی ثابت کرتے تھے یہودی اپنے اس غلط خیال کی وجہ سے حضرت مسیح اور ان کے بعد آنے والے انبیاء کے ماننے سے محروم ہوگئے۔ اور اس طرح سے انہوں نے خدا تعالےٰ تک پہنچنے اور اسکے انعامات کے وارث ہونے کا راستہ اپنے لئے خود ہی مسدود کر دیا۔ پھر عیسائی یہ کہتے تھے۔ کہ یہودیوں کے کہنے کے مطابق حضرت مسیح فی الواقعہ صلیب پر مر گئے تھے۔ لیکن اس طرح سے وہ لعنتی ہو کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے۔

حضرت مسیح موعود و مہدی معہود مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیسائیوں اور یہودیوں کے مذکورہ بالا عقائد کو قرآن مجید کی روشنی میں غلط قرار دیا۔ اور بتایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو یہودی صلیب پر مارنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ صلیب سے زندہ اُتر آئے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے اس دعویٰ کو اناجیل سے اور تواریخ کی شہادات سے ثابت کیا اور بتایا کہ حضرت مسیح نے خود یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ صلیب پر سے زندہ اُتر آئینگے۔ چنانچہ وہ صلیب پر دو گھنٹے لٹک کر زندہ اُتارے گئے۔ اور بعد ازاں زخموں کے اچھا ہونے پر انہوں نے فلسطین کے علاقہ سے ہجرت کی۔ اور خفیہ طور پر تبت اور کشمیر کا رُخ کیا۔ کیونکہ ان مقامات میں بنی اسرائیل کے دس فرقے آپ سے سات سو سال پیشتر

آکر بس چکے تھے۔ اور انکی اصلاح کرنا بھی ان کے ذمہ تھا۔ چنانچہ آپ کشمیر میں پہنچے اور ان قبائل کو تبلیغ کی۔ اور واقعہ صلیب کے بعد اپنی عمر یہاں بسر کی۔ اور کشمیر میں فوت ہوکر سری نگر محلہ خان یار میں مدفون ہوئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود نے اس بارے میں جو کتب تحریر فرمائیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ مشہور کتاب "مسیح ہندوستان میں" ہے۔ آپ کے پیش کردہ دلائل کچھ ایسے ٹھوس تھے کہ عرب و عجم انکے آگے سر جھکانے پر مجبور ہوگئے۔ چنانچہ وہی لوگ جو ابتداً اس امر کی وجہ سے آپ کے مخالف ہوگئے تھے۔ کہ آپ نے مسیح کے طبعی موت سے مرنے کو ثابت کیا ہے بعد میں وہ بھی یہی الاپنے لگے۔ چنانچہ حال ہی میں جامعہ ازہر کی طرف سے یہی فتویٰ صادر کیا گیا ہے۔ پھر آجکے نازاں علمی یورپ کے سامنے جب ہمارے مبلغین نے ان دلائل کو پیش کیا۔ تو وہ حیران رہ گئے۔ اور اب تک ان کے جواب سے قاصر ہیں۔ اور اس بات کے ماننے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ کہ واقعی حضرت مسیح صلیب پر نہیں مرے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جن دنوں اپنے دعوٰی کو ثابت کرنے کے لئے مختلف دلائل دے رہے تھے۔ ان دنوں مولوی عبداللہ صاحب بھائی کشمیری حضرت اقدس کے مریدوں میں شامل تھے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود کا یہ دعوٰی تھا کہ مسیح کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے۔ اس لئے مولوی عبداللہ صاحب نے اس بات کی تقویت کے لئے تحقیقات کرکے حضور کی خدمت میں ایک خط لکھا جو آپ نے اپنی کتاب راز حقیقت کے آخر میں شائع کر دیا۔ وہ خط حسب ذیل ہے:۔

از جانب خاکسار عبداللہ بخدمت حضور مسیح موعود السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

حضرت اقدس اس خاکسار نے حسب الحکم سری نگر میں عین موقعہ پر یعنی روضہ مزار شریف شہزادہ یوز آسف نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہنچکر جہاں تک ممکن تھا بکوشش تحقیقات کی۔ اور معمر اور سن رسیدہ بزرگوں سے بھی دریافت کیا۔ اور مجاوروں اور گرد و جوار کے لوگوں سے بھی ہر ایک پہلو سے استفسار کرتا رہا۔ جناب من عند التحقیقات مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ مزار درحقیقت جناب یوز آسف علیہ السلام نبی اللہ کی ہے۔ اور نہ مسلمانوں کے محلہ میں یہ مزار واقع ہے کسی ہندو کی وہاں سکونت نہیں اور نہ اس جگہ ہندوؤں کا کوئی مدفن ہے اور معتبر لوگوں کی شہادت سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ قریباً انیس ۱۹ سو برس سے یہ مزار ہے۔ اور مسلمان بہت عزت اور تعظیم کی نظر سے اس کو دیکھتے

ہیں اور اس کی زیارت کرتے ہیں اور عام خیال ہے کہ اس مزار میں ایک بزرگ پیغمبر
مدفون ہے جو کشمیر میں کسی اور ملک سے لوگوں کو نصیحت کرنے کے لئے آیا تھا۔ اور
کہتے ہیں کہ یہ نبی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً چھ سو برس پہلے گذرا ہے یہ
اب تک نہیں کھلا کہ اس ملک میں کیوں آیا۔ مگر یہ واقعات بہرحال ثابت ہو چکے
ہیں۔ اور تواتر شہادت سے کمال درجہ کے یقین تک پہنچ چکے ہیں کہ یہ بزرگ جن کا
نام کشمیر کے مسلمانوں نے یوز آسف رکھ لیا ہے یہ نبی ہیں اور نیز شہزادہ ہیں۔ اس ملک
میں کوئی ہندوؤں کا لقب ان کا مشہور نہیں ہے جیسے راجہ یا اوتار یا رکھی و منی و سدھ
وغیرہ۔ بلکہ بالاتفاق سب نبی کہتے ہیں۔ اور نبی کا لفظ اہل اسلام اور اسرائیلیوں میں
ایک مشترک لفظ ہے اور جبکہ اسلام میں کوئی نبی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں
آیا اور نہ آسکتا تھا۔ اس لئے کشمیر کے عام مسلمان بالاتفاق یہی کہتے ہیں کہ یہ نبی اسلام
کے پہلے کا ہے ہاں اس نتیجہ تک وہ اب تک نہیں پہنچے کہ جبکہ نبی کا لفظ صرف دو ہی قوموں
کے نبیوں میں مشترک تھا یعنی مسلمانوں اور بنی اسرائیل کے نبیوں میں اور اسلام میں تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آ نہیں سکتا تو بالضرور یہی متعین ہوا کہ وہ بنی اسرائیلی نبی ہے
کیونکہ کسی تیسری زبان نے کبھی اس لفظ کو استعمال نہیں کیا۔ بلاشبہ اس اشتراک کا صرف دو
زبانوں اور دو قوموں میں تخصیص ہونا لازمی ہے۔ مگر بوجہ ختم نبوت اسلامی قوم اس سے باہر
نکل گئی۔ لہذا صفائی سے یہ بات طے ہوگئی کہ یہ بنی اسرائیلی نبی ہے۔ پھر اس کے بعد تواتر تاریخی
سے یہ ثابت ہو جانا کہ یہ نبی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرا ہے۔
پہلی دلیل پر اور بھی یقین کا رنگ چڑھاتا ہے اور زیرک دلوں کو زور کے ساتھ اس
طرف لے آتا ہے کہ یہی حضرت مسیح علیہ السلام ہیں کوئی دوسرا نہیں کیونکہ وہی اسرائیلی نبی ہیں جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرے ہیں۔ پھر بعد اس کے اس متواتر خبر پر غور
کرنے سے کہ وہ نبی شہزادہ بھی کہلاتا ہے یہ ثبوت نور علیٰ نور ہو جاتا ہے کیونکہ اس مدت میں
بجز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی نبی شہزادہ کے نام سے کبھی مشہور نہیں ہوا۔ پھر یوز آسف کا نام
جو یسوع کے لفظ سے بہت ملتا ہے ان تمام یقینی باتوں کو اور بھی قوت بخشتا ہے۔ پھر موقع پر
پہنچنے سے ایک اور دلیل معلوم ہوئی ہے کہ جیسا کہ نقشہ منسلکہ میں ظاہر ہے۔ اس نبی کی
مزار جنوباً و شمالاً واقع ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ شمال کی طرف سر ہے اور جنوب کی طرف پیر ہیں

اور یہ طرز دفن مسلمانوں اور اہل کتاب سے خاص ہے اور ایک اور تائیدی ثبوت ہے کہ اس مقبرہ کے ساتھ ہی کچھ تھوڑے فاصلہ پر ایک پہاڑ کوہ سلیمان کے نام سے مشہور ہے اس نام سے بھی پتہ ملتا ہے کہ کوئی اسرائیلی نبی اس جگہ آیا تھا۔ یہ نہایت درجہ کی جہالت ہے کہ اس شہزادہ نبی کو ہندو قرار دیا جائے اور یہ ایسی غلطی ہے کہ ان روشن ثبوتوں کو سامنے رکھ کر اس کے رد کی بھی حاجت نہیں۔ سنسکرت میں کہیں نبی کا لفظ نہیں آیا بلکہ یہ لفظ عبرانی اور عربی سے خاص ہے اور دفن کرنا ہندوؤں کا طریق نہیں۔ اور ہندو لوگ تو اپنے مُردوں کو جلاتے ہیں لہذا قبر کی صورت بھی قطعی یقین دلاتی ہے کہ یہ نبی اسرائیلی ہے قبر کے مغربی پہلو کی طرف ایک سوراخ واقع ہے لوگ کہتے ہیں کہ اس سوراخ سے نہایت عمدہ خوشبو آتی رہی ہے یہ سوراخ کسی قدر کشادہ ہے اور قبر کے اندر تک پہنچی ہوئی ہے اس سے یقین کیا جاتا ہے کہ کسی بڑے مقصود کے لئے یہ سوراخ رکھی گئی ہے غالباً کتبہ کے طور پر اس میں بعض چیزیں مدفون ہونگی عوام کہتے ہیں کہ اس میں کوئی خزانہ ہے مگر یہ خیال قابل اعتبار معلوم نہیں ہوتا ہاں چونکہ قبروں میں اس قسم کا سوراخ رکھنا کسی ملک میں رواج نہیں۔ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ اس سوراخ میں کوئی عظیم الشان بھید ہے اور صدہا سال سے برابر یہ سوراخ چلے آنا یہ اور بھی عجیب بات ہے۔ اس شہر کے شیعہ بھی کہتے ہیں کہ یہ کسی نبی کی قبر ہے جو کسی ملک سے بطور سیاحت آیا تھا اور شہزادہ کے لقب سے موسوم تھا۔ شیعوں نے مجھے ایک کتاب بھی دکھلائی جس کا نام عین الحیات ہے اس کتاب میں بہت سا قصہ بصفحہ ۱۱۹۔ ابن بابویہ اور کتاب کمال الدین اور اتمام النعمت کے حوالہ سے لکھا ہے لیکن وہ تمام بیہودہ اور لغو قصے ہیں۔ صرف اس کتاب میں اس قدر سچ بات ہے کہ صاحب کتاب قبول کرتا ہے کہ یہ نبی سیاح تھا اور شہزادہ تھا جو کشمیر میں آیا تھا اور اس شہزادہ نبی کے مزار کا پتہ یہ ہے کہ جب جامع مسجد سے روضہ بل بلین کے کوچہ میں آویں تو یہ مزار شریف آگے ملیگا۔ اس مقبرہ کے بائیں کی طرف دیوار کے پیچھے ایک کوچہ ہے اور دہنی طرف ایک پرانی مسجد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تبرک کے طور پر کسی پرانے زمانہ میں اس مزار شریف کے قریب مسجد بنائی گئی ہے اور اس مسجد کے ساتھ مسلمانوں کے مکانات ہیں کسی دوسری قوم کا نام و نشان نہیں اور اس نبی اللہ کی قبر کے نزدیک دہنے گوشہ میں ایک پتھر رکھا ہے جس پر انسان کے پاؤں کا نقش ہے کہتے ہیں کہ قدم رسول کا ہے غالباً اس شہزادہ نبی کا یہ قدم بطور نشان کے باقی ہے۔ دو باتیں اس قبر پر بعض مخفی اسرار کی حقیقت نما ہیں ایک وہ سوراخ جو قبر کے نزدیک ہے۔ دوسرے یہ قدم جو پتھر پر

کندہ ہے باقی تمام صورت مزار کی نقشہ منسلکہ میں دکھائی گئی ہے۔ فقط

یہ وہ خط ہے جو مولوی عبداللہ صاحب کشمیری نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۸۹۶ء میں تحریر فرمایا۔ اس خط کا مضمون بالکل واضح ہے۔ اور ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس خط کے ذریعہ مولوی عبداللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی پُرزور تائید کی ہے اور لکھا ہے کہ تحقیقات کی بناء پر یہ ثابت ہے کہ کشمیر میں جو خانیار کے محلہ میں قبر ہے وہ مسیح کی ہے۔ کیونکہ جو قرائن خط میں لکھے گئے ہیں وہ سب اس بات کی تعیین کرتے ہیں کہ یہ قبر مسیح علیہ السلام کی ہے اس لئے کہ آج سے اُنیس سو سال پیشتر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو سال قبل ہونے والے اسرائیلی نبی مسیح ہی ہیں اور مولوی عبداللہ صاحب کے نزدیک انکی پیشکردہ تحقیقات تواتر شہادت سے کمال درجہ یقین کو پہنچ چکی ہے اور انکی پیشکردہ بات تواتر تاریخی سے ثابت ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی عبداللہ صاحب کا یہ خط اپنی تصنیف راز حقیقت کے آخر میں شائع کر دیا۔ اور اس کے علاوہ راز حقیقت کے صفحہ ۹ پر حاشیہ میں لکھا کہ مولوی عبداللہ صاحب نے جب خانیار میں واقع قبر کے متعلق تحقیقات کی تو ان کو معلوم ہوا کہ اس قبر کو بعض لوگ عیسیٰ صاحب کی قبر کہتے ہیں۔ یہ ہر دو باتیں جو مولوی عبداللہ صاحب کی تھیں شائع ہو گئیں اور آج ان کو شائع ہوئے ۴۸ سال کا عرصہ ہو چکا ہے مولوی عبداللہ صاحب ۱۹۲۰ء تک ظاہری اور اندرونی طور پر احمدی رہے اور اکثر وقت قادیان میں ان کو رہنے کا موقع ملا پھر ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۴ء یا ۱۹۳۵ء تک ظاہر میں احمدی تھے اور باطن میں بہائی۔ لیکن اس عرصہ میں کبھی انہوں نے راز حقیقت میں پیشکردہ امور کا انکار نہ کیا پھر ۱۹۳۵ء تا ۱۹۴۵ء بہائی ہو کر احمدیت کے مخالف ہو گئے لیکن اس عرصہ میں کبھی کبھی یہ نہ کہا کہ راز حقیقت میں پیشکردہ امر درست نہیں لیکن اکتوبر ۱۹۴۵ء میں وہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ کو خط لکھتے ہیں کہ راز حقیقت میں ان کا خط چھپا ہوا ہے لیکن اس میں وہ بات نہیں۔ جو حضرت مسیح موعود نے راز حقیقت کے صفحہ ۹ پر ان کی طرف منسوب کر کے لکھی ہے کہ خانیار میں واقع قبر کو بعض لوگ عیسیٰ صاحب کی قبر کہتے ہیں پھر اسی سوال کو مولوی عبداللہ صاحب نے اپنے دو ٹریکٹوں معیار رسالت اور شعلۃ النار میں پیش کیا ہے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے ان کے خط کا جو جواب دیا ہے وہ اس مضمون کے ابتدا میں درج ہے اور

وہی کچھ درست ہے جو حضور نے تحریر فرمایا ہے کیونکہ وہ امور جو راز حقیقت کے دوسری جگہ درج ہیں وہ ان کے اصل خط کے مضمون کے خلاف نہیں۔ ہاں ایک مزید وضاحت ہے جس کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود سے زبانی گفتگو کی تھی۔ پس مولوی عبداللہ صاحب کا اتنے لمبے عرصے کے بعد شور مچانا کہ حضرت مسیح موعود نے ان کی طرف غلط طور پر بات منسوب کردی قطعاً صحیح نہیں بلکہ سفید جھوٹ ہے۔

پھر مولوی عبداللہ صاحب کے جھوٹے ہونے کی تازہ شہادت ہمارے پاس موجود ہے۔ جب ان کے رسالہ معیار رسالت کا مختصر جواب 'فرقان' نے دیا۔ تو انہوں نے جواباً بار بار کہا کہ فرقان کا یہ کہنا درست نہیں کہ راز حقیقت میں ان کے شائع شدہ خط میں حضرت مسیح موعود نے ترمیم کرلی۔ چنانچہ یہ امر انہوں نے رسالہ شعلۃ النار کے ص۵ پر پیش کیا ہے لیکن حیرت کا مقام ہے کہ اسی رسالہ کے آخر میں ص۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں:۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے انکے خط میں بعض ترمیمات کردیں۔ پس مولوی صاحب کا ایک طرف ترمیم سے انکار کرنا اور پھر دوسری طرف ترمیم کرنے کا کہنا دو متضاد باتیں ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد کے مطابق انکی عقل ماری گئی۔ اور انہوں نے اپنے ہی ہاتھ سے اپنے جھوٹے ہونے کا ثبوت بہم پہنچا دیا۔

پس مولوی عبداللہ صاحب کا اپنے خط اور انکی طرف منسوب کردہ بات کے متعلق باوجود مخالف ہونے کے ایک عرصہ دراز تک خاموش رہنا۔ اور اب ایک مدت مدیدہ کے بعد بولنا انکے جھوٹے ہونے کا قطعی ثبوت ہے اور یہ محض اس لئے ہے کہ بہائی ہوکر جھوٹ بولنے کی اجازت ہوجاتی ہے۔ قیامت کا منکر ہونے کی وجہ سے انہیں ہر گندے فعل کو کرنے سے ان کا دل ملامت نہیں کرتا۔ شائد مولوی صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ انکی مخالفت کی وجہ سے قبر خانیار پر پردہ پڑ سکتا ہے اور ان کے یہ کہنے سے کہ یہ مسیح کی قبر نہیں کوئی امر مشتبہ ہوسکتا ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ یہ ایک واقعہ ہے کہ ہماری جماعت کے دوست اس قبر پر گئے۔ اور وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ یہ قبر عیسیٰ صاحب کی ہے۔ پس مولوی عبداللہ صاحب جھوٹ بولکر اور نجاست پر منہ مار کر دیکھ لیں کہ ان کی مخالفت سے صداقت کبھی چھپ نہیں سکے گی بلکہ وہ خود رسوا ہوں گے اور کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بول بالا ہوگا اور قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی کے مطابق ان کا منہ کالا۔

ایک مغالطہ دینے والے بہائی کے پانچ سوالوں کے جواب

ذلتِ صادق مجو اے بے تمیز
زیں رہے ہرگز نہ خواہی شد عزیز

از قلم مکرم و محترم مولنا ابو العطاء صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ

مولوی عبد اللہ صاحب بہائی کشمیری نے بعض سوالات ہمارے دوستوں کو بھجوائے تھے جو ہمیں ملے ہیں ان کے جوابات مولنا ابو العطاء صاحب نے تحریر فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

مولوی عبد اللہ صاحب کشمیری نے کچھ عرصہ سے کھلے بندوں اسلام و احمدیت کو ترک کر کے بہائی مذہب اختیار کر لیا ہے اس جدید مذہب کی خصوصیات میں یہ امر داخل ہے کہ غلط بیانی کرتے ہوئے لوگوں کے قلوب میں وسوسہ اندازی کی جائے۔ چنانچہ مولوی صاحب اس طریق پر عمل پیرا ہیں۔ اصولی گفتگو کا طریقہ یہ تھا کہ جب بہائیوں کے نزدیک قرآن مجید منسوخ ہو چکا ہے اور اب کوئی شخص قرآن مجید پر عمل کر کے نجات نہیں پا سکتا تو وہ میدان میں آ کر ثابت کرتے کہ فلاں فلاں وجہ کے ماتحت قرآن مجید منسوخ ہے اس کے احکام میں یہ نقائص ہیں اور شریعت اسلامیہ انسانی ضرورتوں کے لئے کافی نہیں اور اسکی جگہ یہ بابی شریعت یا بہائی شریعت آئی ہے۔ لوگ بہائیوں کے پیشکردہ نقائص و اعتراضات کو بھی پرکھتے۔ اور قرآن مجید کے مقابلہ پر بہائیوں کا پیشکردہ مزعومہ شریعت کا بھی موازنہ کر سکتے۔ اس طرح سے ایک علمی اور تحقیقی مقابلہ ہو جاتا۔ مگر اہل بہاء کا رویہ یہ ہے کہ وہ اپنی فرضی شریعت کو تو چھپاتے ہیں اور چھپوانے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ان کے زعیم جناب عباس آفندی نے اس کے طبع کرانے سے ان کو منع کر رکھا ہے۔ اور دوسری طرف قرآن مجید کے بارے میں بھی اصولی گفتگو کی بجائے وسوسہ اندازی کے طریق کو اختیار کرتے ہیں

مولوی عبد اللہ صاحب نے اپنی شامت اعمال کے باعث اسلام ایسے پاکیزہ مذہب

کو ترک کر کے بہائیت کو قبول کیا ہے مولوی صاحب احمدیت کے دلائل اور ان کی قوت سے بخوبی آگاہ ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ انکے یہ وسوسے۔ ان کا یہ تقلب فی البلاد۔ اور ان کے اشتہاروں اور خطوط کی سحرکاری اسی وقت تک ہے جب تک وہ موسوی معجزات کے سامنے نہیں آتے۔ اس لئے وہ اصل طریق مقابلہ سے گریز کر کے عوام کو مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

ان دنوں مولوی عبداللہ صاحب یہ غلط بیانی کر رہے ہیں کہ خانیار سری نگر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا نشان میرے خط پر مبنی ہے اور میں اب بہائی ہو چکا ہوں۔ اس لئے میں اسکی تردید کرتا ہوں۔ مولوی صاحب کا یہ بیان پڑھ کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے ؎

ایاز قدر خود بشناس۔ حضرت مسیح ناصری کی قبر کا نشان صحائف آسمانی۔ انجیلی و قرآنی بیانات طبی اور تاریخی شہادتوں پر مبنی ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب کے خط پر اسکی بنیاد قرار دینا سراسر غلط ہے اور آج مولوی عبداللہ صاحب کا اس صداقت سے منکر ہو جانا اس حقیقت میں ذرہ بھر تبدیلی پیدا نہیں کر سکتا۔ آفتاب آفتاب ہی ہے زید و بکر اس کا اقرار کرے یا انکار۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جلد مولوی صاحب کے اس رسالہ پر بھی تبصرہ شائع کیا جائے گا۔ جو مولوی صاحب نے اس بارے میں شائع کیا ہے۔

اس وقت مولوی عبداللہ صاحب کے ان پانچ سوالات کے جواب اختصار سے درج کئے جاتے ہیں جو مولوی صاحب نے اس سلسلہ میں ایک احمدی دوست کے نام بھیجے ہیں۔ ہم سوال مولوی صاحب کے اصل الفاظ میں درج کر کے اس کے بعد جواب لکھیں گے۔

پہلا سوال "میرزا صاحب مانتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ نے حواریوں کو تاکید کی کہ میرے سفر کا حال پوشیدہ رکھو۔ لہذا حواریوں نے تقیہ کر کے یہودیوں اور عیسائیوں میں مشہور کر دیا کہ مسیح آسمان پر چلا گیا۔ پس یہ جھوٹ خود مسیح نے پھیلایا۔ لہذا یہودیوں اور عیسائیوں کی گمراہی کا گناہ مسیح کی گردن پر ہے۔"

الجواب انجیلی شواہد اور عقلی دلائل اس امر کی تائید میں ہیں کہ حضرت مسیح نے اس وقت عارضی طور پر حواریوں کو تاکید کی کہ میرے سفر کا حال کسی سے نہ کہنا۔ اس امر سے کوئی عقلمند انسان حضرت مسیحؑ پر جھوٹ کا الزام نہیں لگا سکتا۔ اتنے بیان میں کوئی تقیہ بھی نہیں اور یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنے نفس عقیدہ کے لحاظ سے اس سفر سے کوئی تعلق بھی نہیں۔ یہودی مسیح کو صلیب پر مارنا چاہتے تھے اور اس طرح مسیح علیہ السلام کی نبوت و رسالت کو باطل ثابت

کرنا چاہتے تھے۔ عیسائی کفارہ کے تار عنکبوت کی تائید کی خاطر یہود کے اس دعویٰ کے مؤید بنتے کہ حضرت مسیح صلیب پر مر گئے ہیں۔ پس حواریوں کے حضرت مسیح کے سفر کو وقتی طور پر مخفی رکھنے سے یہودیوں اور عیسائیوں کی گمراہی کا گناہ حضرت مسیح کی گردن پر کیونکر ہو سکتا ہے؟ بہائیوں کو ان کے پیشوا نے تعلیم دی ہے۔ اُسْتُرْ ذَهَبَكَ وَذَهَابَكَ وَمَذْهَبَكَ۔ کہ اپنے سونے اور سفر اور عقائد کو چھپائے رکھو۔ مولوی عبداللہ صاحب اس بڑھی عورت کی طرح جو ساری دنیا کو کپڑا دکھانا چاہتی تھی خواہش کرتے ہیں کہ کسی طرح "جھوٹ" کا یہی الزام حضرت مسیح پر بھی قائم کر دیں حضرت مسیح نے کسی سے یہ نہ کہا تھا کہ یہ کہنا کہ میں آسمان پر چلا گیا ہوں۔ اگر کوئی از روئے مبالغہ یا از راہ غلط بیانی ایسی بات کہتا ہے تو اسکی ذمہ داری اس شخص پر ہے نہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر۔ پھر یہ بھی غور طلب ہے کہ یہود تو حضرت مسیح کو آسمان پر نہیں مانتے اگر کسی حواری نے حضرت مسیح کو آسمان پر قرار دیا تو اس سے وہ یہودیوں کی گمراہی کا کیونکر ذمہ وار گردانا جا سکتا ہے؟ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی عبداللہ صاحب زیادتی عمر کے باعث غور و فکر کی ذمہ واریوں سے سبکدوش ہو رہے ہیں۔

ہم بتا چکے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے گمراہ ہونے کا مرکزی نقطہ یہ غلط عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر مر گئے۔ قرآن مجید یہود کے قول انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ کو انکے ملعون ہونے کی وجہ بتلاتا ہے کہ اس صلیبی موت کے بعد حضرت مسیح کا زندہ ہو جانا یا زندہ نہ ہونا۔ آسمان پر جانا یا نہ جانا ان کے لئے بالکل ثانوی حیثیت رکھتا ہے جہاں اسلام موجودہ عیسائیت اور یہودیت سے اس موضوع میں مختلف ہوتا ہے وہ یہی مقام ہے۔ اسی صلیبی موت کے ادعا کے باعث یہودی ملعون ہوئے اور عیسائی راندۂ درگاہ قرار پائے افسوس کہ بہائیوں نے بھی اسلام کی مخالفت میں حضرت مسیح کی صلیبی موت کے متعلق اسلامی عقیدہ کو ٹھکرا کر یہود و نصاریٰ کی ہمنوائی اختیار کر لی اور کہنے لگ گئے کہ واقعی حضرت مسیح صلیب پر مر گئے تھے۔ اس طرح سے بہائیوں نے بھی اس لعنت سے حصہ لے لیا۔ جو یہود و نصاریٰ کے بارے میں قرآن مجید میں مذکور ہوا ہے

دوسرا سوال یہودیوں کے نزدیک یہ بھی ایک دلیل ہے کہ مسیح کاذب ہے چونکہ آنحضرت صلعم کا مبشر ہے لہذا آنحضرت کا صادق ہونا بھی ثابت نہیں جیسا کہ احمدیوں کے نزدیک سید باب بہاء اللہ کا مبشر تھا۔ جو قتل ہوا اور کاذب ہے۔ لہذا بہاء اللہ کا صادق ہونا بھی ثابت نہیں "

الجواب ہم نے مولوی عبداللہ صاحب کے سارے الفاظ من وعن نقل کر دیئے ہیں کوئی بہائی بقائمی ہوش و حواس بتائے کہ ان الفاظ میں کونسا سوال ہے؟ بیشک یہودی حضرت مسیحؑ کو کاذب کہتے ہیں مگر ہر شخص کا ہر قول قابلِ قبول نہیں ہوتا۔ یہود اپنے اس قول کی بنیاد اِس عقیدہ پر رکھتے ہیں کہ ہم نے حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر مار دیا تھا جماعت احمدیہ نے دلائل و براہین سے اُنکے اِس عقیدہ کی تغلیط کر دی ہے اِس لئے ہم یہود کے اس غلط قول کے ذمہ وار نہیں۔ البتہ بہائی لوگ یہود کے دعویٰ صلیبِ مسیحؑ کی تائید کرتے ہیں اسلئے اُن پر سوال پیدا ہوتا ہے۔ باقی رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صادق ہونا تو وہ اپنے بیّنات اور لاتعداد براہین سے آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہے۔ اِس کے لئے تو خدائے بزرگ و برتر ہر روز نئے دلائل پیدا فرما رہا ہے۔ اِسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو حضرت مسیحؑ کے واسطہ سے تسلیم نہیں کیا جا رہا بلکہ حضرت مسیحؑ کی سچائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کی رہینِ منّت ہے۔ بہائی خواہ مخواہ معکوس منطق میں اُلجھ رہے ہیں حضرت مسیحؑ کے اقوال و پیشگوئیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو نصاریٰ پر واضح کرنے کے لئے محض بطور مسلّماتِ خصم پیش کیا جاتا ہے۔ یہودیوں پر تو حضرت مسیحؑ کے اقوال حجّت ہی نہیں اِس لئے اُن کے خلاف اِسے کبھی پیش نہیں کیا گیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب جملہ انبیاء علیہم السلام کو کاذب مانتے ہیں۔ پہلے سوال میں انہوں نے حضرت مسیحؑ پر الزامِ جھوٹ کا اثبات کیا ہے اور اس سوال میں سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صادق ہونیکا انکار کر دیا ہے اور یہ سب کچھ محض باب اور بہاء کو سچا قرار دینے کے لئے ہے۔ بئس للظّالمین بدلًا۔ جماعت احمدیہ نہ باب کو بہاء اللہ کا مبشّر مانتی ہے اور نہ باب کے قتل ہونے ہی کے باعث بہاء اللہ کو جھوٹا قرار دیتی ہے۔ ہماری تحقیق میں جیسا کہ ہم اپنی کتاب "بہائی تحریک پر تبصرہ" میں مفصل لکھ چکے ہیں یہ لوگ اسلام اور قرآن کریم کے خلاف ایک ناپاک منصوبہ لیکر کھڑے ہوئے تھے اور اِس میں سراسر ناکام رہے۔ ہر ایک نے اپنے کئے کی سزا پائی۔ باب اپنی مزعومہ شریعت "البیان" کو جسے باپی ناسخِ قرآن قرار دیتے ہیں ناتمام اور ناقص چھوڑ کر تھوڑے ہی عرصہ میں قتل ہو گئے اور اپنے کذب پر مہر کر گئے۔ اور بہاء لمبی عمر پانے کے باوجود اپنی مزعومہ شریعت "الاقدس" کو زاویۂ گمنامی میں دیکھتے ہوئے حسرت سے راہیٔ ملکِ بقا ہوئے۔ لمبا عرصہ بھی اس کے کام نہ آسکا اور اُسے ناکامی سے نہ بچا سکا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ پوری شان سے پورا ہوا۔

تیسرا سوال "یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ ہم نے مسیحؑ کو مصلوب و مقتول کر دیا۔ عیسائی بحیثیت مدعا علیہ مانتے ہیں کہ مسیحؑ مصلوب و مقتول ہو گیا۔ چھ سو برس کے بعد آکر قرآن واقعہ کا انکار کرتا ہے جو کسی طرح

یہودیوں کیلئے قابلِ قبول نہیں اور مسیح الزام سے بری نہیں ہوتا۔ نتیجہ وہی ہے جو پہلے تھا۔"

الجواب اگر یہ سوال ہے تو مولوی عبداللہ صاحب کا اس سے صرف یہ مدعا ہے کہ ثابت کریں کہ قرآن کا بیان (معاذ اللہ) غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ نامعلوم ایسی واضح تحریر کے باوجود بعض سادہ لوح اس مغالطہ کا کیوں شکار ہو جاتے ہیں کہ بہائی لوگ قرآن مجید کو مانتے ہیں؟ مولوی عبداللہ صاحب! یہودیوں کے دعوے صلیبِ مسیحؑ کا مدعا علیہ عیسائی نہیں بلکہ خود حضرت مسیحؑ ہیں اور وہ واقعہ سے پہلے بھی اور واقعہ کے بعد بھی اپنی صلیبی موت سے انکاری ہیں وہ تو اس واقعہ کو حضرت یونسؑ کے تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہنے کی مانند قرار دیتے ہیں۔ پس جب عیسائی مدعا علیہ ہی نہیں بلکہ کفارہ کے مزعومہ عقیدہ اختیار کرنیکے باعث وہ خود مدعی ہیں کہ حضرت مسیحؑ کو صلیب پر مار دیا گیا۔ اگر صلیبی موت ثابت نہ ہو تو مسیحی کفارہ کی عمارت پیوندِ خاک ہو جاتی ہے مشہور امریکن پادری ڈاکٹر زویمر نے لکھا ہے:۔ "فاذا کان ایماننا ھذا خطأً کانت مسیحیتنا بجملتھا باطلۃ لأن البشارۃ الوحیدۃ التی لنا ھی ان المسیح خدمات من اجل خطایانا" کہ اگر ہمارا صلیبی موتِ مسیحؑ پر ایمان غلط ہے تو پھر ہماری ساری عیسائیت ہی باطل ہے کیونکہ ہمارے لئے تو صرف یہی بشارت ہے کہ حضرت مسیحؑ ہمارے گناہوں کے بدلے صلیب پر مر گئے۔ (رسالہ مجد الصلیب صد ۴) اندریں حالات بہائیوں کا عیسائیوں کے عقیدہ کی پناہ لینا بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ بیشک قرآن مجید چھ سو برس بعد آیا۔ مگر اس نے جو بات بتائی وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ اس کا مدلل بیان بقول مولوی عبداللہ صاحب "یہودیوں کے لئے قابلِ قبول نہ ہو" تو نہ ہو۔ مگر تمام حق پرست اور دلیل سے ماننے والے انسان تو قرآن مجید کے بیان کو مانتے ہیں۔ تاریخی شہادات اور طبی بیانات بھی قرآنی بیان کی تائید کرتے ہیں اور سب منصف مزاج انسان حضرت مسیحؑ کو الزام سے بری سمجھتے ہیں۔ ہاں پرانے یہودی اور اب تازہ خراسانی یہودی (اہلِ بہاء) قرآن مجید کے بیان کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی حضرت مسیحؑ کو صلیبی موت کے لعنت آمیز الزام سے پاک سمجھتے ہیں۔

چوتھا سوال دو ہزار برس کے بعد مرزا صاحب بدقسمت مسلمانوں کا مسیح موعود آتا ہے وہ بھی عجیب منطق قائم کرتا ہے یعنی قرآن کا مقصد واقعہ صلیب میں یہودیوں کو ملزم بنانا ہے۔ مگر مرزا صاحب یہودیوں کو چھوڑ کر عیسائیوں سے مقابلہ پر آتے ہیں کہ وفاتِ مسیحؑ سے کسرِ صلیب ہوگی۔ یعنی آنحضرت خود تو کسرِ صلیب نہ کر سکے یہ کام مسیح موعود کا تھا۔ مگر یہ کسرِ صلیب کس کام کا جبکہ یہودیوں کو مرزا صاحب ملزم نہیں بنا سکتے بلکہ یہودیوں کی تائید و تصدیق فرماتے ہیں؟"

الجواب قرآن مجید اُن تمام لوگوں کو ملزم قرار دیتا ہے جو حضرت مسیحؑ کی صلیبی موت کے قائل ہیں خواہ وہ

یہودی ہوں یا عیسائی۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ آخری زمانہ میں اس صلیبی عقیدہ کے علمبردار یہودیوں سے بڑھ کر عیسائی ہونگے اس لئے حضرت مسیح موعود کا کام کسرِ صلیب مقرر فرمایا اور اسے ابطالِ نصرانیت کیلئے خاص طور پر مبعوث فرمایا اور اسے مسیح موعود کا خاص فریضہ قرار دیا۔ قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کا بھی رد فرمایا۔ اور عیسائیوں کا بھی اور صلیبی موت کے قائلین کے بارے میں عام اعلان فرمادیا:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ کہ وہ سب بے دلیل بات کہتے ہیں حضرت میرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن مجید کے خادم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذہب پر چلانے کے لئے آئے ہیں اس لئے وہی کسرِ صلیب کریں گے جو قرآن مجید اور کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے۔ یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسرِ صلیب نہ کرسکے مولوی عبد اللہ صاحب کا جھوٹ ہے۔ صلیب کی تردید چودہ سو سال قبل بھی ہوئی اور اب جبکہ اس فتنہ نے پھر سر نکالا اور ساری دنیا میں پھیل گیا تب حضرت مسیح موعودؑ نے قرآنی ہتھیاروں سے ہی ایسی کسرِ صلیب فرمائی کہ عیسائیوں کے اپنے دل محسوس کر رہے ہیں۔ انّھم کانوا ظالمین۔ مولوی عبد اللہ صاحب کا یہ بھی جھوٹ ہے کہ حضرت میرزا صاحب نے صلیبی موت کے عقیدہ میں یہودیوں کی تائید کی ہے۔ الا لعنت اللہ علی الظالمین۔

پانچواں سوال "کسرِ صلیب بھی عجیب ہے۔ خانیار کا مقبرہ ثابت کرنے کے لئے بذاتِ خود حضرت میرزا صاحب قابلِ شرم فرضی شہادت مشہور کرتے ہیں اور جب اس جھوٹ کو پیش کیا جاتا ہے، تو امت قادیان "فرقان" میں قادیانی بزرگوں کو بطور گواہ پیش کرتی ہے جو کہتے ہیں کہ اہلِ کشمیر نسلاً بعد نسل یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ ذرہ غور تو کرو کس قدر بہائی ہے"

الجواب معلوم ہوتا ہے کہ بہائی ہونے کے ساتھ مولوی محمد عبد اللہ صاحب نے اخلاق و اصولِ گفتگو کو بالکل خیرباد کہہ دیا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسرِ صلیب کی اور عیسائی دنیا میں اس سے تہلکہ برپا ہے حضور علیہ السلام نے قبر مسیح کے متعلق تائید ایزدی سے جو انکشاف فرمایا اس سے عیسائی حیران ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس اثبات کے لئے عقلی و نقلی دلائل سے اتمام حجت فرمایا مگر مولوی محمد عبد اللہ صاحب محض اپنی بہائیت کے اظہار کے لئے اس کو "قابلِ شرم فرضی شہادت" کہتے ہیں۔ اگر "فرقان" میں اہلِ کشمیر کی زبانی شہادت کا ذکر بھی کیا گیا تو اس میں مولوی عبد اللہ صاحب کیلئے سیخ پا ہونے کی کونسی وجہ ہے۔ ہم نے خود متعدد بوڑھے کشمیریوں سے اس مقبرہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ نبی صاحب کی قبر ہے۔ یہ امر تو اصل دلائل پر مزید تائید ہے جسے بیان کرنیکا احمدیوں کو بہرحال حق حاصل ہے مولوی عبد اللہ صاحب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ قابلِ شرم کاروائی یہ ہے کہ مولوی صاحب سالہا سال ایک واقعہ کا اقرار کرتے رہے اور تحقیقات کی اشاعت کرتے رہے لیکن جونہی وہ بہائی ہوئے اور انہوں نے عیسائیوں کے عقیدہ کی پیروی اختیار کی جھٹ انہوں نے بلادلیل حقائق کو اوہام قرار دیدیا۔ کیا اس سے زیادہ قابلِ شرم کوئی بات ہوسکتی ہے؟

بہائی دلدل

جناب شیخ عبدالخالق صاحب فاضل بائبل

(قسط اوّل)

مینے ایک مضمون مارچ ۱۹۶۶ء کے فرقان میں "عبدالبہا کی بائبل فہمی اور تاریخ دانی" کے عنوان سے لکھا تھا۔ اور اس میں بتایا تھا کہ انجیل سے یہ ثابت ہے۔ کہ مسیح ناصری نے تورات کو منسوخ نہیں کیا۔ لیکن اس کے برخلاف عبدالبہا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح نے خارق العادات قوت سے پرانی شریعت موسوی کو مٹا دیا۔ ان کا یہ بیان بائبل سے ناواقف ہونے کا بین ثبوت ہے۔ کیونکہ مسیح تو کہتے ہیں کہ میں تورات کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ لیکن عبدالبہاء صاحب مسیح کو ناسخ تورات بتاتے ہیں۔ میرے اس مضمون کے جواب میں پیامبر بابت ماہ مئی میں صمدانی صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے میرے استدلال کی تردید کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے ہیں لیکن چونکہ وہ اپنے پیر عبدالبہا کی طرح بائبل سے بالکل کورے ہیں۔ اس لئے ان کی سب کوشش رائگان گئی ہے۔ اور ان سے اپنے استاد کے بیان کی تائید اور واقعات کی تردید نہیں ہو سکی

مینے اپنے استدلال کی تائید میں انجیل کا یہ حوالہ پیش کیا تھا جس میں مسیح خود اقرار کرتے ہیں کہ میں تورات کا ناسخ نہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں "یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا انبیاء کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین نہ ٹل جائیں۔ ایک نکتہ یا ایک شعشہ تورات سے ہرگز نہ ٹلے گا۔ (متی ۵/۱۷)

اس پیش کردہ حوالہ پر صمدانی صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس میں مسیح یہ فرماتے ہیں کہ اس وقت تک تورات منسوخ نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید نے اس کو منسوخ کر دیا۔ اور کوئی جملہ اسکی ترتیب کا قائم نہ رہنے دیا۔ اور زمین و آسمان کے ٹلنے سے پہلے پہلے یہ ہو گیا۔ پس ان کے نزدیک اس حوالہ کا کچھ اور مطلب ہے۔ اور

انہوں نے یہ مطلب بیان نہیں فرمایا۔ بلکہ اپنے ذہن میں ہی رکھا ہے۔
ھمدانی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ متی ۵/۱۷ کے حوالہ میں جو یہ فقرہ ہے کہ میں تورات کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ یہ بالکل واضح ہے اور اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس کا وہی مطلب ہے جو مَیں نے بیان کیا ہے۔ کہ مسیح ناسخ تورات نہیں ہاں اگر حوالہ کا باقی حصہ قابل تشریح ہے تو اس سے اسپر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اب میں سارے حوالے کو لیتا ہوں اور اسکی تشریح پیش کر دیتا ہوں۔ تاکہ احباب کو معلوم ہو جائے کہ اس تشریح سے بھی میرے استدلال کی تردید نہیں ہوتی بلکہ تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ مکمل حوالہ یہ ہے۔ مسیح فرماتے ہیں:۔
"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت کو یا صحف الانبیاء کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین نہ ٹل جائیں۔ ایک نقطہ یا شعشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جبتک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔"
اس حوالہ سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:۔
۱۔ مسیح ناصری کہتا ہے کہ تورات منسوخ تو ہو گی لیکن میں تورات کا ناسخ نہیں ہوں۔ ہاں اس کا ناسخ کوئی دوسرا ہے۔
۲۔ اور تورات اس وقت منسوخ ہو گی جبکہ سب کچھ پُورا ہو جائے۔ جب تک سب کچھ پورا نہیں ہوتا۔ اس وقت تک تورات منسوخ نہیں۔ یہ امر یاد رکھنا چاہئے۔ کہ پورا ہونے کے معنے پیشگوئیوں کا پُورا ہونا ہے۔ چنانچہ انجیل میں خود یہ محاورہ مذکور ہے جب مسیح صلیب پر لٹکائے گئے۔ اس وقت انہوں نے کہا پورا ہُوا (یوحنا ۱۹/۳۰) گویا ان کے نزدیک اس وقت بھی کوئی پیشگوئی پوری ہوئی تھی۔ پس اس فقرہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب وہ پیشگوئیاں جو تورات میں مذکور ہیں جن میں ذکر ہے کہ ایک موعود نبی آئے گا سب کی سب پوری ہو جائیں گی تو تورات منسوخ ہو جائیگی۔ ہاں اس سے پہلے پہلے یہ قابل عمل ہے۔ اس کو کوئی منسوخ نہیں کر سکتا۔
• باقی رہا یہ امر کہ مسیح نے جو یہ کہا ہے۔ کہ جب تک زمین و آسمان نہ ٹل جائیں۔ اس وقت تک تورات منسوخ نہیں ہو سکتی۔ اس سے مراد ظاہری زمین اور آسمان نہیں۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب موعود نبی تورات کی پیشگوئیوں کے مطابق آئے گا۔ اور سب کچھ پورا ہو جائے گا۔ تو وہ زمین و آسمان جو پہلے انبیاء نے بنایا ہے۔ وہ ٹل جائے گا۔ اور وہ نبی ایک نیا زمین و آسمان بنائے گا۔ جیسے کہ پیشگوئیوں میں ذکر تھا۔ کہ موعود نبی نے نئی زمین اور نیا آسمان بنانا تھا۔ جیساکہ یسعیاہ پیشگوئی فرماتے

ہیں۔ "دیکھو میں نئے زمین آسمان اور زمین کو پیدا کرتا ہوں۔ اور پہلی چیزوں کا پھر ذکر نہ ہوگا۔
اور وہ میرے خیال میں نہ آئینگی" (۶۵/۱۷) پھر خداوند فرماتا ہے جس طرح نیا آسمان اور
نئی زمین جو میں بناؤں گا میرے حضور قائم رہیں گے۔ (یسعیاہ ۶۶/۲۲)

ناظرین سے التماس ہے کہ وہ ان ابواب کو خود ملاحظہ کریں۔ بلکہ یسعیاہ باب ۵۴ سے جہاں
پر یہ الفاظ ہیں۔ کہ اے بانجھ تو جو نہ جنتی تھی کے الفاظ ہیں۔ اور جن سے کہ عرب اور مکہ مکرمہ
کا ذکر مقصود ہے وہاں سے شروع کرکے باب ۶۶ تک تفصیل ملاحظہ فرماویں اور دیکھیں کہ وہاں
کس کے متعلق پیشگوئیاں ہیں۔ احباب کو معلوم ہو جائے گا کہ وہاں صرف آنحضرتؐ کے متعلق
پیشگوئیاں ہیں۔ جن کے متعلق موسیٰ نے بھی کہا ہے کہ "میری مانند" ایک نبی برپا ہوگا۔
جن کے متعلق عزرا نے شہادت دی ہے۔ کہ ان کے زمانہ تک کوئی موسیٰ کی مانند نہیں ہوا
(استثناء ۳۴/۱۰) اور انہی کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ ان کے آنے سے ایک نئی زمین اور
نیا آسمان بنے گا۔ پس انجیل کے سارے حوالے کا مطلب یہ ہے کہ تورات اس وقت منسوخ
ہوگی جبکہ موعود نبی آئے گا۔ اور اس کے حق میں ساری پیشگوئیاں پوری ہونگی۔ اور اس کے
ذریعہ سے ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین بنے گی۔ اس سے پہلے پہلے تورات منسوخ
نہیں ہوسکتی پس اس حوالہ سے کی تشریح سے میرے مضمون کی تائید ہوتی ہے نہ کہ تردید۔ الغرض
پیشگوئی کے مطابق ایسا ہی ہوا کہ آنحضرت مبعوث ہوئے اور پہلی کتب منسوخ ہوگئیں
ہاں اس کے پہلے قابلِ عمل تھیں۔

تورات کے غیر منسوخ ہونیکی دوسری دلیل

میں نے دوسرا حوالہ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ تورات حضرت مسیح نے منسوخ نہیں کی۔ یہ پیش کیا تھا۔ کہ وہ کہتے ہیں "فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے
ہیں۔ پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو۔ اور مانو (متی باب ۲۳ آیت ۲/۳) اس حوالہ کے پیش
کرنے کا یہ مقصد تھا۔ کہ اگر تورات منسوخ تھی تو پھر یہ کہنے کا فائدہ ہی نہیں تھا۔ کہ تورات
کے عالموں سے باتیں سن کر ان کو مانو۔ اسپر صمدانی صاحب یہ کہتے ہیں کہ جب حضرت مسیح خود
فقیہوں اور فریسیوں کا کہنا نہیں مانتے تھے تو ان کو ترغیب کیسے دے سکتے تھے مثلاً فقیہوں
اور فریسیوں کا دستور تھا۔ کہ وہ کھانا کھانے سے پیشتر غسل کرتے یا مٹھی سے کہنیوں تک ہاتھ
دھوتے مگر حضرت مسیح کے شاگرد ایسا نہیں کرتے تھے۔ اسپر فقیہوں اور فریسیوں نے حضرت

مسیح سے پوچھا کیا سبب ہے کہ تیرے شاگرد بزرگوں کی روایت پر نہیں چلتے۔ بلکہ ناپاک ہاتھوں سے روٹی کھاتے ہیں۔ اسپر مسیح نے کہا تم خدا کے حکم کو ترک کر کے آدمیوں کی روایتوں کو قائم رکھتے ہو (متی ۱۵۔ آیت ۱ تا ۲۰)

اعتراض کا جواب صمدانی صاحب کی پیشکردہ بات پر غور کرنے سے پہلے یہ بات بتا دینی ضروری ہے کہ مسیح ناصری جب مبعوث ہوئے اس وقت یہود کی یہ حالت تھی۔ کہ فرقہ پرستی زوروں پر تھی۔ فریسی آئین غیر مکتوب کو آئین مکتوب پر حکم و عدل تسلیم کرتے تھے۔ فقیہہ علم تفاسیر کی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی ضروری طور پر قابلِ عمل کہتے تھے اور اسپر زور دیتے تھے علاوہ ازیں یہ بیماری بڑھ چکی تھی کہ لوگ شریعت کے اصل مغز سے دُور جا پڑے تھے۔ اور قشر پر مرتے تھے۔ مسیح کے ذمہ اسکی اصلاح کرنا تھا۔ کہ توریت کے اصل احکام پر عمل ہو اور مغز اور اصل دونوں کو لیا جائے نہ یہ کہ صرف قشر کو لیا جائے پس مسیح نے جب اسپر زور دیا۔ تو چونکہ یہ ہوسکتا تھا کہ حضرت مسیح کے متبعین اس کو دیکھ کر احکام کے ظاہر کو چھوڑ بیٹھتے اور باطن کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ اس لئے مسیح نے ایسا رویہ اختیار کیا کہ تا یہ اصلاح بھی ہو جائے۔ کہ لوگ صرف ظاہر کی طرف نہ جائیں۔ اور یہ بھی غلطی نہ پھیلے کہ ظاہر کو چھوڑ کر صرف باطن کو لیا جائے۔ چنانچہ مسیح نے اس بارے میں وہ حکم فرمایا۔ جو اس وقت زیر بحث ہے۔ یعنی متی باب ۲۳ آیت ۱ تا ۱۵۔ اس میں مسیح ایک طرف متبعین کو کہتے ہیں کہ فریسی جو احکام تمہیں تورات کے بتائیں ان کو مانو۔ اور پھر متبعین کو بتاتے ہیں کہ دیکھو انکی طرح صرف ظاہر پرستی کی طرف نہ جانا بلکہ احکام کے باطن اور مغز کو بھی سمجھنا۔ چنانچہ کہتے ہیں " پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو۔ اور مانو لیکن ان کے سے کام نہ کرو۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں وہ ایسے بھاری بوجھ جن کا اُٹھانا مشکل ہے باندھ کر لوگوں کے کندھوں پر رکھتے ہیں "

پس میرے پیشکردہ حوالے اور صمدانی صاحب کے پیشکردہ حوالے میں تضاد نہیں۔ کیونکہ ایک میں مسیح فرماتے ہیں کہ تورات کے احکام جو سُنکر ان پر عمل کرو۔ اور دوسرے میں وہ کہتے ہیں کہ تورات کے احکام کے علاوہ جو باتیں انہوں نے ایسی بنا رکھی ہیں۔ جن پر عوام کے لئے عمل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ انکی پرواہ نہ کرو۔ بلکہ اصل احکام کو خیال کرو۔ چنانچہ وہ مثال جو کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے اور غسل کرنے کی صمدانی صاحب نے پیش کی ہے اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ امر کتنا مشکل ہے کہ کھانا کھانے سے ہر دفعہ غسل کیا جائے۔ پھر خصوصاً جبکہ شریعت میں تو

اور علماء خود ہی بنا لیں۔ جس سے کہ عوام اصل احکام پر عمل نہ کر سکیں۔ پس مسیح نے یہ بھی فرمایا کہ تورات کے اصل احکام جو فقیہہ اور فریسی بتائیں۔ اُن پر بھی عمل ہونا چاہیئے۔ اور وہ باتیں جو انھوں نے زائد طور پر بنا لیں تھیں اور شریعت میں نہ تھیں۔ ان کے متعلق بھی فرمایا۔ کہ ان پر عمل کی ضرورت نہیں۔ اب فرمائیے۔ اس سے کیسے ثابت ہؤا۔ کہ تورات منسوخ تھی۔

تورات کو منسوخ ثابت کرنے کے لئے ناکام کوشش

صمدانی صاحب نے دو اور حوالے بھی پیش کئے ہیں۔ جن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسیح نے تورات کو منسوخ کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح نے موسیٰ کی شریعت کے روزوں کو تبدیل کر دیا۔ اور یہ کہ سبت کو بھی بدل دیا (مرقس باب ۲ آیت ۸ تا ۲۷) صمدانی صاحب کا یہ استدلال درست نہیں۔ کیونکہ نہ مسیح نے سبت کو بدلا۔ اور نہ شریعت موسویہ کے روزہ کو۔ صمدانی صاحب نے انجیل کا جس عبارت سے یہ غلط استدلال کیا ہے۔ وہ محض اس لئے ہے کہ ان کا علم انجیل کا ایسے ہی ہے جیسے کہ دیانند کو قرآن مجید کا۔

انجیل میں صاف لکھا ہے کہ حضرت مسیح نے شریعت موسویہ کا روزہ رکھنے کی اپنے متبعین کو تلقین کی چنانچہ آپ کہتے ہیں " اور جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اُداس نہ بناؤ۔ کیونکہ وہ اپنا مُنہ بگاڑتے ہیں۔ بلکہ جب تو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال مُنہ دُھو۔ (متی $\frac{6}{16}$)

پس اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح نے روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اور روزہ رکھنے سے منع نہیں کیا۔ باقی رہی وہ بات جو صمدانی صاحب نے مرقس $\frac{2}{8-22}$ کی پیش کی ہے کہ یہودی علماء نے مسیح پر یہ اعتراض کیا کہ ان کے شاگرد روزہ نہیں رکھتے تو انہوں نے فرمایا "کیا براتی جب تک دولہا ان کے ساتھ ہے روزہ رکھ سکتے ہیں؟ مگر وہ دن آئیں گے کہ دولہا ان سے جدا کیا جائے گا۔ اس وقت وہ روزہ رکھیں گے۔" گویا صمدانی صاحب کے خیال میں مسیح نے یہودیوں کو ٹال دیا۔ اور اس طرح روزہ نہ رکھنے کی تلقین کی۔ حالانکہ یہ بات نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مسیح پر ابتدائی ایمان لانے والے ابھی کمزور ایمان کے تھے اور ابھی ضرورت تھی کہ مسیح کی صحبت میں رہ کر ان کی تربیت ہوتی۔ وہ روزہ نہیں رکھتے تھے اور ان میں یہ کمزوری تھی۔ یہودیوں نے اسپر اعتراض کیا تو مسیح نے یہ بات کہی کہ دیکھو ان میں یہ کمزوری ہے۔ جو

آہستہ آہستہ میری صحبت میں دُور ہو جائے گی۔ چنانچہ فرمایا:- کہ دیکھو ابھی یہ کورے کپڑے کی طرح ہیں یا نئی مے کی طرح۔ اگر میری طرح یہ چالیس دن تک روزہ دار رہ سکتے۔ تو ان بیچاروں کو طبیب کی ضرورت نہ تھی (مرقس ۲/۱۳) گویا مسیح نے یہودی معترضین کو یہ جواب دیا کہ میں جو روزہ کا پُرانا مشاق اور عادی ہوں ۔اگر روزہ داری یا دیگر ریاضیات میں اپنے کمزور اور نئے مریدوں کو اپنے ساتھ پیوستہ کروں۔ تو نتیجہ خراب ہوگا۔ بلکہ ہلاکت۔ ہاں وہ دن آئیں گے جب یہ میری صحبت میں رہ کر رُوح القدس پائینگے یا نیک بن جائیں گے تو روزہ رکھیں گے مرقس ۲/۲۰ و متی ۹/۱۵ پس ان ہر دو آیات مرقس و متی میں صاف موجود ہے کہ ایک وقت آئے گا۔ کہ میرے مرید روزے رکھیں گے۔ اب اس کے متعلق کہنا کہ مسیح نے روزے کا حکم ٹال دیا۔ جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

پھر سبت کو مسیح نے منسوخ نہیں کیا بلکہ بات یہ تھی کہ مسیح نے سبت کے دن بعض جلندھر کے مریضوں کو شفا بخشی۔ اسپر یہود نے اعتراض کیا۔ تب حضرت مسیح نے ان کو مُنہ توڑ جواب دیا کہ "میں نے ایک کام کیا اور تم سب تعجب کرتے ہو۔ اس سبب سے موسیٰ نے تمہیں ختنے کا حکم دیا۔ اور تم سبت کے دن آدمی کا ختنہ کرتے ہو۔ سبت کو آدمی کا ختنہ کیا جاتا۔ تاکہ موسیٰ کی شریعت کا حکم نہ ٹوٹے تو کیا مجھ سے اس لئے ناراض ہو کہ میں نے سبت کے دن ایک آدمی کو بالکل تندرست کر دیا۔ (یوحنا ۷/۲۰ تا ۲۴) اس طرح سے دوسری جگہ آتا ہے کہ مسیح نے جواباً کہا "تم میں سے ایسا کون ہے جس کا گدھا یا بیل کنوئیں میں گر پڑے اور وہ سبت کے دن اسکو فوراً نہ نکال لے وہ ان باتوں کا جواب نہ دے سکے (لوقا ۱۴/۱ تا ۶ ، ۱۳/۱۷-۶)

پس اناجیل کے پڑھنے سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ مسیح ناصری نے مختلف اوقات میں سبت کے دن مریضوں کو تندرست کیا۔ اور اسپر یہود نے اعتراض کیا تو مسیح ناصری نے دلائل قاطعہ سے ان کا مُنہ بند کر دیا۔ اب اس کو سبت کا منسوخ کرنا کہنا اوّل درجہ کی بے علمی ہے۔

باقی رہا وہ حوالہ جو صمدانی صاحب نے پیش کیا ہے کہ مسیح نے کہا ہے اور سبت آدمی کے واسطے بنا ہے نہ کہ آدمی سبت کے واسطے (مرقس ۲/۲۷) اس کا مطلب یہ ہے کہ سبت انسان کے آرام اور فائدہ کے لئے بنایا گیا ہے نہ کہ نقصان کے لئے۔ گویا اس فقرہ سے مسیح نے یہودیوں کو سمجھایا کہ سبت کا دن یہ نہیں کہتا کہ کسی کو فائدہ نہ پہنچاؤ۔ اور مریضوں

کو شفا یاب نہ کرو۔ اور سبت کا دن کسی کو نقصان دینے کے لئے۔ بلکہ فائدہ پہنچانے کے لئے ہے پس اس فقرہ سے کسی طرح سبت کی منسوخی نہیں نکل سکتی۔

بائیبل سے جہالت

پھر صمدانی صاحب نے لکھا ہے۔ کہ حضرت مسیح فرماتے ہیں۔ "شریعت اور انبیاء یوحنا تک رہے" (لوقا ۱۶/۱۶) یعنی ان کے نزدیک مسیحی کسی سابقہ شریعت کے ماتحت نہیں۔ ان کا یہ استدلال کسی طرح بھی درست نہیں۔ کیونکہ آج تک کسی نے اس آیت کا یہ مطلب نہیں نکالا۔ اور نہ ہی اس کا یہ مطلب نکل سکتا ہے۔ کاش صمدانی صاحب ذرا یوحنا ۱/۱۷ کو ہی دیکھ لیتے۔ جہاں یہ لکھا ہے:۔

"اس لئے کہ شریعت تو موسیٰ کی معرفت دی گئی۔ مگر فضل اور سچائی یسوع مسیح کی معرفت پہنچی"

اس آیت سے ظاہر ہے کہ مسیح کی کوئی نئی شریعت نہیں۔ ہاں مسیح کے ذریعہ فضل ملا ہے۔ اور فضل معنے دلائل دیکر صداقت کو ثابت کرنا ہے۔ گویا اس کا صرف اتنا مطلب ہے۔ کہ تورات کے احکام کو مضبوط پکڑنے کے دلائل مسیح کو ملے۔ نہ کہ شریعت۔

اسی طرح ایک حوالہ گلتیوں باب ۳ آیت ۲۴/۲۵ کا پیش کیا گیا ہے کہ "شریعت مسیح تک پہنچانے کا ہمارا اُستاد بنے۔ تاکہ ہم ایمان کے سبب راستباز ٹھہریں۔ مگر جب ایمان آچکا تو ہم اُستاد کے ماتحت نہ رہے"۔ اس حوالہ کا مطلب نہ سمجھنے کی وجہ سے صمدانی صاحب کہتے ہیں۔ کہ شریعت سابقہ منسوخ کر دی گئی۔ حالانکہ اس کا یہ مطلب نہیں کیونکہ یہ پولوس کا کلام ہے۔ اور وہ اپنے اس خط میں شریعت کو لعنت قرار دے رہا ہے۔ اور مسیح کو لعنتی۔ اس میں کسی دوسری شریعت کے آنے کا ذکر نہیں۔ صرف یہ ذکر ہے کہ شریعت مسیح کی شناخت کا ایک ذریعہ بن گئی۔ پس یہ حوالہ بھی کسی طرح مفید مطلب نہیں۔

الغرض صمدانی صاحب کے سارے غلط استدلال اس لئے ہیں۔ کہ وہ انجیل گھر میں بیٹھے پڑھتے رہے ہیں۔ اور انہوں نے کسی اُستاد سے انجیل نہیں پڑھی۔ بہتر ہو کہ وہ کسی ماہر سے انجیل پڑھیں۔ تاکہ انہیں انجیل کا صحیح علم حاصل ہو۔ اور وہ اس میدان میں بات کرنے کے قابل ہو سکیں۔

(حکیم عبد اللطیف شہید منشی فاضل پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور دفتر رسالہ "فرقان" سے شائع کیا)

رجسٹرڈ نمبر ۴۸۸۵

قیمت سالانہ

تین روپے

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

لا اله الا الله محمد رسول الله

مجلس رفقاء احمدیت قادیان کا ماہنامہ

فرقان

اگست ۱۹۴۶ء

جلد ۵ | مدیر: عبدالمنان عمر ایم اے | نمبر ۷

ترتیب عنوانات

ظہور مصلح موعود

(مکرمی آفتاب احمد صاحب بسمل)

سلام اُس پر اسیروں کا جو بنکر رُستگار آیا　　وہ جس کا ذکر وحیِ پاک میں تھا بار بار آیا
وہ صلح و امن کا شہزادہ والا تبار آیا　　وہ جس کا مومنوں کو ہو رہا تھا انتظار آیا

وہی ذی حشم آقا وہ امامِ کامگار آیا

سلام اُس پر جو ہو کر مصلح موعود آیا ہے　　سراپا نور فخر بزم ہست و بُود آیا ہے
خدا کا مظہر ابنِ مہدیٔ معہود آیا ہے　　وہ جس کا وحیِ حق میں نام اک محمودؔ آیا ہے

وہ جس کے دم سے دُنیا پر ہوُا حق آشکار آیا

سلام اُس پر مسیح کا حسن و احساں میں ہے جو ثانی　　رضائے عطر سے ممسوح ہے از فضلِ ربانی
وہ جس پر منکشف ہیں کُل ادق اسرار قرآنی　　وہ جس کے دم سے ہوتے ہیں فنا احزاب شیطانی

اُولوالعزم و جری وہ پہلوانِ باوقار آیا

سلام اُس پر جہاں میں جس کا فیض عام جاری ہے　　چمن میں دین کے پھر دورہ بادِ بہاری ہے
خدائے پاک کو ملحوظ جس کی پاسداری ہے　　وہ جسکی پُشتِ حق آثار پر خود ذاتِ باری ہے

سپہر احمدیت کا وہ مہر تابدار آیا

سلام اُس مظہرِ حق و علا اُس میرے آقا پر　　کلامِ پاک کا شارح ہے جس کا نُطقِ رُوح پرور
محمد مصطفےٰ کے جاں نثاروں کا وہ سرِ لشکر　　مرے ماں باپ ہوں بسملؔ تصدق جسکے قدموں پر

وہی آقا مرا اقلیمِ دل کا تاجدار آیا

تازہ فضل

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح المصلح الموعود کی دو اہم خوابیں

ذیل کے صفحات میں ادارہ فرقان قارئین فرقان کے لئے حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دو اہم خوابیں پیش کرتا ہے۔ اور اہل پیغام اور بہائی ناظرین سے یہ امید رکھتا ہے۔ کہ وہ اس بات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے۔ کہ جب اس وقت روئے زمین پر صرف ایک ہی وجود امام جماعت احمدیہ کا ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوتا ہے۔ اور غیب کی خبریں بذریعہ الہامات کشوف اور رؤیا کے ان پر ظاہر کرتا ہے تو کیوں ان کے دامن سے وابستگی اختیار کر کے مذہب کے اختیار کرنے کی اصل غرض کو پورا نہ کیا جائے۔ ادارہ

(۱) ہندوستان کے موجودہ حالات کے متعلق انکشاف

ہندوستان میں پیدا ہونیوالے حالات کے متعلق رؤیا

کوئی پانچ سال کا عرصہ ہوا میںنے ایک رؤیا دیکھی تھی جس کو میںنے اس وقت تک پوشیدہ رکھا ہوا تھا گو بعض مجالس میں میںنے اس کا اشارۃً ذکر کر دیا تھا، صرف عزیزم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو میںنے وہ رؤیا سنائی تھی جیسا انہوں نے عزیزم چوہدری محمد انور صاحب کاہلوں کا ایک رؤیا سنایا تھا کہ یہ بھی اسی مضمون کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ وہ رؤیا میںنے یہ دیکھی تھی کہ گویا میں دہلی میں ہوں اور انگریز حکومت چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ اور ہندوستانیوں نے حکومت پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور بڑی خوشی کے جلسے کر رہے ہیں۔ کہ حکومت ہمارے ہاتھ میں آگئی ہے۔ ایک بہت بڑا چوک ہے اس میں کھڑے ہو کر بڑے زور شور سے لوگ تقریریں کر رہے ہیں۔ اور خطابات تجویز کر رہے ہیں کہ ہندوستان نے حکومت حاصل کی ہے۔ فلاں کو یہ رتبہ دیا جائے اور

فلاں کو یہ عہدہ دیا جائے۔ غرض خطابات اور عہدے تجویز کر رہے ہیں۔ میں نے ان کی ان خوشیوں کو دیکھ کر کھڑے ہو کر ان میں ایک تقریر کی اور کہا کہ یہ کام کرنے کا وقت ہے خوشیاں منانے کا وقت نہیں۔ انگریز تو صرف عارضی طور پر پیچھے ہٹے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ پھر لوٹیں اور یہ سب خوشیاں بیکار ہو جائیں۔ اس لئے تقریریں نہ کرو۔ خوشیاں نہ مناؤ۔ تنظیم کرو اور تیاری کرو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں پر میری بات کا اثر ہوا ہے لیکن اکثروں پر نہیں ہوا اور وہ اس خوشی میں کہ ہم نے ملک پر قبضہ کر ہی لیا ہے۔ نعرے مارتے ہوئے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ جب وہ نعرے مار کر اپنے گھروں کو واپس چلے گئے اور میدان خالی ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ سامنے سے انگریزی فوج مارچ کرتی ہوئی چلی آ رہی ہے۔ اور میں نے کہا دیکھو وہی ہوا جس سے میں ڈرتا تھا۔ اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اب جبکہ ملک آزاد ہو چکا ہے۔ ملک کی آزادی کو قائم رکھنے کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہیئے۔ میں اپنے دل میں سوچتا ہوں کہ کتنے آدمی میں اس موقع پر جمع کر سکتا ہوں۔ اور میں نے خیال کیا کہ اگر پندرہ سو آدمی جمع ہو جائیں تو ہم اس آزادی کو برقرار رکھ سکیں گے۔ اس پر میری آنکھ کھل گئی۔

اخبار نویسوں میں رؤیا مذکورہ کا ذکر

کوئی دو سال کا عرصہ ہوا۔ لاہور کے اخبار نویسوں کو ایک چائے کی پارٹی بعض دوستوں کی طرف سے دی گئی تھی۔ اس وقت میری بعض خوابوں کا ذکر آیا۔ تو ان لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا ہندوستان کی آزادی کے متعلق بھی آپ کو کوئی بشارت ملی ہے۔ اس وقت میں نے اس خواب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انہیں جواب دیا تھا کہ آئی تو ہے مگر ابھی اس کا بتلانا مصلحت کے خلاف ہے۔ اب واقعات نے بعینہٖ اسی طرح حالات ظاہر کر دیئے ہیں۔ انگریزی حکومت اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ رہی ہے۔ ہندوستان کے لئے وہ میدان خالی کر رہی ہے۔ مگر بجائے محبت اور پیار سے اپنا تصفیہ کرنے اور اپنی تنظیم کرنے کے لوگ اس بات پر خوشیاں منا رہے ہیں کہ حکومت ہمارے ہاتھ میں آ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی رحم کرے۔ اور اس فخر و مباہات کے بد نتائج سے ہندوستان کو بچائے۔

(۲) روس کے متعلق ایک عظیم الشّان اطلاع

رمضان کی تیسری یا چوتھی اور غالباً اگست کی پہلی دوسری تھی۔ جب میں نے رؤیا میں دیکھا

کہ میں موٹر میں سوار ہوں اور میرے ساتھ دو اور آدمی بھی ہیں۔ موٹر ایک سڑک پر جس کے ساتھ ساتھ ایک ٹیلہ چلا جاتا ہے۔ چل رہی ہے۔ وہ ٹیلہ چھوٹی سی پہاڑی کی طرز کا معلوم ہوتا ہے چلتے چلتے سامنے ایک شخص نظر آتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں بندوق ہے۔ اس نے ہاتھ سے اشارہ کرنا شروع کیا کہ موٹر ٹھہرالو۔ لیکن ڈرائیور نے اس کے اشارہ کی پرواہ نہ کی اور وہ آگے چلتا چلا گیا۔ وہ بندوق والا شخص جو نظر آرہا ہے۔ اس نے اور زیادہ گھبراہٹ سے اشارے کرنے شروع کئے۔ اور گو وہ کرتا تو اشارے ہی ہے لیکن آخر میں اس کے اشاروں سے یہ سمجھتا ہوں۔ کہ ہمیں موٹر پرے رکھنی چاہیئے کیونکہ سامنے ایک شیر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہم پر حملہ کر دے۔ تب میں نے پہاڑی کے دامن کی طرف جو نظر کی تو مجھے مندرجہ ذیل شکل کا نظارہ نظر آیا۔



الف موٹر الف طرف سے باء کی طرف جارہی ہے۔

پہاڑ میں تین محراب سے ہیں جن میں گڑھا سا ہے۔ اور وہ مسجد کے محراب کی شکل کے ہیں۔ ہر محراب میں کھڑا ہؤا شخص اپنے پاس کے محراب کے اندر نہیں دیکھ سکتا۔ جس طرف موٹر آکر کھڑی ہوئی ہے۔ وہاں بھی ایک شخص ہے۔ اور اس کے پاس بندوق ہے۔ اس کے ساتھ کے محراب میں جس کے قریب ہماری موٹر کھڑی ہوئی ہے۔ شیر کھڑا ہے۔ اور اس سے پرلے محراب میں وہ شخص تھا۔ جو ہمیں سب سے پہلے نظر آیا۔ اور جو پہلی محراب والے شخص کی طرح بندوق سے مسلح ہے۔ اس وقت یوں معلوم ہؤا جیسے دائیں اور بائیں کے دونو شخص موقعہ ملنے پر آگے بڑھ کر شیر کی طرف گولی چلا دیتے ہیں۔ اور پھر اپنے اپنے محراب میں گھس جاتے ہیں۔ مگر اس وقت تک شیر کو کوئی گولی لگی نہیں۔ جب موٹر کھڑا ہو گیا۔ اور موٹر میں سے ہم لوگ اُتر آئے۔ اور حفاظت کے خیال سے موٹر کے پیچھے کھڑے ہو گئے تو جو شخص مجھے پہلے نظر آیا تھا۔ اس نے ہمارے پاس بندوق دیکھ کر مجھے اشارہ کرنا شروع کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ شیر پر ہم لوگ بھی فائر کریں کیونکہ ہم شیر کے سامنے ہیں۔ اور ہمارے لئے زیادہ موقع ہے کہ ہم شیر پر زیادہ کامیاب حملہ کر سکیں۔ اس پر میں نے بندوق اپنے ہاتھ میں

لے لی۔ اور دیکھا کہ میرے ساتھ اس وقت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور میاں خان میر افغان ہیں۔ خان میر صاحب کے گلے میں کارتوس کی پیٹی ہے۔ ان کو مَیں نے اشارہ کیا کہ دو کارتوس نکال کر مجھے دیں۔ انہوں نے کارتوس نکالنے شروع کئے لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ کارتوس پیٹی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جلدی سے نکلتے نہیں۔ مَیں نے پیٹی پر جھپٹا مار کر اپنے ہاتھ سے دو کارتوس نکالے اور بندوق میں ڈال دیئے۔ اس وقت مَیں نے کارتوس دیکھے تو مَیں نے یا میاں خان میر نے کہا کہ دو کارتوس تو صرف نمبر ۴ کے ہیں جن سے پرندے تو مر سکتے ہیں لیکن شیر کا مرنا ناممکن ہے اس پر مجھے بہت افسوس ہوا۔ کہ مَیں نے بڑے کارتوس کیوں اپنے پاس نہیں رکھے میرے ساتھی تو یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کارتوسوں سے حملہ کرنا گویا شیر کو اپنے پر حملہ کرنے کی دعوت دینا ہے لیکن اس وقت مَیں نے پرواہ نہیں کی۔ بلکہ بندوق اُٹھا کر فائر کر دیا۔ میرا فائر بھی یا تو خالی گیا یا شیر کو لگا۔ تو اس نے پرواہ نہیں کی۔ ہاں یہ بات بیان کرنی بھول گئی کہ مَیں نے جب شیر کی طرف دیکھا تو میں بھی اس کو سمجھتا تو شیر ہی ہوں مگر اس کی شکل بالکل ریچھ کی طرح ہے۔ اور کھڑا بھی آدمیوں کی طرح ہے۔ چوپاؤں کی طرح چار پاؤں پر نہیں کھڑا۔ دوسری دفعہ مَیں نے شست کر کے اس کے پیٹ کی طرف بندوق چلائی۔ نہ معلوم اس کو چھرّے لگے یا نہ لگے۔ مگر بہرحال دوسرے فائر پر وہ سیدھا آگے کی طرف کودا۔ اور میرے دونوں ساتھی اس کے پیچھے پیچھے دوڑے۔ سامنے ایک لمبی عمارت بنی ہوئی تھی۔ جیسے فوجی بیرک ہوتی ہے۔ یا ملٹری سٹور ہوتا ہے۔ اس میں دیواروں کے اوپر کے حصہ میں اکثر شیشہ لگا ہوا ہے۔ مَیں نے ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب سے کہا کہ وہ آگے بڑھ کر دیکھیں کہ وہ شیر کہاں گیا ہے۔ انہوں نے اس مکان کے پہلو سے ہو کر یا مکان کے اندر گھس کر شیشوں میں سے دیکھا۔ اور پھر مڑ کر مجھے اشارہ کیا۔ کہ وہ سامنے ہی ہے مَیں نے بھی شیشوں میں سے جھانکا تو مجھے وہ شیر دوسری جہت سے جس طرف کہ وہ شخص تھا جس نے ہمیں اشارہ کر کے کھڑا کیا تھا۔ دُور آتا ہی نظر آیا۔ اس وقت شیر کی شکل تو ریچھ ہی کی طرز کی معلوم ہوتی ہے۔ مگر وہ چاروں پیروں پر دوڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس پر پھر میں نے بندوق میں کارتوس بھرے اور اس بیرک کے اندر گھس گیا اس کا ایک دروازہ اس طرف بھی کھلتا تھا۔ جس طرف سے ہو کر اس شیر نے عمارت کے پاس سے گزرنا تھا۔ میں اس دروازے کے سامنے بندوق کا نشانہ باندھ کر کھڑا

ہوگیا۔ کہ جونہی وہ شیر گذرے گا۔ میں اس پر بندوق کا فائر کردونگا۔ جب وہ شیر دروازہ کے سامنے آیا۔ تو اس وقت پھر وہ کھڑا ہُوا ہی چل رہا تھا۔ جیسے ریچھ چلتا ہے۔ اسپر مَیں نے اُسپر فائر کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فائر اسے لگا ہے۔ لیکن کارگر نہیں ہُوا۔ اسپر وہ میری طرف مُنہ کر کے کھڑا ہوگیا۔ اور مَیں نے دوسرا فائر عین اسکی ناف پر نشانہ کر کے کیا۔ اس پر مجھے نظر آیا۔ کہ تمام کے تمام چھرے اس کی ناف کے گرد پیٹ میں گھس گئے ہیں مگر اسے کوئی نمایاں نقصان نہیں پہنچا۔ اور اُس نے اپنا ہاتھ پیٹ کی طرف کر کے اس طرح مجھے اشارہ کیا جس کے معنے یہ تھے۔ کہ ابھی میرے لئے مرنا تو مقدر نہیں۔ پھر آپ مجھ پر کیوں حملہ کر رہے ہیں۔ اس کے بعد میں اس مکان سے نکل کر صحن کی طرف آگیا۔ اور وہ مکان کے اوپر سے چکر کاٹکر ہمارے پاس آگیا۔ اور پاس آکر اس نے مجھ سے سوال کیا۔ کہ مجھے کچھ دو مجھے ضرورت ہے مگر یہ بھی اشاروں میں ہی سوال کیا۔ بات نہیں کی مگر اشارے اتنے واضح ہیں۔ کہ ہم پوری طرح اس کا مفہوم سمجھتے ہیں۔ مَیں نے اس وقت اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر دس روپیہ کا نوٹ اس کے ہاتھ میں دیا۔ مگر چونکہ نوٹ میرے ہاتھ میں پوشیدہ ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نوٹ کو وہ پانچ روپیہ کا نوٹ سمجھا ہے۔ اور اس نے مجھے اشارہ سے کہا کہ مجھے تو اس سے زیادہ رقم کی ضرورت ہے۔ یہ تھوڑی ہے۔ مَیں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ اس نے پانچ کا نوٹ سمجھا ہے اُسے جواب میں کہا کہ مَیں نے پانچ روپیہ کا نوٹ نہیں دیا۔ دس روپیہ کا نوٹ دیا ہے۔ اتنے میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے بھی اس کو کچھ روپے دئیے ہیں۔ جو خواب میں مَیں سمجھتا ہوں کہ اڑھائی روپیہ ہیں۔ پھر میرے دل میں بھی یہ خیال گذرا کہ میں کچھ اور اس کو دے دُوں۔ اور مَیں نے جیب میں سے کچھ رقم نکالی جس کے متعلق میرا خیال ہے کہ ساڑھے سات روپے ہیں مَیں نے یہ رقم اُسے دیتے ہوئے کہا۔ کہ ڈاکٹر حشمت اللہ نے تمہیں اڑھائی روپے دیئے ہیں۔ اور یہ ساڑھے سات روپے ہیں۔ دس روپے مَیں نے پہلے دیئے ہیں۔ اس طرح بیس روپے ہوگئے ہیں۔ اسپر وہ شیر یا ریچھ وہاں سے چلا گیا۔ اور میری آنکھ کھل گئی۔

تعبیر اس خواب کی تعبیر میرے ذہن میں یہ آئی کہ تین الگ الگ علاقوں میں تین حکومتیں ایسی طرح کھڑی ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے اپنے حالات پوشیدہ رکھ رہی ہیں۔ ان میں سے دو اس بات پر متفق ہیں کہ وہ تیسری حکومت پر حملہ کریں

نگران کا حملہ تیسری حکومت کو کوئی ضرر نہیں پہنچاتا۔ مزید تعبیر مینے یہ کی کہ وہ آدمی جس نے مجھے اشارہ کیا تھا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ اور گولی چلاؤ وہ انگریزی حکومت ہے۔ اور وہ دوسرا آدمی جو درمیانی شیر پر حملہ کرتا ہے لیکن اس نے ہمیں اشارہ نہیں کیا۔ وہ امریکہ کی حکومت ہے۔ اور جو درمیان میں کھڑا ہوا شیر جسکی شکل ریچھ کی سی ہے۔ وہ روس ہے یعنی ہم سمجھتے تو اس کو شیر ہیں گویا اس نے اپنی جنس بدل لی ہے مگر ہے وہ وہی پرانا روس وہ امنگیں اور وہی آرزوئیں اور وہی ارادے اس کے ہیں۔ جو زار روس کے وقت میں تھے۔ صرف اتنی بات ہے کہ اس نے اپنا نام بدل لیا ہے۔ اور شیر کہلانے لگ گیا ہے جس شخص نے مجھے اشارے کئے ہیں کہ تم بھی حملہ کرو۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ انگریزی حکومت اس بات کی محتاج ہے۔ کہ دوسروں کی تائید کے ساتھ وہ اس کا مقابلہ کر سکے اور جو مینے چار نمبر کے کارتوسوں سے اس پر فائر کیا ہے۔ مینے اس کی تعبیر یہ کی کہ جتنی دُعاؤں اور جتنی گریہ وزاری کی اس فتنہ کے دبانے کے لئے ضرورت ہے وہ ہم نہیں کر رہے ہے بلکہ جس کام کے لئے گولی کی ضرورت ہے۔ ہم نمبر ۴ کا چھرہ اس کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ مگر یہ جو مینے دیکھا کہ میرے فائر پر وہ بھاگ پڑا ہے۔ مینے اس کی یہ تعبیر کی کہ ہماری دُعاؤں سے اس کے اندر ایک ایسی حرکت ضرور پیدا ہو جائے گی کہ وہ نمایاں طور پر دُنیا کے سامنے آجائے گا۔ اور دُنیا کا نشانہ بننے کے لئے تیار ہو جائے گا اور یہ جو مینے دیکھا کہ وہ مکان کے اوپر سے چکر لگا کہ اس طرف کو نکل رہا ہے جدھر اشارہ کرنے والا شخص تھا۔ اس کی مینے یہ تعبیر کی کہ وہ انگریزی علاقوں کی طرف رُخ کرے گا۔ اور پھر جو مینے حملہ کیا اور باوجود اس کے کہ اس کے پیٹ میں چھرے چلے گئے پھر بھی اسپر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور اس نے کہا ابھی میرے لئے موت مقدر نہیں۔ مینے اس کی یہ تعبیر کی کہ کمیونزم کو کچھ ڈھیل دی جائے گی۔ اور وہ دُنیا میں کچھ اور نفوذ پیدا کرے گا اور یہ جو میں نے دیکھا کہ مینے اس کو کچھ روپے دیے ہیں۔ مینے اس کی یہ تعبیر کی کہ بعض اسلامی ممالک سے وہ فائدہ اُٹھائے گا۔

غیر مبایعین کی قابل افسوس حرکات

ایک سوال کے جواب میں گالیوں کی بوچھاڑ

(مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان)

دشنام دہی

پیغام صلح مجریہ ۲۱ جولائی ۴۶ء ص کالم ۳ پر ایک سوال کا جواب مولوی عزیز بخش صاحب کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس جواب میں انہوں نے حضرت امیر المومنین المصلح الموعود والخلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو گالیاں دے کر پیغامی اخلاق کا خوب مظاہرہ کیا ہے۔ سوال یہ تھا۔ کہ انجام آتھم ص ۵۸ میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام انا نبشرک بغلام حلیم مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء الخ درج ہے۔ یہ الہام حضور کا کس لڑکے کے متعلق ہے۔ کیا یہ وہی نہیں جس نے مصلح موعود کا دعویٰ کیا ہے۔

اس کے جواب میں مولوی عزیز بخش صاحب نے اول تو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کو نوح کے اس بیٹے کا مثیل لکھا ہے جو ان کی تعلیم کو نہیں مانتا تھا۔ پھر آپ پر یہ افترا بھی کیا ہے "کہ اچھے خلف الرشید اور مصلح موعود ہیں کہ اپنے والد بزرگوار کو نادان بھی قرار دیں اور چالاک بھی۔ ایسے شخص کی صحبت سے تو گریز کرنا چاہیئے۔ نہ کہ اسکی بیعت کرکے اس کو مصلح موعود مان لینا۔ یہ کہاں کی عقلمندی اور دینداری ہے۔ خدارا حضرت مسیح موعود کو سچا مانتے ہو۔ تو میاں محمود احمد صاحب کو جھوٹا اور گستاخ سمجھو۔"

مولوی عزیز بخش صاحب اب اپنی عمر کے آخری حصہ میں ہیں۔ اس عمر کے متعلق کہتے ہیں کہ گرگ ظالم بھی پرہیزگار ہو جاتا ہے۔ مگر مولوی عزیز بخش صاحب کے دل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے خلاف جو بغض و عناد ہے۔ اس نے ان کی ذہنیت کو ایسا ماؤف کر رکھا ہے کہ وہ اس بڑھاپے میں بھی امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے اور آپ پر افترا کرنے سے باز نہیں آئے۔ کیا یہی عقلمندی اور دینداری ہے جسکی دوسروں کو تلقین کی جاتی ہے۔ افسوس ہے

کہ مولوی صاحب نے اس قسم کی گندہ دہنی سے کام لیکر اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ وہ شخصیت ہیں کہ جن کا نام اللہ تعالیٰ نے محمود رکھا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کشف میں مسجد کی دیوار پر آپ کا نام محمود لکھا ہوا دکھا کر آپ کے جماعت احمدیہ کے قابل تعریف امام جماعت ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جس فرزند کا نام اللہ تعالیٰ آسمان سے محمود رکھے وہ یقیناً اپنے عقائد میں بھی محمود ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے تینوں بیٹوں اور دونوں بیٹیوں کو بشارت کے ماتحت قرار دے کر تحریر فرماتے ہیں :- ع

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد
بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تو نے بارہا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

میری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہے
یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

پس مولوی عزیز بخش صاحب حضرت مسیح موعود کے اس مذکورہ فرمان کے خلاف خواہ کچھ بھی لکھتے جائیں۔ اس کا کیا اثر ہو سکتا ہے

پہلی بات مولوی عزیز بخش صاحب نے گالی گلوچ کے علاوہ جو باتیں سائل کے جواب میں لکھی ہیں۔ اب میں ان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ پہلی بات انہوں نے یہ لکھی ہے کہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے لڑکے مبارک احمد کی نسبت قیاس کیا تھا کہ وہ ان (الہامات) کا مصداق ہوگا لیکن وہ چھوٹی عمر میں فوت ہو گیا۔ اور ان کا مصداق نہ بنا۔ تو حضرت صاحب کو الہام ہوا۔ انا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک۔ پس میاں محمود احمد دنا تو مصلح موعود نہیں بن سکتے۔ خواہ وہ اب دعوی بھی کر رہے ہوں۔

الجواب مولوی عزیز بخش صاحب یاد رکھیں کہ ان کا یہ اعتراض اب بہت پرانا اور بوسیدہ ہو چکا ہے۔ اور حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے اعلام الٰہی سے مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہونے کا اعلان کرنے کے بعد اب یہ بات انہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی کہ پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مبارک احمد کو مصلح موعود قیاس کیا۔ اور اگر پھر اسکی وفات

پر انا نبشرك بغلام حليم ينزل منزل المبارك کا الہام ہوا۔ واقعات کی شہادت نے بتلایا ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مبارک احمد کو مصلح موعود قیاس کیا تھا تو اسکی وفات کے بعد انا نبشرك بغلام حليم ينزل منزل المبارك کا الہام صرف یہ معنے رکھتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی لڑکا مصلح موعود ہونے والا تھا چنانچہ اس الہام میں گویا بتایا گیا ہے کہ مبارک احمد کی وفات پر جسے آپ قیاساً پسر موعود سمجھتے تھے غمگین نہ ہوں۔ کیونکہ مبارک احمد جسے آپ مصلح موعود سمجھتے ہیں۔ اس کے بجائے اب ایک اور لڑکے کے مصلح موعود ہونے کی آپ کو بشارت دی جاتی ہے۔ چنانچہ اب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی پر اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام وکشف سے یہ امر کھول دیا ہے کہ آپ ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کے مصداق ہیں اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کشف والہام کے منجانب اللہ ہونے کو مؤکد بعذاب حلف کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کی طرف سے شہادت مل جانے پر بھی مولوی عزیز بخش صاحب کا الہام انا نبشرك بغلام حليم ينزل منزل المبارك کے معنوں کے متعلق پرانی ضد پر اڑے رہنا مناسب نہیں۔

یہ جواب میں نے اس بات کو فرض کر کے دیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاحبزادہ مبارک احمد کو مصلح موعود قیاس کیا تھا لیکن اگر مولوی عزیز بخش صاحب کی اس بات کو درست تسلیم نہ کیا جائے۔ تو الہام انا نبشرك بغلام حليم الخ کا مصلح موعود کی پیشگوئی سے تعلق ہی نہیں رہتا۔ چنانچہ ہماری طرف سے سلسلہ کے لٹریچر میں کئی دفعہ یہ بات آچکی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی جگہ بھی میاں مبارک احمد کو صاف قطعی اور یقینی طور پر مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق قرار نہیں دیا۔ بلکہ مصلح موعود والی پیشگوئی کی بعض ذوالوجوہ اور ذوالمعانی عبارتوں کو مبارک احمد پر چسپاں کیا ہے۔ نہ اس وجہ سے کہ مبارک احمد کو مصلح موعود سمجھتے تھے۔ بلکہ اس لئے کہ پیشگوئی کی بعض عبارتوں کو ذوالوجوہ سمجھتے تھے۔ جیسے قرآن کریم کی آیت واذا وقع القول عليهم اخرجنا لهم دابة من الارض تكلمهم کے ذوالوجوہ ہونے کے لحاظ سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ علماء زمانہ کے متعلق اس کو قرار دیا ہے۔ اور دوسری جگہ طاعون کے جراثیم کے متعلق۔ اور دونوں معنی اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔

دوسری بات | مولوی عزیز بخش صاحب نے دوسری بات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

کے مسیح موعود ہونے کے خلاف پیش کی ہے کہ آپ کے عقائد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقائد کے خلاف ہیں۔ مثلاً کفر منکرین مسیح موعود کا عقیدہ۔ اور یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی تھے۔ اور آپ نے بعد میں تعریف نبوت میں تبدیلی کی۔ یہ سب باتیں پرانی ہیں۔ اور ان پر بارہا تحریر و تقریر میں تبادلہ خیالات ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک خط میں لکھتے ہیں کہ ہر شخص جس کو میری دعوت پہنچ چکی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں (حقیقۃ الوحی)

پھر ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض تحریرات سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے یہ سوال کیا کہ ان کی رُو سے کافر کہنے والے تو کافر ہیں لیکن محض نہ ماننے والے کافر نہیں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو جواباً فرمایا:۔

عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والوں کو اور نہ ماننے والوں کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔ پھر "حقیقۃ الوحی میں چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دینے کے الزام کی تردید میں جو کچھ کہا گیا ہے اس میں صرف اسی حقیقت کا اظہار ہے کہ فتوے تکفیر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے ابتداءً نہیں۔ چنانچہ اسی حقیقۃ الوحی میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شریعت کی بُنیاد ظاہر پر قرار دیتے ہوئے ایسے لوگوں کو بھی جن پر اتمام حجت نہیں ہوئی کافر ہی لکھا ہے۔ ہاں ان کے قابل مواخذہ ہونے کا حکم نہیں لگایا۔ اور عبدالحکیم کے صرف اس الزام کو رد کیا ہے۔ کہ آپ نے ایسے لوگوں کو جو نام سے بھی بے خبر ہیں۔ کافر اور قابل مواخذہ قرار دیا ہے۔ حضور نے اس جگہ عقلی طور پر صرف اس امر کو رد کیا ہے کہ جو شخص نام سے بھی بے خبر ہو۔ اس کے متعلق یہ کہنا تو خلاف عقل ہے کہ وہ قابل مواخذہ ہے۔ اور میں ایسی خلافِ عقل بات کیسے لکھ سکتا ہوں۔ عبدالحکیم کا فرض ہے کہ وہ میری کوئی ایسی تحریر پیش کرے باقی رہا کفر کا فتوے۔ سو اس کے متعلق حضور نے آگے چلکر خوب کھول دیا ہے کہ کفر کا فتوے تو ایسے لوگوں پر بھی ضرور لگے گا جن پر حجت پوری نہیں ہوئی اور وہ منکر ہیں لیکن وہ قابل مواخذہ نہیں۔ اور نام اور تبلیغ کا نہ پہنچنا بھی حجت کا نہ پورا ہونا ہے۔ پس ایسے لوگ قابل مواخذہ نہیں ہونگے لیکن منکرین کے حکم میں داخل ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کسی کے کفر اور اتمام حجت کے بارہ میں فرد فرد کا حال دریافت کرنا ہمارا کام نہیں۔

یہی مذہب حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ البتہ غیر مبایعین

غیر احمدیوں کو خوش کرنے کے لئے مداہنت کا رنگ اختیار کرتے ہوئے ان عقائد پر قائم نہیں ہے
اسی طرح مسئلہ نبوت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی کافی بحث ہو چکی ہے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین بھی اپنے حلفیہ بیان میں سنہ ۱۹۰۴ء میں عدالت انگریزی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مدعی نبوت قرار دے چکے ہیں۔ رہا تبدیلئے تعریف نبوت کا معاملہ۔ سو حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی میں صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ

"اوائل میں میرا یہ عقیدہ تھا۔ کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے۔ اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو مَیں اسے جزوی فضیلت قرار دیتا تھا لیکن بعد میں جب بارش کی طرح وحی الٰہی مجھ پر نازل ہوئی تو اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔"

پس عقیدہ نبوت کی یہ تبدیلی لازمی طور پر یہ ثابت کرتی ہے کہ تعریف نبوت میں بھی آپ نے تبدیلی کی۔ چنانچہ اس پر نص قطعی ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کی تعریف نبوت ہے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے نبی کے لئے آپ غیر امتی ہونا شرط سمجھتے تھے لیکن ضمیمہ براہین احمدیہ میں امتی کے نبی ہونے میں کوئی معذور قرار نہیں دیتے۔

مولوی عزیز بخش صاحب نے سائل کو یہ بھی لکھا ہے کہ "جناب مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کریں۔ آخر کیوں۔ کیا مولوی محمد علی صاحب کے عقائد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقائد کے مطابق ہیں؟ ہرگز نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے تئیں نبیؐ قرار دیتے ہیں۔ مولوی صاحب ایک وقت تک حضور کو نبی کہتے رہے۔ مگر اب اس سے منکر ہیں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسلمان کو کافر قرار دینے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں (آئینہ کمالات اسلام) اور مولوی محمد علی صاحب انہیں کافر نہیں سمجھتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسیح ناصری کی بلا باپ ولادت کے قائل ہیں۔ اور اس امر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اس طرح پر نشان قرار دیتے ہیں کہ اس میں بنی اسرائیل کے خاندان سے دوسرے خاندان کی طرف انتقال نبوت کا اشارہ تھا مگر مولوی محمد علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس عقیدہ کے بھی خلاف ہیں۔ پس وہ کس طرح یہ حق رکھتے ہیں۔ کہ ان کی بیعت کی جائے۔

مولوی عمرالدین صاحب کا چیلنج منظور

پانصد روپے امین کے پاس جمع کرائیں

(مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان)

مولوی عمرالدین صاحب شملوی پیغام صلح مجریہ ۲ اگست ۱۹۴۶ء کے صفحہ ۵ کالم ۲ میں "مجدد صاحب کا حوالہ" کے جعلی عنوان کے ماتحت لکھتے ہیں۔ قریباً دس بارہ سال کی بات ہے کہ میں نے قادیان میں یہ مطالبہ کیا تھا کہ حقیقۃ الوحی میں جو حضرت مسیح موعود نے مجدد صاحب سرہندی کا حوالہ امتی کے نبی کہلانے کے متعلق درج فرمایا ہے۔ اگر یہ وہی حوالہ نہیں جسے بحوالہ مکتوبات جلد ثانی صفحہ ۹۹ ازالہ اوہام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نقل فرمایا ہے۔ تو پھر مکتوبات سے دوسرا حوالہ دکھایا جائے جس میں امتی کو کثرت مکالمہ ومخاطبہ کی وجہ سے نبی کہا گیا ہو۔ پھر آگے چلکر لکھتے ہیں۔ مولوی محمد نذیر صاحب لائلپوری نے کہا۔ کہ یقیناً ایسا حوالہ موجود ہے۔ اور ہم دکھائیں گے۔ مگر آجتک کوئی قادیانی صاحب اس مطالبہ کو پورا نہ کر سکے۔ پھر آخر میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ اب بھی کسی قادیانی کو حوصلہ ہو۔ تو ہمارا یہ مطالبہ پورا کر دے۔ ہم اب بھی ان کو سو روپیہ کی بجائے پانچ سو روپیہ انعام دینے کو تیار ہیں۔

چونکہ اس چیلنج میں مولوی عمرالدین صاحب شملوی نے میرا ذکر بھی کیا ہے۔ اس لئے میں یہ امر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے اسی زمانہ میں وہ حوالہ پیش کر دیا تھا۔ جو میرے نزدیک حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹ کی عبارت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ایک دفعہ نہیں بلکہ الفضل میں دو دفعہ شائع کرایا تھا۔ اسکی تردید میں مولوی عمرالدین صاحب شملوی کی کوئی تحریر میری نظر سے نہیں گزری۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹ پر از روئے قرآن مجید اظہار علی الغیب کو نبوۃ کی شرط سمجھتے ہیں۔ اس امر کا قائل آپ نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹ میں مجدد صاحب سرہندی کو قرار دیا ہے۔ سو یہ امر میں مجدد صاحب سرہندی کے کلام سے دکھانے کو تیار ہوں۔ مولوی عمرالدین صاحب شملوی پانصد روپیہ کی انعامی رقم کسی امین کے پاس جمع کرا دیں۔ اور فیصلہ کے طریق ثالث اور دیگر امور کا تصفیہ کر لیں۔

ہم غیر مبائعین کو تفسیر نویسی کا چیلنج

مولوی محمد علی صاحب کے لئے اپنی صالحیت ثابت کرنے کا نادر موقعہ

(از قلم مکرم و محترم مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل)

نیکی اور تقوٰی کا غلط ادّعا

اللہ تعالیٰ نے موجودہ زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جن اہم امور دینیہ کا انکشاف فرمایا ہے ان میں سے ایک بہت بڑا اصل جس کا سچے ایمان کی شناخت کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ آپؑ نے یہ بیان فرمایا کہ محض نیکی اور تقوٰی کا ادّعا اپنی ذات میں کوئی چیز نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص عملی لحاظ سے ہر قسم کی سیاہ کاریوں میں ملوث ہو۔ خدا اور اس کے رسول کے احکام کا اس کے دل میں کوئی خوف نہ ہو وہ فاسقانہ اور ملحدانہ زندگی بسر کرتا ہو لیکن اُس کی زبان پر یہ دعویٰ رہتا ہو کہ میں بڑا نیک ہوں بڑا عابد ہوں اور زاہد ہوں جیسا کہ موجودہ زمانہ میں ہمیں اس کی کئی مثالیں نظر آتی ہیں بعض لوگ اپنے ہاتھ میں بڑی بڑی لمبی تسبیحیں رکھتے ہیں اُن کی زبانوں پر ریا اور سمعت کے لئے بڑے بڑے اذکار بھی جاری ہوتے ہیں لیکن جب اُن کے اندرونی حالات پر نگاہ ڈالی جائے تو مولانا روم کا یہ شعر ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ ؎

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر مے کنند
چوں بخلوت مے روند آں کارِ دیگر مے کنند

یہی حال دوسرے مذاہب والوں کا ہے عیسائیوں میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں ہندوؤں اور سکھوں میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ یہودیوں اور پارسیوں میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو بظاہر ایمانیات کے بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں لیکن جب حقیقت بین نگاہ ان کے اندرونی حالات کا جائزہ لیتی ہے تو ان کے تمام تر دعاوی مُنہ کی لاف و گزاف ثابت ہوتے ہیں جس طرح پیتل اور سونا آپس میں مشابہت رکھتے ہیں۔ جس طرح ہیرا اور بعض چمکدار پتھر آپس میں مشابہت رکھتے ہیں اور نادان انسان اُن کو دیکھ کر یہ امتیاز نہیں کر سکتا کہ پیتل کونسا ہے اور سونا کونسا ہیرا کونسا ہے

اور چمکدار پتھر کونسا۔ اسی طرح رُوحانی عالم میں بہت لوگ اپنی صالحیت کے دعوے کرتے ہیں تقرب الی اللہ اور عرفان باری کی ہر آن منزلیں طے کرنا وہ اپنا معمول قرار دیتے ہیں۔ اور ایک ناواقف انسان جس نے اللہ تعالیٰ کے عرفان اور اس کی محبت کے پھلوں کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔ اس قسم کے دعاوی کو سُن کر دھوکا کھا جاتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ ممکن ہے یہ لوگ حقیقتاً صالح ہی ہوں یا جس طرح اُن کے ظاہر پر نیکی اور تقویٰ کی ایک چادر پڑی ہوئی ہے اسی طرح اُن کا باطن بھی ہر قسم کے مکر و فریب سے منزہ ہو لیکن جہاں اللہ تعالیٰ کا ہمیں یہ قانون دکھائی دیتا ہے کہ مادی اور روحانی عالم میں بعض اچھی اور بُری چیزیں آپس میں ایسی مشابہت رکھتی ہیں کہ ایک ناواقف انسان پیتل کو سونا اور فاسق و فاجر انسان کو متقی اور خدا رسیدہ قرار دے دیتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کا ہمیں یہ قانون بھی نظر آتا ہے کہ اُس نے ان دونوں چیزوں کی شناخت کے لئے ایک بہت بڑا مابہ الامتیاز بھی قائم کیا ہوا ہے۔ اور جب کوئی شخص اس مابہ الامتیاز کو مدّنظر رکھتے ہوئے حقیقت الاشیاء کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو اُسپر تمام راز منکشف ہو جاتا ہے اور وہ آسانی کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ کھرا مال کونسا ہے اور کھوٹا کونسا چنانچہ پیتل اور سونے کو ایک نادان انسان خواہ آپس میں کس قدر مشابہ قرار دے۔ جب ایک صرّاف کے سامنے اُس مال کو رکھا جائے گا وہ فوراً کہہ دیگا کہ فلاں پیتل ہے اور فلاں سونا۔ یا ایک ماہر جوہری جس کے سامنے ہیرا اور چمکدار پتھر رکھا جائے گا۔ اُس کو ہیرے کی شناخت میں کوئی دقت پیش نہیں آسکتی۔ وہ ایک نظر ڈالتے ہی بتا دے گا کہ ہیرا کونسا ہے اور معمولی پتھر کونسا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عالم روحانی میں بھی زہد و اتقا اور تعلق باللہ کے معلوم کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ رکھا ہُوا ہے جو یہ ہے کہ حقیقی معنوں میں وہی شخص اللہ تعالیٰ کا پیارا اور اس کا مقبول بندہ کہلا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت سے اس کا پیارا اور مقبول بندہ ثابت ہو۔ یہ وہ عظیم الشان نکتہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا میں پیش فرمایا۔ اور جس کے نتیجہ میں ایک بہت بڑا مشکل مسئلہ آسانی کے ساتھ حل ہو گیا۔

سچے اور جھوٹے میں تمیز کرنے کا ذریعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے لوگ جعلی فقیروں۔ خود ساختہ پیروں اور نام نہاد سجادہ نشینوں کے دام فریب میں ایسی بُری طرح اُلجھے ہوئے تھے کہ وہ کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنے کی قابلیت بالکل کھو بیٹھے تھے۔ اُن کے نزدیک ہر وہ شخص نیک

تھا جو اپنے آپ کو نیک کہتا تھا اور ہر وہ شخص خدا رسیدہ تھا جو اپنے آپ کو خدا رسیدہ کہتا تھا خواہ وہ اپنے اس دعوٰی میں کس قدر جھوٹا ہی کیوں نہ ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں دُنیائے اسلام میں اور بہت سی اہم اصلاحات فرمائیں وہاں آپ نے یہ نکتۂ جلیلہ بھی پیش فرمایا کہ حقیقی متقی اور حقیقی خدا رسیدہ انسان کی علامت کیا ہے۔ آپ کشتی نوح میں تحریر فرماتے ہیں :-

"ہر ایک مکار یا نادان متقی ہونے کا دعوٰی کرتا ہے مگر متقی وہ ہے جو خدا کے نشان سے متقی ثابت ہو۔ ہر ایک کہہ سکتا ہے کہ مَیں خدا سے پیار کرتا ہوں مگر خدا سے پیار وہ کرتا ہے جس کا پیار آسمانی گواہی سے ثابت ہو۔"

اسی طرح "براہین احمدیہ حصہ پنجم" میں فرماتے ہیں :-

"یہ حقیقی راستبازی کے لئے خدا تعالیٰ کی شہادت ضروری ہے جو عالم الغیب ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو دنیا میں پاک ناپاک کے حالات سے مشتبہ ہو جاتے ہیں اور امان اُٹھ جاتا ہے اس لئے مابہ الامتیاز کی نہایت درجہ ضرورت ہے۔ اور جس مذہب نے راستباز کے لئے کوئی مابہ الامتیاز کی علامت عطا نہیں فرمایا یقیناً سمجھو کہ وہ مذہب ٹھیک نہیں اور نور سے بالکل خالی ہے۔ خدا کی طرف سے جو کتاب ہو وہ آپ بھی اپنے اندر مابہ الامتیاز رکھتی ہے اور اپنے پیرو کو بھی امتیازی نشان بخشتی ہے۔ غرض بغیر امتیازی نشان کے نہ مذہب حق اور مذہب باطل میں کوئی کھلا کھلا تفرقہ پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ایک راستباز اور مکار کے درمیان کوئی فرقِ بیّن ظاہر ہو سکتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص دراصل بدچلن اور فاسق اور فاجر ہو لیکن اُس کی بدچلنیاں ظاہر نہ ہوں۔ پس اگر ایسی صورت میں وہ بھی راستبازی کا دعوٰی کرے جیسا کہ ایسے دعوے ہمیشہ دنیا میں پائے جاتے ہیں تو پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے حقیقی راستباز کے لئے کونسا ایک چمکتا ہوا نشان ہے جس سے وہ ایسے مکاروں سے الگ کر کے دکھائی دے اور روزِ روشن کی طرح شناخت کر لیا جائے۔ حالانکہ قدیم سے اور جب سے کہ دنیا کی بنیاد ڈالی ہے سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے اور یہی قانونِ قدرت ہے کہ تمام عمدہ اور خراب چیزوں میں ایک امتیازی نشان رکھا گیا ہے۔" (ص ۴۹)

ان حقائق سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کا تعلق محض زبانی دعووں سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے قرب کا دعویٰ کرتا ہو وہ اُس کے قرب کے نشانات بھی اپنے ساتھ رکھتا ہو۔ ہمیں دنیا میں یہ قانون دکھائی دیتا ہے کہ جب کوئی شخص گلاب کے پھولوں کے پاس بیٹھتا ہے اُسے گلاب کی خوشبو آنے لگتی ہے۔ جب کوئی شخص آگ کے پاس بیٹھتا ہے اُسے آگ کی تپش محسوس ہونے لگتی ہے۔ جب کوئی شخص برف کا ٹکڑا اپنے ہاتھ میں پکڑتا ہے اُسے خنکی اور ٹھنڈک محسوس ہونے لگتی ہے۔ اگر آگ کی گرمی دوسرے کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اگر پھول کی خوشبو سونگھنے والے کے مشام جان کو معطر کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اگر برف اپنے حامل کے ہاتھوں کو ٹھنڈا کئے بغیر نہیں رہتی۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ زمین و آسمان کے خدا سے ایک شخص سچا تعلق رکھتا ہو اور اُس شخص کے اندر اُس تعلق کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو۔ ہمارا خدا تو ایک زندہ اور قادر خدا ہے پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک شخص زندہ خدا سے تعلق پیدا کرے اور اس کے اندر زندگی کی کوئی علامت پیدا نہ ہو۔ ایک شخص کریم خدا سے تعلق پیدا کرے اور اُس کے اندر کوئی کرامت پیدا نہ ہو۔ ایک شخص علیم خدا سے تعلق پیدا کرے اور اُس کے اندر علم کا دریا اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ نہ بہے۔ اگر کوئی شخص اپنی مصلحیت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن خدا اپنے تعلق کا اُس کے لئے کوئی نشان ظاہر نہیں کرتا تو یہ اس بات کا یقینی اور قطعی ثبوت ہوگا کہ خدا تعالیٰ کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اگر تعلق ہوتا تو خدا اپنے نشانات سے بھی اپنے اس تعلق کو ظاہر کرتا۔

مصلحیت کا مقام رکھنے والے ایک مدعی

موجودہ زمانہ میں مبائعین کے مقابلہ میں مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین کا یہ ادعا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک کشف کے مطابق مصلحیت کا مقام حاصل کئے ہوئے ہیں اور اسی بنا پر وہ آئے دن مبائعین اور اُن کے مقدس امام پیشوا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو بُرا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر وہ اپنے اس ادعا میں صادق ہیں تو کیا خدا تعالیٰ کا بھی اُن کے ساتھ ویسا ہی معجزانہ سلوک ہے جیسا کہ اُس کا معجزانہ سلوک اپنے پاک اور راستباز بندوں کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے اس حقیقت کی شناخت کے لئے کہ کون راستباز ہے اور کون نہیں کون حقیقی متقی ہے اور کون نہیں کس کا خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے اور کس کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے معیار مقرر فرمائے ہوئے ہیں۔ سردست اُن میں سے صرف ایک معیار کا ذکر کرتے ہوئے

حق پسند اصحاب سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ غور کریں کہ مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین میں یہ معیار کہاں تک پایا جاتا ہے۔

امیر غیر مبائعین کی صالحیت کو پرکھنے کا ایک معیار

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے لَا يَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ یعنی قرآن کریم وہ کتاب ہے جس کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ انہی لوگوں کو عطا کیا جاتا ہے جو طہارت اور پاکیزگی کے درجہ کمال تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں جن کی نفسانیت خس و خاشاک کی طرح جل چکی ہوتی ہے اور جن کا قلب اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کے انوار کا مہبط بن چکا ہوتا ہے وہ خدا نما وجود ہوتے ہیں اُن کے ہاتھ خدا کے ہاتھ۔ ان کے پاؤں خدا کے پاؤں۔ اور ان کی زبان خدا کی زبان ہوتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمانی علوم کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور وہ اُس کے فیضان سے براہ راست مستفیض ہوتے ہیں۔ یہ علامت حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنی کتب میں خصوصیت کے ساتھ بیان فرمائی ہے اور آپ نے قرآنی معارف سے بدرجہ کمال آگاہ ہونا امام الزمان کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت قرار دی ہے۔ حقائق "ضرورۃ الامام" میں آپ تحریر فرماتے ہیں :-

"یہ علوم الٰہیہ میں (امام) کو بسطت عنایت کی جاتی ہے اور اس کے زمانہ میں کوئی دوسرا ایسا نہیں ہوتا جو قرآنی معارف کے جاننے اور کمالاتِ افاضہ اور اتمام حجت میں اسکے برابر ہو اسکی رائے صائب دوسروں کے علوم کی تصحیح کرتی ہے۔ اور اگر دینی حقائق کے بیان میں کسی کی رائے اُسکی رائے کے مخالف ہو تو حق اس کی طرف ہوتا ہے کیونکہ علوم حقہ کے جاننے میں نورِ فراست اس کی مدد کرتا ہے اور وہ نور اُن کی چمکتی ہوئی شعاعوں کے ساتھ دوسروں کو نہیں دیا جاتا۔ وذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء" (ص۹)

اسی طرح "آئینہ کمالات اسلام" میں تحریر فرماتے ہیں :-

"اول فضیلت اور کمال کسی ولی کا یہ ہے کہ علم قرآن اس کو عطا کیا جائے کیونکہ وہی تو ہم مسلمان لوگوں کا مقتدا و پیشوا و ہادی و رہنما ہے۔ اگر اس سے بے خبری ہوئی تو پھر قدم قدم پر ہلاکت اور موت موجود ہے جیسپر خدا تعالیٰ نے یہ مہربانی نہ کی جو اپنے پاک کلام کا علم اس کو عطا کرتا۔ اور اُس کے حقائق سے اطلاع دیتا۔ اور اس کے معارف سے مطلع فرما

ایسے بدنصیب شخص پر دوسری مہربانی اور کیا ہوگی۔ حالانکہ وہ آپ فرماتا ہے کہ مَیں جس کو حقیقی پاکیزگی بخشتا ہوں۔ اس پر قرآنی علوم کے چشمے کھولتا ہوں۔ اور نیز فرماتا ہے کہ جس کو چاہتا ہوں علم قرآن دیتا ہوں۔ اور جس کو علم قرآن دیا گیا۔ اس کو وہ چیز دی گئی جس کے ساتھ کوئی چیز برابر نہیں۔" صـ۳۶۳

قرآن کریم کی متذکرہ بالا آیت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کے مرقومہ بالا حوالجات کی روشنی میں ہمیں اس امر کا جائزہ لینا چاہیئے کہ مولوی محمد علی صاحب یہ خصوصیت اپنے اندر کہاں تک رکھتے ہیں۔

تفسیر نویسی کے لئے مقابلہ کی دعوت

مولوی صاحب سے یہ حقیقت مخفی نہیں ہوسکتی۔ کہ ہمارے آقا و مطاع حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تبصرہ العزیز بارہا انہیں چیلنج دے چکے ہیں کہ وہ آئیں اور میرے مقابلہ میں قرآن کریم کی کسی آیت یا رکوع کی تفسیر لکھیں اور پھر دیکھیں کہ وہ کون ہے جس کے لئے اللہ تعالےٰ اپنے انوار کا دریا بہاتا ہے اور کون ہے جس کو علم سے محروم رکھتا ہے۔ کیا انہیں جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ ۱۹۱۹ء کی وہ تقریر یاد نہیں جس میں حضور نے بڑی وضاحت سے فرمایا تھا کہ

"خدا تعالےٰ حضرت مسیح موعودؑ کی اس طرح تائید کرتا تھا کہ آپ پر نئے نئے علوم اور معارف کھلتے تھے اور آپ کے بعد حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ کو بھی خدا تعالیٰ کی یہ تائید حاصل تھی اب مَیں فخر کے طور پر نہیں بلکہ اس عہدہ اور منصب کے احترام کے لئے جس پر خدا تعالےٰ نے مجھے کھڑا کیا ہے۔ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی یہ تائید میرے ساتھ ہے اسی وجہ سے مَیں نے مولوی محمد علی صاحب کو چیلنج دیا تھا کہ آئیں بالمقابل بیٹھ کر قرآن کریم کی کسی آیت یا رکوع کی تفسیر لکھیں اور دیکھیں کہ وہ کون ہے جس کے لئے خدا تعالےٰ معارف کے دریا بہاتا ہے اور کون ہے جس کو خدا تعالےٰ علوم کا سمندر عطا کرتا ہے۔ مَیں تو اُن کے نزدیک جاہل ہوں۔ کم علم ہوں۔ بچہ ہوں۔ خوشامدیوں میں گھرا ہوا ہوں ناتجربہ کار ہوں۔ پھر مجھ سے اُن کا مقابلہ کرنا کونسا مشکل کام ہے وہ کیوں مردِ میدان بن کر خدا تعالیٰ کی کتاب کے ذریعہ فیصلہ نہیں کر لیتے۔ اور کیوں گیدڑوں اور لومڑیوں کی طرح چھُپ چھُپ کے حملے کرتے ہیں۔" (عرفان الٰہی صـ۹۲)

پھر حضور نے یہ چیلنج صرف امیر غیر مبائعین تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ آپ نے دُنیا بھر کے

تمام علماء کو چیلنج دیا کہ :-

"قرعہ ڈال کر قرآن مجید کا کوئی مقام نکال لو۔ اگر یہ نہیں تو جس مقام پر تم کو زیادہ عبور ہو بلکہ یہاں تک کہ تم ایک مقام پر جتنا عرصہ چاہو غور کر لو۔ اور مجھے وہ نہ بتاؤ پھر میرے مقابلہ میں آ کر تفسیر لکھو دنیا فوراً دیکھ لے گی کہ علوم کے دروازے مجھ پر کھلتے ہیں یا ان پر۔" (الفضل ۷ مارچ ۱۹۳۰ء ص۱۵)

مگر اس حقیقت سے کوئی متعصب سے متعصب انسان بھی انکار نہیں کر سکتا کہ آج تک کوئی شخص اس میدان میں آپ کے مقابلہ میں نہیں نکلا۔ مخالفین ہمیشہ باتیں بناتے اور گھروں میں بیٹھے اعتراضات کرتے رہتے ہیں لیکن انہیں یہ توفیق حاصل نہیں ہوتی کہ وہ قرآنی معارف کے بیان کرنے میں آپ کا مقابلہ کریں۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ اُن کے تقوٰی اور روحانیت کے دعوے محض مُنہ کی لاف و گزاف تک محدود ہیں۔ خدا کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور اس کی نصرت و تائید سے وہ کُلیۃً محروم ہیں۔

امیر غیر مبائعین کے لئے مزید موقعہ

آج ہم ایک بار پھر مولوی محمد علی صاحب کو اس اہم امر کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اور نہیں تو صرف سورۂ فاتحہ کے حقائق بیان کرنے میں ہی ہمارے امام و مقتدا کا مقابلہ کر کے دیکھیں جس کا یہ دعوٰی ہے کہ :-

"خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ جب بھی میں سورۂ فاتحہ پر تقریر کرونگا نئے نکات سمجھائے جائیں گے۔" (ملائکۃ اللہ ص۴۲)

ابھی گذشتہ جلسہ سالانہ پر حضور نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

"ایک لمبے عرصہ سے اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ یہ سلوک چلا آ رہا ہے کہ وہ ہمیشہ سورۂ فاتحہ کے نئے حقائق مجھ پر روشن فرماتا ہے یہاں تک کہ دُنیا کا کوئی اہم مسئلہ نہیں جس کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے مَیں نے سورۂ فاتحہ پر غور کیا ہو اور مجھے اُس کا صحیح حل اِس سورۃ سے نہ مل گیا ہو۔ جس وقت مَیں نے یہ رؤیا دیکھا ہے (حضور کا اشارہ اس رؤیا کی طرف ہے جس میں فرشتہ نے آپ کو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سکھائی) میری عمر ۱۷ سال تھی اور اب میری عمر ۵۷ سال ہے گویا چالیس سال اس رؤیا پر گذر چکے ہیں۔ اس چالیس سالہ میں کبھی ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہُوا کہ دشمن نے کوئی اعتراض کیا ہو اور اس کا جواب اگر

مجھے تفصیلی طور پر قرآن کریم سے معلوم نہ ہو تو اجمالی طور پر سورۂ فاتحہ سے نہ مل گیا ہو یہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایسا متواتر اور مسلسل سلوک ہے کہ اس کے خلاف کبھی ایک دفعہ بھی نہیں ہوا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے سورہ فاتحہ پر غور کیا ہو تو اس کے بیسیوں نئے مضمون مجھ پر نہ کھولے گئے ہوں"۔

حضور کے اِن ارشادات کے مقابلہ میں مولوی محمد علی صاحب کو بھی مفسرِ قرآن ہونے کا بہت بڑا گھمنڈ ہے۔ اب فیصلہ کا آسان طریق یہ ہے کہ مولوی صاحب صرف سورۂ فاتحہ کے حقائق بیان کرنے میں ہی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مقابلہ میں اور پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کس کے شاملِ حال ہوتی ہے اور کون اس کی نصرت سے محروم رہتا ہے۔

گذشتہ سے پیوستہ سال حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنی ایک مجلس میں بیان فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی اقتصادی، سیاسی اور تمدنی ترقی کے متعلق سورۂ فاتحہ سے مجھے ایک نیا مضمون سمجھایا ہے۔ وہ مضمون اپنی ذات میں اس قدر اہم اور عظیم الشان ہے کہ اگر اس کو پوری طرح سمجھ لیا جائے تو ان تمام مفاسد کو کامیاب طور پر دُور کیا جا سکتا ہے جنہوں نے آج دُنیا کو کئی قسم کی مشکلات میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ گویا سورۃ فاتحہ صرف روحانی ترقی کے ذرائع ہی بیان نہیں کرتی بلکہ اس میں ہر قسم کے فلسفی، سیاسی، اور اقتصادی جھگڑوں کو دُور کرنے کے ذرائع بھی بیان کئے گئے ہیں اور ایسے طریق بتائے گئے ہیں جن پر چل کر دجّال کی ظاہری شان و شوکت کو مٹایا جا سکتا ہے۔ پھر حضور نے اس بات کا بھی اظہار فرمایا کہ مولوی محمد علی صاحب اگر میرے اس دعویٰ کو تسلیم کرنے سے انکار کریں تو وہ میرے مقابلہ میں آئیں۔

مگر افسوس کہ مولوی محمد علی صاحب اب تک اس مقابلہ کے لئے تیار نہیں ہوئے اگر غیر مبائعین اپنے امیر کی صداقت اور اُس کے تعلق باللہ کا ثبوت دینے کے لئے تیار ہوں تو انہیں چاہیئے کہ وہ مولوی صاحب کو اس مقابلہ کے لئے تیار کریں۔ اور اگر وہ اس مقابلہ کے لئے تیار نہ ہوں۔ تو اُنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد اپنے مدِنظر رکھنا چاہیئے کہ :۔ "جس پر خدا تعالیٰ نے یہ مہربانی نہ کی جو اپنے پاک کلام کا علم اُس کو عطا کرتا اور اُس کے حقائق سے اطلاع دیتا۔ اور اُس کے معارف سے مطلع فرماتا۔ ایسے بدنصیب شخص پر دوسری مہربانی اَور کیا ہوگی"۔

امریکہ میں تحریک بہائیت

بہائیوں کے راز کا افشاء

(از قلم مکرم چودھری خلیل احمد صاحب ناصر شکاگو امریکہ)

امریکہ میں بہائیوں کا معبد

شکاگو سے کوئی تیس ۳۰ میل شمال کی طرف ایک پُر فضا و مختصر سے قصبہ وِلمٹ (Wilmate) میں جھیل مشی گن کے کنارے ایک چھوٹی سی اونچائی پر ایک خوبصورت اور عالیشان گنبد نما عمارت نظر آتی ہے۔ اسے بہائی معبد (Bahi temple) کہتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ عمارت جاذبِ نظر ہے اور بہائی اسے "دنیا کا آٹھواں عجوبہ" قرار دیتے ہیں۔ جب کبھی کسی مقامی اخبار میں اس "معبد" میں کسی تقریری پروگرام کا اشتہار دیا جاتا ہے تو ساتھ ہی اس معبد کی چھوٹی سی تصویر اور اسکی خوبصورتی کا ذکر ضرور کیا جاتا ہے جسکی وجہ سے بعض زائرین کو دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔

بہائی معبد میں ایک دن

۲۳ر جون کی اتوار کو خاکسار نے بھی امریکہ میں بہائی تحریک کے مطالعہ کی غرض سے اس معبد کے دیکھنے کا پروگرام بنایا۔ شکاگو سے برادرم نور الاسلام صاحب جو ہماری مقامی جماعت احمدیہ کے سیکرٹری ہیں میرے ساتھ تھے۔ نور الاسلام صاحب شکاگو میں ایک بہائی میاں۔ بیوی کو جو یہاں پر بہائیت کی تبلیغ کرتے ہیں جانتے تھے۔ اس لئے ہم نے انکو بھی ساتھ لے لیا تاکہ ہم اُن سے رستے میں بھی تبادلہ خیالات کر سکیں۔ خاکسار یہاں جو کچھ بہائیت کے متعلق احوال لکھے گا ان کا ایک حصہ اِن میاں بیوی سے اور ایک حصہ معبد میں لیکچرار سے گفتگو کا نتیجہ ہے

بہائی کتب خانہ میں

ہم کوئی تین بجے بعد دوپہر وہاں پہنچ گئے۔ عبادت اور تقریر کا پروگرام ۳½ بجے شروع ہونے والا تھا۔ اس لئے ہم اِس وقت کے گذارنے کے لئے بہائی کتب خانہ میں جو معبد کی ایک گیلری میں ہے چلے گئے۔ خاکسار نے تمام کتب پر نگاہ دوڑانے کے بعد اُن سے دریافت کیا کہ کیا آپ کے پاس "اقدس" ہے؟ کتب فروش لڑکی جو

بہائی تھی "اقدس" کا مفہوم نہ سمجھ سکی۔ اور اُسے ایک دوسرے بہائی سے پوچھنا پڑا جس کے بعد ہمیں جواب ملا کہ اقدس تو وہ نہیں رکھتے۔ خاکسار نے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس بہاءاللہ کی کوئی کتاب اصل زبان میں موجود ہے۔ اس کا جواب بھی نفی میں ملا۔ البتہ ایقان اور الواح کا انگریزی ترجمہ مل سکتا ہے مگر بہائیت کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ ان ہر دو کتب میں بہائی "شریعت" کا کوئی اہم حصہ نہیں ہے خاکسار نے پوچھا کہ بہائیت کے مطالعہ کے لئے سب سے اچھی کتاب کونسی ہے۔ تو انہوں نے New Era یعنی (عصر جدید) پیش کی۔ احباب کو علم ہوگا کہ یہ کتاب ایک انگریز کی تصنیف ہے۔ کتب خانہ کے ایک طرف ایک الماری میں "عصر جدید" کے مختلف زبانوں میں تراجم کا ایک ایک نسخہ رکھا گیا ہے جس سے زائرین پر یہ اثر ڈالنا مقصود ہے کہ یہ اس کتاب کا کتنی زبانوں میں ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ ان میں سے ایک نسخہ کا نام "نیوز مانو" ہے۔ اس پر "ہندوستانی کا ترجمہ" کا نشان دیا گیا ہے۔

۳½ بجے اصل پروگرام شروع ہوا پہلے ہارمونیم بجایا گیا۔ پھر صدر نے ایک انگریزی دُعا پڑھی جو قریباً دو منٹ میں ختم ہوگئی۔ اس کے بعد ایک بہائی خاتون کی تقریر تھی۔ یہ مقررہ حیفا جا چکی ہیں۔ اور شوقی آفندی سے مل چکی ہیں۔ صدر نے اعلان کیا کہ جن صاحب کو کوئی امر پوچھنا ہو وہ بعد میں انفرادی طور پر الگ مل کر پوچھ سکتے ہیں۔ چنانچہ خاکسار اور برادر نورالاسلام تقریر کے اختتام پر مقررہ کے پاس گئے۔ بہائی خاتون نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا جس پر خاکسار نے معذرت کی اور بتایا کہ ہمارے مذہب میں غیر محرم خواتین سے مصافحہ کی اجازت نہیں۔ اس پر اُس نے کہا کہ اُسے اِس اسلامی تعلیم کا حیفا میں علم ہوا تھا۔ اور پھر اس پر یہ اضافہ کیا کہ بہائیت میں نہ صرف ان امور میں بالکل عبادت میں بھی کوئی قید نہیں جبکہ میں حیفا میں تھی تو مسلمان بہائی عیسائی بہائی۔ بدھ بہائی سب اپنے اپنے طریق پر عبادت کرتے تھے بہائیت سب مذاہب کو سچا سمجھتی ہے۔

بہائی نمائندہ کے ساتھ گفتگو

خاکسار نے دریافت کیا کہ مجھے آپ کی کتاب اقدس کے دیکھنے کی خواہش تھی لیکن اس معبد میں جو امریکہ میں بہائیت کا مرکز ہے۔ آپ کی اس اہم ترین کتاب کا کوئی نسخہ کسی زبان میں نہیں مل سکا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کہنے لگیں۔ کہ مشرقی اور مغربی ذہنیت میں بہت فرق ہے۔ مشرق میں روحانیت زیادہ ہے اور انتظامی اہلیت کم۔ اس لئے وہاں پر بہائیت کے شریعت کے حصہ یعنی اقدس

پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اور مغرب میں انتظامی مادہ زیادہ ہے اور روحانیت کم۔ اس لئے یہاں پر ایقان کو پیش کیا جاتا ہے۔ خاکسار نے کہا کہ اقدس تو وہاں بھی آپ کی طرف سے شائع نہیں کی جاتی۔ لیکن یہاں پر بہائی شریعت کو پیش نہ کئے جانے پر تعجب ہوتا ہے۔ جواب ملا۔ کہ اگر ہم اقدس کو شائع کر دیں تو دنیا میں تہلکہ مچ جائے۔ ابھی دنیا اس تعلیم کے لئے تیار نہیں چونکہ ہم وہاں پر مہمان تھے اور ایک ہی امر پر لمبی بحث نہ کر سکتے۔ اس لئے ہم نے دوسرا سوال یہ پوچھا کہ آپ کہتے ہیں کہ بہائیت میں دُنیا کی موجودہ مشکلات کا حل ہے۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ دنیا کی معاشی اور اقتصادی مشکلات کا کیا حل بہائیت نے پیش کیا ہے۔ کہنے لگیں کہ بہائیت کوئی خاص تجویز پیش نہیں کرتی۔ لیکن بہائیت کی تعلیم کے ماتحت خود بخود ہی یہ مشکلات حل ہو جائینگی خاکسار نے پوچھا کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ بہاء اللہ نے دُنیا کو ایک "بین الاقوامی" زبان کی ترویج کا پیغام دیا ہے لیکن کیا کوئی بین الاقوامی زبان بہائیت پیش بھی کرتی ہے جواب ملا کہ بہائیت کوئی زبان اس مقصد کے لئے پیش نہیں کرتی۔ اقوام عالم خود ہی اس کے متعلق فیصلہ کرینگی ہم نے کہا کہ کیا یہ صحیح ہے کہ آپ امریکہ کے بہائی شوقی آفندی کو وہ عظمت نہیں دیتے جو عبدالبہاءؑ کو دیتے ہیں۔ بہائی مقررہ نے کہا ہاں یہ درست ہے لیکن جب حیفا میں تھی تو ایک دن میں نے کھانے پر شوقی آفندی سے پوچھا کہ "شوقی آفندی! کیا آپ امریکہ نہ آئینگے؟" تو آپ نے جواب دیا کہ "ہرگز نہیں۔ یہ تو بچے کا فرض ہے کہ ماں کے پاس آئے۔ مجھے امریکہ جانے کی کوئی ضرورت نہیں؟ لیکن عبدالبہاءؑ خود امریکہ آئے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کیا مرکز بہائیت حیفا سے کوئی رسالہ یا میگزین بھی شائع ہوتا ہے۔ جس سے آپ کو مرکزی ہدایات ملتی رہیں۔ جواب ملا کہ نہیں لیکن جب کبھی شوقی آفندی کو ہمیں کسی موقعہ پر کچھ لکھنا ہوتا ہے تو وہ اپنے سیکرٹری کی معرفت انگریزی میں لکھوا دیتے ہیں۔

مَیں نے پوچھا کہ آپ لوگوں نے یہاں پر ایک "معبد" تعمیر کیا ہے۔ کیا کوئی معبد حیفا میں بھی ہے۔ بہائی خاتون نے کہا کہ نہیں۔ لیکن 'عشق آباد۔ روس' میں ہے مَیں نے کہا کہ آپ جانتی ہیں کہ روس میں تو آجکل مذہبی آزادی نہیں ہے۔ پھر کیا بہائی وہاں پر آزادی سے عبادت کر لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ آجکل وہ ایک زیارت گاہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ مَیں نے کہا کہ کیا اب اگلا معبد حیفا میں بنانے کی تجویز ہے؟ جواب ملا نہیں۔ اگلا معبد طہران میں بنے گا۔ اس کے معبد جنوبی امریکہ میں۔ اور اس کے بعد برلن میں۔

خاکسار نے دریافت کیا کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ بہائیت تمام مذاہب کی تعلیم کو سچا سمجھتی ہے۔ مگر بہائیت تو اسلامی تعلیم سے بالکل مختلف خیالات لوگوں کے سامنے پیش کرتی ہے جواب ملا کہ بنیادی صداقت کی بہائیت سب مذاہب میں معترف ہے۔ صرف سوشل قوانین، موجودہ زمانہ کے حالات کے مطابق پیش کرتی ہے۔ مَیں نے کہا کہ مثلاً روزہ کو لیجئے۔ بہائیت میں کتنے روزے فرض ہیں؟ جواب ملا کہ انیس مَیں نے کہا کہ اسلام میں تو رمضان کا پورا مہینہ فرض ہے پھر اس اختلاف کی کیا توجیہہ ہے۔ جواب ملا کہ روزے سے سوشل قانون سے تعلق رکھتے ہیں۔

بہاء اللہ کا مقام بہائیوں کے نزدیک

خاکسار نے دریافت کیا کہ آپ بہاء اللہ کا کیا درجہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہنے لگے کہ ہم اُنہیں خدا کا نبی سمجھتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ کیا آپ اُن کو دوسرے نبیوں کے برابر سمجھتے ہیں یا افضل؟ جواب ملا کہ ہیں تو برابر مگر اپنے پیغام اور تعلیم کی عظمت کے لحاظ سے افضل ہیں۔ جس طرح کہ پرائمری سکول اور ایم اے کلاسز دونوں کے معلمین معلم ہونے کے لحاظ سے برابر ہیں۔ البتہ ایم۔اے کے معلم کو اعلیٰ تعلیم دینے کے فوقیت ضرور حاصل ہے مَیں نے سوال کیا کہ کیا یہ صحیح ہے کہ بہاء اللہ نے اپنی بعض کتب میں خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔ جواب ملا۔ کہ ہاں۔ مگر اسکی وجہ یہ ہے کہ خدا کے نبیوں پر مختلف دور آتے ہیں۔ کبھی وہ اپنے آپ کو انسان کی طرح پیش کرتے ہیں۔ اور کبھی خدا کی طرح۔ اس کو عام ذہن سمجھ نہیں سکتے کیونکہ یہ ایک دقیق روحانی راز ہے۔ مَیں نے اُنہیں بتایا کہ یہ آپکی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ کہ ہم مسلمانوں کے مسلّمہ انبیاء میں سے کسی نے اُلوہیت کا دعویٰ نہیں کیا۔

بہائیوں کی تعداد امریکہ میں

خاکسار نے پوچھا کہ بہائی تحریک کو امریکہ میں شروع ہوئے کتنا عرصہ گذرا ہے جواب ملا کہ قریباً پچاس سال۔ خاکسار نے پوچھا کہ آپ کے اندازے میں امریکہ میں بہائیوں کی تعداد کیا ہے۔ جواب ملا کہ امریکہ میں اس وقت کوئی پانچ چھ ہزار بہائی ہونگے۔ مَیں نے کہا کہ کیا یہ معبد صرف امریکن بہائیوں کے چندے سے تعمیر ہوا ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ ساری دنیا کے بہائیوں نے اسکی تعمیر کے فنڈ میں حصہ لیا ہے۔

معبد کی غیر مکمل صورت

اس مرحلہ پر یہ امر بالخصوص قابل ذکر ہے کہ اس "معبد" کا اگرچہ بیرونی ڈھانچہ بن چکا ہے لیکن اندر سے صرف پہلی منزل مکمل ہے۔ اور یہ منزل لیکچر ہال کے طور پر استعمال ہوتی ہے دوسری منزل جو اصل عبادت گاہ کے طور پر بنانے کی

تجویز ہے۔ اب تک اندر سے ناتعمیر شدہ حالت میں پڑی ہے یہ "معبد" ۱۹۲۱ء میں بننا شروع ہوا تھا لیکن اب تک عبادت گاہ کا کمرہ مکمل نہیں ہو سکا۔ بہرکیف پھر بھی یہ "معبد" کہلاتا ہے۔ خدا کی شان ہے کہ اُدھر بہائیت کا سب سے پہلا معبد واقع عشق آباد صرف زیارت گاہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اور ادھر دوسرے معبد میں عبادت کا کمرہ اب تک نہیں بن سکا۔ اور ان دو کے علاوہ اور کوئی معبد ابھی تعمیر نہیں ہُوا۔ شاید اس میں یہ حکمت ہے کہ جس طرح ان کے دارالاجتماع عبادت گاہوں سے خالی ہیں۔ اسی طرح ان کے دل کی منزل میں بھی عبادت کا خانہ خالی ہے۔

اس معبد کے طرزِ تعمیر میں دُنیا کے نو بڑے بڑے مذاہب کے تعمیری آرٹ کو جمع کر کے اُن کو اوپر گنبد کی صورت میں ملا دیا گیا ہے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ بہائیت تمام مذاہب کو ایک جگہ جمع کر دیتی ہے۔ چنانچہ بہائی گائیڈ جس نے ہمیں عمارت کی سیر کرائی اسکی تفصیل بتائی اور کہا کہ دنیا میں نو بڑے بڑے نبیوں نے نو بڑے بڑے مذاہب کو قائم کیا ہے۔ گائیڈ نے اُن مذاہب کو گِناتے ہوئے ہندوازم کا نام بھی لیا ہے۔ خاکسار نے کہا کہ ہندو مذہب تو مختلف خیالات کا مجموعہ ہے۔ آپ اُسے کونسے ایک نبی کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔ گائیڈ اس امر کا کوئی جواب نہ دے سکا۔

بہائیت کی زہر کا ازالہ

ظاہر ہے کہ امریکہ کے اُس طبقہ کو جو مذہب میں قربانی اور سنجیدگی نہیں بلکہ سہولت طلبی اور آرام پسندی چاہتے ہیں۔ اس قسم کے لچکدار خیالات بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے بعض بھائی اس جال میں پھنس جاتے ہیں۔ امریکہ میں کچھ شامی عرب مسلمان بھی بستے ہیں۔ بہائیوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ لوگ اب اسلامی تعلیم سے دُور ہو چکے ہیں۔ ان میں بھی اپنا دام تزویر کچھ عرصہ سے بچھایا ہے لیکن خدا تعالےٰ کے فضل سے احمدیت کے تریاق نے اس زہر کا مؤثر ازالہ کیا ہے چنانچہ بعض ایسے مقامات پر امریکہ مشن کے انچارج احمدی مبلغ محترم صوفی مطیع الرحمٰن صاحب نے بہائیت کی تردید میں تقاریر کیں۔ جن کا بفضلہ تعالیٰ بہت عمدہ اثر ہُوا۔

واپسی پر برادرم نورالاسلام صاحب کی موٹر کار میں پھر وہی بہائی مبلغ میاں بیوی اور انکے علاوہ بہائی گائیڈ جس نے ہمیں معبد کی سیر کرائی تھی ساتھ تھے۔ خاکسار نے انہیں کہا کہ آپ لوگوں نے تو اب تک اپنی کتاب شریعت اقدس شائع نہیں کی لیکن ہماری جماعت کے مبلغ بلادِ عربیہ

مولانا ابوالعطاء صاحب نے اس کو شائع کیا ہے اور وہ میرے پاس یہاں شکاگو میں موجود ہے اور اگر آپ کبھی ہماری مسجد میں آئیں تو میں آپ کو اُس کے کچھ اقتباسات سناؤنگا جس سے آپ اندازہ کر لینگے کہ آجکی بہائی میٹنگ کی لیکچرار خاتون کے یہ کہنے کے کیا معنے تھے کہ "ابھی دُنیا اس تعلیم کے لئے طیار نہیں" حقیقت یہ ہے کہ وہ قابل عمل ہے ہی نہیں۔ اُن لوگوں کو اس امر پر بیحد حیرت ہوئی کہ خاکسار نے اقدس کو پڑھا ہے۔ انکے خیال میں یہ ایک عجیب اور نادر امر ہے۔

بہائی مساوات کی حقیقت

خاکسار نے اُن سے رخصت ہوتے ہوئے آخری سوال یہ کیا کہ آپ ہمیں کوئی ایسے ٹھوس امور بتائیں جو پہلے اسلام میں موجود نہیں تھے اور بہاء اللہ نے آکر دنیا کو وہ زائد سکھائے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ جو امر آپ بتائیں وہ بہاء اللہ کی کتب سے ہو نہ کہ دوسرے بہائیوں کے خیالات! سوچکر کہنے لگے کہ بہائیت مساوات کی تعلیم دیتی ہے میں نے کہا کہ یہ تو خالصۃً اسلامی نکتہ نظر ہے۔ اور اسلام کی خصوصی تعلیم! انہوں نے کہا کہ بہاء اللہ نے عورت اور مرد کو برابر درجہ دیا ہے۔ میں نے کہا کہ قطع نظر اسکے کہ بہاء اللہ نے اس کے متعلق کیا لکھا ہے۔ یہ بھی اسلامی اہم مسائل میں سے ہے اور اسلام نے ہی عورت کو سب سے پہلے عزت کا بلند مقام دیا ہے۔ اسپر کھسیانے ہو کر کہنے لگے کہ:

Yes Islam taught it, But Bahaulla means it.

بیشک اسلام نے یہ تعلیم دی ہے۔ مگر اسپر زور بہاء اللہ نے ہی دیا ہے۔ میں نے کہا کہ خیر اب نہ سہی آپ پھر کبھی سوچ کر اس کا جواب دیں۔ میں شوق سے آپ کے جواب کا انتظار کروں گا اس دوران میں خاکسار نے انہیں احمدیت کی تعلیم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا پیغام پہنچایا۔ جسپر انہوں نے مسجد میں آکر احمدیت کے متعلق زیادہ تفصیلی گفتگو کرنے کا وعدہ کیا۔ اور اسپر ہم رخصت ہوئے۔

خاکسار کو اس گفتگو پر کسی ایزادی کی ضرورت نہیں۔ قارئین کرام شکاگو کے بہائی معبد کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کے سوا اسکی اصل حقیقت کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور امریکہ میں بہائیت کی پوزیشن کو بھی سمجھ سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہب کی اہمیت کو سمجھنے والا مختصر سی واقفیت کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ امریکہ میں بہائیت کا مذہب "مذہبیت" کے لئے نہیں بلکہ "فیشن" کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔

تدبیر امر سے مراد

قرآن مجید کی ایک آیت سے بہائیوں کا غلط استدلال

بیان فرمودہ حضرت امام جماعت احمدیہ قادیان

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (فداہ نفسنا) جب قادیان میں موجود ہوتے ہیں۔ تو آپ مغرب کی نماز کے بعد مسجد مبارک میں اپنے فدائیوں کے درمیان تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اور تزکیہ نفوس کیلئے مناسب موقعہ ارشادات فرماتے ہیں۔ حاضرین مجلس میں سے اگر کسی نے کوئی بات دریافت کرنی ہو۔ تو وہ بات پیش کئے جانے پر حضور اس کا جواب بیان کر دیتے ہیں پچھلے دنوں جب حضور قادیان میں تھے تو مغرب کی مجلس میں ایک دوست نے یہ بات پیش کی۔ کہ بہائی لوگ قرآن مجید میں سے سورۃ سجدہ کی آیت یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ پیش کر کے کہتے ہیں کہ قرآن مجید ایک ہزار سال بعد منسوخ ہو جائے گا۔ حضور نے اس کے جواب میں جو ارشاد فرمایا۔ وہ اپنے الفاظ میں خلاصۃً درج ذیل ہے:۔ (نائب مدیر)

فرمایا۔ یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ اس آیت میں آئندہ کے لئے ایک پیشگوئی ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ایک امر ہزار سال کے اندر ہوتا رہے گا۔ لیکن بہائی لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ امر ایک ہزار سال کے بعد ہوگا۔ حالانکہ آیت میں سے یہ بات نہیں نکلتی۔

اگر امر سے (جیسا کہ بہائی لوگ کہتے ہیں) مراد شریعت اسلامیہ لی جائے۔ تو اس آیت کے یہ معنی ہونگے کہ قرآن مجید ایک ہزار سال کے اندر چڑھ جائے گا۔ اب چڑھنے کے تین معنے ہو سکتے ہیں (۱) یہ کہ قرآن جسمانی طور پر آسمان پر چڑھنا شروع ہو جائے (۲) قرآن مجید جسمانی طور پر تو نہ چڑھے مگر روحانی طور پر چڑھنا شروع ہو جائے۔ یعنی اس کے احکام زمانہ کی ضرورت کو پورا نہ کر سکیں۔ اور اُن پر عمل کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو۔ (۳) تیسرے معنے چڑھنے کے یہ ہو سکتے ہیں کہ قرآن مجید ظاہری لحاظ سے قائم رہے اور اس کے احکام بھی قابل عمل رہیں۔ لیکن لوگ ان پر عمل کرنا چھوڑ دیں۔ اور یہ احکام انکے دلوں پر اثر انداز نہ ہوں۔ ان تینوں معنوں کے سوا اور کوئی معنے میرے ذہن میں نہیں آتے۔ اگر کسی بہائی کو معلوم ہو

تو وہ پیش کرے۔

اب ان تین معنوں میں سے پہلے معنے تو بالکل باطل ہیں۔ اگر ہزار سال تک سارا قرآن مجید آسمان پر چلا جانا تھا۔ تو یہ چاہیئے تھا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد لوگ جب قرآن مجید کھولتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ سورۃ الناس اوپر اُٹھ گئی پھر کچھ دنوں بعد معلوم ہوتا کہ سورۃ فلق اوپر اُٹھ گئی۔ پھر سورۃ اخلاص اوپر اُٹھ جاتی۔ اس کے بعد سورۃ النصر اُڑ جاتی۔ اور اس طرح یکے بعد دیگرے تیرھویں صدی تک سارا قرآن اُڑ جاتا۔ لیکن یہ بات بالبداہت غلط ہے اور دوست دشمن سب جانتے ہیں کہ قرآن کریم اپنی اصلی صورت میں موجود ہے۔ اور مسلمانوں میں سے کوئی فرقہ بھی جسمانی طور پر قرآن مجید کے اُڑنے کا مدعی نہیں۔ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کا کچھ حصہ غائب ہو گیا ہے مگر وہ یہ نہیں مانتے۔ کہ وہ حصہ ہزار سال میں آہستہ آہستہ غائب ہوا۔ بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت کی وفات کے معاً بعد وہ حصہ غائب ہو گیا۔ اور اب تک امام غائب کے پاس زمین کے کسی حصہ میں موجود ہے۔ برعکس اسکے بہائی لوگ آنحضرت صلعم کی وفات سے تین سو سال بعد ہزار سال مراد لیتے ہیں اسلئے شیعہ اصحاب کا عقیدہ ان کے مفید مطلب نہیں۔ پس ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ کے یہ معنی تو نہیں ہوسکتے۔ کہ قرآن کریم جسمانی طور پر آسمان پر اُٹھ جائے گا۔ کیونکہ چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کا بھی غائب نہ ہونا بتاتا ہے کہ یہ معنے نہیں ہوسکتے۔

دوسرے معنے آیت يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ کے یہ ہوسکتے تھے۔ کہ قرآن مجید قابل عمل نہ رہے اور اس کے احکام ضرورت زمانہ کو پورا نہ کرسکیں۔ اگر ہزار سال میں قرآن کریم نے آہستہ آہستہ آسمان پر چڑھنا تھا۔ تو پھر چاہیئے تھا۔ کہ ہزار سال کے عرصہ میں سینکڑوں احکام قرآن کریم کے ایسے ہوتے جو ناقابلِ عمل ٹھہرتے۔ لیکن ہم تو بار بار بہائیوں سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ کوئی ایک حکم قرآن کریم کا ایسا بتائیں جو قابلِ عمل نہ ہو۔ لیکن وہ اس بات کی طرف آتے ہی نہیں۔ اگر یہ فرض کیا جائے۔ کہ ایک سال میں ایک حکم قرآن کریم کا ناقابلِ عمل ہو جاتا ہے تو پھر ہزار سال میں ہزار حکم ایسا ہونا چاہیئے۔ جو قابل عمل نہ ہوتا۔ لیکن ہمیں تو کوئی ایک حکم بھی ایسا نظر نہیں آتا۔ جو قابلِ عمل نہ ہو۔ اگر کسی کو ایسے احکام قرآن کریم میں نظر آتے ہوں۔ تو اسے فوراً پیش کرنے چاہئیں۔ یہ دشمن کا کام ہے کہ وہ ثابت کرے کہ فلاں حکم عمل کے قابل نہیں۔

اس موقعہ پر بہائیوں کی طرف سے عام طور پر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم کی یہ تعلیم کہ ایک وقت میں چار بیویاں جائز ہیں۔ ناقابل عمل ہے۔ اور اس زمانہ میں اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ حالانکہ

خود بہاء اللہ نے ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور خود اسکی دو بیویاں تھیں۔ اور ہر دونوں سے اولاد بھی تھی۔ پس یہ بات ہی غلط ہے۔ کہ قرآن کریم کا کوئی حکم ایسا ہے جسپر عمل نہیں ہو سکتا۔ پھر باوجود اسکے کہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کے احکام عمل کے قابل نہیں۔ لیکن پھر وہ مجبور ہوتے ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق عمل کریں۔

تیسرے معنے یہ ہیں۔ کہ قرآن کریم لوگوں کے دلوں سے اُٹھنا شروع ہو جائے۔ اور لوگ اس سے غفلت برتنے لگیں۔ اور اسپر عمل کرنا چھوڑ دیں۔ یہ صورت ایسی ہے جسے ہم بھی مانتے ہیں۔ کہ شریعت تو مکمل موجود ہے۔ لیکن اسپر مسلمانوں نے عمل کرنا ترک کر دیا ہے۔ ان حالات کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی موجود ہے کہ قرآن کریم کی تحریر تو موجود ہوگی۔ لیکن مغز باقی نہیں رہے گا۔ پس اس وقت مغز باقی نہیں۔ اور اس کے لانے کی ضرورت ہے۔ اگر کسی کو دودھ کی ضرورت ہو۔ تو وہ دودھ خریدے گا نہ کہ پیالہ۔ پس مسلمانوں کے پاس پیالہ تو موجود ہے لیکن دودھ موجود نہیں۔ شریعت کامل صورت میں موجود ہے۔ اور وہ کسی لحاظ سے بھی ناقص نہیں اس لئے اس وقت کسی نئی شریعت کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ کوئی شخص ایسا کھڑا ہو۔ جو لوگوں کو اس شریعت کی معرفت عطا کرے اور اسپر چلنے کی تلقین کرے۔

ان مذکورہ بالا معنوں کی رو سے بھی بہائی استدلال غلط ٹھہرتا ہے۔ کہ شریعت اسلامیہ منسوخ ہو گئی کیونکہ جب شریعت اسلامیہ اپنی پہلی حالت پر قائم ہے۔ اور اس کا کوئی ایک حکم بھی منسوخ نہیں۔ تو پھر ایک نئی شریعت کی کیا ضرورت ہے۔ جو شخص اچھی بھلی چیز کو یونہی پھینک دیتا ہے دنیا اسے پاگل کہتی ہے۔ کبھی کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا گیا۔ جو یہ کہے کہ کھانا تو اچھا پکا ہوا ہے۔ اور کھانے کے قابل ہے لیکن میں اس ہنڈیا کو گلی میں پھینکتا ہوں۔ ایسا کرنے والے کو سب پاگل کہیں گے بلکہ پاگل شخص بھی جب کبھی ایسی حرکت کرتا ہے۔ تو بہانہ تلاش کر لیتا ہے۔ تو کیا وہ ذات جو جمیع صفات حسنہ کا منبع ہے اور جو سب سے زیادہ علیم اور حکیم ہے۔ اس سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ بلاوجہ اور بغیر کسی سبب کے پہلی شریعت کو منسوخ کر دے اور اسکی جگہ نئی شریعت کو بھیج دے۔ جب پاگل انسان بھی اچھی چیز کو نہیں پھینکتے۔ تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ حکیم ہستی اپنے کلام کو بلاوجہ منسوخ کر دے۔ پس اصل بات یہ ہے۔ کہ قرآن کریم کے چڑھنے کا مطلب یہی ہے۔ کہ مسلمان اسپر عمل کرنا چھوڑ دینگے۔ اور آجکے مسلمانوں کے دل خوب جانتے ہیں کہ وہ شریعت کے پابند نہیں رہے۔ مسلمانوں کے اخبار علی الاعلان اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم قرآن کریم کی تعلیم سے غافل ہو چکے ہیں۔ شریعت نہیں بگڑی ہم بگڑ گئے ہیں۔ نئی شریعت کی

ضرورت نہیں۔ بلکہ ہمیں نیا بنانیکی ضرورت ہے۔ لیکن ایک شخص ایران سے اُٹھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مسلمان نہیں بگڑے بلکہ شریعت بگڑ گئی ہے۔ اور مَیں ایک نئی شریعت پیش کرتا ہوں۔

حالانکہ جو شریعت وہ پیش کرتا ہے وہ خود رطب و یابس کا مجموعہ ہے اور اس قابل ہے کہ اسکی اصلاح کی جائے۔ اسے شریعت کا نام دینا بھی شریعت کی ہتک ہے۔ پس بہائیوں کا آیت قرآنیہ سے یہ استدلال کرنا کہ شریعت اسلامیہ ہزار سال بعد منسوخ ہو جائیگی کسی تاویل سے بھی درست نہیں ٹھہرتا

بہائیوں کی خیانت

مکرم مولوی صدرالدین صاحب مولوی فاضل

جس طرح بہائی اور عیسائی تلفظ کے لحاظ سے آپس میں مشابہت رکھتے ہیں۔ اسی طرح بہائیوں نے عیسائیوں کے نقش قدم پر چلنے کی خوب کوشش ہے۔ مثلاً عیسائی لوگ تحریف بائبل میں کمال رکھتے ہیں جب کبھی وہ کسی اعتراض کے شکنجے میں آتے ہیں تو فوراً اگلے ایڈیشن میں اس آیت کو بدل دیتے یا بالکل ہی نکال دیتے ہیں گویا بائبل خدا کی کتاب نہیں بلکہ انکی تصنیف ہے کہ جو چاہا اس میں رکھا اور جو چاہا بدل دیا یا نکال دیا۔ یہی حال بہائیوں کا ہے۔ البتہ عیسائی اپنی الہامی کتاب لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں مگر بہائی اسے چھپاتے ہیں اور اسے لوگوں کے سامنے پیش کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ الہامی کتاب کے علاوہ دوسری کتابیں بھی لوگوں کو دکھانے سے کتراتے ہیں۔ اور پھر ان میں بھی ہر نئے ایڈیشن میں قطع و برید کر کے اپنے مذہب کی کمزوری اور بطالت کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ ذیل میں اسکی ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

بہائی لوگ شریعت اسلام کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور بہاء اللہ کی شریعت جاری و ساری اور قابلِ عمل کہتے ہیں۔ اس لغو دعویٰ کے ابطال میں احمدی علماء نے یہ بات پیش کی تھی۔ کہ اگر واقعی شریعت اسلامیہ ناقابل عمل اور منسوخ تھی۔ تو کیا وجہ ہے کہ خود عبدالبہا اسلامی نماز پڑھتے رہے جیسا کہ عصر جدید انگریزی میں لکھا ہے

On friday November 25, 1921 He attended the noonday prayers at the mosque in Haifa (عصر جدید انگریزی صہ ۸۲)

یعنی عبدالبہا ۲۵ نومبر سنہ ۱۹۲۱ء کو مسجد حیفا میں جمعہ کی نماز میں شامل ہوئے اس اعتراض سے بچنے کے لئے عصر جدید اردو میں جو دراصل عصر جدید انگریزی کا ترجمہ ہے۔ عباس علی بٹ بی اے نے بتصویب ریویونگ

کمیٹی محفل ملی بہائیان ہندو برما۔ اس فقرہ کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ "۲۵ نومبر ۱۹۲۱ء کو جمعہ کے دن دوپہر کو آپ مسجد حیفا کو گئے (عصر جدید اردو ص۹۳ مطبوعہ ۱۹۴۵ء بار دوم) حالانکہ عصر جدید عربی کی بھی عبارت حسب ذیل ہے۔ فَفِی یَوْمَ الْجُمُعَۃِ ۲۵ نومبر سنہ ۱۹۲۱ شہد صلوٰۃ الجمعۃ فی مسجد حیفا (ملک) یعنی جمعہ کے دن ۲۵ نومبر ۱۹۲۱ء کو عبد البہار نے مسجد حیفا میں نماز جمعہ پڑھی۔

ناظرین غور فرماویں کہ عصر جدید انگریزی جو اصل کتاب ہے اسکی عبارت کو کس طرح ہندوستان کے بہائیوں نے حقیقت کو چھپانے کی غرض سے بدل دیا۔ تاکہ پڑھنے والوں پر یہ ظاہر نہ ہو کہ عبد البہار مسلمانوں کے ساتھ اپنے باپ کی شریعت کو چھوڑ کر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ مگر اصل کتاب نے اردو ترجمہ عربی نے اس داؤ کو چلنے نہیں دیا۔ اور بہائی کمیٹی کی خیانت کو ظاہر کر دیا۔

قبر مسیح کے متعلق ایک شہادت

(مکرم جناب نواب محمد الدین صاحب ڈپٹی کمشنر ریٹائرڈ)

کچھ عرصہ سے مولوی عبداللہ صاحب بہائی کشمیری یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ دعویٰ درست نہیں کہ حضرت مسیح ناصری کی قبر سرینگر محلہ خانیار میں ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب کا یہ پروپیگنڈا انہیں کسی طرح بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ وہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں مسیح ناصری کی قبر کے متعلق شہادت دے کر اپنے ہاتھ کاٹ چکے ہیں۔ چنانچہ ہم پچھلے شمارہ میں اس کے متعلق متعدد مضامین شائع کر چکے ہیں جو مولوی صاحب کے پروپیگنڈے کی حقیقت کو واضح کرتے

والے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ سرینگر میں واقع قبر کو پرانے لوگ عیسٰی نبی کی قبر کہتے آئے ہیں اور ہماری جماعت کے متعدد دوستوں خود وہاں جاکر انکی زبان سے اس گواہی کو سنا ہے ذیل میں ہم ایک شہادت مکرم ومحترم نواب محمدالدین صاحب کی تحریر کردہ شائع کرتے ہیں۔ جو سنہ ۱۹۰۶ء کی ہے۔ پس مولوی عبداللہ صاحب بہائی کا اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرنا چاند پر تھوکنا ہے جو اُن کے مُنہ پر پڑے گا۔ ہاں حقیقت چھپ نہ سکے گی۔ اور وہ اپنے جیتے جی لوگوں کو اس حقیقت کا قائل ہوتے دیکھیں گے اور حسرت کی موت مریں گے۔ (نائب مدیر)

میں سنہ ۱۹۰۶ء میں ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں افسر مال تھا۔ اسی سال موسم گرما میں تین ماہ کی رخصت لے کر میں کشمیر ویلی میں سیر کو گیا۔ میںنے سُنا ہوا تھا۔ کہ سرینگر میں محلہ خان یار میں کسی اسرائیلی نبی کی قبر ہے۔ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۰۶ء میں اپنے ایک کشتی بان کو ساتھ لے کر میں محلہ خان یار میں گیا۔ وہاں یہ چھوٹا سا مقبرہ واقع ہے۔ مقبرہ کے دروازہ کے نزدیک ایک عورت بیٹھی تھی۔ میںنے اس سے پُوچھا۔ کہ یہ کس کا مقبرہ ہے۔ اس عورت نے جواب دیا۔ کہ عیسٰی نبی کا مقبرہ ہے۔ میرے گائڈ ہانجی کی اُس روز آنکھیں دُکھ رہی تھیں۔ اس نے مقبرہ کے اندر دیوار میں جو چراغ جلانے کی جگہ تھی۔ وہاں تیل کی چکنائی پر ہاتھ لگا کر اپنی آنکھوں پر لگایا۔ جب ہم واپس آرہے تھے۔ اور دریا کے نزدیک پہنچے۔ تو اس نے مجھے کہا۔ کہ یہ مقبرہ والا پیر تو بہت بزرگ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جب سے میںنے ان کے چراغ کی جگہ ہاتھ لگا کر آنکھوں پر لگایا ہے۔ میری آنکھوں کی تکلیف رفع ہو رہی ہے اور آنکھیں اچھی ہو گئی ہیں۔

اس وقت تک مجھے بیعت کی توفیق ابھی نہیں ملی تھی۔ کشمیر سے واپس آکر پنجاب میں اکثر دوستوں سے خصوصاً مولوی ابو عبداللہ صاحب باجوی امیر جماعت کھیواہ باجوہ سے میںنے اس واقعہ کا ذکر کیا تھا۔

اِنْتَھُوْا خَیْرًا لَّکُمْ

غیر مبائعین کے مضمون نگاروں کی نامناسب روش

(نور الحق نائب مدیر)

ایک عرصہ سے پیغام صلح کے بعض مضمون نگاروں نے نامناسب طریقہ اختیار کر رکھا ہے چھوٹی چھوٹی یا نونچی آڑ لیکر وہ ہمارے آقا و مطاع حضرت مصلح موعود کی شان میں نہایت ہی سخت اور ناقابل برداشت الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اور ہمارے جذبات کی پرواہ نہیں کرتے۔ بلکہ ان سے ہولی کھیلتے ہیں۔ فرقان کئی مرتبہ پیغام صلح کے اس نامناسب رویہ کے خلاف احتجاج کر چکا ہے لیکن بجائے اسکے کہ وہ اپنی اصلاح کرتا۔ اس بات میں بڑھتا چلا جاتا ہے اور اس کا ہر قدم پہلے سے آگے ہوتا ہے۔ چنانچہ ۳۱ر جولائی سنہ ۴۶ء کے پیغام صلح میں "ایک قادیانی کا سوال اور اس کا جواب کے عنوان سے" عزیز بخش صاحب جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ڈیڑھ دو کالم مضمون لکھا ہے۔ بجائے اسکے کہ وہ مبائع دوست کے سوال کا جواب مہذبانہ طریقے اور قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق تحریر فرماتے انہوں نے گالیاں دیکر دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ ابتدائے جواب میں انہوں نے ہمارے آقا کو نوح علیہ السلام کے بیٹے کا مثیل قرار دیا ہے۔ اور اسکے بعد تحریر فرماتے ہیں:۔ "شاباش اچھے خلف الرشید اور مصلح موعود ہیں کہ اپنے والد بزرگوار کو نادان بھی قرار دیں اور چالاک بھی۔ ایسے شخص کی تو صحبت سے بھی گریز کرنا چاہیئے نہ کہ اسکی بیعت کرکے اس کو مصلح موعود مان لینا۔ یہ کہاں کی عقلمندی اور کیسی دینداری ہے۔ خدا را حضرت مسیح موعود کو سچا مانتے ہو تو میاں **محمود احمد صاحب کو جھوٹا اور گستاخ سمجھو**۔"

آہ! کس قدر دلخراش الفاظ ہیں جو غیر مبائعین کے ایک ذمہ وار شخص نے تحریر کئے ہیں۔ اور انہوں نے اس بات کا لحاظ نہیں کیا۔ کہ ہمارا محبوب آقا انکے پریذیڈنٹ کی سی حیثیت نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ لاکھوں اشخاص کا محبوب و معشوق ہے آپکے عشاق اور آپ کے فدائی پروانے جس والہانہ رنگ سے آپ کے پسینہ کی بجائے خون بہانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں وہ مضمون نگار سے اوجھل نہیں لیکن اس بات کے علم کے باوجود انہوں نے حضرت مصلح موعود کے عشاق کے جذبات کا خیال نہیں رکھا۔ بلکہ انکے قلوب کو کُند چھُری سے کاٹا ہے۔ پھر انہوں نے اسبات کا بھی لحاظ نہیں رکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جس سے تُو محبت رکھتا ہے اس سے میں بھی محبت رکھتا ہوں" اور حضرت مسیح علیہ السلام دنیا کو یہ بتانے کے لئے کہ حضور کا بیٹا محمود آپ کا بہت پیارا ہے۔ اور اس سے محبت رکھنا خدائی محبت کو کھینچنے کا ذریعہ ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

لختِ جگر ہے میرا۔ محمود بندہ تیرا

بس عزیز بخش صاحب نے اسبات کا بھی احترام نہیں کیا کہ جب حضرت محمود کو محبت کی نگاہ سے دیکھنے کی تلقین ہمارا آقا مسیح موعود کر رہا ہے تو پھر کیوں قلم کو بے لگام چھوڑا جائے۔

ہاں! ہاں! ہمیں اس شخص سے کیا توقع ہو سکتی ہے جسے اپنے اکابر کی زبان کا بھی پاس نہیں۔ پیغام صلح ۲۹ ۱۹۱۴ء میں غیر مبائعین کے اکابر یہ اعلان کرتے ہیں "اس میں کس ایماندار کو کلام ہے۔ کہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب خدا کے مامور اور برگزیدہ کے فرزند

صاحب علم، صاحب عفت، صالح اور نہایت نیک اطوار۔ اور آئمۃ الہدیٰ ہونے کے ہر طرح قابل ہیں۔ اور یہ سب فرزند بلا شبہ روحانی اور جسمانی دونو معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آل ہیں اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ کے الہام کے پورے مصداق ہیں۔"

غیر مبائعین کے اس اعلان کے خلاف آج پینتیس سال کے بعد ان میں سے ایک ایماندار کہلانیوالا شخص اس شخص کو جھوٹا اور گستاخ کہنے کی جرأت کرتا ہے جن کے بارے میں وہ اپنے ہاتھ کاٹ چکے ہیں۔ اور لکھ چکے ہیں کہ وہ سفلی باتوں سے بالا ہے۔ پھر صرف یہی ایک شہادت نہیں جسکے خلاف عزیز بخش صاحب نے اقدام کیا ہے۔ بلکہ غیر مبائعین اور انکے امیر کی اور بھی ایسی شہادتیں ہیں جن میں انہوں نے حضرت محمود کی بلند شان کو تسلیم کیا ہے۔ اور انکے احترام کا خیال کرنا واجب قرار دیا ہے۔ چنانچہ پیغام صلح ۲۹ مارچ میں اعلان کیا گیا کہ "پیارے ناظرین! ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم حضرت صاحبزادہ صاحب کو اپنا بزرگ اور امیر اور ملجا و ماویٰ سمجھتے ہیں۔ اور انکی پاکیزگی روح اور بلندی فطرت اور علو استعداد اور روشن جوہری اور سعادت جبلی کو مانتے ہیں۔ اور دل سے ان سے محبت کرتے ہیں۔ واللّٰہ علی ما نقول شہید" پھر ۲ مارچ سنہ ۱۴ء میں مولوی محمد علی صاحب اعلان کرتے ہیں کہ "میں بار بار کہتا ہوں کہ میں صاحبزادہ صاحب کی عزت کرتا ہوں وہ میرے آقا کے صاحبزادے ہیں۔ اگر میں انکی عزت و احترام کو ملحوظ نہ رکھوں تو بڑی نمک حرامی ہوگی۔"

الغرض عزیز بخش صاحب نے جس بے باکی کے ساتھ پیغام صلح ۳۱ جولائی میں اپنا مقالہ سپرد کیا ہے۔ وہ نہ صرف یہ کہ حضرت مسیح موعود کے منشاء کے خلاف بلکہ غیر مبائعین کے اعلانات کے خلاف ہے۔ کیونکہ غیر مبائعین تو متفقہ طور پر یہ اعلان کریں کہ کوئی ایماندار حضرت محمود کے متعلق گستاخانہ رویہ اختیار نہیں کر سکتا لیکن عزیز بخش صاحب گالیوں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے بڑے ایماندار کہلانے کی اشتیاق رکھتے ہیں۔ اور وہ اس بات کے منتظر ہیں۔ کہ ان کو غیر مبائعین داد دیں اور ان کی اپنی جماعت میں منفردانہ حیثیت حاصل ہو۔

عزیز بخش صاحب نے جس قسم کا رویہ اختیار کیا ہے۔ اگر پیغام صلح میں یہ رویہ ایک آدھ مرتبہ اختیار کیا جاتا تو اس سے لاپرواہی اختیار کی جا سکتی تھی۔ لیکن غیر مبائعین کا آرگن اس قسم کی باتوں کو بار بار دُہرا رہا ہے۔ اور افسوس کا مقام ہے کہ غیر مبائعین کا وہ امیر جو یہ اعلان کرنے کے لئے تو پیش پیش تھا کہ اگر میں صاحبزادہ صاحب کی عزت نہ کروں تو بڑی نمک حرامی ہوگی۔ آج ان کا بڑا بھائی اور انکے مخلص مرید اگر گستاخانہ رویہ اختیار کریں تو خاموش رہتا ہے اور خاموشی سے یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کے مرید اگر حضرت محمود کو گالیاں نہ دیں تو وہ اپنے امیر کے نمک حرام بنتے ہیں

پس اس تحریر کے ذریعہ پیغام صلح کے مضمون نگاروں کے سامنے میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ آئے دن ہمارے آقا کی شان میں گستاخانہ رویہ اختیار کرنا اور مبائعین کے قلوب مجروح کرنا اور انکے جذبات کے ساتھ ہولی کھیلنا درست نہیں۔ اور اس قسم کے پودے کڑوا پھل لائیں گے۔ اِتَّقُوْا خَبِيْرًا بِکُمْ۔

شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری سے ناصحانہ خطاب

رسالہ فرقان بابت ماہ جولائی سنہ ۴۶ء میں "شیخ عبد الرحمٰن صاحب کے لئے توبہ کا موقعہ" کا عنوان دیکھ کر حسب ذیل ناصحانہ خطاب سید محمد شاہ صاحب سیفی منشی فاضل قصبہ بیچ بہارڈہ کشمیر نے کیا ہے

دریغ طرح جدل دادی و تبر گفتنی ۔ طریق خیر فگندہ براہ شر خفتنی
عجب فضل عمر بیش ازیں بدی معروف ۔ چہ شد کہ حب زدل زود و سر بسر رفتنی
زخم پیر مغانیکہ اِسْمُہٗ اَحْمَد ۔ دمے نہ خوردی و بے نوش ساغر آشفتنی
محمود سالک دیں رہ ترا بسوئے آماں ۔ ولے تو سے گذری بر رہ خطر مفتنی
بدیل خلافت ز معتدو بیس باز آئی ۔ گرت ہنوز نہ با باطل و ہدا جفتنی
بجوزہ بحر نہ گنجد اگرچہ نزد حکیم ۔ تو ایک سیفی در شعرہا دُرہ سفتنی

مولانا حکیم عبد اللطیف شہید منشی فاضل پرنٹر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپایا اور دفتر رسالہ فرقان قادیان سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ نمبر ۸۸۵ ؍

قیمت سالانہ — تین روپے

إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مجلس رفقاء احمد قادیان کا ماہنامہ

فرقان

ستمبر اکتوبر ۱۹۵۶ء

جلد ۵ — مدیر عبدالمنان عمر ایم اے — نمبر ۹-۱۰

ترتیب عنوانات

"ساقی"

(مکرّم قیس مینائی صاحب نجیب آبادی)

یہ مری تشنگیِ دل کا اثر ہے ساقی
عکسِ ہر قطرۂ مئے داغِ جگر ہے باقی

بے پیئے مست ہیں محفل میں ترے دیوانے
نگہ مست تری بادہ اثر ہے ساقی

خواہشیں نفس کی سب سوختہ ہوئی جاتی ہیں
یہ مئے عشق ہے یا آتشِ تر ہے ساقی

بزمِ لاہوت کے ہوں مست کہ ناسوت کے رند
ہر کوئی آج ترا دستِ نگر ہے ساقی

دولتِ نشۂ ایقان سے ہوں مالا مال
تیرا ہر قطرہ مئے لعل و گہر ہے ساقی

سر بکف آیا ہوں میں جام شہادت پینے
تیرا میخانہ ہے اللہ کا سپر ہے ساقی

تیری نظروں سے کوئی "تشنہ" نہیں رہ سکتا
میری آنکھوں میں ترا دیدۂ تر ہے ساقی

جلوۂ حق ترے آئینہ میں دیکھا بخدا
بے خودی ہے کہ مرا ذوقِ نظر ہے ساقی

صدرِ خدام جوانوں کو بلانے والا
"نوجواں چاند" ترا نورِ نظر ہے ساقی

صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم اے

کیا کروں قیس کہ مجبور ہوں پینے کے لئے
چاندنی رات ہے اور رشکِ قمر ہے ساقی

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے

دو نہایت اہم رؤیا

(۱) مسلم لیگ کی کامیابی کی خبر

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں اپنے فدایان کے درمیان تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اور حقائق و معارف بیان فرما کر حاضرین کا تزکیہ نفوس کرتے ہیں۔ مورخہ ۳۱؍ اکتوبر کو حضور نے سینکڑوں احباب کے سامنے مندرجہ ذیل اپنا رؤیا بیان فرمایا۔ یہ رؤیا ہم قارئین فرقان کے لئے طبع کرتے ہیں تاکہ اس کے پورا ہوتے وقت وہ خدائی نشانوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔

فرمایا:۔ آج رات میں نے ہندوستان کے سیاسی حالات کے متعلق ایک خواب دیکھی ہے۔ جو اپنے اندر نہایت گہرے مطالب رکھتی ہے۔ مگر اس خواب کے نظارے مجھے تمثیلی رنگ میں دکھائے گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان واقعات کو ابھی عام لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رکھنا چاہتا ہے مگر چونکہ ان کا قبل از وقت اظہار بھی ضروری تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تصویری زبان میں ان واقعات کو بیان کر دیا۔ تاکہ وہ لوگ جو علم و فہم رکھتے ہیں۔ اور علم تعبیر الرؤیا کو جانتے ہیں۔ وہ تو خواب سن کر سمجھ جائیں کہ اس میں کن واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن دوسرے لوگ اس وقت فائدہ اٹھائیں۔ جب یہ خواب پوری ہو۔ اور تمثیلی نظارے حقیقت کا رنگ اختیار کریں۔ میں جب دلی میں تھا۔ گورنمنٹ کے دفتر کے بعض فوجی افسر مجھے ملنے کے لئے آئے انہوں نے کہا کہ اگر قبل از وقت آپ کی خوابوں کا ہمیں علم ہو جایا کرے۔ تو اس سے ہمارے بھی ایمان

تازہ ہوں۔ میں نے کہا میں تو ہمیشہ قبل از وقت اپنی خوابیں بتادیا کرتا ہوں۔ اور ہمارے اخبار میں بھی شائع ہو جاتی ہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ آپ لوگوں کو ان خوابوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی آپ لوگ یا تو ان خوابوں کو پڑھتے ہی نہیں۔ اور اگر پڑھتے بھی ہیں۔ تو بے توجہی سے۔ اور اگر کوئی احمدی میری خوابیں آپ کو سنائے۔ تب بھی آپ لوگ پروا نہیں کرتے۔ اور کہہ دیتے ہیں خوابوں کا کیا ہے۔ یہ تو آیا ہی کرتی ہیں۔ لیکن جب کوئی خواب پوری ہو جاتی ہے۔ تب آپ لوگوں کو بھی قدر محسوس ہوتی ہے۔ اور آپ کہتے ہیں۔ کہ کاش ہمیں پہلے اس کا علم ہوتا۔ حالانکہ آپ کی بے توجہی کی وجہ سے احمدی آپ کو وہ خوابیں سناتے نہیں۔

یہ خواب بھی جو آج مجھے آئی ہے۔ وہ بھی نہایت اہم ہے۔ اور ہندوستان کے آئندہ حالات کے ساتھ بہت گہرا تعلق رکھتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں تمثیلی زبان اختیار کی ہے۔ تاکہ سمجھنے والے سمجھ جائیں۔ اور عام لوگ اس وقت اس کی حقیقت کو جانیں۔ جب یہ خواب پوری ہو جائے اگر دوست اپنے غیر احمدی دوستوں کو سنادیں تو وقت پر انکے ایمان کی زیادتی کا موجب ہوگا۔

میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں دلی میں ہوں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہے۔ اس جگہ تو نہیں جہاں میں ہوں بلکہ اس سے کچھ فاصلے پر۔ وہ اسمبلی ہال ہے یا وائسرگل لاج اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں۔ وہاں کانگرس اور مسلم لیگ کے ممبر جمع ہیں۔ میں اس وقت مشرق میں ہوں اور وہ مقام جہاں مسلم لیگ اور کانگرس کے ممبر جمع ہیں مغرب کی طرف ہے میں نے دیکھا کہ بعض اور لوگ بھی اس طرف گئے ہیں۔ اور وہ یہ ذکر کر رہے ہیں کہ مسلم لیگ نے کوئی تیاری نہیں کی۔ ان کے پاس نہ لاٹھیاں ہیں نہ تلواریں اور نہ کوئی دوسرا سامان۔ اگر کانگرس نے حملہ کر دیا تو کیا کرینگے۔ وہ جگہ جہاں لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ مجھ سے کوئی نصف میل کے فاصلے پر ہے مگر مجھے کشفی طور پر تمام واقعات دور بیٹھے ہی نظر آرہے ہیں۔ اس کے بعد مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کانگرس نے مسلم لیگ پر حملہ کر دیا ہے۔ اور مسلم لیگ والے گھبرا گئے ہیں ایک شخص بلند آواز سے پکار رہا ہے مسلمانو مدد کے لئے پہنچو۔ جب اس نے یہ اعلان کیا۔ جس میں اس قسم کے بھی الفاظ تھے کہ مسلم لیگ کے والنٹیرز مدد کو پہنچیں۔ تو میں بھی مسلمانوں کی مصیبت کا خیال کرکے نہایت تیزی سے دوڑا۔ اور بجائے اس طرف جانے کے جدھر سے آواز آئی تھی۔ شمال کو گیا کیونکہ معلوم ہوتا ہے۔ اس عمارت میں داخلہ کا راستہ اسی طرف ہے اور دوست بھی میرے ساتھ ہیں معلوم ہوتا ہے وہاں سے کوئی راستہ اس طرف جاتا ہے۔ جہاں مسلم لیگ اور کانگرس کے ممبر جمع ہیں۔ اتنی

دیر میں پھر آواز آئی کہ مدد کے لئے پہنچو۔ اس پر کسی نے کہا۔ خورشید جلدی مدد کو پہنچو۔ اور میں نے بھی یہ
یہ فقرہ دہرایا جب میں دروازے پر پہنچا۔ تو میں نے دیکھا کہ مسلم لیگ کے ۳۴ یا ۳۵ آدمی ایک
جگہ کھڑے ہیں۔ اور ایک افسر انہیں ورزش کرا رہا ہے۔ ان آوازوں پر وہ افسران لوگوں کو لیکر
مکان کی طرف بھاگا۔ والنٹیر آگے آگے ہیں اور وہ پیچھے ہے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ہماری
جماعت کے بھی کافی آدمی موجود ہیں۔ ہزاروں تو نہیں مگر سینکڑوں۔ اور دروازے کے پاس
دیوار کے ساتھ جمع ہیں۔ میں نے اس خیال سے کہ لیگ کے والنٹیر کم ہیں انہیں بھی آواز دی
کہ آپ لوگ لیگ کے آدمیوں کے ساتھ مدد کے لئے جائیں۔ اور ساتھ ہی آواز دی۔ دیکھنا
کوئی فساد کی بات نہ کرنا۔ چنانچہ لیگ کے آدمیوں کے پیچھے ہمارے احمدی بھی چلے گئے۔ اور میں
ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دروازے سے گذر کر اندر کمپونڈ میں
لوگ جمع ہو رہے ہیں میں بھی چلتا جا رہا ہوں۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا ہوں۔ دیکھو کسی قسم کا
دنگہ فساد نہیں کرنا۔ کسی قسم کا دنگہ فساد نہیں کرنا۔ یہ کہتے وقت میں خیال کر رہا ہوں۔ کہ جب
اصل مقام پر پہنچ جائینگے تو حالات کو دیکھ کر فیصلہ کرینگے۔ اس وقت میں نے سوچا کہ مسلم لیگ
والے تو ہمارے خیرخواہ نہیں۔ ہم ہی انکے خیرخواہ ہیں۔ ایسا نہ ہو مجھے کوئی یہاں سے گذرنے سے
روک دے۔ مگر میں ان کے پاس سے گذرا۔ اور کسی نے مجھے نہ روکا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ مسلم لیگ
کے والنٹیرز اپنی تنظیم کر رہے ہیں اور صفوں کو درست کر رہے ہیں اور کمپونڈ میں بہت سے
آدمی کھڑے ہیں۔ اس میدان کے ایک طرف ایک بہت بڑا وسیع کمرہ ہے ایک طرف دیوار ہے
اور سامنے ایک بنگلہ بہت اونچی چھت والا ہے وہ اتنا اونچا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔
دو چھتوں کی اونچائی سے بھی اونچا ہے۔ اس کے آگے ایک برآمدہ ڈھلوان چھت والا بنا ہوا
ہے اس برآمدے کی چھت پر جست کی دھاری دار چادریں لگی ہوئی ہیں۔ میں کمرہ میں گیا اور
معلوم ہوا۔ کہ میں کمرہ میں کسی اونچی جگہ پہنچ گیا ہوں۔ اس کے بعد وہ نظارہ تو اسی طرح قائم رہا۔
مگر بجائے لڑائی۔ دنگہ فساد۔ لاٹھی اور تلوار وغیرہ کے معلوم ہوا۔ کہ ورزش کا مقابلہ ہوگا۔ ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ کانگرس والے اپنا ہنر دکھا چکے ہیں اب مسلمان اپنا ہنر دکھانے لگے ہیں۔ ورزش
شروع ہوئی اور سب سے پہلے لمبی چھلانگیں لگائی جانے لگیں۔ جتنی لمبی چھلانگیں ہم جانتے ہیں دیکھا
کرتے ہیں۔ اس سے وہ چھلانگیں دوگنی اور تگنی لمبی ہیں۔ دو تین دفعہ جب چھلانگیں لگ چکیں۔
تو کسی نے کہا۔ اب اونچی چھلانگیں لگائی جائیں۔ ہم نے جو عام طور پر اونچی چھلانگوں کے مقابلہ

ہیں دیکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ چھلانگ لگانے والا ایک لمبا بانس پکڑ کر چھلانگ لگاتا ہے۔ مگر وہاں کسی نے بانس نہیں پکڑا پھر بھی وہ چھلانگیں لگانے والے اتنی اونچی چھلانگیں لگاتے ہیں کہ ہمارے خیال اور وہم میں بھی نہیں آسکتیں۔ ان میں سے پہلے نے اُنیس فٹ چھلانگ لگائی۔ دوسرے نے بیس یا اکیس فٹ چھلانگ لگائی۔ مگر تیسرے نے اتنی اونچی چھلانگ لگائی کہ برآمدے کے چھجے پر پہنچ گیا۔ اس کو دیکھ کر میں سمجھتا ہوں کہ یہ شخص کامیاب ہو گیا۔ اس نے جب چھلانگ لگائی اور اوپر چلا گیا۔ تو میں انتظار کر رہا ہوں کہ اب نیچے آتا ہے۔ مگر مجھے ایسا معلوم ہؤا کہ گویا آسمان کو اُڑ گیا ہے کیونکہ اس کے چھت پر گرنے کی آواز نہیں آئی۔ میں نے دل میں کہا کہ اگر وہ جست کی چادر پر گرتا تو زور سے آواز آتی۔ میرے ساتھ میاں بشیر احمد صاحب ہیں یا کوئی اور آدمی۔ یہ اچھی طرح یاد نہیں رہا۔ بہرحال میں ان سے پوچھتا ہوں۔ کہ وہ چھلانگ لگانے والا کہاں گیا۔ انہوں نے کہا چھت پر پہنچ گیا ہے اس کے بعد لوگوں نے بڑی بلند آواز سے نعرہ لگایا۔ جس کے معنی یہ تھے کہ وہ جیت گئے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ چھلانگ لگانے والا چھت پر سے اُتر رہا ہے۔ اس کی لاتیں مجھے چھت پر سے لٹکتی نظر آئیں۔ اس کے بعد یہ نعرہ لگا کہ مسلمان جیت گئے۔ میں جب اس اُونچی جگہ سے نیچے اُترا۔ میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی دس بارہ سال کی عمر کی کمرہ میں دوڑتی ہوئی آئی اور اس نے کہنا شروع کیا۔ کانگرس جیت گئی۔ کانگرس جیت گئی۔ اور دیوانی معلوم ہوتی ہے میں اس لڑکی کو دیکھ کر سمجھتا ہوں۔ کہ وہ ہمارے دِلّی کے کسی عزیزداری والے خاندان میں سے ہے۔ میں نے اس کو پکڑ کر پیار سے اپنے سینے سے لگا لیا اور کہتا ہوں بی بی ہوش کرو۔ بی بی ہوش کرو۔ مگر وہ دیوانہ وار جوش سے یہ کہتی جاتی ہے۔ کانگرس جیت گئی۔ کانگرس جیت گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسے کانگرس سے ہمدردی تھی جب اس نے دیکھا کہ کانگرس ہار گئی۔ تو اس کے دماغ کو صدمہ پہنچ گیا ہے اور اس کے بعد اسکی آواز بند ہو گئی اور اس کا سانس رُک گیا۔ میں نے اسی طرح بیٹھے بیٹھے اس کے ہاتھ اُٹھا کر اس کو سانس دلانے کی کوشش کی۔ مگر سانس نہیں آیا۔ اتنے میں ایک عورت جو اس لڑکی کی ماں یا خالہ ہے کمرہ میں داخل ہوئی۔ اور میں نے اس سے کہا اس کا سانس رُک گیا ہے اسے لٹا کر سانس دلانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اسپر اس عورت نے رضامندی ظاہر کی۔ میں نے لڑکی کو زمین پر لٹا کر سانس دلانا شروع کیا۔ مگر اثر نہ ہؤا۔ پھر اس عورت نے ٹھنڈے پانی سے تولیہ تر کر کے لڑکی کے پیٹ پر رکھا۔ اتنے میں لڑکی نے آنکھ کھولی ایک سانس لیا۔ مگر پھر بے ہوش ہو گئی۔ وہ عورت جس کو میں سمجھتا ہوں اس لڑکی کی ماں یا خالہ ہے۔ وہ باتوں سے کچھ سبا سی عورت معلوم

ہوتی ہے۔ وہ مجھے کہتی ہے میرے خاوند کو آپ جانتے تھے۔ اور بتایا کہ وہ کونسل یا کانگرس کے پریذیڈنٹ تھے پھر معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے متعلق بتایا کہ میں اسمبلی کی سپیکر رہی ہوں اس کے بعد میں نے کہا ڈاکٹر لطیف صاحب کو بُلاؤ۔ شائد وہ لڑکی کو ہوش میں لا سکے۔ جب کوئی آدمی ان کو بُلانے گیا۔ تو معلوم ہؤا کہ وہ اپنی بیوی عزیزہ امینہ بیگم صاحبہ کو موٹر میں ساتھ لے کر چلے گئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کوئی اور ڈاکٹر ہی بلالاؤ۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔

اس خواب کے اندر بہت سے مضامین ہیں۔ اس وقت میں نے صرف الفاظ سُنا دیئے ہیں تاکہ وقت پر دلیل اور حجت ہوں۔ اصل حقیقت آیندہ ان حالات پر روشنی ڈالے گی۔ جو ہندوستان کو پیش آنے والے ہیں۔ بظاہر یہ خواب کچھ دیر بعد کے حالات کے متعلق ہے مگر ممکن ہے جلد ہی اس کے مطابق حالات ظاہر ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) ہندوستان کے موجودہ سیاسی حالات کے متعلق

فرمایا:۔ آج رات میں نے ایک خواب دیکھی ہے۔ جو نہایت ہی اہم مضامین پر مشتمل ہے اس میں کئی ایک نشانات بھی ہیں۔ جیسا کہ میں بتاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ رؤیا دکھائی۔ اس کے بعد جب میری آنکھ کھلی۔ تو معاً خدا تعالیٰ کی قدرت نے ایک نشان دکھایا۔ جو اس رؤیا کی تصدیق معلوم ہوتا تھا۔ اور بتاتا تھا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور ہونے والا ہے کیونکہ جاگنے کے بعد قانونِ قدرت نے فوراً ہی ایک نشان دکھا دیا۔ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں کسی مسجد میں ہوں (مسجد مبارک ہے)، اور وسط مسجد میں بیٹھا ہوں کچھ اور دوست بھی بیٹھے ہیں۔ ہندوستان کی آزادی کے متعلق باتیں ہو رہی ہیں (تفصیل اس وقت یاد نہیں)، اور معلوم ہوتا ہے کہ مَیں ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں کچھ حصہ لے رہا ہوں۔ انگریزی حکومت اسے ناپسند کرتی ہے۔ دوست مجھے کہہ رہے ہیں کہ اس کے متعلق کوئی تدبیر اختیار کرنی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ حکومت آپ کے خلاف کوئی اقدام کرے۔ جو مضر اور نقصان دہ ثابت ہو۔ دوستوں کی یہ بات سُنکر میں ان کو تسلی دیتا ہوں۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب وائیسرے کے نمائندے ہیں۔ جب دوستوں نے اس بات پر اصرار کیا کہ ہمیں اس کے متعلق کچھ کرنا چاہیئے تو میں ان سے کہتا ہوں کہ میں ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سے جو وائسرائے کے نمائندے ہیں اس کے متعلق بات چیت کروں گا تاکہ گورنمنٹ کا عندیہ معلوم

ہو جائے۔ جب میں وہاں سے اُٹھ کر اس غرض کے لئے چلا۔ کہ میں ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کو بلاؤں۔ اور مَیں ان دوستونوں سے پرے پہنچا ہوں (حضور نے محراب کے پاس مجلس میں تشریف رکھتے ہوئے مسجد مبارک کے دائیں طرف کے دوستونوں کی طرف اشارہ کیا۔ جو سابق مسجد کے پاس ہیں) تو وہاں میں دیکھتا ہوں کہ کوئی پادری کھڑا ہے۔ اس کا قد بہت لمبا ہے۔ کوئی آٹھ نو فٹ ہے۔ وہ بڑے موٹے آدمی سے بھی دُگنا موٹا ہے۔ اور ایک دیو کی طرح معلوم ہوتا ہے ایک جبہ اس نے اپنے کندھوں پر ڈالا ہوا ہے۔ ایسا جبہ جو علماء یا پادری عام طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس پادری نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور بڑے جوش سے میری طرف جُھک گیا۔ وہ مجھ سے آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگا۔ اور مجھ سے کہنے لگا کہ آپ کو اپنا موجودہ رویہ بدل لینا چاہیئے اور یہ طریق اختیار نہیں کرنا چاہیئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجھ پر اس بارے میں زور دیتا ہے کہ آپ آزادی کی جدوجہد میں حصہ نہ لیں۔ میں اس کو ٹلاتا ہوں۔ کہ میں اس سے کیوں بات کروں۔ مَیں دل میں کہتا ہوں کہ میں ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سے بات کروں گا جو ایک ذمہ وار شخص ہیں (جن کو میں خواب میں وائسرائے کا نمایندہ سمجھتا ہوں) مگر وہ پادری وحشی کی طرح مجھ پر جھکتا چلا آتا ہے اور مجھ پر دباؤ ڈالتا ہے۔ مَیں اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوں۔ کہ اس کو ہٹاؤ۔ جب اس کو ہٹا دیا گیا۔ تو میر محمد اسمٰعیل صاحب نظر آئے۔ وہ مسجد مبارک کے پرانے حصہ میں کھڑے تھے میں نے ان سے کہا کہ میں آپ سے کچھ بات چیت کرنی چاہتا ہوں مگر میں نے خیال کیا کہ دوستوں کے سامنے بات کرنا مناسب نہیں۔ میں ان کو پہلے سابق مسجد کے آخری مغربی ستون کی طرف لے گیا پھر وہاں بھی آدمی دیکھ کر انتہائی مغربی جہت کی طرف لے گیا پھر وہاں بھی یہ خیال کر کے کہ لوگوں تک آواز پہنچ جائے گی۔ مَیں نے کہا چلئے بیت الفکر میں بات کرتے ہیں (مسجد کے ساتھ شمالی حجرہ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام عبادت و تحریر کا کام کیا کرتے تھے) میں بیت الفکر میں بیٹھ گیا اور میر محمد اسمٰعیل صاحب میرے سامنے بیٹھ گئے۔ اتنے میں دروازہ کھلا۔ اور حضرت ام المومنین نے دروازہ سے اندر جھانکا۔ میر محمد اسمٰعیل صاحب نے کہا۔ آئیے بیٹھ جائیے۔ میں دل میں سمجھتا ہوں عورتوں کا دل نرم ہوتا ہے۔ اور حضرت ام المومنین تو بہت ہی نرم دل ہیں۔ ایسا نہ ہو ہماری باتیں سُن کر ان کو تکلیف پہنچے۔ کیونکہ یہ باتیں ایسی ہیں جن میں گورنمنٹ سے ٹکر لینے کا ذکر آئے گا۔ اس لئے میں دل میں نہیں چاہتا کہ حضرت ام المومنین وہاں بیٹھیں۔ چونکہ میر صاحب نے کہا کہ آکر بیٹھ جائیں تو میں خاموش ہو گیا۔ مَیں نے ان کے

بیٹھ جانے کے بعد میر محمد اسمٰعیل صاحب سے کہا کہ لوگ اس اس طرح کہہ رہے ہیں۔ میں آپ سے بات کر کے اس کے متعلق فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اگر آپ نے آزادی کی جدو جہد میں حصہ لیا۔ تو گورنمنٹ آپ کو گرفتار کر کے سزا دیگی۔ مگر میں جو کچھ کر رہا ہوں بالکل ٹھیک کر رہا ہوں۔ اور میں اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہوں۔ اور جو کام اللہ تعالےٰ نے میرے سپرد کیا ہے وہ میں نے بہر حال کرنا ہے۔ اس کے بعد میں نے جوش میں آکر کہا۔ گورنمنٹ زیادہ سے زیادہ یہی کرے گی کہ مجھے قید کریگی یا اور کوئی سزا دے گی۔ اگر خدا تعالیٰ کا منشاء اسی طرح ہے کہ میں قید ہو جاؤں یا مارا جاؤں تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ اور مجھے اسپر کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر خدا تعالےٰ کا منشاء اس طرح نہیں تو وہ خود میری حفاظت کرے گا۔ اور پہلی ہی رات جبمیں مجھے جیل میں رکھا جائے گا۔ اس میں ہندوستان کے بڑے افسر بھی مر جائیں گے۔ اور انگلستان کے بڑے افسر بھی مر جائیں گے۔ اور میں نے اس پادری کا بھی ذکر کیا۔ اور اسپر شبہ ظاہر کیا کہ یہ پادری شائد گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہے۔ میری بات سن کر میر صاحب نے اس امر کی تردید کی کہ گورنمنٹ میرے خلاف کوئی قدم اُٹھانا چاہتی ہے اور پادری کی نسبت کہا کہ اس نے مجھ سے یہ باتیں بیان کی ہیں۔ مگر وہ تو پاگل ہے گورنمنٹ کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ جب میں نے یہ کہا کہ زیادہ سے زیادہ گورنمنٹ یہی کریگی کہ مجھے قید کرے گی یا اور کوئی جسمانی سزا دیگی۔ تو ایسا کہتے وقت میرا خیال تھا کہ اماں جان کو یہ الفاظ سُن کر تکلیف ہوگی۔ مگر میرا یہ فقرہ سُن کر اماں جان کے چہرے پر کوئی گھبراہٹ کے آثار نہ پیدا ہوئے۔ بلکہ وہ اطمینان سے بات سُنتی رہیں۔ پھر جب میں نے کہا کہ قید ہونے کے بعد پہلی ہی رات جو مجھے جیل میں آئیگی۔ اُسی رات (اس ظلم کی وجہ سے خدا تعا کے حکم ماتحت) ہندوستان کے ذمہ وار بڑے افسر بھی مر جائیں گے۔ اور انگلستان کے چوٹی کے افسر بھی مر جائیں گے تو اماں جان نے کہا درست ہے میں نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کسی بزرگ نے کہا ہے کہ خدا تعالیٰ بڑے بڑے بادشاہوں کو جب وہ ظلم کریں یوں مٹا دیتا ہے اور یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ کو اس طرح حرکت دی جس طرح مٹی کو ہموار کرنے کے لئے ہاتھ ہلاتے ہیں۔ یہ سُن کر معاً مجھے خیال آیا کہ اس قول کو ایک شاعر نے بھی باندھا ہوا ہے اور اسکے بعد یہ مصرع میرے ذہن میں آیا کہ ع

بنے ہیں زمیں آسماں کیسے کیسے

یعنی کیسے کیسے بلند شان والے بادشاہ جو آسمان کی طرح بلند شان تھے خدا تعالےٰ نے زمین کی طرح ہموار کردیئے۔ اور آسمان ہونے کے بعد انہیں زمین کی طرح کر دیا۔ اس گفتگو کے دوران میں خان میر صاحب جو پہرے دار ہیں مسجد کی کھڑکی کے پاس بیٹھے ہوئے بولے۔ انہوں نے جوش سے کہنا شروع کیا۔ دو پٹھان پہرہ دار مارے گئے اس کا کچھ انتظام ہونا چاہیئے ورنہ ہمارے لئے مشکل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ الزام احمدیوں کے بارے میں ہے۔ کہ احمدیوں نے پٹھانوں کو مارا ہے۔ میر محمد اسمٰعیل صاحب نے ان کو خاموش کرانے کے لئے کہا کوئی بات نہیں کوئی بات نہیں۔ مگر مجھے خان میر کا احمدیوں پر اس طرح الزام لگانا بُرا معلوم ہوا۔ اور میں نے کہا کہ آج انکی جگہ کوئی ہندوستانی پہرہ دار مقرر کر دیا جائے۔ (تا انکی جان خطرہ میں نہ پڑے) وہ عید الاضحیہ کا دن معلوم ہوتا ہے۔ میں نماز کے لئے اُٹھتا ہوں اور اس کمرے میں گیا ہوں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھا کرتے تھے وہاں میاں بشیر احمد صاحب بھی موجود ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گاندھی جی بھی بطور مہمان آئے ہوئے ہیں۔ میں میاں بشیر احمد صاحب سے کہتا ہوں کہ گاندھی جی کی حفاظت کے لئے پہریداروں کا انتظام کریں۔ اور تاکید کرتا ہوں کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے انہوں نے کہا بہت اچھا ابھی انتظام کر دیتا ہوں۔ میں نے پھر اس بات پر زور دیا کہ دیکھیں! عورتوں سے بھی زیادہ انکی حفاظت کی جائے۔ انہوں نے یہ سن کر تعجب سے کہا۔ عورتوں سے بھی زیادہ!! میں نے کہا ہاں وہ ہمارے مہمان ہیں۔ اور مہمان کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ جب آنکھ کھلی اور میں خواب کے اس حصے پر غور کرنے لگا کہ اگر مجھے قید کیا گیا۔ تو جیل میں پہلی رات ہی جو مجھے آئے گی۔ اس میں خدائی قہر سے ہندوستان کے بڑے افسر بھی مرجائیں گے۔ اور انگلستان کے بڑے افسر بھی مرجائیں گے تو ابھی اسپر ایک منٹ بھی پورا نہ گذرا تھا۔ کہ یکدم زلزلے کے دو جھٹکے آئے (اس وقت عین بارہ بجے کا وقت تھا) میں نے گھر والوں کو جگا کر بتایا۔ تو پہلے تو انہوں نے کہا کہ یہ وہم ہی نہ ہو۔ مگر میں نے کہا وہم نہیں بلکہ میں جاگ رہا تھا۔ جب زلزلے کے جھٹکے آئے۔ پہلے شمال کی طرف والا دروازہ ہلا۔ پھر جنوب والا دروازہ ہلا۔ تب انہوں نے کہا ٹھیک ہے زلزلہ ہی تھا۔ کیونکہ بجلی کا لمپ جو سر پر لٹک رہا ہے زور سے ہل رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ خدا تعالیٰ نے دو نشان دکھائے ہیں۔ ادھر خواب میں بھی دو ملکوں کے بڑے افسروں کے مرجانے کا ذکر تھا۔ اور ادھر زلزلے کے بھی دو جھٹکے آئے گویا اللہ تعالےٰ نے یہ یقین دلایا ہے

کہ اگر ایسا ظلم ہوگا۔ تو انگلستان اور ہندوستان دونوں ملکوں کے ظالموں پر تباہی آئے گی۔

اس رؤیا سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید بعض پادری اور ان کے ہمدرد ہندوستان کی آزادی کے راستہ میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کریں۔ اور لوگوں کو راغب کرنے کے لئے ان لوگوں کی طرف سے مشہور کیا جائے کہ حکومت بھی ان کے ساتھ ہے اور اندر سے ہندوستان کی آزادی کی حامی نہیں ہے کیونکہ رؤیا میں میر صاحب نے جن کو میں نے حکومت کا نمایندہ سمجھا ہے حکومت کو اس الزام سے بری قرار دیا ہے۔ اور پادری کی حرکت کو غیر حکومتی کوشش قرار دیا ہے۔ اس رؤیا میں اس طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ ہندو مسلمان کی صلح ہونی چاہیئے۔ اور ایک دوسرے کی انہیں حفاظت کرنی چاہیئے۔ اور اسلام کی ترقی کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ گاندھی جی تو ہمارے مہمان ہیں اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ کتنے بھی انقلابات آئیں آخر اسلام ہی جیتے گا کیونکہ مہمان کا لفظ عارضی طور پر آنے والے کے لئے بولا جاتا ہے۔ پس اس فقرہ سے یہ مطلب ہے کہ ہندو مذہب ہندوستان میں عارضی ہے۔ آخر اسلام ہی پھیلے گا۔ اور ممکن ہے کسی وقت خود گاندھی جی قادیان بھی آئیں۔ میں تو سیاسیات سے الگ رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ سوائے اس کے کہ ہندوؤں کو بھی نیک مشورہ دے دیا۔ اور مسلمانوں کو بھی نیک مشورہ دے دیا یا مصیبت زدہ کے حق میں اور ظالم کا ظلم روکنے کے لئے کسی کو تنبیہ کر دی۔ اس سے زیادہ کبھی نہیں کیا۔ مگر اب متواتر اس قسم کی خوابوں رؤیا اور کشوف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ مجھے ہندو مسلم صلح کے لئے یا ہندوستان کی آزادی کے لئے کسی اقدام کے لئے دھکیل رہا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ کس رنگ میں ہوگا۔ آیا صرف دعاؤں کے ذریعہ سے یا نصیحت کے ذریعہ سے یا اس سے زیادہ کسی عملی اقدام کے ذریعہ سے جب وقت آئے گا خود یہ بات ظاہر ہو جائیگی بہرحال ہماری جماعت میں سے ہر شخص کو یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ اور پختہ عزم کر لینا چاہیئے۔ کہ کچھ بھی ہو۔ وہ تبلیغ اسلام سے پیچھے نہ ہٹے گا۔ آیندہ قریب کے زمانے میں بڑے بڑے تغیرات رونما ہونے والے ہیں۔ اور وہ وہ باتیں بھی آنے والی ہیں۔ جو وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں۔ ہماری جماعت کو دن رات دعاؤں میں لگے رہنا چاہیئے۔ کہ خدا تعالیٰ موجودہ بے چینی اور بدامنی کو دور فرمائے۔ امین

شذرات

(ابو المنیر نور الحق نائب مدیر)

۱۔ معذرت

اگست کا رسالہ طبع ہو کر پیک (Pack) ہو چکا تھا۔ اور ستمبر کا رسالہ لکھا جا رہا تھا۔ کہ ڈاک خانہ کی طرف سے یہ اطلاع ملی کہ جب تک ۱۹۴۶ء کے لئے فرقان کا رجسٹرڈ ایل نمبر ری نیو (Renewal) ہو کر نہیں آ جاتا۔ اس وقت تک فرقان نہیں لیا جائے گا۔ اس اطلاع پر بہت دوڑ دھوپ کی گئی تا جلد رجسٹرڈ نمبر مل جائے۔ لیکن کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهٖ کے مطابق اب جا کر مشکل کشائی ہوئی ہے۔ اور ہمیں نمبر ملا ہے۔ رسالہ کے رُک جانے کا اعلان الفضل میں کر دیا گیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا یہ اعلان سب خریداران فرقان تک نہیں پہنچا۔ اس لئے بہت سے اصحاب نے خطوط کے ذریعہ فرقان کے نہ پہنچنے کا شکوہ کیا۔ دفتر ان سب دوستوں کو فرداً فرداً خط لکھ کر حالات پیش آمدہ سے اطلاع دیتا رہا ہے۔ اور اب وہ اس تحریر کے ذریعہ سے ادارہ کی طرف سے معذرت پیش ہے۔ مجبوری کی بنا پر ستمبر اور اکتوبر کے رسالہ کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح نومبر اور دسمبر کا رسالہ بھی اکٹھا ہی شائع ہوگا۔ انشاء اللہ

۲۔ من چہ مے سرائیم و طنبورہ من چہ مے سرائید

امیر غیر مبائعین اپنی تعداد پانچہزار بتاتے چلے آئے ہیں۔ (پیغام بابت) اور یہ اس لئے کہ تا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک کشف کو اپنے اوپر چسپاں کر سکیں حالانکہ خود غیر مبائعین کے بیانات اس بات کو ثابت کر رہے ہے کہ انکی تعداد پانچہزار نہیں۔ چنانچہ اس کے متعلق ہم نے فرقان فروری ۱۹۴۶ء میں غیر مبائعین کے شائع کردہ اقوال کی بنا پر مدلل طور پر ثابت کیا تھا۔ کہ ان کا اپنی تعداد پانچہزار بتانا کسی طرح بھی درست نہیں۔ اس ضمن میں حال ہی میں ایک تازہ ثبوت اخبار پیغام صلح نے ہمارے لئے مہیا کیا ہے۔ جو غیر مبائعین کے پانچہزار ہونے کے دعویٰ کی تردید کرتا ہے۔ اور وہ ثبوت یہ ہے کہ اخبار ایمان نے غیر مبائعین کی جماعت کے متعلق ایک چھوٹا سا مقالہ لکھا ہے جسے اخبار پیغام صلح ۱۱ ستمبر نے لفظاً

نقل کیا ہے۔ اس مقالہ میں ان کی تعداد آٹھ دس ہزار بیان کی گئی ہے۔ اخبار پیغام صلح نے اس مقالہ میں بیان شدہ تعداد کو بغیر کسی تردیدی نوٹ کے شائع کر دیا ہے جس سے یہ واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ غیر مبائعین کی وہ اصل تعداد نہیں۔ جو ان کے امیر وقتاً فوقتاً اور ان کے اکابر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف کو منطبق کرنے کے لئے بیان کرتے رہتے ہیں۔ وگرنہ اخبار پیغام صلح اپنے امیر کے خلاف من چہ سرائیم و طنبورہ من چہ سرائید والا حساب نہ کرتا کہ امیر غیر مبائعین تو بار بار یہی کہیں کہ انکے اتباع پانچہزار ہیں لیکن ایڈیٹر صاحب اپنے دس ہزار ہونے کا پروپیگنڈا کریں۔ اگر امیر غیر مبائعین کی بات درست ہے تو اخبار پیغام صلح کے ایمان کے مقالہ کو طبع کرنے سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ غیر مبائعین ہوا کا رُخ دیکھ کر باتیں کرتے ہیں جب غیر احمدیوں کو تعداد بتانی مقصود ہوتی ہے۔ تو تعداد بڑھا چڑھا کر پیش کی جاتی ہے تاکہ اپنی تعداد کا رُعب ڈال سکیں۔ پس ان حالات میں ہم یہ گزارش کرنے پر مجبور ہیں کہ اگر غیر مبائعین کی تعداد بالفرض دس ہزار ہے تو پھر ان کا اپنے آپ کو پانچہزار کہنا محض خلاف واقعہ ہے اور اور اگر وہ پانچہزار ہیں تو ان کا اپنے آپ کو دس ہزار مشہور کرنا غلط پروپیگنڈا ہے جس کی اجازت احمدیت نہیں دیتی۔ اور نہ کوئی اور مذہب دیتا ہے۔

۳۔ مبلغین کی تعداد پوری کرنے کا طریق

ایک عرصہ سے پیغام میں چند مبلغین کے حصول کے لئے اعلانات ہو رہے ہیں چنانچہ یہی اعلان ستمبر کے پیغام صلح میں بھی دہرایا گیا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ تعداد پوری نہیں ہوتی۔ اور نہ کوئی غیر مبائع اس کے لئے تیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی وقف کرے ان حالات میں ہم اکابر غیر مبائعین کو یہ مشورہ دیتے ہیں۔ کہ وہ اپنی اولادوں کو اس کے لئے میدان میں لا کھڑا کریں۔ امیر غیر مبائعین کے دو لڑکے ہیں شیخ مصری صاحب کی بھی اولاد ہے۔ اسی طرح اور اکابرین کی بھی اولاد ہے۔ یہ سب اگر اپنی اولادوں کو تبلیغ کے کام کے لئے موقف کر دیں۔ تو ان کو بار بار پیغام صلح کے اوراق سیاہ کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے لیکن اگر وہ اپنی اولادوں کو تو دنیا کمانے کے لئے لگا دیں۔ اور دوسروں کو تبلیغ کے لئے اپنی اولادیں وقف کرنے کے لئے لکھیں۔ تو کون ایسا شخص ہے جو اس نمونہ کے پیش نظر اپنی اولاد کو پیش کرے گا۔ پس کیا ہی اچھا ہو۔ جو امیر غیر مبائعین اور دیگر اکابر غیروں کے لئے نمونہ بنیں۔ اور اپنی اولادوں کو دنیا طلبی سے ہٹا کر دین کے لئے وقف کر دیں۔

۴۔ مولوی عمر الدین صاحب شملوی کا غلط پروپیگنڈا

مولوی عمر الدین صاحب نے پیغام صلح ۷ راگست میں قاضی محمد نذیر صاحب کو پانصد روپے کا ایک چیلنج دیا تھا۔ جس کو جناب قاضی صاحب موصوف نے فرقان اگست میں منظور کر لیا۔ اور مولوی عمر الدین صاحب کو یہ پرچہ بھی بھجوا دیا گیا تھا۔ اب چیلنج کے منظور کرنے پر تین ماہ گزر چکے ہیں لیکن مولوی عمر الدین صاحب ایسے خاموش بیٹھے ہیں کہ گویا ان کے مُنہ میں زبان نہیں۔ بہتر ہو کہ مولوی صاحب اب کی دفعہ اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے پانصد روپیہ انعامی قاضی صاحب کو بھجوا دیں۔ اور آئندہ غلط پروپیگنڈا سے اور بات بات پر انعامی چیلنج دینے سے باز آئیں کیونکہ اس سے انکی ہی سُبکی ہوتی ہے۔ اور انہیں کسی قسم کا فائدہ نہیں۔

۵۔ سواد اعظم

غیر مبائعین ہماری اکثریت کے مقابل پر بے سوچے سمجھے یہ کہدیتے ہیں کہ مبائعین کی اکثریت انکی صداقت کی دلیل نہیں۔ حالانکہ جس قسم کی اکثریت خدا تعالیٰ نے مبائعین کو دی ہے وہ ہر دیکھنے والے کیلئے صداقت کا بین ثبوت ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیوں کے مطابق ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً بتایا کہ "

"مَیں تیرے خالص اور دلی محبتوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔ اور ان میں کثرت بخشوں گا۔ اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے۔ جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے"

پس مبائعین کی اکثریت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مذکورہ بالا پیشگوئی کے ماتحت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس علیہ السلام سے یہ وعدہ فرمایا۔ کہ آپ کے خالص اور دلی محب تعداد میں بڑھ جائیں گے۔ اور وہ عام مسلمانوں پر غالب آجائینگے۔ اب غیر مبائعین خود ہی فیصلہ کریں کہ وہ کونسی جماعت ہے۔ جو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے اور کس کے آثار ایسے ہیں کہ وہ دوسرے مسلمانوں پر ہر لحاظ سے فائق ہو جائے گی۔ اور جو جماعت اس قسم کی ہو۔ وہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحیح مسلک کو اختیار کئے ہوئے ہے۔

حضرت مصلح موعود کے متعلق چند پیشگوئیاں

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

(ابو المنیر نور الحق نائب مدیر)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مختلف ناموں کے ساتھ پکارا ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر حضرت اقدسؑ اپنے دو شعروں میں یوں کرتے ہیں:۔

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں ۔ نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
میں اک شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے ۔ میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار

اللہ تعالیٰ کا حضور کو ان مذکورہ انبیاء کے ناموں کے ساتھ پکارنے کا یہ مطلب تھا۔ کہ آپ کو وہی حالات ذاتی اور جماعتی طور پر پیش آئینگے جو ان انبیاء کو ان کے زمانہ میں پیش آئے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا حضور کو ان ناموں کے ساتھ پکارنا اختصاراً متعدد پیشگوئیوں کا اعلان تھا۔ جب ہم حضور کے سوانح حیات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں واضح طور پر یہ پیشگوئیاں پوری ہوتی نظر آتی ہیں اور حضور کے حالات زندگی بتاتے ہیں کہ واقعی آپ کو ویسے ہی حالات سے گزرنا پڑا جیسے کہ ان انبیاء کو جن کے ناموں کے ساتھ حضور کو موسوم کیا گیا تھا۔ یہ بیان کرنے کے لئے کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان انبیاء کے حالات پیش آئے جن کے ناموں کے ساتھ آپ کو موسوم کیا گیا تھا۔ ایک خاص تفصیل چاہتا ہے جس کا یہ موقعہ نہیں۔ اس لئے میں اس وقت صرف ان پیشگوئیوں کو بیان کرتا ہوں۔ جو اختلاف سلسلہ کے مٹانے میں ممد اور مشعل راہ بن سکتی ہیں۔

سو جاننا چاہیئے کہ سب سے پہلا نام جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ذکر کیا ہے۔ وہ آدم ہے اس نام سے حضور کو پکارے جانے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کو آپ کی زندگی میں حضرت آدم علیہ السلام کے واقعات زندگی پیش آئینگے۔ جب ہم قرآن مجید پر غور کرتے ہیں۔ اور ان واقعات کو دیکھتے ہیں جو

حضرت آدم علیہ السلام کے ذکر میں بیان کئے گئے ہیں۔ تو وہاں حضرت آدم کے دو لڑکوں کے اختلاف اور جھگڑا کا واقعہ پاتے ہیں۔ جو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ (مائدہ رکوع ۵) یعنی آدم کے دو بیٹوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی قربانیاں پیش کیں۔ ایک کی قربانی اس کی خلوص نیت کے باعث قبولیت پا گئی۔ اور دوسرے کی قربانی دُنیا کی ملونی کے باعث رد کر دی گئی۔ یہ لڑکا جسکی قربانی رد کر دی گئی تھی۔ دوسرے کے مقابل پر کھڑا ہو گیا اور اس عزت کی چادر کو جو خدا نے قربانی کے نتیجہ میں اسے پہنائی تھی۔ پھاڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسپر خدا کے مقبول نے دوسرے کو سمجھایا۔ کہ دیکھو اللہ تعالیٰ صالح اور متقیوں سے قربانیاں قبول کیا کرتا ہے۔ چونکہ تم نے تقوٰے کو چھوڑ دیا۔ اور دین کے ساتھ دنیا کی ملونی کر لی۔ اسواسطے تمہاری قربانی رد کر دی گئی لیکن اسے یہ بات سمجھ نہ آئی۔ اور خدا کے مقبول بندے کے مقابل کھڑا ہو کر خدا کا مغضوب ہو گیا۔ اور اس طرح جہنم کو خرید لیا۔

جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں اختلاف ہوا۔ اسی طرح انکے مثیل یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو بیٹوں میں اختلاف رونما ہوا۔ ایک لڑکا تو رُوحانی اور جسمانی دونوں لحاظ سے حضور کی اولاد میں سے تھا۔ اور دوسرا صرف روحانی لحاظ سے۔ اول الذکر لڑکے کی قربانی کو اللہ تعالیٰ نے حسب دستور قبول فرمایا۔ اور اسے مقام خلافت عطا کیا۔ اور دوسرے کو دُنیا کی ملونی کی وجہ سے رد کر دیا گیا۔ اور اس کے رد کر دینے کی وہی وجہ تھی۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کے مقبول لڑکے نے بیان کی تھی کہ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ یعنے اللہ تعالیٰ صالح اور متقیوں سے ہی قربانی قبول کیا کرتا ہے۔ چونکہ موخر الذکر لڑکا تقوٰی اور صالحیت کے مقام کو چھوڑ چکا تھا۔ اس لئے اسے اپنی قربانی کو غیر مقبول دیکھنا پڑا۔

خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ جہاں اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام آدم رکھا۔ تاکہ اختلاف کی طرف مختصراً اشارہ ہو وہاں مماثلت کو پورا کرنے کے لئے غیر مقبول لڑکے کے متعلق بعینہٖ وہی الفاظ الہاماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتا دیئے جو قرآن مجید میں غیر مقبول لڑکے کے متعلق بولے گئے تھے

یعنی "غیر متقی اور غیر صالح" چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس لڑکے کے متعلق الہاماً بتایا گیا۔ کہ "وہ بھی صالح ہوتے تھے اور نیک ارادے رکھتے تھے" چنانچہ حالات نے واقع ہو کر بتا دیا۔ کہ واقعی ان کی صالحیت ختم ہو چکی ہے۔ اور تقوٰے سے دور جا چکے ہیں۔ اور اسی بنا پر انکی قربانیوں کو رد کر دیا گیا ہے۔ اور قربانی کا رد کیا جانا ہی ان کے غیر صالح ہونے کی علامت ہے۔

چونکہ عالم الغیب خدا یہ چاہتا تھا۔ کہ جب حضرت مسیح موعود کے دو لڑکوں میں اختلاف رونما ہو۔ اس وقت لوگوں کو آسانی سے معلوم ہو سکے کہ مقبولِ خدا کون ہے اور غیر مقبول کون۔ اس لئے اس طرف اشارہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس سے آدم کا نام ذکر کرانے کے بعد موسیٰ کا نام ذکر کرا دیا۔ جس سے اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے زمانہ میں اس بات کی ضرورت پیش آئی تھی۔ کہ آپ کا کوئی بوجھ اٹھانے والا ہو۔ اور آپ نے دعا فرمائی تھی کہ "وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ" یعنی اے میرے خدا میرے خاندان میں سے کسی کو میرا بوجھ بٹانے والا بنا۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ کے خاندان میں سے آپ کے بھائی ہارون کو آپ کا ناصر و مددگار مقرر فرما دیا۔ بعینہٖ حضرت موسیٰ کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ ضرورت پیش آئی کہ آپ کے لائے ہوئے مشن کو آپ کا جانشین سنبھالنے والا آپ کے بعد بھی ہو۔ اور حضور نے دعا فرمائی۔ تو اللہ تعالےٰ نے آپ کو بشارت دی۔ کہ آپ کے تخم اور آپ کی نسل سے ایک لڑکا ہو گا۔ جو آپ کے کام کو سنبھالے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثیل ہونے میں اس طرف اشارہ تھا۔ کہ اختلاف کے بعد جو لڑکا آپ کے اہل میں سے ہو گا۔ وہ حق پر ہو گا۔

پھر ان ہر دو تمثیلوں کے بعد تیسرا نام حضرت اقدسؑ نے یعقوبؑ کا ذکر کیا ہے۔ گویا اس کے ذریعہ سے پہلے بیان کردہ مضمون کو اور بھی واضح کر دیا اور بتایا کہ جس طرح حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ دیا گیا تھا۔ اور وہ یوسف حضرت یعقوب کی نسل اور تخم سے تھا۔ اسی طرح سے حضرت اقدس کو ایک یوسف دیا جائے گا جو آپکی نسل سے اور تخم سے ہو گا۔ اور جس طرح پہلے یوسف کو اسکے بھائیوں نے حسد کی بنا پر تنگ کیا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے تخم سے ہونیوالے یوسف کو حضور کی جماعت کے بعض حاسدین تنگ کرینگے۔ لیکن جس طرح سے یوسف نے اعزاز پایا۔ دوسرا یوسف بھی اعزاز پائے گا۔ اور مخالفین کو ندامت اٹھانی پڑیگی اور تائب ہونا پڑے گا

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت یعقوبؑ کے مثیل قرار دینے میں اس طرف اشارہ تھا کہ جب حضور کی جماعت میں اختلاف ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کے تخم سے ہونے والے لڑکے کو نوازیگا۔ اور اعزاز بخشے گا۔ تو اس وقت جو حاسدین مقابل پر کھڑے ہونگے وہ غلطی پر ہونگے اور ان کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

اس سب مضمون کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح کیا۔ اور فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کا وہ لڑکا جو حق پر ہوگا۔ اسکی نہ صرف یہ علامت ہوگی کہ وہ آپ کے اہل میں سے اور آپ کے تخم میں سے ہوگا۔ بلکہ آپ کے مشن کو کامیاب کرے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائینگی۔ اور دنیا میں اس کے ذریعہ سے احمدیت پھیلے گی۔ چنانچہ اس بات کو ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو ابراہیمؑ اور داؤدؑ کا نام دیا۔ اور اس میں اس مضمون کی طرف اشارہ تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اسماعیل جیسا فرزند دیا۔ اور داؤدؑ کو سلیمان سا اسی طرح آپ کو آپ کی نسل سے ایک فرزند دے گا۔ اور پھر جس طرح حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ شریک ہو کر حضرت اسماعیل نے کعبہ بنایا۔ اسی طرح دوسرا اسماعیل حضرت اقدسؑ کے ساتھ شریک ہو کر اسلامی عمارت کو مکمل کریگا اور پختہ کرے گا۔ اور جس طرح حضرت سلیمان اپنے باپ کے وارث ہوئے نبوت کے لحاظ سے بھی اور رعب و شاہت کے لحاظ سے بھی۔ اسی طرح دوسرا سلیمان بھی اپنے باپ کا وارث ہوگا یعنی حُسن و احسان میں نظیر ہوگا۔ اور اس کو داؤدؑ کا تخت ملے گا۔ یعنی وہ خلیفہ ہوگا۔

الغرض یہ سب پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دو لڑکوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ ایک لڑکا حضور کے رُوحانی اور جسمانی اہل سے تھا۔ اور ایک صرف رُوحانی اہل سے۔ جو صرف رُوحانی اہل سے تھا۔ اسکی قربانی صرف اسواسطے مردود ہوگئی۔ کہ وہ صالحیت کے مقام کو کھو چکا تھا۔ جسکی قربانی خدا نے قبول کی۔ اور جسکی علامت یہ تھی۔ کہ وہ جسمانی اور روحانی طور سے یعنی دونوں لحاظ سے حضرت مسیح موعود کا لڑکا ہوگا۔ اسے خدا نے اعزاز دیا۔ اور مقام خلافت عطا کیا۔ اور وہ سب کچھ دیا جو اس کے باپ داؤد کو دیا تھا۔ اور اس کے ہاتھ سے اسلام کی عمارت ویسے ہی بلند ہوئی۔ جس طرح حضرت اسماعیل سے کعبہ کی ظاہری عمارت بلند ہوئی تھی۔ سو خدا کی باتیں پوری ہوئیں۔ اور ایک کو علیین کا مقام ملا۔ اور ایک کو اسفل سافلین کا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سُنے۔ تا خدا کے سامنے سرخرو ہونے کی حالت میں پیش ہو۔

"النبوۃ فی الاسلام"

(از جناب مولوی محمد علی صاحب امیر احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور)

(مکرم سید احمد علی صاحب مولوی فاضل)

"میرا عقیدہ دربارۂ نبوت مسیح موعود کیا تھا۔ میں نے اس کو ابتدائے اختلاف میں ہی کھول کر بیان کر دیا تھا۔ میں پہلے بھی اسی پر قائم تھا۔ اب بھی اسی پر قائم ہوں۔ اور انہی الفاظ میں پھر اپنے عقیدے کو نقل کرتا ہوں"۔ (خاکسار محمد علی ۱۶ جنوری ۱۹۱۸ء)

"برادران! یہی مسئلہ نبوت پر مسئلہ تکفیر اہل قبلہ کی بھی بنیاد ہے۔ پس ہر ایک احمدی کا فرض ہے کہ وہ بطور خود اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرے"

محمد علی۔ لاہور۔ احمدیہ بلڈنگس ۲۵ دسمبر ۱۹۱۵ء

(۱) "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ"

"ہمیں بھی اسی وسیع دعا کو کرنے کا حکم ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ اور اس کی قبولیت بھی یقینی ہے۔ کیونکہ اگر وہ مدارج جو منعم علیہ لوگوں کے لئے خدا کسی دوسرے کو دے سکتا ہی نہ تھا تو پھر ہمیں یہ دعا سکھلانے کے کیا معنی؟ مخالف خواہ کوئی ہی معنے کرے۔ مگر ہم تو اسی بات پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے۔ صدیق بنا سکتا اور شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے۔ مگر چاہیئے مانگنے والا۔" (اخبار الحکم ۱۸ جولائی ۱۹۰۶ء ص)

(۲) "فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ"

"قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (سورہ یونس رکوع ۲) گویا اس آیت شریفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخالفین کو علی الاعلان یہ فرماتے ہیں۔ کہ اس دعویٰ نبوت سے پہلے بھی تو میں ایک عمر (۴۰ سال) تمہارے اندر گذار چکا ہوں اور تم میرے حالات سے بخوبی واقف ہو۔ پس تم میرے اس حصہ زندگی پر اگر کوئی عیب لگا سکتے ہو۔ تو لگاؤ۔ ...... پس جس طرح

قرآن شریف نے کفار کو ملزم کیا۔ اسی طرح آج وہ لوگ بھی ملزم ٹھہرتے ہیں جو جانتے ہیں۔ اور اگر جانتے نہیں تو تحقیق کر سکتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی قبل از دعویٰ مسیحیت ایک بالکل بے لوث اور اعلیٰ درجہ کی راستبازی کی زندگی تھی۔ اور عجیب تر یہ کہ ان کے الہامات میں بعینہ وہی عبارت پائی جاتی ہے جو وحی قرآنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ آپ کے الہام کے یہ لفظ ہیں۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ اب کوئی شخص خدارا غور کرے کہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی قبل از دعویٰ مسیحیت بعینہ اسی قسم کی بے لوث زندگی ہے یا نہیں۔ جیسے انبیاء کی ہوتی ہے؟" (رسالہ ریویو اردو جون سنہ ۱۹۱۶ء صفحہ ۲۳۰ و ۲۳۱)

(۳) "اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا الخ" "لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا الخ"

"ان لوگوں کے متعلق جو خدا تعالیٰ سے الہام اور وحی پانے کے مدعی ہو کر ایک مذہب یا ایک سلسلہ کی بنیاد رکھتے ہیں۔ ان کے متعلق خدا نے واضح الفاظ میں دو قانون اپنی پاک کتاب میں بیان فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ ...... اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یعنی اس دنیا کی زندگی میں ہی اپنے بھیجے ہوؤں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لاتے ہیں مدد کرتے ہیں اور دوسرا قانون یہ ہے کہ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹے مدعی نبوت کو نصرت نہیں دی جاتی۔ بلکہ اسے ہلاک کر کے نیست و نابود کر دیا جاتا ہے اب ...... پڑھنے والے خود غور کریں کہ آیا خدا نے اسی طرح مرزا صاحب کے ساتھ کامیابیوں اور نصرتوں کے وعدے قبل از وقت نہیں کئے۔ اور پھر اسی طرح ان کو آپ کی زندگی میں بلکہ آپ کی وفات کے بعد بھی پورا کر کے نہیں دکھایا؟ جس طرح وہ اپنے صادق بندوں کے ساتھ وعدے کیا کرتا اور پھر ان کو پورا کر کے دکھایا کرتا ہے۔ اور جس طرح وہ جھوٹے کو جلدی ہلاک کر کے نیست و نابود کر دیا کرتا ہے۔ اس طرح مرزا صاحب کے ساتھ نہیں کیا۔ پس جس شخص کے ساتھ خدا تعالیٰ اپنی کتاب کے مقرر کردہ قوانین کی رو سے جھوٹوں والا سلوک نہیں کرتا۔ بلکہ صادق اور اپنے سچے رسولوں والا سلوک کرتا ہے۔ اسکی صداقت پر شبہ کرنا خدا تعالیٰ سے جنگ کرنا اور اس کے کلام کی خلاف ورزی کرنا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت کسی

کی صداقت کا نہیں ہوسکتا۔ اور اگر یہ ثبوت کافی نہیں تو پھر کسی نبی کی نبوت ثابت نہیں ہوسکے گی"

(رسالہ ریویو اردو جون۔ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۲۹۴/۲۹۵)

(۴) "مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ" "وہ کلیم جس کو خدا تعالےٰ نے اس زمانہ کا مصلح کر کے بھیجا مرزا غلام احمد ہے۔ مرزا غلام احمد کون ہے؟ اس کا جواب ہم یسعیاہ نبی کے مفصلہ ذیل الفاظ میں حوالہ قلم کرتے ہیں۔ "سنو اے آسمانو۔ اور کان لگاؤ اے زمین کہ خداوند فرماتا ہے کس نے اس راستباز کو پورب کی طرف سے برپا کیا" یسعیاہ ۱:۲ و ۴۱:۲۔ پھر اس سوال کا جواب ہم قرآن کریم کے الفاظ میں دیتے ہیں۔ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ"

(ریویو اردو جولائی ۱۹۱۳ء صفحہ ۲۳۶)

(۵) "هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ" "اللہ تعالیٰ نے ایک مامور کو مبعوث فرمایا ہے تاکہ اسکی ہستی کا یقین وہ دلوں میں پیدا کرے اور ان کو خدا کی قدرتوں کے وہ نمونے دکھاوے جو ان سے پہلے انبیاء کے وقتوں میں لوگوں نے دیکھے کیونکہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تازہ نشان خدا کی قدرت بغیر وساطت مامور من اللہ اور نبی کے ظاہر نہیں ہوسکتے ۔ ۔ ۔ اسی مقصد کے ذریعہ سلسلہ احمدیہ اس غرض کو پورا کرنا چاہتا ہے جو قرآن شریف میں مسیح موعود کے آنے کی اصل غرض بتائی گئی ہے یعنی دین اسلام کو کل دینوں پر غالب کرنا ۔ ۔ ۔ اسی غلبہ کے متعلق جس کو مسیح موعود کی آمد کی غرض ٹھہرایا گیا ہے قرآن کریم فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ اس آیت کے متعلق یہ مانا گیا ہے کہ یہ غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ہوگا۔ چنانچہ جو جوش سلسلہ احمدیہ میں اشاعت دین اسلام کے لئے ہے اسکی نظیر دوسرے مسلمانوں میں کہیں نہیں ملتی۔" (ریویو اردو مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۹۳)

(۶) "وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا" "فارسی الاصل" (رجل من ابناء فارس) کے متعلق جو پیشگوئی وارد ہوئی ہے اسکی جڑھ قرآن شریف میں موجود ہے۔ چنانچہ سورۃ الجمعہ میں آیا ہے هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ترجمہ:۔ خدا تو وہ ہے کہ جس نے اُمّی لوگوں میں سے یہ رسول مبعوث کیا کہ انہیں اسکی آیات سنائے۔ اور انہیں پاک بنائے اور کتاب وحکمت کی انکو تعلیم دے گو وہ پہلے عیاں طور غلطی میں پڑے ہوئے تھے۔ اور نیز آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم ہوگی جو ابھی ان میں شامل نہیں۔ وہ قوم بھی انہیں کے ہمرنگ ہوگی۔ اور ان میں بھی اسی طرح نبی مبعوث ہوگا۔ جو انہیں خدا کی آیات سنائے گا۔ اور انہیں پاک بنائے گا۔ اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے گا۔ اور خدا غالب اور حکمت والا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس آیت کریمہ میں جن لوگوں کے درمیان اس فارسی الاصل نبی کی بعثت لکھی ہے انہیں آخرین کہا گیا ہے۔“ (ریویو اردو مارچ ۱۹۰۷ء صـ ۹۶)

(۷) ”عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ“

(الف) ”قرآن شریف نے پیشگوئی کو نبوت کی صداقت کا بڑا معیار ٹھہرایا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ۔“ (ریویو اردو اپریل ۱۹۰۶ء صـ ۱۳۵)

(ب) ”حضرت مسیح موعود پر اگر کوئی مطالبہ ہو سکتا ہے تو منہاج نبوت کے رُو سے ہی ہو سکتا ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوگا کہ پھر مابہ الامتیاز کیا ہے؟ جس سے جھوٹے اور سچے میں شناخت ہو۔ ۔ ۔ ۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ اوّل تو خود پیشگوئیوں میں کثرت اور کیفیت کو دیکھنا چاہیئے کیونکہ قرآن شریف سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اظہار علی الغیب اللہ تعالیٰ انبیاء اور رسل کے لئے مخصوص کرتا ہے یعنی کثرت سے غیب کی اطلاع دینا۔ پس پہلی بات دیکھنے والی یہ ہوتی ہے کہ ایک مدعی کی پیشگوئیوں میں سچی پیشگوئیوں کی کثرت پائی جاتی ہے کہ نہیں؟ سو اس معیار کی رو سے پرکھ کر دیکھ لو تو حضرت مسیح موعود کو اپنے دعوٰی میں سچا پاؤ گے۔ اور باقی جس قدر لوگ اُٹھے ہیں وہ اس معیار کی رُو سے جھوٹے ثابت ہونگے۔“

(ریویو اردو جولائی ۱۹۰۸ء صـ ۲۹۲)

(۸) ”لٰكِنْ رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ“

(الف) ”ایسا ہی قرآن شریف میں لکھا ہے کہ یہ نبی ہمیشہ زندہ رہے گا اور

اسکی رُوحانی برکات کا کبھی اختتام نہ ہوگا۔ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ لیکن یہ اللہ کا رسول ہے اور نبیوں کی مُہر جو کبھی نہ ٹوٹے گی"

(ریویو اردو جولائی ۱۹۰۲ء صـ ۲۹۱)

(ب) "یہ سلسلہ سچے معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین مانتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ **کوئی نبی خواہ وہ پُرانا ہو یا نیا آپؐ کے بعد ایسا نہیں آسکتا جسکو نبوّۃ بدوں آپؐ کے واسطہ کے مل سکتی ہو** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا تعالیٰ نے تمام نبوّتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دیئے۔ مگر آپؐ کے متبعین کامل کے لئے جو آپؐ کے رنگ میں رنگین ہوکر آپؐ کے اخلاق کاملہ سے نور حاصل کرتے ہیں انکے لئے یہ دروازہ بند نہیں ہُوا کیونکہ وہ گویا اسی وجود مطہر اور مقدس کے عکس ہیں مگر عام مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپکے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السّلام جو آپ سے چھ سو سال پہلے نبی ہو چکے تھے دوبارہ آئینگے جس سے ختم نبوت کا ٹوٹنا لازم آتا ہے۔ ...... **آنحضرتؐ کی ختم نبوت آپؐ کے کسی بروز کو آنے سے نہیں روکتی۔** البتہ آپؐ کے بعد شریعت کوئی نہیں آسکتی۔" (ریویو اردو مئی ۱۹۰۶ء صـ ۱۸۶)

(ج) "آپ خاتم النّبیین ہیں انبیاء کے لئے مُہر ہیں اب کوئی ایسا نبی نہیں ہوسکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی مُہر اپنے ساتھ نہ رکھتا ہو۔ **غرض نبوّت کے برکات بند نہیں ہوئے بلکہ اب بھی ایسے ہی حاصل ہوسکتے ہیں جیسے کہ پہلے حاصل ہوتے تھے مگر اب کوئی صاحبِ شریعت نبی نہیں آسکتا کیونکہ شریعت قرآن مجید کے ذریعہ کامل ہو چکی ہے اور نہ اب کوئی ایسا نبی پیدا ہوسکتا ہے جو خاتم النّبیین کی اتباع کا سرٹیفکیٹ اپنے ساتھ نہ رکھتا ہو۔**" (ریویو اردو جولائی ۱۹۱۰ء صـ ۲)

"میں پہلے بھی اسی پر قائم تھا۔ اب بھی اسی پہ قائم ہوں۔ اور انہی الفاظ میں پھر اپنے عقیدے کو نقل کرتا ہوں۔

(خاکسار محمد علی ۱۶؍ جنوری ۱۹۱۸ء)

شکریہ

ہم جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ امیر غیر مبائعین کے بیحد شکر گذار ہیں کہ جنہوں نے مارچ ۱۹۱۴ء سے پہلے پہلے قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیات سے استدلال کر کے اس امر کا واضح ترین فیصلہ کر دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوّت کے مسئلہ میں جماعتِ احمدیہ اور غیر مبائعین میں سے کونسا فریق جناب مولوی صاحب کے بیان کردہ سابقہ عقائد پر قائم ہے اور کونسا فریق ان عقائد میں تبدیلی کا مجرم ہے۔ امید ہے کہ غیر مبائعین میں سے حق و صداقت کے پیاسے اپنے امیر جناب مولوی محمد علی صاحب کے مندرجہ بالا بیانات پر غور کر کے اصل حقیقت کو پانے کی ضرور کوشش کریں گے۔

شیخ منصور گر سامری کے قدموں پر.

(مکرم خان صاحب قاضی محمد رشید صاحب سی۔جی۔او سکندر آباد)

کچھ عرصہ سے پیغام صلح کے بعض مضمون نگار نامناسب طریق اختیار کرتے چلے آرہے ہیں اور قرآن مجید کے سنہرے اصل اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ اور جَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ کو ناقابلِ عمل قرار دیکر پیٹھ کے پیچھے پھینک چکے ہیں۔ چنانچہ ہماری اس بات کی تائید شیخ مصری صاحب اور دیگر غیر مبائعین کے وہ مضامین کرتے ہیں جو ایک کافی عرصہ تک پیغام صلح کے اوراق پر آرہے ہیں۔ یکم مئی کے اخبار پیغام صلح میں ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کی طرف سے ایک مقالہ لکھا گیا جس میں برملا طور پر انہوں نے ہمارے محبوب آقا حضرت مصلح موعود کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کئے۔ اسپر فرقان ماہ مئی میں ایڈیٹر صاحب کو پرزور الفاظ کے ذریعہ توجہ دلائی گئی لیکن ہماری یہ آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ اسکے بعد قادیانی خلافت کے عنوان سے دو اقساط پیغام میں شائع ہوئیں۔ اور ان میں نہایت سخت کلامی سے کام لیا گیا۔ اسکے بعد اب عزیز بخش صاحب جائنٹ سکرٹری نے ۳۱ جولائی کے اخبار پیغام میں مبائعین کے متعلق ایک مضمون لکھتے ہوئے اس قسم کی تحریر کی طرز رکھی ہے۔ جس کو پڑھ کر ہر شریف شخص ہونٹوں پر انگلیاں رکھے گا۔

پیغام صلح کی اس پے در پے دل آزاری کی بناء پر خاکسار نے ایک مقالہ "انتھوا خیراً" لکھ کر عنوان سے فرقان ماہ اگست میں شائع کیا تھا۔ لیکن چونکہ ہماری اس بار بار کی احتجاج کا ایڈیٹر صاحب پیغام صلح پر کچھ اثر نہیں ہو رہا۔ اس لئے ہم ایسے مضامین شائع کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ جن میں ان گالیوں کے بھرے ہوئے مضامین کے پس پردہ جو امور ہیں۔ ان کو ناظرین کے سامنے لایا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ مصری صاحب اور دیگر غیر مبائعین کا گالیاں دینا اور امیر غیر مبائعین کا اسپر خاموش رہ کر ان کی پیٹھ ٹھونکنا کس وجہ سے ہے ماہ ستمبر کے شمارہ میں ہم اس جوابی سلسلہ مضامین کی پہلی قسط درج کرتے ہیں

(نائب مدیر)

شیخ مصری صاحب کی ناکام کوشش

جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ مارچ ۱۹۱۴ء سے لے کر آج تک غیر مبائعین کے امیر چلے آتے ہیں۔ اس بتیس ۳۲

سال کے لمبے عرصہ میں نہ تو مولوی صاحب موصوف نے اور نہ ہی اُن کے پُرانے عقیدت مندوں میں سے کسی ایک صاحب نے اشارۃً یا کنایۃً کبھی اس امر کا دعویٰ یا اظہار کیا کہ امیر غیر مبائعین وہ "منصور" ہیں جس کا ذکر ابوداؤد کی حارث والی حدیث میں آتا ہے اور جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام "خوشحال ہے خوشحال ہے" تذکرہ کے صفحہ ۱۸۲ پر درج ہے لیکن جناب مولوی محمد علی صاحب کے ایک حدیث العہد اور لاڈلے مرید کی ستم ظریفی اور جسارت ملاحظہ ہو کہ اُس نے بَصُرتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوا بِہٖ والی متکبرانہ رُوح کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی تنتیس سو سال کے گلے سڑے۔ بھولے بسرے متمرد مُخرج کی یاد کو تازہ کر دیا۔ اور اُس سے باطنی مشابہت اور روحانی مناسبت رکھنے کی وجہ سے اِس ماہر فن نے اپنے پیر مغاں کی متروکہ سی و سہ صد سالہ کُہنہ زنبیل میں سے آلات و ادوات اختلاق نکال کر ۱۹۴۵ء کے اواخر میں یہ تماشہ دکھلا دیا۔ کہ "ذِینَۃَ الْقَوْمِ" یعنی اپنی قوم کے سردار کو بغیر اُسکی داد فریاد سُنے اپنے سحرِ طلسم کا تختۂ مشق بنا کر چشم زدن میں اُس غریب کو جس نے کبھی اپنے آپ کو منصور سمجھنے یا کہنے کی جرأت نہ کی تھی۔ جَوْرًا وَجَبْرًا۔ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا منصور بنا کر رکھ دیا۔ اور زبردستی کی حد کر دی لیکن جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ جس طرح سامری کے عِجْلًا جَسَدًا (سونے کے بچھڑے) میں اُلوہیت کا کوئی شائبہ نہ پایا جاتا تھا جس طرح اس گوسالہ کو هٰذَا اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى کہنے والے سخت جھوٹے تھے اسی طرح اور بعینہٖ اسی طرح مصری صاحب کے "منصور" میں بھی منصوریت کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی۔ اور شیخ منصور گر بھی اپنے "معمول علیہ" کو منصور قرار دینے میں اپنے مثیل کی مانند سچائی کا بے دریغ خون کر رہے ہیں۔ اس جگہ میں اِس امر کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مصری صاحب نے مدح سرائی۔ خوشامد اور مُداہنت کی دار تیار کرنے میں اور پھر اُسے "بلند مقام" پر نصب کرنے میں محنت شاقہ سے کام لیا ہے اور اس اہتمام کے بعد اپنے سردار کو بر سر دار کر کے انہیں "بلند مقام" پر فائز کرنے اور پھر اسی بنا پر اُنہیں "منصور" ثابت کرنے میں بھی سخت زحمت اُٹھائی ہے لیکن چونکہ ہر وہ شخص جسے دار پر چڑھایا جائے منصور نہیں بن سکتا (نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند) اس لئے باوجود اس بات کے کہ شیخ صاحب نے اپنے امیر صاحب کو کچھ کا کچھ بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے بُت منصور اُن سے منحت نہ ہو سکا۔ اور اُن کا سحر "اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ" کی نذر ہو گیا کاش شیخ صاحب سعادت سے بہرہ مند ہوتے نیکی نیت و صدق طویت انہیں میسر ہوتی منبع

کی جولانیاں دکھانے کے لئے انہیں صدق و سداد اور الفت و وداد کا پاکیزہ میدان حاصل ہوتا۔ اور انہیں سچائی کی حمایت میں زورِ قلم دکھانے کی توفیق ہوتی۔ تاکہ وہ مخلوقِ خدا کو بہکانے اور سیدھی راہ سے بھٹکانے کے خطرناک جرم سے محفوظ رہتے۔

مصری صاحب کو منصورگری کا شوق کیوں اور کیسے پیدا ہوُا۔

اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مصری صاحب کے امیر مع اپنے سب مریدوں کے اپنے مقامِ منصوریت سے بالکل بے خبر اور ناآشنا محض تھے تو مصری صاحب کو "منصورگری" کا شوق کیوں پیدا ہوُا۔ اور انہیں "مدعی سست و گواہ چست" کا مصداق بننے کی ضرورت کیوں لاحق ہوئی۔ سو یاد رہے کہ:۔

پہلی وجہ تو وہی اُن کا "بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ" والا شوق خودنمائی ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ یعنی یہ کہ مصری صاحب کو اپنی علمیت۔ شانِ بصیرت۔ اور ہیچمدانی ہیچ مادیگرے نیست کی جو غلط فہمی لگ چکی تھی اُس غلطی نے انہیں اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ وہ کسی ایسے مضمون پر ایسے رنگ میں قلم اُٹھائیں جس مضمون پر اس رنگ میں پہلے کسی نے نہ اُٹھایا ہو۔ تا کہ لوگوں میں اُنکی جدتِ طبع۔ ذہانت۔ فنِ استخراج و استنباط میں غیر معمولی مہارت۔ اور روایت و درایت میں فقید المثال براعت کا ڈنکا بج جائے۔ اور سب یکزبان ہو کر کہہ اُٹھیں ع خوبات کی خدا کی قسم لاجواب کی

لیکن "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ" جناب شیخ کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ بلکہ ایسا ہوُا کہ جب وہ اپنے امیر صاحب کو منصور ثابت کرنے لگے تو موضوعات کو احادیث خیرالامم قرار دے آئے تھے اور پھر اُن کو بھی اُنکی اصلی صورت میں حسبِ منشاء نہ پا کر اپنے حذف و ایزاد کے خراد پر چڑھا کر فِٹ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ تین فرزندانِ توحید۔ قاسم۔ حسن۔ حدیثہ دینی دلائل تھامے لئے ہوئے شوکت و رعب ایمانی کے ساتھ جو آ دھمکے تو جناب والا کی یہ حالت ہوگئی۔ ع

شوخی و شیخی ختم۔ بس۔ وَاعْتَاضَ عَنْ نُطْقٍ خَمُوْش

دوسری وجہ دوسری وجہ منصورگری کی یہ ہوئی کہ مصری صاحب جو تیئیس سال کا لمبا عرصہ خلیفہ برحق کے زیرِ سایہ گذار چکے تھے اور اس دوران میں انہوں نے خلافت کی عظمت و شوکت۔ عزت و حرمت رعب و جلال۔ دولت و اقبال کو بچشم خود دیکھا ہوا تھا جب تقدیر کے پھوٹنے پر لاہور آ گئے اور یہاں آکر امام مطاع و مختار کی جگہ امیر بے اختیار خلیفہ مخدوم کالبدر فی النجوم کی جگہ شکست خوردہ و مہزوم سالارِ پسپا شدہ ہجوم، تذکرہ

کو پایا۔ اوج کی حضیض اور خیر کے عوض ضیر کو دیکھا تو انہیں ان کے جذبہ رقابت۔ احساسِ شقاوت اور حق کی عداوت نے مجبور کردیا کہ وہ اپنی محرومی و بدقسمتی اور شرمندگی کو چھپانے کے لئے خلافت کے خلا کو کسی خلافت نما چیز سے پُر کردیں۔ باقی جملہ غیر مبائعین میں منصورگری کا احساس اس لئے پیدا نہیں ہوسکا۔ کہ وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں خلافت کو منسوخ کرکے اس پر بتیس ۳۲ برسیاں منا چکے ہوئے تھے اور خلافت کے خلا سے ایسے مانوس ہوچکے ہوئے تھے۔ کہ اُنکی نظروں میں یہ خلا ایک زینت بن چکا ہُوا تھا۔ جس کا پُر کرنا انہیں گوارا ہی نہ تھا۔ مگر شیخ صاحب چونکہ تخت گاہ خلافت کو چھوڑ کر لاہور کی امارت میں بہت بعد میں آئے تھے اس لئے انہیں یہ سقم بہت سختی سے محسوس ہُوا۔ اور اسلئے انہوں نے کوشش کرکے اس خالی جگہ کو ایک تمثال سے پُر کردیا۔ لیکن کجا منصور حقیقی و توفیق یافتہ اور کجا منصور غیر حقیقی و خود ساختہ۔ لا یستویان۔

تیسری وجہ تیسری وجہ منصورگری کی (جو سب سے بڑی وجہ ہے) وہ حقیقت میں وہ سزا ہے جو رب العرش ظالموں کو دیا کرتے ہیں یعنی جناب باری تعالیٰ اپنی تعزیر "بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا" کے بموجب ظالموں کو اچھی چیز سے محروم کرکے منحوس چیز کا وارث کردیا کرتے ہیں۔ اور امثال اسکی بےشمار ہیں۔ مثلاً ظالم جب خدا تعالیٰ جیسی نعمت ترک کردیتا ہے تو اسے خود تراشیدہ بُت کے سامنے ناک رگڑنی پڑتی ہے۔ جب وہ دین چھوڑ دیتا ہے تو اُسے اپنے تعلقات دُنیائے دُوں سے قائم کرنے پڑتے ہیں۔ جب وہ مکاشفات اور رویائے صالحہ کے رُوح پرور نظاروں سے مستغنی ہوجاتا ہے تو اُسے سینما کی گندی فلموں سے دلچسپی حاصل کرنی پڑتی ہے اور جب وہ وحی و الہام کے زندگی بخش ترنّم سے منکر اور بےنصیب ہوجاتا ہے۔ تو اُسے سفلی موسیقی کے سُر۔ تال۔ اور پنچم۔ پر نیز کنجنیوں۔ ڈوموں۔ ربابیوں اور میراسیوں کی سارنگیوں اور طبلوں سے نکلی ہوئی آواز پرست ہوکر سر ہلانا۔ دولت لٹوانا اور ایمان گنوانا پڑتا ہے۔ پس میرے نزدیک شیخ مصری صاحب کا مولوی محمد علی صاحب کو منصور بنانا حقیقت میں اس گناہ کی سزا اور عمل بد کی پاداش ہے جس کا ارتکاب انہوں نے خلیفۂ خدا مظہر الحق والعلاء۔ کانّ اللّٰہ نزل من السماء کی اطاعت سے خروج اور اس سے روگردانی و برگشتگی کی صورت میں کیا ہے۔ اور یہ تو ایک مشہور بات ہے کہ ایک دفعہ جب حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے باعلام الٰہی فرمایا۔ کہ میرا قدم تمام اولیاء کے کندھوں پر ہے تو اس قول سے ناراض ہوکر ایک نادان جسے شیخ صنعان کہا جاتا ہے کہنے لگا۔ کہ کم از کم

میرے کندھوں پر تو آپ کا قدم ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ خدا کے پیاروں کا قدم کندھوں کے لئے تو درکنار سر کے لئے بھی موجب صد عزت وافتخار ہوتا ہے (جیسا کہ میری نظم بعنوان "عرض حال" میں جو فرقان بابت ماہ اپریل ۱۹۴۶ء میں چھپ چکی ہے آتا ہے ع

پا بر سرم بنہ و مرا تاجدار کن - پاؤں تیرے کہاں مرا ناچیز سر کہاں)

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ایسا بھی قسمت نے دکھلا دیا کہ شیخ صنعان کے اُن کندھوں پر جن پر انہیں ایک ولی اللہ کے قدم رکھے جانے کے خیال سے اہانت سُبکی۔ اور بے عزتی معلوم ہوتی تھی سؤر کے دو نوزائیدہ بچے سوار تھے اور جناب شیخ بِئسَ للظّٰلمین بَدَلًا کی تفسیر مجسم بنے ہوئے زبان حال سے کہہ رہے تھے۔ اعتبروا یا اولی الابصار۔ کاش دور حاضرہ کے شیخ بھی اس واقعہ سے نصیحت حاصل کریں۔

چوتھی وجہ چوتھی وجہ منصورگری کی جلب منفعت بھی ہو سکتی ہے۔ جسکی رُو سے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ شیخ صاحب نے اپنے امیر صاحب کے مقام کو بلند کرنے کے لئے اس وجہ سے زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں تاکہ جناب امیر اپنے ثنا خوان و مدح سرا کی غیر معمولی خدمت کا غیر معمولی صلہ عطا کریں۔ اور یا "من ترا حاجی بگویم تو مرا ملا بگو" کے مطابق اپنے کسی خطبہ یا تصنیف میں جناب شیخ کا ذکر خیر کر دیں جس سے اُن کا حال (اُن کے مفروضہ "خوشحال" کے طفیل) بہتر اور مستقبل بہتر بن ہو جائے۔ اور یوں بھی تو یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ مجاور لوگ جو قبروں پر غلاف چڑھاتے اور صاحب قبر کے فرضی معجزات سُناتے پھرتے ہیں وہ اس وجہ سے ایسا نہیں کرتے کہ انہیں فی الواقعہ صاحب قبر سے کوئی عقیدت یا ارادت ہوتی ہے بلکہ محض اس وجہ سے کہ انہیں نذرانے آتے رہیں اور شیرینیاں ملتی رہیں۔ سو اسی طرح مصری صاحب نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام ع

(گڑھے میں تُو نے سب دشمن اُتارے ... کہاں مرتے تھے پر تو نے ہی مارے ....)

سے ایک مقبرے کا مکمل پتہ حاصل کر لیا اور وہاں جا کر حسب طریق مجاوران غلاف چڑھا دیا اور کہنا شروع کر دیا کہ یہ "منصور" صاحب ہیں۔ بڑے باکمال ہیں بڑے خوشحال ہیں۔ بڑے یہ ہیں اور بڑے وہ ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اب رہی یہ بات کہ آیا جناب شیخ کی یہ بیل منڈھے چڑھتی ہے اور اُن کی سنہری و روپہلی اغراض پوری ہوتی ہیں یا اُن کی ساجھے کی ہنڈیا چوراہے پر پھوٹتی ہے یہ مستقبل ہی بتا سکتا ہے۔

جناب مولوی محمد علی صاحب کی خاموشی کسی صورت میں جائز نہیں

مہم منصورگری کے متعلق شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کے اغراض و مقاصد کی وضاحت تو کسی قدر کی جا چکی ہے لیکن ایسے اہم امر

کے متعلق جناب مولوی محمد علی صاحب کی خاموشی کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ مسئلہ زیر بحث ایک نہایت اہم مسئلہ ہے۔ اور اسکی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اوّل یہ کہ جناب مولوی صاحب حقیقتاً اپنے آپ کو منصور سمجھتے ہوں (یا کم از کم مصری صاحب کے بتا دینے کے بعد سے سمجھنے لگ گئے ہوں) اور دوم یہ کہ مولوی صاحب خود بدولت کو منصور نہ سمجھتے ہوں۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت ہو ہی نہیں سکتی پہلی صورت میں جناب مولوی صاحب کا یہ اخلاقی فرض ٹھہرتا ہے کہ وہ جراءت کے ساتھ سامنے آئیں اور جس طرح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے آج سے دو سال پہلے بکرات و مرات بھرے مجمع میں مردانہ تحدی سے حلف مع موکد بعذاب کے ساتھ اپنے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا تھا اسی طرح وہ بھی ان لفظوں میں اعلان کریں۔ "مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسکی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ مَیں ہی وہ منصور ہوں جسکی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی جسکا ذکر ابو داؤد کی حارث والی حدیث میں آتا ہے۔ اور مَیں ہی وہ منصور ہوں جسکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشف میں دیکھا تھا اور جسکے متعلق حضور علیہ السلام کو الہام ہوا تھا کہ "خوشحال ہے خوشحال ہے"۔ جب مولوی صاحب خود ایسا دعویٰ کرینگے تو پھر ہم اُنکے دعویٰ کو اُنہیں سے سمجھیں گے اور اپنے اعتراضات کے جوابات اُنہیں سے چاہینگے۔ مصری صاحب کو اس معاملہ میں مخاطب ہی نہ کرینگے۔ اب تو یہ حالت ہے کہ سب لوگ مصری صاحب کو بجرم "منصورگری" کا مرتکب سمجھتے ہوئے اُنہیں کو اعتراضات کا نشانہ اور ہدف بنائے بیٹھے ہیں۔ اگر مولوی صاحب واقعہ میں منصوریت کے مدعی ہوں۔ تو انہیں ہرگز یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ مدعی ہو کر خود تو آرام سے بیٹھے رہیں۔ اور گواہ کی گت بنتے دیں۔ ع

دیدنش از دو کار مردم دیدار نیست۔ دوسری صورت میں بھی مولوی صاحب کی خاموشی ناجائز ہے یعنی اگر وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہرگز منصور نہیں ہیں اور مصری صاحب زبردستی سے اور ناحق انہیں منصور بنا رہے ہیں تو اس صورت میں بھی اُن پر فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ مصری صاحب کو سختی سے روکیں اور کہیں کہ میاں تم خود چاہے آسمان پر چڑھو چڑھ کر گرو۔ مجھ پر یہ آفت کیوں ڈھا رہے ہو۔ مجھ پیر سفتاد سالہ پر کیوں ظلم کرتے ہو۔ اور کیوں مجھے وہ کچھ بناتے ہو جو میں نہیں ہوں۔ الغرض دونوں صورتوں میں جناب مولوی صاحب کیلئے مہر سکوت کا توڑنا لازمی اور لابدی ہے۔ اگر جناب مولوی صاحب نے میری اس عرضداشت کے بعد بھی توجہ نہ فرمائی۔ اور سکوت ہی اختیار کئے رکھا۔ اور اپنے منصور ہونے یا نہ ہونے کے متعلق واضح اور غیر مبہم الفاظ میں کچھ بھی نہ کہا تو ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہونگے۔ کہ (۱) جناب مولوی صاحب میں قوت فیصلہ و موازنہ نہیں ہے (۲) یا آپ میں تردید باطل کی جراءت یعنی تابِ مقابلہ نہیں ہے اور یا (۳) آپ یحبّون ان یحمدوا بما لم یفعلوا کے مرض مہلک میں مبتلا ہیں اور یا پھر (۴) آپ فنا فی الشیخ (مصری) کے "بلند مقام" پر ہیں۔

تبدیلیٔ تعریف نبوّت پر تحریری مناظرہ

مولوی عمرالدین صاحب کے تعلّی آمیز نوٹس کا جواب

میں نے جولائی ۴۶ء میں شملہ سے مولوی عمرالدین صاحب کو مطلع کر دیا تھا کہ ان کے طولانی پرچہ کا جواب جو انہوں نے آٹھ ماہ میں لکھا تھا، انشاء اللہ آخر ستمبر ۴۶ء تک ان کو پہنچ جائے گا۔ دو دن ہوئے ہیں کہ میں نے پیغام صلح کا پرچہ مطبوعہ ۷ اگست ۴۶ء پڑھا ہے جس میں مولوی عمرالدین صاحب کا ایک لمبا مضمون "نوٹس بنام مولوی اللہ دتا صاحب قادیانی" شائع ہوا ہے مولوی صاحب نے اس میں لکھا تھا کہ :-

"میں اس نوٹس کی ایک شائع شدہ کاپی بذریعہ رجسٹری مولوی اللہ دتا صاحب کو بھیج دُونگا"

لیکن مولوی صاحب نے آجتک ایسی کوئی کاپی مجھے نہیں بھجوائی۔ مولوی عمرالدین صاحب نے اس مضمون میں واقعات کو مسخ کر کے غیر معمولی تعلّیوں کا اظہار کیا ہے۔ خطوط میں بھی انکی یہی عادت ہے لیکن اگر مخاطب انکی تیز زبانی سے اعراض کرے تو اپنی فتح کے شادیانے بجانے لگ جاتے ہیں۔ اور اہل پیغام مولوی صاحب کے اسی انداز سے خوش ہو جاتے ہیں۔ جب مولوی عمرالدین صاحب نے مجھ سے شرائط مباحثہ طے کئے تو "پیغام صلح" نے مولوی صاحب سے اظہار برأت کیا اور لکھا کہ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے لیکن اب جب مولوی عمرالدین صاحب کے آٹھ ماہ کے طویل پرچہ کے جواب میں بعض وجوہ سے مجھ سے دیر ہوگئی تو "پیغام صلح" نے ان کو سر پر اُٹھا لیا۔ کاش کہ اب بھی اہل پیغام مولوی عمرالدین صاحب کے مباحثہ کو آخر تک قابلِ توجہ سمجھیں تو ان کے لئے ہدایت کا کافی سامان پیدا ہو چکا ہے۔ مولوی عمرالدین صاحب نبوت کے موضوع پر خاکسار سے راولپنڈی میں ایک تحریری مناظرہ کر چکے ہیں جو مطبوعہ موجود ہے۔ ان پرچوں کے متعلق جو ابھی تک طبع نہیں ہوئے مولوی عمرالدین صاحب یا انکے ساتھی لاف زنی کر سکتے ہیں لیکن کیا انہوں نے مولوی صاحب کا مطبوعہ مباحثہ نہیں دیکھا؟ اب وہ بھی یاد رکھیں کہ موجودہ تحریری مباحثہ جب تک شائع نہیں ہو جاتا مولوی عمرالدین صاحب "در مدح خود" پیغام صلح میں قصیدہ خوانی کر سکتے ہیں لیکن جونہی تمہارے پرچے شائع ہو گئے انشاء اللہ

اہلِ پیغام کے نمائندہ کی ساری شیخیاں کرکری ہو جائینگی - وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ -

مولوی عمر الدین صاحب نے حسب عادت طنز و تشنیع سے کام لیا ہے - اور بہت سی غیر متعلق باتوں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے جنہیں اس وقت نظر انداز کرنا ضروری ہے ورنہ مضمون لمبا ہو جائیگا ہاں اس جھوٹ کی تردید مناسب ہے کہ مَیں نے خواہش کی تھی کہ انعامی رقم مجھے قبل از بحث ہی بھیجدی جاوے - مَیں نے تو حسب قاعدہ ثالث مسلم بین الفریقین کے پاس رقم جمع کرانے کے لئے لکھا تھا باقی وہ رقم بہر حال امانت ہے - اگر اسکے باعث آپ کو پریشانی لاحق ہو رہی ہے تو اسے واپس منگوا سکتے تھے - مگر یاد رکھیں کہ اب تو آنے والے تین چار ماہ میں اسے بہر حال آپنے ادا کرنا ہے - انشاء اللہ اس لئے خواہ مخواہ اس کا ذکر سادہ لوح اہل پیغام کو مغالعہ نہ دیں -

مولوی صاحب! میرا تیسرا پرچہ جیسا کہ میں آپ کو اطلاع دے چکا ہوں آخر ستمبر ۱۹۴۶ء سے پہلے پہلے آپ کے پاس پہنچ جائیگا - انشاء اللہ مَیں نے اس میں آپکے جملہ اعتراضات کا جواب درج کر دیا ہے - آپ کو یاد ہوگا کہ مَیں نے اپنے پہلے پرچہ میں تبدیلی تعریف نبوت کے متعلق دس دلائل درج کئے تھے - اور پھر دوسرے پرچہ میں مزید دس دلائل لکھے تھے جس کے جواب میں آپنے حسب اقرار خود "بہت لمبا" پرچہ تحریر کیا - اب میں بحولہٖ و قوتہٖ تعالیٰ آپکے اس پرچہ کے اعتراضات پر تبصرہ کرنے کے علاوہ بیس ۲۰ مزید دلائل اپنے دعویٰ کی تائید میں درج کر رہا ہوں - گویا اسوقت تک کُل چالیس ۴۰ دلائل ہو چکے ہیں - اور ابھی اس پرچہ کے بعد ہم دونوں نے دو دو ۲ پرچے اور لکھنے ہیں (اصل شرائط میں سات پرچے طے ہوئے تھے - مگر بعد ازاں مولوی عمر الدین صاحب کے لکھنے پر مَیں نے نو ۹ پرچے منظور کر لئے ہیں) آخری پرچہ میں کوئی نئی دلیل درج نہ ہوگی جیسا کہ قاعدہ ہے -

مولوی عمر الدین صاحب یہ کہتے ہوئے کہ اصل مقصد "تحقیق حق" ہے وقت کی پابندی کو اُڑا چکے تھے - مگر اب "ایک ماہ" کا بار بار ذکر کرتے ہیں - حالانکہ وہ دوسرا پرچہ آٹھ ماہ میں لکھ سکے تھے - اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ آئندہ جتنی مدت پرچہ لکھنے کے لئے مولوی عمر الدین صاحب لیں گے میں اس سے ایک دن بھی زائد نہ لونگا انشاء اللہ - دل چاہتا ہے کہ اگر مولوی عمر الدین صاحب نے اس قسم کے بہانوں ہی سے دل کے پھپھولے پھوڑنے تھے تو وہ مباحثہ راولپنڈی کی طرح ایک مقام پر بیٹھ کر پرچے لکھ لیتے - مگر اس طرح وہ اِدھر اُدھر کے مضمون لکھ کر پرچہ "لمبا" نہ کر سکتے تھے - میں مولوی صاحب سے کہتا ہوں کہ اس مناظرہ کو ختم ہونے دیں - اللہ تعالیٰ اسی میں آپکی ساری حقیقت ظاہر کر دے گا - انشاء اللہ -

بدگماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف ٭ قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا ادھار

خاکسار ابو العطاء جالندھری قادیان ۱۳ ستمبر ۱۹۴۶ء

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ
کا
مولوی محمد علی صاحب سے مباہلہ

تعریف نبوت میں تبدیلی کے متعلق مولوی محمد علی صاحب مباہلہ کرلیں

(محترم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری)

مولوی محمد علی صاحب کا عجیب طریق

جناب مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین نے کچھ عرصہ سے یہ طریق اختیار کر رکھا ہے کہ وہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو مناظرہ اور مباہلہ کا چیلنج دے دیتے ہیں اور جب جماعت کے کسی فرد کی طرف سے اس چیلنج کی حقیقت واضح کی جاتی ہے۔ اور اس کا محض ڈھونگ ہونا ثابت کر دیا جاتا ہے یا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے مولوی صاحب سے مناظرہ اور مباہلہ پر آمادگی ظاہر کر دی جاتی ہے۔ تو پھر مولوی صاحب موصوف ایک عرصہ کے لئے خاموش ہو جاتے ہیں۔ پھر جب ان کے چیلنج پر ایک لمبا عرصہ گذر جاتا ہے اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہماری طرف سے جو جواب اس چیلنج کا دیا جا چکا ہے اسکی یاد لوگوں کے دلوں سے محو ہو چکی ہوگی۔ تو پھر مناظرہ اور مباہلہ کا چیلنج دے دیتے ہیں۔ ان کے اس طریق سے یہ حقیقت واضح ہے کہ مولوی صاحب موصوف دل سے نہ مناظرہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ مباہلہ ہاں وہ اپنے اس چیلنج سے اپنے رفقاء اور عام پبلک کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ سے مناظرہ کے علاوہ مباہلہ کے لئے بھی تیار ہیں۔ مگر حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ ان کے مقابلہ میں کسی بات کے لئے آمادہ نہیں۔

مولوی صاحب موصوف کا یہ طریق رہا ہے کہ وہ کسی اصولی بات پر فیصلہ کن مناظرہ اور مباہلہ کے لئے کبھی تیار نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ بعض جزوی امور پر یا ایسے امور پر جو ان کے خود تراشیدہ

نتائج ہوتے۔ اور جنھیں وہ دوسروں کے عقائد ظاہر کرتے ہیں۔ مناظرہ اور مباہلہ کی دعوت دے دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ میری ان خود تراشیدہ باتوں پر یا غیر اہم جزوی امور پر تو مناظرہ اور مباہلہ کرنے کے لئے دوسرا فریق تیار نہیں ہوگا۔ اس لئے اپنے ہمنواؤں اور رفقاء اور عام لوگوں میں میری بات بنی رہے گی۔ اور وہ سمجھیں گے کہ مولوی صاحب بڑے دل گردہ کے مالک ہیں کہ جماعت احمدیہ کے امام سے مناظرہ کے علاوہ مباہلہ کے لئے بھی تیار رہتے ہیں۔ مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ مباہلہ و مناظرہ کے ایسے چیلنج محض مولوی صاحب موصوف کا ایک ڈھونگ ہوتے ہیں جن کے ذریعہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے کمزور عقائد پر پردہ پڑا رہے گا۔

مولوی صاحب کی خاموشی

مولوی صاحب موصوف کو جب اصولی باتوں کیطرف کوئی توجہ دلائے۔ تو وہ خواہ توجہ دلانے والا ان کے اپنے گروہ کا ہی کوئی معزز فرد ہو۔ مگر مولوی صاحب اس کے سامنے اپنے ایسے خلق کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ کہ اسکی بات کی طرف توجہ دینا ہی ضروری نہیں سمجھتے۔ چنانچہ یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ کہ پچھلے سال ۱۹۴۵ء میں مولوی صاحب موصوف نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو بعض امور پر مناظرہ اور مباہلہ کا چیلنج دیا۔ اسپر ہماری جماعت کے ایک دوست ملک فیض الرحمٰن صاحب فیضی اور مولوی صاحب موصوف کے فریق کے ایک دوست محمد اسلم صاحب نے مولوی صاحب کو ایک مشترک خط لکھا۔ جس میں ان دونوں دوستوں نے مولوی صاحب موصوف کو توجہ دلائی کہ آپ غیر متعلق امور کو چھوڑ کر صرف اصولی متنازع فیہ امر پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے مباہلہ کریں۔ اس خط میں مولوی صاحب کو یہ لکھا گیا کہ:

"ہم آپ کی خدمت میں مؤدبانہ التماس کرتے ہیں کہ براہ کرم آپ صرف اس امر پر ہی مباہلہ فرمائیں کہ حضرت صاحب نے اپنا عقیدہ در بارہ نبوت تبدیل کر لیا تھا۔ اگر صرف اسی امر پر مباہلہ ہو جائے۔ تو پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے ضرور کوئی نہ کوئی نشان ظہور میں آئیگا۔"

مولوی صاحب موصوف نے اس خط کا ان دونوں صاحبان کو کوئی جواب نہ دیا۔ یاد دہانی بھی کرائی گئی۔ مگر مولوی صاحب نے اس مشورہ پر کوئی توجہ نہ فرمائی۔ بلکہ ایک ماہ سے زائد عرصہ گذرنے کے بعد کسی شخص عبدالوہاب صاحب جنہوں نے اپنا کوئی عہدہ بھی ظاہر نہ کیا۔ ڈلہوزی سے ان دونوں خطوں کے متعلق صرف اتنا جواب دیا کہ:

"آپ کے دو خط امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پہنچے۔ ان کا جواب ضروری نہ تھا۔ اطلاعاً

لکھا جاتا ہے کہ مباہلہ یا مباحثہ کرنا یہ میاں صاحب کا اپنا کام ہے۔ اگر جناب میاں صاحب مباہلہ یا مباحثہ کے لئے تیار ہیں۔ تو ان کو ایسا اعلان کرنے سے کس نے روکا ہوا ہے"۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا جواب

ان دونوں دوستوں نے جب پہلا خط جناب مولوی صاحب موصوف کو لکھا۔ تو اسکی ایک نقل حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو بھیج دی۔ جس کا جواب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے انہیں چھ دن کے اندر اندر دے دیا۔ اور اس میں تحریر فرمایا۔

یہ بالکل درست ہے کہ انسان مباہلہ اپنے مسلمہ پر کرتا ہے۔ نہ دوسرے کے اتہام پر۔ ہمارا دعوےٰ ہے۔ کہ (۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آخری عمر میں نبوت کی تعریف تبدیل کی۔ (۲) یہ کہ آپ جب بھی نبوت سے انکار کرتے تھے۔ اس پہلی تعریف کے مطابق انکار کرتے تھے۔ دوسری تعریف کے مطابق آپ نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور وفات تک اسپر قائم رہے۔ یہ ہمارا دعویٰ ہے۔ اور اس دعویٰ پر ہم مباہلہ کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ مولوی صاحب ہمارے بتائے ہوئے امور پر مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔ انہیں بھی یہ حق ہوگا کہ ہمارے بتائے ہوئے امر کے بارہ میں اعلان کر دیں کہ ان کا یوں دعویٰ نہیں یوں ہے۔ یا یہ کہ ان سے غلطی ہوئی۔ اب وہ اس غلطی پر قائم نہیں۔ مگر یہ طریق درست نہیں کہ آدمی خود تو چیلنج دبتا جائے اور دوسرے کے چیلنج کو خاموشی سے گذار دے۔ انصاف یہ ہے کہ دونوں کو ایک سا حق دیا جائے۔

نیا چیلنج

اس خط کے مضمون کو جناب مولوی محمد علی صاحب تک پہنچا دیا گیا۔ اور بعد میں ۲۲ راگست ۱۹۴۵ء کے "الفضل" میں یہ شائع بھی ہو گیا۔ جب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان الفاظ میں مباہلہ پر آمادگی کا اعلان ہو گیا تو مولوی صاحب موصوف کا مباہلہ کے متعلق پہلا طمطراق جاتا رہا۔ مگر اب الفضل میں اس خط کی اشاعت پر پورے ایک سال کی خاموشی کے بعد مولوی صاحب موصوف نے پیغام صلح ۲۱ راگست ۱۹۴۶ء میں مباہلہ اور مناظرہ کا ایک اور چیلنج دے دیا ہے۔ مگر اس چیلنج میں پھر بعض جزوی امور کے علاوہ ایک خود تراشیدہ بات بھی شامل کر دی ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف یہ امر منسوب کیا ہے۔ کہ جماعت قادیان کا پیشوا لکھتا ہے کہ آپ نے ۱۹۰۱ء میں اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا تھا۔ اور خود نبوت کا دعویٰ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا قرار دیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ

بات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے کہیں بھی نہیں لکھی بلکہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا تو یہ عقیدہ ہے کہ دعویٰ کی تفصیلی کیفیت کے لحاظ سے شروع دعویٰ سے لے کر آخر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ یعنی سنہ ۱۹۰۱ء سے آپ اپنے دعویٰ کی تفصیلی کیفیت کے لحاظ سے نبوت کے مدعی ہیں۔ تبدیلی صرف اس بات میں ہوئی ہے کہ پہلے آپ نے خدا کے الہام میں اپنے لئے نبی کا نام بتاویل محدث بیان فرمایا لیکن سنہ ۱۹۰۱ء میں نبی کے نام کو تصریح کے ساتھ اختیار کر لیا اور اسکی تاویل محدث کے نام سے کرنا ترک فرما دی۔ وجہ اس تبدیلی کی وہی اصولی امر ہے جو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے خط میں بیان فرمادیا ہے جو الفضل ۲۲ اگست ۱۹۴۵ء سے اوپر درج کیا گیا ہے کہ:۔

"ہمارا دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آخری عمر میں نبوت کی تعریف میں تبدیلی کی۔ (۲) آپ جب بھی نبوت کا انکار کرتے تھے۔ اس پہلی تعریف کے مطابق انکار کرتے تھے۔ دوسری تعریف کے مطابق آپ نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور وفات تک اسپر قائم رہے۔"

اسی طرح آپ تشریعی نبوت اور نبوت مستقلہ کا دروازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کُھلا نہیں مانتے۔ بلکہ صرف ظلی نبوت یعنی ایسی نبوت کا دروازہ کُھلا مانتے ہیں۔ جو بواسطہ فیضان محمدی ہو۔ ہاں اسے آپ واقعی نبوت سمجھتے ہیں۔ نہ کہ محض محدثیت۔ ظلی نبوت کا دروازہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کُھلا مانا ہے۔ ہاں پہلے اپنے تئیں ظلی نبی یعنی محدث کہا ہے اور تبدیلی تعریف نبوت کے بعد اپنی ظلی نبوت کو محدثیت کا دعویٰ قرار نہیں دیا۔ مولوی محمد علی صاحب نے اپنے چیلنج کی تمہید میں خود تراشیدہ امر بیان کرنے کے بعد مضمون کے آخر میں بالآخر لکھ دیا ہے:۔

"میری طرف سے موضوع بحث صرف اس قدر ہو گا۔ کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں حضرت صاحب نے اپنا عقیدہ تبدیل کیا؟"

اور پھر یہ لکھ کر اسپر مباحثہ اور مباہلہ کا چیلنج دیا ہے اور ثالث کی شرط کو بھی اڑا دیا ہے۔ اب اس کے متعلق واضح ہو کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ جن الفاظ میں الفضل ۲۲ اگست ۱۹۴۵ء والے خط میں مباہلہ پر آمادگی کا اظہار فرما چکے ہیں۔ اگر جناب مولوی محمد علی صاحب واقعی دل سے مناظرہ اور مباہلہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو

اس خط میں بیان کردہ دعویٰ کے متعلق انہیں مناظرہ یا مباہلہ کرنے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیئے
تبدیلی تعریف نبوت کا سال ایک تاریخی تحقیق کی حیثیت رکھتا ہے یہ کوئی عقیدہ نہیں بلکہ
ایک جزوی امر ہے۔ اصولی امر تو صرف تبدیلی تعریف نبوت ہے پس وہ جس وقت بھی ہوئی
اس کا ثبوت دوران بحث میں تبدیلی عقیدہ دربارہ تعریف کے متعلق پیشکردہ حوالوں سے
آپ ہی آپ مل جائے گا۔ ۱۹۰۱ء کے لفظ پر مولوی صاحب کو ضد اور اصرار کی ضرورت نہیں
ہاں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اس شرط کے ساتھ مباہلہ
پر آمادگی ظاہر کی ہے کہ آپ کی طرف سے جن امور کے متعلق جناب مولوی محمد علی صاحب کو
دعوت دی جا چکی ہے۔ ان پر مولوی صاحب موصوف بھی مباہلہ کے لئے آمادہ ہوں۔ کیونکہ انصاف
کا تقاضا ہے کہ دونوں کو ایک سا حق دیا جائے

مباہلہ پر آمادگی کا اعلان

پس حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مباہلہ پر آمادگی کا وہ اعلان
جو ۲۲ راگست ۱۹۴۵ء کو شائع کیا گیا۔ اب دوبارہ مولوی صاحب کے اس چیلنج پر اسے
شائع کیا جاتا ہے اگر مولوی محمد علی صاحب واقعی فیصلہ کُن طریق مباحثہ اور مباہلہ کرنے کے
لئے دل سے آمادہ ہوں۔ تو پھر وہ اس کی اشاعت پر اب بھی فیصلہ کے لئے تیار ہو
جائیں گے۔ مگر ان کی سال بھر اس کے متعلق خاموشی سے مجھے تو یہی سمجھ آتا ہے کہ وہ حضرت
امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے اس خط میں پیشکردہ دعویٰ پر اور
طریق پر ہرگز مناظرہ اور مباہلہ کے لئے آمادہ نہ ہوں گے۔ کیونکہ ان کا چیلنج مباحثہ
اور مباہلہ ہمیشہ محض ایک ڈھونگ ہُوا کرتا ہے۔ تا ان کے رفقاء ان سے بدظن ہو کر
کہیں الگ نہ ہو جائیں۔

مولوی صاحب موصوف نے اپنے مضمون کے آخر میں لکھا ہے۔ "میں اس تحریر کا
جواب میاں صاحب کے قلم سے مانگتا ہوں"

چونکہ میں مباہلہ پر آمادگی کا اظہار حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ
کے خط کے ذریعہ سے پیش کر چکا ہوں۔ لہذا اب مولوی صاحب کے لئے گریز کا کوئی راستہ کھلا نہیں۔

یکتا محمود

(از قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

کہتے ہیں کہ بیمار کو عیسیٰ نہیں ملتا — ڈھونڈے اگر انساں تو کیا کیا نہیں ملتا

عیسیٰ تو بہت دیر ہوئی آ بھی چکا ہے — ناداں ہیں جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ نہیں ملتا

یہ کیا کہ برات آپ کی موجود ہے لیکن — احباب صفا کیش میں دولہا نہیں ملتا

پہلے کسی موسیٰ پہ وہ ایمان تو لائیں — پھر ہم سے تقاضا ہو کہ سلویٰ نہیں ملتا

وہ مال دل و جاں سے خریدار ہوں جس کا — ہر چند کہ مَیں نے اسے ڈھونڈا نہیں ملتا

اس گلشن ہستی میں بہت پھول کھلے ہیں — لیکن مجھے وہ نرگس شہلا نہیں ملتا

محنت ہی سے ملتا ہے جو ملتا ہے جہاں میں — سونے سے تو اے جاں کبھی سونا نہیں ملتا

مذہب وہی سچا ہے کہ جو آج دلائے — ہے کون جسے وعدۂ فردا نہیں ملتا

وہ چشمہ ہدایت کا جو پھوٹا ہے یہاں سے — کیا کوثر و تسنیم سے سوتا نہیں ملتا؟

وہ آئیں اِدھر نور بھرے چاند کا دیکھیں — تاریکی میں جن کو کوئی رستہ نہیں ملتا

اس وقت بشر اور بھی گذرے ہیں نظر سے — لیکن کوئی محمودؑ سا یکتا نہیں ملتا

ہیں علم و فضیلت میں نظیر آپ ہی اپنی — واللہ اولوالعزم بھی اُن سا نہیں ملتا

اس خاک کے ہر ذرہ میں ہے طور کا جلوہ — غیروں کو مگر دیدۂ بینا نہیں ملتا

صادق سے یہ کہدو کہ ترا صدق ہو روشن — کاذب کو نتیجہ کبھی اچھا نہیں ملتا

ملتے موجب تسکین دلِ مضطر اکملؔ
اب کچھ بھی پتہ ان رُفقا کا نہیں ملتا

ووکنگ مشن کا پیغامیوں سے کوئی تعلق نہیں

(امام مسجد ووکنگ کا اعلان)

مکرم شیخ ناصر احمد صاحب از لنڈن

(۱) ووکنگ ایک چھوٹا سا قصبہ لنڈن سے چوبیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ جہاں ایک مسجد ہے جو رقبہ میں آٹھ گز مربع سے کم ہے۔ پیغامی اسے اپنی مسجد قرار دیتے ہیں۔ اور فخریہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا مشن ووکنگ میں کام کر رہا ہے۔ ان کے اس دعویٰ کی حقیقت پرکھنے کے لئے یہ سطور قلم بند کی جا رہی ہیں۔ یہاں کے لوگوں کو تو اس دعویٰ کا علم نہیں۔ اس لئے یہاں کے حالات کے لحاظ سے ان باتوں کا بیان کرنا بے معنی نظر آئے گا۔ لیکن ہندوستان میں چونکہ پیغامی احباب بالعموم اور مولوی محمد علی صاحب بالخصوص اپنے دل کو بناوٹی خوشی سے تسلی دینے کے لئے "ووکنگ مشن" کو اپنی تبلیغی مہم کے طور پر پیش کیا کرتے ہیں۔ اس لئے حسب ذیل حقایق خاص ان کی توجہ کے لئے عرض کئے جاتے ہیں۔ میری خواہش تھی کہ وہاں جا کر حالات کا مطالعہ کروں۔ گو مکرم مولوی عبد المجید صاحب ایم اے۔ بی ٹی امام مسجد ووکنگ سے کئی بار ملنے کا موقعہ ملا لیکن ووکنگ نہ جا سکا۔ گذشتہ دنوں وہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ تو مسجد دیکھی۔ اور دیگر حالات کا مطالعہ کیا۔

مکرم مولوی عبد المجید صاحب بہت خوش خلقی سے پیش آئے۔ اور نہایت عمدگی سے سوالات کے جواب دیتے رہے۔ انہوں نے بتایا کہ پنجاب یونیورسٹی کے سابق رجسٹرار ڈاکٹر لائٹنر (Leitner) نے انگلستان میں ایک ادارہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے ہندوستان کے بعض مخیّر اشخاص خصوصاً نواب صاحب بھوپال سے چندہ لیکر ۱۸۹۹ء میں اس مسجد کی بنیاد رکھی مسجد کے پاس ایک مکان تعمیر کیا جس کا خرچ نواب سالار جنگ صاحب بہادر حیدر آباد دکن نے دیا۔ ساتھ ہی ایک زمین ہندوؤں کے لئے خرید کی۔ دس سال کے بعد جب ڈاکٹر لائٹنر فوت ہو گئے۔ تو یہ تمام جائیداد ان کے

ورثاء کے قبضہ میں آگئی جنہوں نے اس جائیداد کو لاپرواہی سے استعمال کرنا شروع کیا۔ ایک عرصہ تک مسجد ان کے ڈرائنگ روم کے طور پر استعمال ہوتی رہی۔ مکان اور مسجد کی حالت خستہ ہوگئی قریباً پندرہ برس کے بعد جب خواجہ کمال الدین صاحب انگلستان آئے تو انہیں ایک دوست نے بتایا۔ کہ یہاں ایک مسجد ہے اسے ڈاکٹر لائٹنر کے ورثاء سے واپس لینا چاہیئے۔ کوشش کر کے مسجد کو واگذار کرایا گیا۔ اور ایک ٹرسٹ قائم کیا گیا۔ جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" رکھا گیا۔ اس میں ہندوستانی اور انگریز شامل ہیں۔ اس وقت سے ووکنگ کی مسجد اس ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ آجکل یہاں عیدین کی نماز ادا کی جاتی ہے نماز جمعہ ادا نہیں کی جاتی۔ کیونکہ کافی تعداد میں لوگ جمع نہیں ہوسکتے۔ اس مسجد کے اندر ہم گئے مختلف قطعات اور آیات قرآنیہ سے اسے آراستہ کیا گیا ہے۔

(۲) معلوم ہوا کہ ٹرسٹ کی مینیجنگ کمیٹی کے ایک رکن مولوی محمد علی صاحب بھی ہیں میں نے خیال کیا۔ کہ شاید اس آڑ میں حقائق کو غلط طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ میں نے دریافت کیا۔ کہ کیا مولوی محمد علی صاحب بحیثیت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اس کمیٹی کے رکن ہیں؟ جواب میں مکرم مولوی عبدالمجید صاحب نے بتایا کہ نہیں وہ صرف ایک مسلمان کی حیثیت سے ہیں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ موجودہ امام صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ملازم نہیں ہیں۔ اور نہ ہی وہ انہیں کوئی رپورٹ وغیرہ بھجوانے کے پابند ہیں۔ بغرض مسجد ووکنگ کا پیغامیوں سے قطعاً قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ ووکنگ مشن میں ان کا کوئی دخل ہے۔ اس سلسلہ میں بعض مزید دلچسپ امور درج ذیل کئے جاتے ہیں:-

(۳) ایک مختصر سا تعارف نامہ "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ اس کے چیدہ چیدہ فقرات ملاحظہ فرمائیں۔ "ووکنگ جس کے زیر اہتمام شیعہ۔ سنی۔ وہابی سب باہم مسلمان بھائیوں کی طرح آپس میں ملتے ہیں۔ ایک متحد اسلام کا شاندار منظر پیش کرتا ہے بسوچ بچار کرنے والے انگریزوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرانے میں (یہ پالیسی) کبھی ناکام نہیں رہتی" پھر لکھا ہے:-

"ہم ذیل میں ان لوگوں کے نام درج کرتے ہیں۔ جنہوں نے وقتاً فوقتاً جمعہ اور عیدین کی نمازیں یہاں پڑھائیں:- (۱) ہز ایکسلنسی حافظ واہبہ (۲) یروشلم کے مفتی اعظم۔

(۳) ملک عبد القیوم بیرسٹرایٹ لا۔ (۴) مولانا ظفر علی آف زمیندار (۵) مولانا سید سلیمان ندوی " ہیں نے ووکنگ مشن کا ڈیکلریشن فارم تلاش کیا۔ کہ نو مسلم کس اقرار نامہ پر دستخط کرکے اسلام میں داخل ہوتے ہیں وہ یہ ہے:۔ "میں صدق دلی اور اخلاص کے ساتھ اپنی رضا سے یہ اقرار کرتا ہوں کہ میں اسلام کو بطور مذہب کے قبول کرتا ہوں۔ اور میں خدائے واحد کی عبادت کروں گا۔ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خدا کا رسول اور بندہ یقین کروں گا۔ اور سب انبیاء ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ وغیرہم کی عزت کروں گا۔ میں خدا کی توفیق سے مسلمانانہ زندگی بسر کروں گا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔"

(۴) اس مختصر نقشہ سے واضح ہے کہ ووکنگ مشن ایک خالص غیر احمدی ادارہ ہے۔ اگر مولوی محمد علی صاحب کو اب بھی اسے اپنانے کا شوق ہے۔ تو وہ ان لوگوں کی ہمنوائی کا اعلان کردیں۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات اور تحریرات کو تو بے پرواہی سے رد کر ہی دیا ہے۔ لیکن ابھی تک انہیں علانیہ حضور علیہ السلام سے بے تعلقی کے اظہار کی جرأت نہیں ہوئی۔ اب دو ہی صورتیں باقی ہیں۔ یا تو مولوی صاحب " ووکنگ مشن " کا تذکرہ چھوڑ دیں۔ اور اگر اس سے تعلق پر اصرار ہے۔ تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چھوڑ دیں۔ یہ دو کشتیوں میں پاؤں رکھنے کی پالیسی کب تک چلے گی۔ ؎

زاہدا! تسبیح میں زنار کا ڈورا نہ ڈال + یا مسلمان کی طرف ہو یا برہمن کی طرف

(۵) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسلام کے زندہ کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے بھیجا۔ اس آسمانی چشمۂ ہدایت کو ہر قسم کی آلودگیوں اور کدورتوں سے صاف کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے عرش عظیم سے انتظام فرمایا۔ اب کوئی مسلمان مسلمان نہیں ہے بجز حضور علیہ السلام پر ایمان لانے کے۔ ہم مولوی محمد علی صاحب کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ مندرجہ بالا حقائق کی کسی ایک شق کو غلط اور خلاف واقعہ ثابت کریں۔ تا دنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ ان کے اس دعویٰ میں۔ کہ ووکنگ مشن میں ان کے مبلغ کام کر رہے ہیں کس قدر صداقت ہے اور اگر وہ ان کی تردید نہ کرسکیں۔ اور یقیناً نہ کرسکیں گے۔ تو خدارا اس صریح دھوکہ سے باز آئیں۔ اور یہ کہنا چھوڑ دیں۔ کہ " ووکنگ مشن " ان کا مشن ہے +

مولوی عبداللہ صاحب بہائی کے دوسرے مکتوب کا جواب

فرمودہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

مولوی عبداللہ صاحب بہائی نے ایک خط کشمیر سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں اس مضمون کا تحریر کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب راز حقیقت کے صفحہ پر مولوی صاحب کی طرف ایک بات منسوب کر کے لکھی ہے۔ حالانکہ یہ بات ان کے اس خط میں نہیں پائی جاتی۔ جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھا تھا۔ اور جس کو حضور نے اپنی کتاب راز حقیقت میں من وعن درج کر دیا تھا۔ مولوی عبداللہ صاحب بہائی کے اس خط کا جواب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے فرقان ماہ جولائی میں شائع کر دیا گیا۔ اس جواب کے شائع ہونے پر مولوی صاحب نے ایک اور خط حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی خدمت میں تحریر کیا ہے جس کو انہوں نے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے ہر حصے کا جواب ترتیب وار دیا ہے۔ حضور کا یہ جواب افادہ عام کے لئے پرائیویٹ سکرٹری صاحب نے فرقان میں شائع کرنے کے لئے بھجوایا ہے۔ اس لئے ہم یہ جوابی خط ذیل میں درج کرتے ہیں :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم بندہ مولوی عبداللہ صاحب وکیل　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مورخہ ۷ راگست ۱۹۴۶ء سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضور نے اس کا مندرجہ ذیل جواب ارشاد فرمایا ہے (پرائیویٹ سکرٹری)

۱۔ پہلا سوال میری سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر آپ تشریح کریں تو میں اس کا جواب لکھ دوں۔

۲۔ آپ کے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ (ا) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہی دنوں میں کسی اور نے بھی تحقیقات کی ہو۔ اور اس نے اپنی تحقیقات سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تحریراً یا زبانی اطلاع دی ہو۔ (ب) یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے جب خط لکھا ہو۔ تو اس وقت آپ کی تحقیق مکمل نہ ہو۔ بعد میں آپ نے مزید تحقیق کی ہو۔ اور آکر زبانی حالات بیان کئے ہوں کیونکہ یہ بات تو صاف

ظاہر ہے کہ جب آپ کا سارا خط من وعن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شائع کر دیا۔ تو جو زائد بات آپ نے لکھی ہے وہ یقیناً آپ کے خط کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی۔

۳۔ تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ بات قطعی طور پر موجود ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو باتیں قبر مسیحؑ کے متعلق لکھیں وہ آج سے قریباً ۵۴ سال پہلے کی ہیں۔ راز حقیقت کے شائع ہونے کے بعد آپ سالہا سال تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں رہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے پروف ریڈروں کے ساتھ ملکر آپ بھی کام کیا کرتے تھے۔ ان باتوں سے یہ تو بیشک یقیناً اور قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے راز حقیقت۔ اسی وقت ضرور پڑھ لی تھی۔ لیکن قیاس اسی بات کی تصدیق کرتا ہے۔ بہرحال یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ بہائی مقررہ طریق پر قسم کھا کر اعلان کریں کہ ۱۹۴۳ء یا اس کے قریب جس سنہ میں بھی آپ نے حضرت اقدس کے اس بیان کا انکار کیا تھا۔ اس سے پہلے اس کتاب کے مضمون کا آپ کو علم نہ تھا۔ اور ساتھ یہ بھی قسم کھائیں کہ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بات لکھی ہے وہاں گو راوی کا نام نہیں مگر مراد آپ ہیں۔ اگر ان دونوں امور کی آپ قسم نہ کھا سکیں تو آپ کا جھوٹ ظاہر ہے۔

۴۔ چوتھے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہمارا تعلق اس بات سے نہیں کہ علماء کیا کہتے ہیں۔ ہمارا فرض تو صرف اتنا ہے کہ ہم اس روایت کو کسی اور تک پہنچا دیں۔ اگر صرف ایک ہی دلیل ہوتی تو پھر بے شک امر زیر بحث ثابت نہ ہو سکتا۔ لیکن بہرحال ہم پر جھوٹ کا الزام نہیں لگایا جا سکتا تھا

آپ نے اس بڑھیا کی شہادت پر ایک طنز کی ہے۔ ایک مزید شہادت خان بہادر نواب محمد الدین صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر سابق وزیر مال جے پور وجودھ پور کی شائع ہو چکی ہے جو انکے غیر احمدی ہونے کی حالت کی ہے اس میں بھی قبر کی نگران ایک بڑھیا کا ذکر ہے۔ اور میری شہادت سے ملتی جلتی شہادت ہے۔ اس شہادت نے میرے بیان کی مزید تائید کر دی ہے گو میرے نزدیک کسی مزید تائید کی ضرورت نہ تھی۔

۵۔ پانچویں سوال کا جواب اوپر آچکا ہے۔ کیونکہ آپ نے یہی اعتراض کیا ہے کہ میری بات کی گواہی کسی اور سے نہیں ملتی۔ اور میں بتا چکا ہوں کہ میری بات کا دوسرا گواہ نہ ملنا کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ لیکن ساتھ ہی میں یہ بھی بتا چکا ہوں کہ میری بات کی گواہی نواب محمد الدین صاحب کی شہادت سے مہیا ہو گئی ہے۔

باقی آپ نے یہ سوال جو پیش کیا ہے کہ اب پھر اہل کشمیر کے گواہ بلائے جائیں۔ اور ان سے پوچھا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اب گواہوں کی گواہی کا اعتبار کیا ہے؟ اب تو وہ حریف ہیں گواہ نہیں۔ یہودیوں سے عبد اللہ بن سلام کے متعلق ان کے اسلام لانے سے پہلے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے کہا شریف ابن شریف ہیں اور جب ان کے اسلام کا انہی لوگوں کو پتہ لگا۔ انہوں نے کہا کہ وضیع ابن وضیع ہیں۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوےٰ سے پہلے لوگوں نے کہا کہ امین و صدوق ہیں۔ اور بعد میں انہوں نے کہا کذاب اور جھوٹا ہے۔ پس جب یہ (انکشاف قبر مسیح کا) مسئلہ شہرت عام حاصل کر گیا۔ اور کشمیر کے لوگوں نے اسکی اہمیت کو سمجھ لیا تو اب شہادت کو بدل دینا کوئی بڑی بات نہیں

بہائی گیدڑ بھبکیاں

مباحثہ کا چیلنج منظور

(نائب مدیر)

فرقان ماہ جنوری ۱۹۴۶ء میں ہماری طرف سے بہائیوں کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا گیا تھا کہ کیا اہل بہاء جناب بہاء اللہ کی سب تصانیف کو ایک ہی رتبہ کا قرار دیتے ہیں۔ یا مختلف مراتب کا یعنی جس طرح مسلمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر خدا کی طرف سے معین الفاظ میں نازل شدہ وحی کو خدا کی کتاب اور قرآن مجید کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دیگر اقوال کو احادیث۔ کیا اسی طرح اہل بہاء بھی بہائی کتب کی تقسیم کرتے ہیں۔ یا جناب بہاء کی جملہ تصانیف کو ایک ہی رتبہ دیتے ہیں۔ اگر وہ سب کو ایک مرتبہ کا قرار دیتے ہیں تو کیا وہ ان کو وہ مرتبہ دیتے ہیں جو مسلمان احادیث کا قرار دیتے ہیں یا جو قرآن مجید کا مرتبہ ہے۔

اسی طرح ہم نے فرقان ماہ مارچ اور اپریل میں اس چیلنج کا ذکر کیا تھا۔ جو حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے بہائیوں کے موجودہ زعیم کو ۱۹۱۷ء میں دیا گیا تھا۔ اور جس کے مقابل پر آج تک

بہائیوں کے زعیم خاموش ہیں اور بزبانِ حال اپنی شکست کو پیش کر رہے ہیں۔ ان ہر دو مضامین میں سے اول الذکر مضمون کے متعلق ہم نے بعض سرکردہ بہائیوں کو بھی لکھا لیکن ان سب احباب میں سے صرف ایک دوست نے جواب دیا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کے چیلنج کے بارہ میں سب بہائی اور ان کا آرگن پیامبر بھی خاموش تھے۔

ایک عرصہ کے بعد انکی یہ مہرِ خاموشی ٹوٹی۔ اور پیامبر ماہ ستمبر میں محمد حسین صاحب صابری بہائی نے ایک مضمون بعنوان "قادیانی اعتراضات کے جوابات" رقم کیا۔ اور بجائے اس کے کہ ہمارے پیش کردہ ہر دو امور کے تسلی بخش جوابات دیتے۔ انہوں نے کجروی اختیار کرتے ہوئے سخت کلامی اور تعلیوں سے کام لیا ہے۔ انکے اس مضمون کا جواب بوجہ اس کے کہ رسالہ فرقان رجسٹرڈ ایل نمبر نہ ملنے کے دو ماہ کا شائع نہیں ہو سکا۔ نہیں دیا جاسکا۔ انشاء اللہ صابری بہائی صاحب کی ہر سطر اور ہر لفظ کا مسکت جواب اگلے شمارہ میں پیش کر دیا جائے گا۔ اور ان کا سب ادھار چکا دیا جائے گا۔

اس وقت میں صرف ان کی اس تعلی کو لیتا ہوں جو انہوں نے بڑے زور سے پیش کی ہے کہ اہل قادیان ہمیشہ سے مسئلہ قیامت پر بہائیوں سے بحث کرنے سے جی چراتے ہیں۔ صابری صاحب کی یہ بات میرے نزدیک بالکل خلاف واقعہ ہے نہ کبھی بہائیوں نے اس امر پر بحث کے متعلق چیلنج دیا اور نہ احمدیوں کی طرف سے خاموشی اختیار کی گئی۔ ہاں انہوں نے پہلی مرتبہ پیامبر میں اس بات کو پیش کیا ہے۔ اور ہم اس کو بطیب خاطر منظور کرتے ہیں لیکن اسکے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو اس مضمون کے علاوہ ایک اور مضمون پر بھی بحث کرنی چاہیئے کہ کیا شریعت اسلامیہ منسوخ ہو گئی ہے؟ کیونکہ در اصل یہی ایک مضمون ہے جس سے بہائیوں کے اور ہمارے درمیان فیصلہ ہو سکتا ہے۔

ان ہر دو مضمونوں کے متعلق ہم بحث کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ان مضامین میں تین پرچے مدعی کے ہو جائیں۔ اور دو پرچے مدعا علیہ کے۔ اور بحث کا طریق یہ ہو کہ ہر ماہ یا تو پرچہ لکھ کر بحث کو بھجوا دیا جائے اور یا پھر ہماری طرف سے کسی اخبار یا رسالہ میں یہ مضمون شائع ہو جائے اور بہائیوں کی طرف سے پیامبر میں۔ ان شرائط کے علاوہ باقی شرائط جلد تر بذریعہ خط صابری صاحب طے کر لیں تاکہ جنوری ۱۹۴۷ء سے یہ مناظرہ شروع ہو جائے اور انکو اور ساری دنیا کو معلوم ہو سکے کہ صابری صاحب اپنی تعلی میں غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔ کیا ہم یہ امید کریں کہ صابری صاحب اس زہر کے پیالے کو پینے کی جرأت کریں گے۔